

# کچھ نہیں بدل

باز فیل گیسٹ

[kutubistan.blogspot.com](http://kutubistan.blogspot.com)

وہ سانپ کی اولاد ہیں سیوک رام جی..... دُنا اس کی عادت ہے..... چٹا میں پھنکا  
 دیتے اس کو..... میں اس اچھوت کو اپنی حویلی میں ایک پل رکھنے کو تیار نہیں ہوں.....  
 قہر و جلال کی تصویر لکشی دیوی پاپتی ہوئی لال حویلی کے وسیع و عریض کشادہ ڈرائینگ  
 روم میں داخل ہوئیں۔ یوں جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔

دیوی جی..... آپ کو معلوم ہے..... یہ کون ہے..... یہ بلند خان کا بچہ ہے جو ہمارا  
 جگری یار تھا..... دوست تھا ہمارا.....

سیوک رام خامے مضطرب نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر جذباتیت عیاں تھی۔ نہیں  
 ..... کشمیری کسی کے دوست نہیں ہوتے..... پھر مسلمان..... یہ آستین کا سانپ لکشی  
 دیوی نے نفرت و رقابت سے آنکھیں پھاڑیں اور لالونا تھ کو گھورا..... یہ آپ کس طرح  
 کہہ سکتی ہیں..... بلند خان نے ہر اچھے بُرے دن میں میرا ساتھ دیا ہے۔ آخر وہ مسلمان ہی  
 تو تھا۔

سیوک رام نے اپنی جیتنی جتنی کو مطمئن کرنا چاہا..... لیکن مسلمانوں کی نفرت لکشی  
 دیوی کے دل میں گھر کر چکی تھی۔

سب لوگ اکٹھے رہتے تھے..... پاکستان کیا بنا کہ تمام مسلمانوں نے آنکھیں پھیر لیں۔  
 کتنے دکھ پائے ہم نے مسلمانوں کے ساتھ..... تقسیم ہند..... وقت سب ہی بگے نے ہو  
 گئے..... ہند..... اور آپ ایک بلند خان کے بچے کی خاطر..... ہند.....

لکشی دیوی ریک انداز میں کہہ کر خاموش ہو گئی اور لالونا کی طرف دیکھا۔ لالونا تھ  
 ابھی تک سفید کپڑے میں لپٹا پڑے کھڑا تھا۔

لکشی دیوی سے ٹکا پس پٹے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔

دیوی جی..... میں تو صرف بلند خان کی بات کر رہا ہوں... وہ ہمارا ہمدرد تھا۔ اس

ہستی کو محبت میں فنا کون کرے گا  
 یہ قرض ادا میرے سوا کون کرے گا

ایک شاعر

کے بڑے احسانات ہیں ہم پر..... آج جو کچھ بھی میں ہوں.....

بس بس..... اس کے احسانات کا بوجھ پرست ڈالئے..... میرے تاجی کوئی معمولی آدمی نہ تھے..... دہلی کے ٹھاکر تھے..... وہ خود ایسے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ بلند خان کس کیفیت کی مولیٰ ہے.....

لکشی دیوی کے انداز میں رعونیت اور تقاریر جھٹک رہا تھا..... شاہنہ حراج تو تھائی۔ او ہو..... میں سب جانتا ہوں..... بات صرف یہ ہے کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں..... بلند خان کی وجہ سے ہوں.....

سیوک رام کو ماضی کے آئینے میں بلند خان کی محبت اور ہمدردی نظر آنے لگی کس طرح ہر نمبرے وقت میں بلند خان کاروبار میں سیوک رام کی مدد کرتا تھا۔ سیوک رام احسان فراموش لوگوں میں سے ہرگز نہ تھے۔ بلند خان جانتا تھا کہ ملٹری افس کو جینے نہیں دے گی..... اس لئے وہ زندگی میں ہی ساری جائیداد سیوک رام کے نام لگا چکا تھا۔ تمام عمر وہ اولاد کو ترستار رہا..... اور جب عدنان نے اُسے چاند سا بیٹا عطا کیا تو فوج نے اُس کے گھر کو نہیں نہیں کر دیا۔ بلند خان کشمیر کا ایک رئیس آدمی تھا۔ ہندو ملٹری کا دشمن تھا..... اور نتیجہ یہ نکلا کہ بھارتیوں نے اسے قتل کر کے دم لیا۔

وہ سوچ کی اٹھارہ اینٹیوں میں اتر گئے۔

خیر چھوڑ دیئے..... اتنے احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں..... اگر کاروبار میں رقم وہ لگاتا تھا تو محنت تو آپ کرتے تھے..... اُسے تو عبادت سے ہی فرصت نہ ملی تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ مسجد جاتا تھا۔ کام کا اس کے پاس وقت ہی کہاں تھا۔ پلٹ کر سیوک رام نے اپنی خالیم حسین نامن بھیجی جتنی کو دیکھا..... جس کے ایک اشارے سے لال محل کی دیواریں لرز جاتی تھیں..... لکشی دیوی کی آنکھوں میں جیسی چمک تھی..... انہوں نے آج تک کسی عورت میں نہیں دیکھی تھی..... وہ لکشی کی طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگے۔

لاٹو اتھ نہ یہ پہلو بدلا اور دوسری طرف ہو گیا..... شاید وہ دیوار کا سہارا لیتا جاتا تھا..... جھپٹے چند گھنٹوں سے وہ یوں کھڑی تھی.....

سیوک رام جی..... اس کاروبار اور عیش و آرام میں لاکھوں روپیہ میں پتاجی سے لائی تھی۔

لکشی دیوی نے شانہ چکا ہے۔

معاوضہ لینا چاہتی ہو۔

سیوک رام نے دفعتاً کہا۔ شاید لچے میں جھگی کا بھی کوئی شائبہ ہو۔

ارے نہیں نہیں..... میں نے تو نبی کہہ دیا..... رسی معاوضے کی بات تو آپ سے

اچھا معاوضہ کیا ہوگا رام جی.....

سارے جہاں کی چاہت لکشی دیوی نے نگاہوں میں سیٹھ کر سیوک رام کی طرف دیکھا.....

موقدہ شمس حسینہ تھی..... ان کو ناراض نہ کرنا چاہتی تھی۔

سیوک رام ساری جان سے فریفتہ ہو گیا.....

لکشی دیوی نے سیوک رام کو کبھی جیتنے نہیں دیا تھا۔ بے شک سیوک رام سخت طبیعت کے مالک تھے..... لیکن بیوی کے سامنے ہمیشہ جھگی بلی ہی بنے رہتے۔ سیوک رام کو اپنی جتنی

لکشی دیوی سے شدید محبت تھی۔

رام سرکار..... میرے لئے کیا حکم ہے۔

لالو اتھ کھڑے کھڑے اکتا سا گیا تھا۔

دھنی رام سے کہو..... گندے تالے میں پیچک دے..... اماں باا کے ساتھ یہ بھی

جنم رسید ہو جائے گا.....

لکشی دیوی کے حسین چہرے پر فرعونیت جھلک آئی۔

دیوی جی..... نہ..... نہ..... اتنا بڑا پاپ..... نہ خود کروں گا..... اور نہ کسی اور کو

کرنے دوں گا..... آپ کو بھی نہیں.....

سیوک رام نے لکشی دیوی کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

اس کے لئے آپ کو پرچیدہ خاطر ہونے کی کیا ضرورت ہے..... گندی نالی کا کیزا

ہے..... اگر مسلا بھی جائے تو ہندوستان میں انسانوں کا کال نہیں پڑ جائے۔

لکشی دیوی پھر جاہر حاکم کی طرف چہرے پر بخٹی لا کر بولیں۔

سیوک رام خاموش رہے..... ان کے چہرے پر یوں تھا جیسے ایک سمندر موجزن

تھا..... وہ خیالات کے مد و جد میں ڈوب کر ابھر رہے تھے.....

بلند خان سے وہ کسی قیمت پر بھی دھوکہ فریب یا بے وفائی نہیں کر سکتے تھے لیکن لکشی

دیوی نہیں جانتی تھی کہ وہ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے بلند خان کے ساتھ کتنے

کرب سے گزرے ہیں..... بلند خان نے دوستی کا اعلیٰ بھرم رکھتے ہوئے ساری جائیداد اس

کے نام لگادی ہے..... وہ پہلے بھی مالک تھے اور اب..... اب تو ساری جائیداد کے حقیقی وارث بن گئے..... وہ بلند خان کے بیٹے کو گزند نہیں پہنچا سکتے تھے..... کشمی دیوی انہیں لاکھ عزت سی..... لیکن بلند خان کا احترام اپنی جگہ مقدم ہے۔ ان کے اندر ایک طلاطم موہن تھا۔

آپ کیا سوچتے گئے۔

کشمی دیوی نے اٹھ کر سیوک رام کا شانہ بلایا۔

وہ ایک دم چونکے۔ نگاہیں اٹھائیں..... اور کہا.....

گھر آئے ناگ نہ پوچھے باہمی پوجن جائے.....

رام جی..... کیا مطلب ہے آپ کا.....

کشمی دیوی کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہو گیا۔

ہیکی..... دیوی جی..... آپ اس بچے کے ساتھ آنے والی خوش بختی کو نہیں جانتیں..... یہ بڑا بھلا گواں ہے۔

دیکھیں..... آپ افسردہ مت ہوں..... لالونا تھ..... تم اس بچے کو لے جاؤ.....

خرج کی کمی نہیں ہوگی..... تم رکھ لو۔

ایک دم کشمی دیوی نے سیوک رام کی مشکل حل کرنا چاہی۔

رام جی..... دیوی جی کیا کہہ رہی ہیں۔

لالونا تھ جوں ترپا ہے اس کے پاؤں پر نہ ہریلے بیڑے سے کاٹ لیا ہو۔

سیوک رام صرف دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

ہم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے..... لالونا تھ لے جاؤ اس مسلم بچے کو تمہیں ماہوار رقم مل جایا کرے گی..... کشمی دیوی نے کہا۔

دیوی جی..... بھگوان ان قسم مجھے بچے کو پالنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا..... ویسے بھی

میں بلند خان کا پرانا منک خوار ہوں..... وہ بہت اچھا مالک تھا.....

لالونا تھ کی آواز بھرا گئی..... پھر وہ خاموش ہو گیا۔

پھر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ اس کی پردر ش کر کے تم فاداری کا ثبوت پیش کر سکتے

کشمی دیوی نے کہا۔

دیوی جی..... میں ہندو ہوں..... مسلمان بچہ نہیں رکھ سکتا..... رام جی بوے آدمی

ہیں..... کسی کو خبر بھی نہ ہوگی..... ملٹری تو مسلمانوں کو جنم نہیں کر رہی ہے۔ ٹھیک..... لالونا تھ..... بلند خان کا بچہ ہمارے پاس رہے گا..... تمہیں بچے کے ساتھ کسی نے دیکھا تو نہیں۔

سیوک رام نے کہا۔ ان کا لہجہ مستحکم تھا۔

نہیں رام جی..... ملٹری نے بلند خان اور ان کی چھپوں کو کسی وقت گولی ماری تھی.....

ایک بھگدڑی جھججی..... میں بچے کو ایک آٹا کی گود سے چھین کر لے آیا..... وہ حشر بھجھ سے دیکھا نہیں گیا..... کیا قیامت تھی..... لالونا تھ بڑا افسردہ نظر آ رہا تھا۔

تمہیں ادھر آتے تو نہیں کسی نے دیکھا۔

کشمی دیوی نے لالونا تھ کے قریب آکر کہا۔

نہیں دیوی کی ہر کار.....

وہ آہستہ سے بولا۔

اب حویلی میں کون ہے۔

سیوک رام نے کہا۔

کوئی بھی نہیں..... ملازم سب بھاگ گئے..... جو مسلمان تھے..... ان کو ملٹری فوج

نے قتل کر دیا تھا۔

لالونا تھ دنگیر آواز میں بولا۔

جھجج..... یہ کشمیری مارے ضد کے آزادی کا نعرو نہیں چھوڑتے خون پہ خون ہوا جا رہا

ہے..... کیا کریں گے یہ کشمیری لے کر..... کشمی دیوی نے اپنے یا قوتی ہونٹ

کھیزے..... یادہ کشمیریوں پر ترس کھا رہی تھیں۔

یہاں لٹاؤ دینے کو.....

سیوک رام نے کہا۔

لالونا تھ قریبی صوفے پر بچے کو لٹانے لگا۔

لالونا تھ..... کیا کر رہے ہو..... یہاں رکھو..... تمہیں معلوم ہونا چاہئے..... یہ

اچوت ہے..... گوشت خور انسان کا خون ہے..... یہاں رکھو ایسے۔

کشمی دیوی نے بڑی کراہت سے قائلین کی طرف اشارہ کیا۔

اس کے ساتھ ہی سیوک رام نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

رام سرکار۔

سرندر سنگھ کا ہاتھ جوڑے انتہائی مودب انداز میں اندر آ کر جھکا۔

سرندر سنگھ.....

اپنی گھمبیر آواز میں سیوک رام بولے۔

غلام حاضر ہے۔ رام سرکار.....

سرندر سنگھ حسب عادت بولا.....

کسی ملازمہ کا بندوبست کرو..... جو اس بچے کی صحیح نگہداشت کر سکے۔

سیوک رام نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔

حوٹلی میں بہت ملازم ہیں رام جی.....

سرندر سنگھ نے یاد دلایا۔

سرندر سنگھ..... پرکاش کیسی رہے گی۔

لکشمی دیوی کو یاد آیا۔

پرکاش بوزھی ہو چکی ہے دیوی جی.....

سرندر سنگھ نے لکشمی دیوی کو پرکاش کے بڑھاپے کا احساس دلایا جو سیوک رام کی بھی آیا

رہی تھی۔ کاشی ماں..... ہمارے لئے بہت مقدس ہے۔

سیوک رام کو اپنا بچپن یاد آیا..... کس طرح ان کے پیچھے بھاگ بھاگ کر انہیں گرنے

سے بچایا کرتی تھی۔

صرف چند دنوں کے لئے..... بعد میں کوئی اور بندوبست کر لیا جائے گا۔

لکشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... کاشی ماں کو بلاؤ.....

سیوک رام نے کہا۔

بہتر رام سرکار.....

سرہند سنگھ باہر نکل گیا۔

اور چند لمحوں کے بعد پرکاش اپنی سفید ساڑھی سنبھالتی اندر آ گئی۔

اسے دیکھتے ہی سیوک رام کھڑے ہو گئے۔

دیوی جی..... یہ معصوم ہے..... اس کو اچھوت مت سمجھئے..... انسان

اچھوت نہیں ہوتا..... ہم اس کو رسیب بنالیں گے۔ ہمارا بیٹا بنے گا۔ سیوک رام نے پڑے

میں پڑنا ہوا معصوم بچہ اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

.....

لکشمی دیوی کی حیرت عروج تک پہنچ گئی۔

ہاں جی..... اپنا بیٹا..... ہم اسے اپنے مذہب میں ڈھال سکتے ہیں۔

سیوک رام نے بڑے وثوق سے کہا۔

کیا آپ اس کو ہندو بنادیں گے؟

لکشمی دیوی کی آنکھوں کی چمک اور تیز ہو گئی۔

کیوں نہیں..... میں اس کا باپ ہوں..... اور میں ہی وارث..... اس کی میں ہی

پہچان ہوں..... ہندو کیوں نہ بنے گا؟.....

سیوک رام نے بڑی محبت سے بچے کو صوفے پر لٹا دیا۔

لکشمی دیوی دیکھتی رہ گئی۔

سیوک رام دوسری طرف بڑھے..... اور بھاری نوٹوں کی گمڈی لالو ناتھ کی طرف

اچھال دی۔

دور سے ہی لالو ناتھ نے گمڈی کو اچک لیا اور احسان مند بنا کہ سیوک رام پڑا لیں۔ اب

جاؤ..... حویلی کو تالا لگا کر چابی میرے حوالے کر دینا۔

سیوک رام نے کہا۔

بہت بہتر رام سرکار۔

لالو ناتھ مودب جھکا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

یہ لیجئے..... یہ بچہ آپ کا ہے..... دیوی جی آپ کا بیٹا.....

سیوک رام نے بچہ لکشمی دیوی کی گود میں رکھ دیا۔

رام جی..... آپ کیا کرتے ہیں..... ہم آداب پرورش سے نا آشنا ہیں۔

لکشمی دیوی بچے کو اپنی گود میں دیکھ کر کسمسا گئی۔

ہم جانتے ہیں..... آپ کی نازک مزاجی اس نویت سے دوچار نہیں ہو سکتی۔ اس بچے

کے لئے کسی ملازمہ کا اہتمام کریں گے۔

مجھے بلایا آپ نے چھوٹی سرکار.....  
وہ آہستہ آہستہ چلتی سیوک رام کے پاس آگئی۔

یہاں بیٹھ جائیے.....

سیوک رام نے بڑے ادب سے پرکاش کو صوفے پر بٹھایا..... جس کے ایک طرف  
لکشی دیوی براجمان تھی۔

آپ کو ایک کام سونپنا چاہتا ہوں۔ انکار نہ کیجئے گا۔

سیوک رام نے سامنے گہری نیند سوئے بچے کی طرف دیکھا۔ بالکل معصوم فرشتہ.....  
میرے اختیار میں ہوا تو میں ضرور کروں گی۔

پرکاش ہنس دی۔

اس بچے کی پرورش آپ کے ذمے ہے۔

لکشی دیوی نے کہا۔

بچے کی پرورش..... دیوی جی..... میں تو عمر رسیدہ ہوں..... اعصاب بھی کمزور ہو

چکے ہیں..... کہیں کو تابی نہ ہو جائے۔

وہ کانپ گئی۔

مت گھبرا اے کا شانی..... ہمیشہ کے لئے نہیں..... چند دنوں کے لئے۔

جوں ہی کوئی اور بندوبست ہوا..... آپ کی ذمہ داری ختم.....

سیوک رام نے پرکاش کے شانے پر محبت سے ہاتھ رکھا۔

میں چند دنوں کی دیر ہے..... ہم تلاش کر رہے ہیں..... کسی آیا کا بندوبست ہو جائے

مجا لکشی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے دیوی جی.....

پرکاش نے غم خور کر لیا۔ وہ انکار بھی کیسے کر سکتی تھی۔

اور درپن کے روپ میں بچہ چندن پرکاش کی بوڑھی مخمڑی ہوئی گود میں پرورش پانے

لگا۔ اخبارات رسالوں میں بڑی مقدار میں اشتہارات دیئے گئے تھے۔ خاص معقول تنخواہ

تھی۔ ہر غریب ضرورت مند بند عورت اسے بڑے گھر میں بطور آیا کام کرنے کو تیار تھی۔

لیکن کوئی بھی سیوک رام اور لکشی دیوی کے معیار پر پوری نہ اتری۔ پھر بھی چندن اور

اشتہارات کا انتظار کرتا پڑا۔

موسم قدرے خوشگوار تھا۔ سراہی رنگین و گلشن شام تھی۔ سورج کا سنہری قہار کائنات  
پر آخری دم توڑتی سسکتی کریمیں کھینچ کر مغرب کی گود میں پناہ لینے کی تیاری کر رہا تھا.....

ال محل کے درودیوار پر خون آشام لگتی سی روشنی پھیل چکی تھی۔ ماحول انگارہ ہوا چاہتا

تھا۔ بلکہ سب مادی اشیاء سرخ رنگ میں رنگی نظر آ رہی تھیں۔ یوں تھرکتی لرزتی کرنوں نے

کائنات کو احمریں رنگ میں ڈبو دیا تھا۔ حویلی پر سکون تھی۔ آج کشمیر میں کہیں بھی قتل و غار

ت کی آواز نہیں آتی تھی..... اور نہ ہی سڑکوں پر آؤ بھانگی دروناک آواز نے دھرتی کا سینہ

پاش پاش کیا تھا۔ کشمیری مجاہدین اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے..... ملٹری بدستور

مقابلے پر ڈٹی ہوئی تھی..... بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ مجاہدین ملٹری کو تانواں چنے چوہار ہے

تھے۔ آزادی و حریت کے متوالے جینے سے یہاں بیٹھ جاتے۔

کنٹرول لائن پر مسلسل بھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ مجاہدین نت نئی کارروائیاں کر رہے

تھے..... کشمیر ہمارا ہے..... پاکستان کی شہ رنگ ہے..... اس جذبے کو صادق رکھتے

والے کہاں جینے سے بیٹھ سکتے تھے اگر سکون تباہ تھا تو صرف کشمیریوں کا۔ ہندو آبادی اپنے

اپنے گھروں میں پر سکون تھی اور پھر سیوک رام کی لال حویلی..... اتنا بڑا ٹھکانہ۔ کون اس

لی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا تھا۔ دولت اس کے گھر کی لوٹھی۔ کارخانوں اور ملوں کا مالک۔

ہماری کوچہ سات برس ہو چکے تھے لیکن ابھی تک لاڈلی بچی کی خالی گود لئے بیٹھی تھی۔

یوک رام اپنی کم عمر لکشی دیوی سے خاسے بڑے تھے لیکن بالکل صحت نے ان کو نوجوان

رکھا ہوا تھا۔ انہیں اپنی بچی لکشی دیوی سے شدید محبت تھی۔ سیوک رام نے کبھی اپنی بیوی

کے سامنے اس محرومی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن دو چاہتے تھے کہ ان کے ہاں ایک بیٹا ضرور

ہو..... ان کو بچے کی شدید طلب محسوس ہوتی تاکہ دکھ درد کا ساقی تو ہو..... ان کا بازو تو

او اور ان کی چائیداد کا وارث تو..... کہاں جانے کی؟ دولت..... دو ہمیشہ کڑھتے

رہتے..... بظاہر ہشاش بشاش رہتے، لکشی دیوی ناز و نعم میں پلی بڑھی تھی۔ کم سن سی بی

ان کی شادی سیوک رام سے ہو چکی تھی۔ سیوک رام نے بھی لکشی دیوی کے ناز و نعمت

المانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ہوا انتقال لکشی دیوی کے والدہ پنڈت جواہر لعل دہلی کے

ہاں آئی تھی۔ کچھ عرصہ ہوا انتقال کر چکے تھے۔ لکشی دیوی کی والدہ مسز جواہر لعل

ہرے چاہو جمال کے ساتھ زندہ تھیں۔ شوہر کی ارحم تھی جانے کے بعد خود کو آنے والی ہر

۹۰ھ کے لیے تیار کر لیا تھا۔ اور شوہر کے وسیع ترین کاروبار کو احسن طریقے سے سنبھال لیا

نستے.....

ہندو ہو۔

کشمی دیوی ذات بات کا خاص خیال رکھتی تھیں۔

برہمن ہوں..... دیوی جی..... مجھے نوکری کی ضرورت ہے..... مجبور ہوں۔

سیوک رام بخود اس کے قدموں پر کھڑے رہے۔

ہمیں بچے کے لئے آیا کی ضرورت ہے..... کیا خیال ہے۔

کشمی دیوی نے کہا۔

لڑکی چال ڈھال سے پڑھی لکھی اور سلمبی ہوئی لگ رہی تھی۔ سرخ و سپید رنگت، مجھے

منظور ہے دیوی جی۔

لڑکی نے کہا۔

پڑھی لکھی ہو۔

سیوک رام نے کہا۔

ہاں جی..... میٹرک پاس ہوں رام سر کار.....

لڑکی نے ہاتھی لگاہیں کشمی دیوی کے چہرے پر اتریں۔

کیا نام ہے

پو جا۔

اچھا نام ہے۔

نام تو کوئی اور تھا دیوی جی..... ہمارے بچے اسی نام سے پکارا تھے۔ تم بیاہی ہوئی ہو۔

کشمی دیوی درطہ حیرت میں اتر گئی۔

ہاں جی..... میرے بچے کا انتقال ایک حادثے میں ہو گیا تھا۔

پو جا بڑی پڑمردہ کی لگنے لگی۔

اور کوئی رشتہ دار۔

سیوک رام بولے۔

اس بھری سلسلہ میں ہمارا کوئی نہیں..... ہم اکیلے ہیں دیوی جی۔ لڑکی کے چہرے

پر ایک کرب اند آیا۔

اس سے پہلے کوئی اور کام کرتی تھی..... کشمی دیوی نے سوال کیا۔

تھا۔ اولاد کے معاملے میں وہ بڑی فراخ دل واقع ہوئی تھیں۔ لاڈلی بیٹی اور داماد سیوک رام

کے معاملے میں کسی مداخلت نہیں کی تھی اور ایک بیٹا سنتوش جہاں شادی کا خواہاں تھا.....

وہیں اس کی شادی کر دی۔ اب وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی کا باپ تھا..... بڑی اچھی زندگی گزار

رہا تھا۔ سنتوش اپنے بچائی کی طرح قتل مزاج اور فہم نوجوان تھا۔ اس بات سے اس کے

اور اک کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ شادی سے پہلے بہن کے حصے کی تمام جائیداد اس کے نام کر

دی تھی..... بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ اراضی تھیں جس میں کام کر دی۔ سنتوش اعلیٰ ظرف

نوجوان تھا۔ اس نے یہ اس لئے کیا کہ اس کے لئے کسی بخش کا خیال نہ رہے۔

حویلی کے بڑے لان میں سنگ مرمر کی دکش آرائشی آرام دہ کرسیاں چھبی تھیں۔ شام

کا سہانا سماں تھا۔ ٹھنڈی کشمیری موسمت کے دے رہی تھی۔ قریبی بھرنوں سے بہنے والا پانی

جوا کے ساتھ مل کر ایک ارگن کی طرح بج رہا تھا۔ کشمی دیوی اور سیوک رام آئے سانسے

کر سیوں پر براہمان کسی خاص موضوع کے ساتھ کشمیری قبوے سے بھی لطف اندوز ہو

رہے تھے۔

نستے رام سر کار۔

سر ہند سنگھ حاضر ہوا۔

سیوک رام نے ہاتھ باندھے اور مسکرا دیے۔ نستے.....

کشمی دیوی صرف دیکھتی رہی گئی۔

کیسے آئے ہو؟

سیوک رام نے پوچھا۔

ہری داس ایک عورت لایا ہے رام سر کار.....

سر ہند سنگھ نے صوبہ کہا۔

نلے آؤ..... دیر کیوں کر رہے ہو..... بھگوان نے چاہا تو کام بن جائے گا۔ کشمی

دیوی نے آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں۔

سر ہند سنگھ فوراً چلپا اور کچھ لمحوں بعد سفید ساڑھی میں ملبوس نوجوان لڑکی کو لے آیا۔

نستے رام سر کار۔

لڑکی نے کہا۔

کشمی دیوی اور سیوک رام نے ایک ساتھ نستے کیا۔

ملا دم تھی رام سرکار..... لیکن کیا بتاؤں..... عزت کی خاطر نکل آئے وہاں سے۔  
ادھو..... کلمشی دیوی اور سیوک رام ازراہ انوس پوئے۔

چند لمبے سب خاموش رہے..... سیوک رام اور کلمشی دیوی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا.....

لوکی پوجانے ادھر ادھر دیکھا..... اس کی نگاہیں متلاشی تھیں۔

ہری داس۔ کاشی ماں سے درپن کو لے آؤ۔

بہت بہتر رام سرکار۔

سیوک رام کا حکم ملتے ہی ہری داس لان سے نکل گیا۔

چند منٹ نہ گزرے تھے کہ ہری داس سفید پتھوے میں پلپٹا پچھ کلمشی دیوی کے پاس لے آیا۔

کلمشی دیوی نے درپن کو اپنی ہاتھوں میں تھام لیا، اس وقت بچپن کی پرسکون نیند سو رہا تھا..... چہرے پر فرشتوں جیسا اللہ س سرخ رخسار..... اس وقت تو کلمشی دیوی نے بھی درپن کو ساتھ لگایا۔

(کاش ایسا ہی بیٹاں کا بھی ہوتا)

کلمشی دیوی سوچ میں کھو گئی۔

سیوک رام نے مخصوص گاہیں کلمشی دیوی کی طرف ڈالیں۔ پھر ہری داس اور دوسرے ملازمین کی طرف دیکھا۔

سیوک رام کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہی سب لان سے نکل گئے۔

پوجانے خالی خالی گاہوں سے سب کی طرف دیکھا۔ وہ منتظر تھی کہ کب بچہ اسے دیا جائے.....

لے لو پچہ.....

کلمشی دیوی نے درپن پوجا کی طرف بڑھایا۔

بچے کی پرورش کا معاملہ ہے..... بھائی کے کوشش مت کرنا..... سیوک رام نے ترش لہجے میں کہا۔

ہم بھاگ کر کہاں جائیں گے رام سرکار..... ہمیں دوسری شادی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس بچے پر چون کاٹ دیں گے سرکار.....

پوجانے کلمشی دیوی سے بچے کو لے کر اپنے ساتھ لگایا۔ اور اس کی سفید پیشانی کو بوسہ دیا۔

تھیں یہاں عزت بھی لے گی اور تحفظ بھی۔

سیوک رام نے اس کی آنکھوں میں متاکی بچی لگن دیکھ لی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ درپن کے لے ہی یہاں آئی تھی۔

چند دنوں کا درپن پوجا کی گود میں پرورش پائے لگا۔ دو ماہ کا ہو چکا تھا..... وہ پوجا کے ہاتھ کو پکچھانے لگا۔ پوجا محبت کی ماری محبت و شفقت سے درپن کی شخصیت کا نکھار جانتی تھی۔

درپن اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ وہ اپنی انمول جوانی کو اس بچے کے لئے وقف کر دینا چاہتی تھی۔ لال حویلی میں پوجا کو پورا تحفظ اور عزت نفس ملی تھی۔ اس کو پوری آزادی تھی.....

درپن اور اس کی ضروریات کے لئے اچھی نئی سی مامور رقم اسے مل جاتی تھی..... وہ جب چاہے لال حویلی کے وسیع و عریض پکن میں اپنی پسند کا کھانا پکا سکتی تھی..... اگر ضرورت پڑے تو وہیں سے کھا سکتی تھی..... پوجا بھی زندگی گزار رہی تھی۔

اس کے لئے وہ کلمشی دیوی اور سیوک رام کی ممنون تھی۔ درپن اور پوجا کے لئے لال حویلی کا ایک علاقہ مخصوص کر دیا گیا تھا..... جہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ یہاں پوجا اور درپن کی ہر ضرورت کا خیال رکھا گیا تھا۔ ایک مسلمان کی اولاد ہونے کلمشی دیوی درپن کو پسند تو نہیں کرتی تھیں لیکن سیوک رام کے سامنے اپنی نفرت کا اظہار بھی نہ کیا تھا۔ سیوک رام ایسے بھی نہ سمجھتے تھے کہ درپن اور پوجا کو علیحدہ رکھنا کتنا بات کی دلیل تھی۔ کہ وہ شروع سے ہی

درپن کا اپنے طے زمن میں محل ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ چنانچہ درپن علیحدہ ہی پوجا کے پاس رہنے لگا۔ وہ بھی پسند نہ کرتی تھی کہ مسلم اور ہندو دونوں مذاہب کے لوگ ایک ساتھ زندگی گزاریں..... لیکن سیوک رام کی سوچ الگ تھی۔ وہ اگر کلمشی دیوی سے کہتے کہ دیکھو تم ایسا

خیال ہر گز دل میں نہ لاؤ۔ درپن اب مسلمان نہیں..... ہندو ہے۔ پوجا کی گود میں پل رہا ہے..... کیا اب وہ مسلمان رہے گا..... پوجا بڑھتی ہے.....

آپ کی بات بھی درست ہے رام جی..... مگر کتنے مسلمان ہندوؤں کی گود میں پلنے والے مسلم لڑکے میں شامل ہو گئے اور ہمارے ہی خلاف فہرے لگائے گئے۔

کلمشی دیوی ہمیشہ خیرات میں گھری رہتی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... میرا مطلب آپ نہیں سمجھ رہیں.....



سیوک رام نے بڑے خلوص سے کہا۔

سمجھائیے..... کیا سمجھانا چاہتے ہیں آپ۔

کشمی دیوی نے اپنے خوبصورت ہاتھوں کو گول کر کے اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور غزالی آنکھوں کو دوسرے بچہ کا۔

کس کس ادھر اپنا جان دیں..... غلام تیری ہر ادا کا تالانہ ہے۔

وہ بڑی محبت سے بولے۔

جانے بھی دیں..... اصل موضوع کی طرف آئیے۔

میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کشمی دیوی مئی..... کہ درپن ہندو عورت کی گود میں پرورش پا رہا ہے..... وہی طور طریقے کچھ گاجو پوچا لے سکھائے گی..... پھر وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے۔

سیوک رام نے اپنے الفاظ میں وزن پیدا کیا۔

پھر وہ دو قوی نظریہ کیا ہے..... اس میں یہی کہا گیا ہے کہ ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں..... ان کے نظریات اور خیالات ایک نہیں ہو سکتے..... بلکہ ان کا رہن سہن بھی مختلف ہے۔

کشمی دیوی نے بحث کو طویل کر دیا۔

دیوی جی..... بھگوان قسم..... درپن آپ کا بیٹا ہے..... وہ ہندو ہے اور ہندو مذہب ہی اختیار کرے گا۔

سیوک رام نے بڑی پابست سے دیوی کی طرف دیکھا۔

کاش..... ہماری گود بچے سے محروم نہ رہتی..... ہمیں اس کا بڑا دکھ ہے رام جی..... درپن کو دیکھ کر ہمارے احساس کی قدیل روشن ہو جاتی ہے۔

کشمی دیوی کو آج پہلی مرتبہ احساس ہوا تھا کہ مرد کے لئے اولاد کتنی ضروری ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ساری آس نیراش میں بدل گئی ہے۔

سیوک رام نے دیکھا کشمی دیوی بڑی رکھی لگ رہی تھی۔

ارے..... یہ آج چاند گرہن لگ گیا..... کیسے ہو سکتا ہے..... ہم آپ کو اس طرح بچے نہیں دیکھ سکتے۔

سیوک رام نے کشمی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں محبت کے لازوال جذبے کے تحت دیکھا۔ ہمیں نہ سہی..... رام جی آپ کو اولاد کی ضرورت ہے..... ہم محبت کی تقسیم بھی نہیں چاہتے..... بلکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

کشمی دیوی مدد درجہ ملول پریشان نظر آرہی تھی۔

خوش رہا کریں..... ہم اپنی محبت کی تقسیم خود نہیں چاہتے..... اولاد کی ضرورت اپنی جگہ..... لیکن آپ کی محبت ایک مستحکم پتھان کی طرح ہے..... جو ہل نہیں سکتی۔

سیوک رام نے آسمان کی طرف دیکھا۔

چلیں اندر..... موسم کی نیت گجڑی ہوئی ہے..... لال محل میں روشنی ہو چکی ہے.....

اٹھیے.....

سیوک رام نے اٹھ کر بڑی محبت سے کشمی دیوی کو اپنے سہارے سے اٹھایا اور ایک دوسرے کے سہارے خواب گاہ کی طرف چل دیے.....

سازشی زیب تن کرنا ضروری تھا۔ پھر ڈرائیگ روم میں اپنے بچے کی راکھ کو سلام کرنا ضروری تھا۔ گھر میں کئی ایک ملازم تھے۔ لیکن پھر بھی بے وقت چائے کی ضرورت ہوتی تو بچن میں جا کر خود تیار کر لیتیں۔ زندگی آسائش سے گزر رہی تھی۔ سنٹوش اچھے باپ کا بیٹا تھا۔ عادات و اطوار بھی باپ کی طرح سلجھی اور شائستہ تھیں۔ سنٹوش اپنی بیوی ایشا کو بہت چاہتے تھے۔ ایشا کا باپ فوج میں معمولی ملازم تھا۔ کشمیر کے محاذ پر مجاہدین کا ہاتھ مارا گیا۔ ماں پہلے ہی داغِ غارت سے بے یار و مددگار ہو چکی تھی اور ایک بچے کو ختم دے کر ایشا کے لئے دکھوں کا جنم کھول گئی۔ ریشم کی پیدائش پر ایشا صرف چھ برس کی تھی۔ مرتے وقت اپنے دونوں بچوں کو اندریاس کے سپرد کر گئی جو خود بھی فوج میں خوددار تھا لیکن شراب کارسیا۔ ایشا کے باپ کی موت بھی شراب کی وجہ سے ہوئی ورنہ وہ مجاہدین کی گولیاں پشت پر ہرگز نہ کھاتا۔

ایشا اور ریشم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچپن کا چچی کی ٹھوکروں میں زندگی گزارنے لگے۔ گلدیپ اندریاس کی بیوی ظالم و جابر عورت تھی۔ وہ دونوں بچوں کو رکھنے کو بالکل تیار نہ تھی۔ ایک دن اس نے دونوں کو الفاظ میں اندریاس سے کہا۔

یاسی..... میں ہرگز ان دونوں کو رکھنے کی نہیں..... اپنے بچے نہیں سنبھال سکتے..... ان مصیبتوں کو کیسے سنبھالوں میں..... کہاں سے کھلاؤں ان کو..... وہ چلا کر بولی۔

کہاں جائیں..... ریشم چھوٹا ہے..... اور ایشا سمجھ..... کچھ عرصہ صبر سے کام لو..... بندوبست کر لوں گا.....

اندریاس خود بیوی کے ہاتھوں مجبور ہو گیا۔

کتنا صبر کروں..... کتنی مہنگائی ہے..... چار اور دو یہ باقی ہم دونوں پر انہیں پڑتا..... کہاں سے روٹی پوری کروں۔

وہ ترش روٹی سے بولی

تین وقت مت دو روٹی..... ایک وقت دے دیا کرو..... ایشا مر نہیں جائے گی۔ اندریاس کو رحم آگیا..... جب رحم اس قدر نغین ہو گا تو ظلم کیسا ہو گا۔

وہ جو سارا دن دودھ مانگتا ہے..... کہاں سے دواں اس کو دودھ..... گلدیپ نے کہا۔ ایک گلاس دودھ میں چار گلاس پانی ڈالو..... چارہ کا ہو چلا ہے..... ایشا کو کبواسے روٹی

کھلایا کرے۔ اتنا دودھ نہیں مل سکتا۔

اندریاس کو غصہ آگیا۔

آجہائی پنڈت جواہر لعل دہلی کے دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ شہر کے مانے ہوئے رئیس تھے۔ بڑا نام تھا۔ ان کے بعد ان کی مدبر قیادت کی حامل سبز جواہر لعل تمام کاروبار سنبھال چکی تھیں۔ سبز جواہر لعل عمدہ شخصیت کی مالک تھیں۔ ہندی طرزِ تمدن کے مطابق دوسری شادی نہیں کی..... کیونکہ ہندو عورت ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ بے شک وہ جوانی میں بیوہ ہو چکی تھی۔ بچے صرف وہی تھے۔ ایک بیٹا سنٹوش جس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے بعد اپنے ساتھ کام میں شریک کر لیا تھا۔ سنٹوش بہترین فہم و ادراک کا مالک تھا۔ چند سال ہوئے شادی ہو چکی تھی۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا جو شملہ میں فوجی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔ آج کل موسم گرما کی تعطیلات پر والدین کے پاس آئے ہوئے تھے۔ سبز جواہر لعل کی ایک دھان پاسی کو مل بنی لکشی دیوی تھی..... جس کو سیوک رام سے بیاہ دیا گیا تھا۔ یہ دونوں گھرانے رشتے میں قریبی تھے..... ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ سیوک رام لکشی دیوی سے بہت محبت کرتے تھے۔ سیوک رام کو کوئی عام آدمی نہ تھے۔ ان کے والدین اربوں کی جائیداد چھوڑ کر دنیا کو چھوڑ چکے تھے۔ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں وسیع کشادہ رقبہ پر مشتمل کوٹھیاں اور بیلنگے تھے۔ سیوک رام سب کے تنہا وارث تھے۔ سبز جواہر لعل کو سیوک رام کی عادات و اطوار اس قدر پسند آئیں کہ ان کی عمر کا بھی خیال نہ کیا۔ لکشی دیوی چھوٹی پالی عمر کی تھی لیکن وہ بھی سیوک رام کو پسند کرتی تھی۔ سبز جواہر لعل نے لڑکے کو ہر طرف سے مکمل دیکھا تو شادی کر دی۔ بھگوان نے سن لی..... اور سیوک رام کا پر امن شفق کام آگیا اور شادی ہو گئی۔

بچی کی طرف سے سبز جواہر لعل بڑی مطمئن تھیں..... لکشی دیوی اپنے گھر میں خوش تھی۔ اگر ایک پریشانی تھی تو یہ کہ چھ سات سال ہو چکے تھے..... بھگوان نے اس کی سوتی گود آباد نہیں کی تھی۔ پھر بھی سیوک رام کی طرف سے کبھی کسی ناخوشخواری کی ہو نہیں آئی تھی۔ سبز جواہر لعل مندر سے واپسی پر تازہ اخبار دیکھتیں۔ ان کے لباس میں قیمتی سفید

دیکھ کر گلدیپ..... اُٹھ اُٹھتے برتن صاف کر لے گی۔

گلدیپ کی پچازاد بہن اندر آتے ہی بولی.....

مانجھ لے گی..... بچی ہے..... اُٹھ دس سال کی ہونے لگی ہے..... نوکر رکھ دیں..... روٹیاں توڑتی ہے سارا دن.....

گلدیپ کے انداز میں زبردست نفرت کالا داہننے کو تیار تھا۔

اُٹھ اُٹھنے بیٹھی پکلیں اوپر اٹھائیں اور پھر برتن مانجھنے لگ گئی۔

ریشم کہاں ہے اُٹھ.....

اُٹھنا ہے۔

تمہیں کیا فکر ہے اس کی..... اندر آ جاؤ..... کس کام آئی ہو..... ان دونوں بہن بھائی کو دفغان کرو..... میری بہن ہویا ان کی بھی کچھ لگتی ہو..... گلدیپ جلی بھنی اوشاکا بازو پکڑ کر اندر لے گئی.....

ریشم کو سوسے دیکھ کر اس کو پھور حم آ گیا..... لیکن خاموش رہی۔ اس میں لائے آئی تھی کہ تمہاری چولی تو نہیں فٹی..... کپڑا کم ہے۔

وہ بولی.....

کپڑا تھوڑا ہے

گلدیپ نے کہا۔

بہت تھوڑا..... اور منگوا لو..... پھر حساب لگا کر بن جائے گی۔ اوشادلی میں کڑھتی رہی..... گلدیپ کی بد مزاجی سے وہ بھی بڑی خائف تھی..... سلائی کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی تھی..... شوہر عرصہ ہوا انتقال کر چکا تھا۔ چند منٹ بیٹھی اور چل دی۔

حالات کی سنگینی کا مقابلہ کرتے کرتے کئی سال بیت گئے..... اُٹھ اٹھارہ سال کی خوبصورت لڑکی بن چکی تھی۔ ریشم آوارہ مزاج نوجوان لکھڑی کی بات نہ ماننے والا.....

ایسے حالات میں پلنے والے بچوں کا مستقبل کیا ہو گا۔ ایسے بچے معاشرے میں کیا مقام حاصل کر سکتے تھے۔ گلدیپ نے تو اتنا بھی نہ کہا کہ اُٹھا کو کسی سکول میں داخل کر دیتی.....

دونوں بچوں کو جہالت کے اندھیروں میں ہی سرگرداں رہنے دیا۔ اندر یاس شراب کارسیا تھا..... ان کو دیکھا دیکھی ریشم بھی چوری چھپے شراب پینے لگا۔ اکثر اندریاس کی بوتل

ریشم چوری چوری پی جاتا۔

چنانچہ دونوں بچے گلدیپ کے رحم و کرم پر پلنے لگے۔ اسی طرح کئی ماہ گزر گئے۔ اُٹھا آٹھ برس کی ہو چکی تھی اور ریشم دوسری کا..... آج گھر میں خاصہ جنگامہ کھڑا ہو گیا۔ بھوک سے غم حال ریشم نے رینگتے ہوئے گلدیپ کے..... بیٹے کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس چیمین کر لی۔ لیا۔ وہ چلا لگا..... برتن مانجھتے مانجھتے اُٹھانے ریشم کے ہاتھ سے گلاس چیمین تو لیا لیکن وہ پلی چکا تھا.....

ڈبیل کہنے..... یہ کیا کیا تو نے.....

اُٹھانے ریشم کو سمجھو ڈالا۔

لیکن گلدیپ نے آتے ہی ریشم پر قہقہروں کی بارش شروع کر دی۔

چاچی..... مت مارو..... نہ مارنا ای کو.....

اُٹھانے آپ کی طرح تڑپ اُٹھی..... اور چیمین کر ریشم کو اپنے ساتھ لگا لیا..... اس کے بچوں سے زرخار چوم لئے۔

ہاں..... ہاں مت مارو..... تیرا باپ ڈیری فلام کھول کر دے مرا ہے..... اس گھوڑے کا تو دوزخ ہی نہیں بھرتا..... کھائے چلا جاتا ہے..... کھائے چلا جاتا ہے۔

گلدیپ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

اُٹھانے ریشم کو سینے سے لگا لے کھڑی تھی۔

چاچی..... صبح کی ایک روٹی تو ملتی ہے..... کیا کھاتا ہے..... اور پانی ملا دودھ۔ اُٹھا سسکیوں کے درمیان بولی۔

چٹاٹ..... ترانہ..... تو بھی لگی ہوئے..... بھنگوں کی سوئے..... میں تمہیں اب نہیں یہاں رہنے دوں گی.....

چاچی.....

تڑپ کر اُٹھانے اپنے زرخار کو بری طرح مسل ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی ریشم چپ چپ کر رونے لگا۔

اُٹھا بھلائی ہوئی سیاہ بختی پر آنسو بہاتی سامنے کمرے میں اسے زمین پر لٹا کر باہر آ گئی..... دودھ سے روتے روتے اُٹھانے میں ڈالے چوستے چوستے نیند کی وادی میں اتر گیا..... اور وہ باہر دھڑوں برتنوں کو مانجھنے کے لئے کھرے میں بیٹھ گئی۔ نازک ہاتھ مستقل سیاہ ہو چکے تھے.....

سکتا..... کتے.....

پوری طاقت سے ٹھوکر مار کر اندریاس نے اپنی تھکی کو کم کرنا چاہا لیکن اس کی طلب میں جو اضافہ ہو رہا تھا..... اسے کون کم کرتا۔ وہ خوشخوار لگ رہا تھا۔ نکل..... نکل جا یہاں سے۔

اندریاس اور گلڈیپ نے پھر دھکا دیا۔

نہیں..... نہیں..... چاچا..... مت نکالو..... اب یہ نہیں پیئے گا.....

آٹھانے تاحہ جوڑ دیئے۔

بھائیں مل جائے جہاں سے مرضی پیئے..... میری بول کو ہاتھ نہ لگائے۔

نہیں پیئے گا..... چاچا..... اب معاف کرو..... کہاں جائے گا..... آٹھانے روتے

روتے گلڈیپ کے پاؤں پکڑ لئے۔

ریش اس قدر پی گیا تھا کہ بے جان بت کی طرح مار کھائے جا رہا تھا۔ لیکن قوت گویائی سلب ہو چکی تھی..... اس وقت تو ریش اپنے قدموں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بے سدھ ادھر سے ادھر لڑھکتا ہوا ایند کی طرح پورے کمرے میں گھوم رہا تھا۔

گولی مارو..... اس طرح راتے راتے پکان ہو جاؤ گے۔

گلڈیپ کو اندریاس ہانپتا چھانہ لگا۔ ڈسے کتے کی طرح اس کے حلق سے غرغری آواز

آ رہی تھی..... مجھے شہید طلب ہے۔ اس وقت شراب کی..... وہ بھوکے کتے کی طرح

گلدیپ کے کان میں پنی ہالی کی طرف جھپٹا..... میری کیوں..... اس کی بولو.....

گلڈیپ نے آٹھانے کاؤں کی طرف اشارہ کیا..... جو مرتے وقت ماں نے اس کے

کانوں میں پینا دی تھیں۔

ہاں..... ہاں..... چاچا..... دونوں لے لو..... ریش کو گھر سے مت

نکالو..... یہ لہو.....

ایک دم آٹھانے چھوٹی چھوٹی دونوں ہالیاں جو بمشکل چار ہائے کی بھی نہ ہوں گی۔ گلڈیپ

کے تاحہ پر رکھ دیں۔

لاؤ..... ٹھیک ہے۔ لیکن اس سے دو بوتلیں آجائیں گی۔ وہ چمکتی آنکھوں سے

تکھکھاتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

اب کا تو گزار کرو.....

آج بھی اس نے یہی کیا.....

آٹھ..... وہ گرج دار آواز میں بولا۔

جی چاہا.....

ریش کہاں ہے۔

اندریاس چلا کر بولا۔

اوپر کمرے میں ہے۔

آٹھسہم سی گئی..... وہ جان بچی تھی کہ کوئی قیامت ٹوٹنے والی ہے۔

بلاؤ اس کو.....

اندریاس خوشخوار لگا نہیں بالکونی کی طرف ڈال کر بولا۔

پھر شراب پی لی آپ کی.....

وہ چھٹی حس بیدار ہوتے ہی بولی۔

ہاں..... ہاں..... یہ دیکھو..... پھر اس نے بول خالی کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی

شراب کی بوتل تڑاک سے فرش پر دے ماری..... چاچا.....

آگروہ! جھل کر پڑے نہ جاتی تو بوتل کی کرچیں اس کا چہرہ زخمی کر دیتیں۔

میں کہتا ہوں..... اسے بچے لا.....

اندریاس چلایا..... وہ بھیڑنے کی طرح فرمایا۔

بھانہ اب..... طرف داری تو بڑی کرتی ہے..... موا..... مر ابو گا اوپر.....

ریش.....

وہ دیوانہ وار زینہ چڑھ کر اوپر چلی گئی.....

ریش.....

وہ چیخا مٹی.....

وہ بے سدھ چت زمین پر پڑا تھا..... مقدار سے زیادہ جو چڑھا گیا تھا۔

ریش.....

آٹھانے پوری طاقت سے جھنجھوڑا.....

اس طرح نہیں اٹھے گا..... آتے ہی اندریاس نے جو توں کی بارش شروع کر

دی..... نکل جا میرے گھر سے..... میں اب تمہیں برداشت نہیں کر

یہ مزدوری نہیں..... صبح سے شام تک کولہو کے تیل کی طرح جتی رہتی ہوں جب بھی کام ختم نہیں ہوتا..... کم از کم وہ مزدوری جھڑکیوں اور مار سے تو بہتر ہوگی۔ دو سولے سولے آنسو لڑھک کر اٹاش کی شکت بریدہ قمیض پر گرے۔

ریمیش نے نگاہیں اٹھائیں..... وہ خود گنگار جو خیال کر رہا تھا..... اگر اس قدر سمجھدار ہو تا تو آج یہ حال نہ ہوتا..... شاید وہ دل میں یہی سوچ رہا تھا۔

اگر تو اچھا ہو تا تو آج اتنی تھیل تو نہ ہوتی۔ اٹاش نے نظار آرام سے کہا..... لیکن ریمیش نے بہن کے اندر غصیلی ہنسی کی آگ کے شیلوں کو محسوس کر لیا تھا..... وہ اس پیش کو محسوس کرنے لگا تھا۔ میں کیا کرتا ہوں دیدی..... صرف..... وہ آگے خاموش ہو گیا۔

تو کچھ نہیں کر تا صرف چوری کی شراب پیتا ہے..... اٹاش نے جملہ مکمل کر دیا۔ سرخ نظریں ریمیش نے اٹاش کے چہرے پر ڈالیں میرے بھائی..... تو شراب چھوڑ کیوں نہیں دیتا..... یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ اٹاش ممت ہوتی۔

اچھی چیز نہیں ہے..... تو پھر چاہا اوارب..... شاہ اب بہت پیتا تھا..... اب تو رگو بھی پینے لگا ہے..... وہ جیسے اٹاش کو تسکین دلانا چاہتا تھا۔

مجھے کیا..... مارا گرہی ہے..... تو تو نہ پی..... تیرے ساتھ تو میرے رشتے بندھے ہیں..... تو جگر سے میرا..... بھائی ہے..... میں تجھے برباد نہیں دیکھ سکتی..... اور یہ انسان کو برباد کر دیتی ہے..... وہ گھنٹوں میں سر دیے سسک سسک کر رو دی۔

اچھا رو نہ دیدی..... نہیں پیتا..... قسم لے لے رام کی..... نہیں پیتا..... ریمیش نے اٹاش کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

تو جھوٹ بولتا ہے..... شراب تیری گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ اٹاش نے ریمیش کے ہاتھ کو بڑی طرح جھٹک دیا۔

ب درس دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اٹاشا دیوی..... رگو نے اندر آتے طنز کے تیر اٹاش کے قلب و جگر میں پوست کر دیے۔ ریمیش اور اٹاشا صرف دیکھتے رہ گئے۔

اٹشو..... کپڑے بدلو..... میں نے کسی کے رکھے ہیں..... منہ ہاتھ دو حلو..... اٹاشا رگو کے اندر آتی ریمیش کو اٹھاتے ہوئی۔

اوہو..... رگو ذرا.....

رگو نے پلٹ کر اٹاشا کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن ریمیش کو دیکھ کر رک گیا۔ ریمیش کہاں کو لے

گلدھ پنے اس کو تھلی دی۔

آؤ.....

کہتے ہوئے اندریاس گلدھ پ کو لے کر نیچے اتر گیا۔

دو لوں کو جانتے ہی اٹاش نے ریمیش کے چہرے سے خون صاف کیا.....

ریمیش نے سرخ نگاہیں بہن کے نرم و ملائم چہرے پر ڈالیں..... اگر چاہا کی بولت نہ پیتے تو اتنی مار بھی نہ کھاتے.....

اٹاشا کے اپنے آنسو لڑھک کر اس کے ملائم رخساروں پر ڈھلک آئے۔ بس اب جو ہو گیا ہو گیا..... ہم یہاں نہیں رہیں گے دیدی.....

وہ بیتاب و مضطرب اٹاشا کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولا۔

کہاں..... کوئی ٹھکانہ ہے..... وہ دیوی

کہیں بھی چلے جائیں گے..... بس تم اٹشو.....

وہ بازوؤں سے چرپاؤ چمکتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

پاگل ہو گئے ہو..... کہاں لے کر جاؤ گے..... دنیا بڑی خراب ہے..... وہ پڑمردہ کی ہو گئی۔

کہیں سڑک پر رہ لیں گے..... اس منزل سے تو بہتر ہو گا۔ وہ اکڑ کر بولا۔

ریمیش..... عقل کے ناخن لو..... اندر باہر آگ لگی ہوئی ہے..... انسان کو کہیں قرار نہیں۔ کشمیر جل رہا ہے..... اور تم..... وہ دہیز پر پینہ کرو گلیگر آواز سے بولی۔

باہری آگ اندر کی آگ سے بہتر ہے..... وہ بہن کے پاس دوبارہ بیٹھ گیا۔

ایک بات کہوں..... اٹاشا نے کہا

ہاں..... کہو دیدی..... کیا بات ہے۔ ریمیش نے اٹاشا کے چہرے پر سوالات کے انگنت نقوش دیکھے۔

میں جانتی ہوں تو کوئی کام کر لے..... وہ بولی۔

کیا کام کرو..... پڑھا کھا تو ہوں نہیں..... مزدوری میں نہیں کر سکتا۔ وہ کچھ کچھ ندامت آمیز انداز میں بولا۔

کہیں رہنے کا بندوبست کر لو..... مزدوری میں کر لوں گی۔ وہ بولی۔

دیدی تم..... مزدوری کرو گی..... میرے ہوتے ہوئے..... وہ چونکا۔

28

ہکتے نہیں دل

☆

.....اور

رگو نے اندریاس کی بچی ہوئی بوتل منہ کو لٹکائی اور ساری چڑھا گیا۔ جب وہ زیادہ سی چڑھا  
کیا تو نیم پاگل سا ہو گیا..... دے قدموں زینہ چڑھ گیا.....

اے ہے ..... دھوپ سینک رہی ہے۔ وہ لڑکھٹا ہوا دھپ سے اُٹما کے پاس بیٹھ گیا.....

وہ بجلی کی تیزی سے انھیں ووپیہ ڈھلک کر ایک طرف کو سرک گیا..... گریبان بے ترتیب سا ہو گیا.....

تو خود ایک نشے کی بوتل ہے اُشما..... وہ بھوکے کتے کی طرح جھپٹا اور اُشما کا بازو قھام لیا۔  
 رگو..... چھوڑ..... چھوڑ دے میرا بازو..... وہ جیسے بھوکے شیرنی کی طرح غرائی..... اور

پوری طاقت سے زور لگایا۔ ہا.....ہا.....ہی ہی ہی..... پھر وہ آہستہ ہو گیا۔  
تو بھی آہستہ بول..... حصرت ہے... بمسائی نہ سن لے.... وہ اُٹھا کو تھننے کی

کوشش کرتے کمرے تک لے گیا۔۔۔۔۔ یہ جواتی پوتر جوانی لئے بیٹھی ہے۔۔۔۔۔ کس کی

کے لئے قطعاً تیار نہیں تھا..... ایک دم بازو چھوڑ کر خسار منسل ڈالا.....

وہ وہاں پہنچ کر روتے کے دروازے کی طرف بھاگی..... سین دو برس کی میری سہیلی

پاس جلائے والی لکڑیاں بھری ہوئی سیس..... ایک اٹھا کر پوری گولت سے اس کے سر پر  
 دے ماری..... اور خود دودوز بنے کر کے نیچے اتر آئی.....

چاچی..... چاچی..... مجھے بچا لے..... چاچی..... اُتارنے دونوں ہاتھوں  
سے گلدیپ کو جینجھوڑ ڈالا۔

بادلی ہو گئی ہے..... کتے لگ گئے تیرے پیچھے..... گلہ پ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی.....

وہ کہتا..... اُٹھانے کہا اور رگو کے اترنے سے پہلے ہی گلدیپ کے پیچھے کھڑی ہو گئی..... چھوڑ..... اس کو..... میں..... میں..... وہ نشے کی زیادتی کی وجہ سے بات کو

مائل نہیں کر سکتا تھا۔  
خون..... تجھے اُٹھانے مارا..... گلدیپ نے خونخوار نظروں سے اُٹھا کو تازا.....

نہ اتر گیا۔  
اُٹھا..... رگھو نے جالی اُٹھا کر آواز دی۔

کیا بات ہے۔ اُٹھاؤ روزے کے پٹ کو پکڑ کر بولی۔  
ادھر آ کے بات سن..... رنگوں میں شیطانی تاجی دکھ کر اُٹھاؤ زسی گئی، مجھے

فرصت نہیں ہے۔ وہ جلدی سے زینہ اتر گئی۔ اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔  
 کلمو کی ناگن ..... ساگ مات کا بندہ دست کر لے ..... صبح سے ہاکی اڑتھی کے مار

بیٹھی تھی..... کھانے پینے کی ہوش نہیں تھی کیا۔ گلدیپ صحن میں سر باندھ کر لیٹی تھی۔

حسب عادت خاموش رُسوئی میں جا کر برتن لئے ساگ بنانے بیٹھ گئی۔ چند دن یونہی

رہی تھی..... اُنہما کے دراز جھولتے ہوئے سیاہ بال اور اس پر نازک کوئلہ جیسم، سفید چہرے..... رات زیادہ عرصہ گھر سے باہر نکال رہا تھا..... اور رات کو سناں اُنہما کی

چھوٹی چھوٹی ناگن زلفیں حسن پر پہرا دیتیں..... رگو تو پوری طرح شیفتہ ہو چکا تھا.....

شام کے دھند لکے چھا رہے تھے..... اس وقت گھر میں صرف گلہبپ تھی وہ بھی محض

میں ٹبل اوڑھ کر بیٹھی تھی۔ بانی لوگ اپنے اپنے کام سے باہر تھے۔  
رگو گھر میں داخل ہوا۔ آگیا تو..... کوئی کام نہ تھا۔ گلدیپ نے رگو سے پوچھا

نہیں..... اتوار کو کام بنے گا..... ایک فیکٹری میں جگہ مل جائے گی وہ جھوٹ کا سہارا لے کر بولا۔

ابا نہیں آیا۔ وہ ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔  
 نہیں رات کو آئے گا..... ارے ہاں اس کی بوتل کو ہاتھ مت لگائیو کھانے کے بعد

چئے گا اندریاس.....  
گلدب احک کر بیٹھ گئی۔

تو میں کیا کروں..... وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

ایٹ گئی.....

جاتی ہوں.....  
 گلدیپ نے دیکھا کہ ایشا آکڑنے گئی تھی..... اکثر اس کی بات بھی نہیں مانتی تھی.....  
 رگواس قدر آوارہ مزاج نوجوان تھا کہ رشتے پروردی میں اس کو کوئی لڑکی دینے کو تیار نہیں  
 تھا۔ اس لئے اندریاس کی بھی یہی مرضی تھی کہ ایشا کو رگو سے بیاہ دیا جائے تاکہ خرچ بھی کم  
 ہو اور بات بھی بن جائے۔ لیکن کم مانگیں گے اس کو اس بات کا بھی طلب گار بنادیا تھا کہ رگو  
 کی شادی کسی دولت مند لڑکی سے ہو جائے تاکہ گھر کے حالات تو سدھر جائیں اور رگو بھی  
 کوئی کام کر لے۔ چند دن اسی طرح کھینچ جاتی تھی میں گزر گئے۔ وہ (کوٹھے) چھت پر  
 روٹیاں پکاتے نہ جانے کہاں کی کہاں پہنچ رہی تھی! خیالات کے زیر و بم اسے بہا کر بہت دور  
 نکل گئے۔ وہ رگو سے شادی نہیں کرے گی..... میں گھر چھوڑ دوں گی..... لوگ  
 باتیں بتاتے ہیں تو بتاتے رہیں..... میں کنوئیں میں ڈوب کر جان دے دوں گی..... رگو  
 میرا پتی نہیں ہو سکتا..... مر جاؤں گی تو بے پروائی مل کر رکھ ہو گئی..... جلی ہوئی روٹی  
 کی بو نے اسے چو نکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی رگو اوپر آیا.....

روٹی جل گئی..... کس سوچوں میں غرق ہے رانی روپ متی..... بٹی تو کالی داس کی  
 بے نا جو شراب پیتے پیتے مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا..... اور خیالات راجہ اندر بے  
 ..... رگو نے اس کے پاس بیٹھے اس کی آواز سنی تو چھوڑا.....  
 بکواس بند کر..... رام قسم جلا کر رکھ کر دوں گی تمہیں..... ایشا نے جلتی ہوئی لکڑی  
 ہاتھ میں پکڑی.....  
 نا..... نا..... اتنی خال نہ بن..... میں تو پہلے ہی تیرے عشق کی آگ میں جل رہا  
 ہوں..... جین نہیں آتا مجھے..... بھسم ہو چکا ہوں..... وہ نگاہوں میں غمار لاتے ہوئے  
 بولا۔

تو جلتا ہی رہے گا..... وہ دوسری روٹی تو بے پڑا ل کر بولی.....  
 اچھا کیا بات سن..... رگواس کے پاس چو کی پر پیچھ گیا۔  
 جلدی بول کیا بات ہے..... کوئی ایسی دہی حرکت کی تو چاچا بیٹھا ہے۔ وہ شعلے پر ساقی  
 آکھیں پھاڑ کر بولی۔  
 ارے کچھ بھی نہیں..... میں تو اس دن مذاق کر رہا تھا..... تمہیں معلوم تو ہے شرابی  
 حواس میں کب ہو تا ہے..... وہ بڑی صلح ہوئی ہے بولا۔

ہاں..... میں نے مارا..... اسے منع کر لے..... ورنہ اسے جان سے مار دوں گی۔ ایشا  
 دوسری طرف بھاگی..... رگواس کا تاقب کر رہا تھا.....  
 رگو ہوش کے ناخن لے..... ایشا تیری ہے..... میں اس کی شادی تیرے ساتھ کر  
 دوں گی..... رک جانا..... وہ اس کو پکڑنے لگی..... ہرگز نہیں..... آج میں اس کو  
 نہیں چھوڑوں گا..... اس نے مارا..... رگو نے ایشا کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ایک پاؤں  
 سنہیل نہ سکا تو دھڑام سے گرا..... اور گرتے ہی گلدیپ نے رگو کو پوری طاقت سے کمرے  
 میں دھکا دیا اور باہر سے کنڈی لگادی.....  
 ایشا فرش پر پیچ کر زور زور سے رونے لگی..... اب کس لئے رورہی ہے..... بن ج  
 کے نہ جایا کر اس کے سامنے..... گلدیپ نے اسے ہی مجرم ٹھہرایا۔  
 کیا کہہ رہی ہے چاچی..... کیا بناؤ سنگھار کیا ہے میں نے..... یہ..... یہ بھینے پرانے  
 بوسیدہ کپڑے..... اور تین دن سے ان بالوں میں کنگھی نہیں کی..... وہ اپنے اچھے بالوں کی  
 طرف اشارہ کرتے بولی۔  
 بس بس..... زبان کو بند کر لے..... میں بہت جلد تجھے رگو سے بیاہ دوں گی.....  
 گلدیپ نے جیسے اٹل فیصلہ کر لیا۔  
 کبھی نہیں..... میں رگو سے شادی ہرگز نہیں کروں گی..... زہر کھالوں گی۔ وہ اٹل  
 ارادہ کرتے بولی۔  
 کیا کہتی ہے تو..... اور کون لے گا تجھے..... راجکار نہیں لے جائے گا۔ بڑی آئی راوان  
 جی کی پوتی..... گلدیپ کو فصہ آ گیا۔  
 میں کسی بھکاری سے شادی کروں گی..... لیکن رگو سے نہیں کروں گی..... وہ تن کر  
 بولی۔  
 اب زبان بھی چلانے لگی ہے..... تیری شادی تو وہاں ہو گی جہاں میں اور اندریاس  
 چاہے گا..... اور اندریاس رگو کے لئے تجھے ہی پسند کر چکا ہے..... جہ..... نفرت  
 حقارت کے ریک فخرے ایشا کے کانوں میں سیسہ پھلا گئے..... اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ  
 لئے.....  
 دفعہ ہو جا..... کام کر..... شام ہونے کو آئی ہے..... رسوئی خالی پڑی ہے.....  
 تیاری کر کھانے کی..... پوری طاقت سے گلدیپ نے ایشا کو دھکیلا.....

بائے گی تو ساری کچھ آجائے گی۔ گلہ پنے نے عینے کے گمنام پر پردہ ڈال دیا۔

پھر بھی چار جوڑے کپڑے تو بنیں گے۔ اندریاس نے کہا۔

کیا ضرورت ہے کپڑوں کی..... جیسی بھی ہے ٹھیک ہے..... شادی کے بعد بھی اسی طرح رہ لے گی..... تم شادی کی جلدی کرو..... اندریاس کے چہرے کو دیکھ کر گلہ پ نے نہایت سفاکی سے کہا۔

آخر کیا بات ہے..... رگو ٹھیک نہیں ہے کیا..... تنگ کر تا ہے اشنا کو..... اندریاس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... اسے اچھا لگا کہ رگو عیاش اور ادا باش ہو جو اسے..... گھر میں جوان لڑکی ہے..... ضرور کوئی چکر چلا رہا ہو گا۔ وہ تلخ ہو گیا۔

اوہو..... کچھ بھی نہیں..... تم تو ایک دہی آدمی ہو..... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ گلہ پ ہونٹوں میں زبان دبائی۔

ذرا دیکھنا..... ایسی ویسی بات نہ ہو جائے..... تمہیں اشنا کو چھوڑ کر باہر جانا ہی نہیں چاہئے۔ بھائی کی عزت ہے..... اندریاس بلند آواز میں بولا۔

میں باہر کب گئی تھی..... صحن میں لپٹی تھی..... ایک دم سچ اس کے ہونٹوں سے اگل گیا۔

اجھا..... اس کا مطلب یہ ہوا ہے..... کچھ ضرور ہوا ہے وہ چھٹا ہوا سہ لپٹے پھر رہا تھا..... اشنا نے کچھ مار دیا ہو گا..... بولو..... کچھ ہوا ہے نا..... اندریاس کا لہجہ نشوونما تھا۔

ہاں..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

دیکھنا..... کوئی بات نہ ہو..... چند ہفتے ٹھہرو..... بندوبست کروں گا وہ تھکا تھکا کھانا لپٹ گیا۔

گلہ پ اپنے بستر پر لیٹ گئی۔

اس کا ذہن خیالات کے ہجوم میں گم ہوئے بن کر اڑ رہا تھا..... کبھی ادھر کبھی ادھر..... بچوں کی فوج..... رگو سب سے بڑا تھا۔ وہ کھینچتا..... نہ کمانی..... اخراجات کی زبردست کمی تھی..... شادی کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ وہ سوچ کی اتھاہ

گہرائیوں میں دوڑتی جا رہی تھی..... ایک بل جین نہیں آ رہا تھا۔

گلہ پ..... اندریاس ترپ کر اٹھا.....

میں کیا جانوں..... شرابی کو..... وہ لاغلی سے بولی۔

ابھی تک جاتی نہیں ہے..... تیرا بھائی پیتا ہے..... باپ پیتا رہا ہے۔ وہ سادگی سے طعنہ دے گیا۔

تیرا بھی تو باپ پیتا ہے..... بلکہ سوائے چاچی کے تم سب ہی پیتے ہو..... وہ درجستہ جواب دے کر آخری روٹی نوے پر ڈال کر آچل سے پسینہ صاف کرنے لگی.....

میں کروں..... قسم رام کی تیری صورت نے لوٹ لیا ہے..... تیری آنکھیں تو جام ہیں جم..... سارا جہان دیکھو کچھ..... وہ خوشامد پر اتر آیا۔

میں سب جانتی ہوں..... جو بات کہنا چاہتا ہے جلدی کرو..... روٹیاں پک گئی ہیں۔

مجھے سے شادی کرے گی..... وہ ایک دم بولا۔

تجھ سے شادی کرتی ہے میری جوتی..... ایسا شرابی لنگانہ کام کا۔ کاج کا..... دشمن اتاج کا..... میرے لئے رہ گیا..... ہنہ..... وہ جلدی سے روٹیوں کی پگھیر لئے برق رفتاری سے زینہ اتر آئی..... اور وہ ہاتھ متارہ گیا۔

تیرا اس گھر کے سوا کھانا کہاں ہے۔ شادی تو میں تجھ سے ہی کروں گا۔ بعد میں کسی دولت مند لڑکی سے شادی کر کے زندگی کو خوشگوار بنا لوں گا..... پھر عیشی عیش ہوں گے..... یہ نوکرانی کا کام دے گی اور وہ..... بیوی..... واہ..... وہ مستقبل کے سہانے

مہلوں پر چھوٹ رہا۔ ہوائی قلعے پر سواری..... زمین پر تو وہ نکلتا ہی نہیں تھا..... اندریاس کی طرح آجائوں پر پرواز کرنے کی رگو کو بھی عادات تھی۔ باپ بیٹے کے خواب آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے تھے..... کنوئیں کے مینڈک کی طرح وہ ایک

عرسے سے جہاں تھے وہیں تھے۔

چند دن اور گزر گئے۔

رات کو کسی کام سے دروازے کے پاس سے گزرتے ہوئے گلہ پ اندریاس سے کہہ رہی تھی۔ رگو کی شادی کرو..... گھر میں جوان لڑکی ہے..... میں کہاں تک گمراہی

کرتی رہوں گی..... وہ اشنا کو چاہتا ہے..... وہ بڑی بیزار ہی سے بولی۔

شادی کوئی گھڑے گڈی کا کھیل تو نہیں..... رہی گمراہی کی بات..... ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ اندریاس لاڈ لے بیٹے کے کرتوت جانتا تھا۔

نہیں..... بات کوئی نہیں ہوئی..... میرا مطلب کہ کام کر تا نہیں ہے..... شادی ہو



بڑھ جائے تو انسان تشنہ رہ جائے تو دیوانہ ہو گا..... یہی حال اس وقت اندریاس کا تھا۔  
اشٹا..... وہ پھر گر جا.....

جی چاچا..... وہ بری طرح سہم گئی۔

ریمیش نے آج بول پھر خالی کر دی ہے..... اس نے شراب پی لی ہے میری.....  
اندریاس اچھل کر اشٹا کے پاس آ گیا۔

ریمیش..... یہاں تو تھا..... ریمیش..... ہا ہا ہا..... وہ بھاگ گیا..... بڑی طرف  
داربستی ہے شرابی بھائی کی..... رگو نے آگے بڑھ کر کہا۔

لیکن وہ خاموش سب سے نظریں چرائی رہی۔ ریمیش واقعی نہیں تھا۔

یہ دیکھ..... خالی بوتل..... دیکھ رہی ہے..... تو..... وہ پوری طاقت سے اچھل کر  
(تو) کوہسار کرنے لگا۔

وہ مجرم بنی سب کے درمیان دیکھتی رہ گئی۔

دور ہو جا..... ابھی شراب کی بوتل لا..... جہاں سے مرضی لے کے آ..... چٹاخ  
..... گلدھپ کے زور دار تجھیر کے ساتھ بری طرح ٹھوکر دے وہ فرش پر گر گئی.....

قہقہوں..... تسخروڑہ آوازوں میں اٹھی.....  
ایک تجھیر میرا بھی وصول کرو..... موقع خیمت جانتے رگو نے بدلہ اتارنے کے لئے

ایک تجھیر اس کے پھول سے رخسار پر جڑایا۔

میں گہٹی ہوں دغہ ہو جا..... شہر کھلا ہے..... بوتل لا کے دے..... گلدھپ نظم کی  
مہر پرور تصویر نظر آرہی تھی۔

چاچی..... رحم کرو..... اس وقت..... کہاں لے گی مزدوری..... اندریاس ٹوٹا  
نشر لے کر اوندھ ہاستر پر بڑا تھا۔ وہ گلدھپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

جہاں سے مرضی لا..... مجھے شراب کی ایک بوتل چاہئے..... ورنہ میں تیرا اور  
تیرے بھائی کا خون کروں گا۔ اندریاس اٹھ کر پھر اس کے پاس آیا۔

میرے پاس تو پیسے بھی نہیں ہیں..... وہ عالم بے کسی میں بولی۔

اودھنی سچے..... کیا نہیں ہے تیرے پاس..... یہ..... مہر پرور جوانی..... رگو  
..... چٹاخ..... غیرت اور جوش ہے وہ پاگل سی ہو گئی..... رگو کا طنز برداشت نہ کر  
سکی..... اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے..... رگو نے رخسار مصل ڈالا.....

کیا بات ہے..... سو جاؤ..... شراب نہیں ہے۔ گلدھپ جانتی تھی کہ جب نشر ٹوٹا  
ہے تو وہی اس طرح چڑتا تھا۔

دیکھو تو سی..... کوئی تھوڑی سی..... وہ ویران چہرے لائے بولا۔

اس لعنت کو چننا بد کرو..... تمہاری جوان بچی بھی ہے۔ گلدھپ کو غصہ آ گیا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا..... اور ایک خالی بوتل کو بھوکے سینے کی طرح منہ مارنے لگا۔  
گلدھپ دیکھ رہی تھی..... وہ خالی بوتلیں بادی بادی وحشتانہ انداز میں چاٹ رہا تھا..... وہ

چاٹتا جاتا اور اس کی تشنگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ذرا تسکین ہوئی تو آنکھیں سوند کر لیت  
گیا۔ کاش کسی امیر کبیر کشمیری کا گھر لوٹ کر گولے آئے..... انجانے میں گلدھپ کے

ذہن میں خیال آیا..... کون سے گان کی..... کشمیریوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہے۔ دن  
دیہاڑے قتل و غارت ہو رہی ہے..... کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

تمام سننے کے بعد اشٹا کارواں رواں لڑا تھا..... وہ دیوانہ وار زینہ چڑھ گئی اور جاتے ہی  
اندھے سے کنڑی لگائی..... وہ اب رگو کے خوف سے رات کو تالا لگا کر سوکتی تھی..... ریمیش

پاس ہوتا تو اس کی تسکین ہوتی..... وہ نہ جانے اتنے دن کہاں رہتا ہے..... بختے عشرے  
اشٹا کو ملنے آتا اور چلا جاتا..... جب اشٹا پوچھتی..... ریمیش..... کہاں رہتے ہو..... کیا

کوئی کام کرنے لگے ہو۔

بس کچھ نہ پوچھو دیدی..... ملازمت تو میں نے کرنا ہی تھی..... سو کر رہا ہوں تو اس  
قدر سمجھ دار ہو گیا..... کہاں کرتے ہو کام..... وہ پوچھتی۔

یہ نہیں بتاؤں گا..... بس دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے وہ مسکرا کر کہتا۔  
کہیں چوروں میں شامل تو نہیں ہو گئے..... وہ ہنس دیتی۔

ارے نہیں دیدی..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... لیکن وہ اصل بات بتانے سے  
گریز کر رہا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ کیا کام کرتا ہے۔

ارے چاچا..... بول رہا ہے۔ اشٹا نے کان لگائے۔ لگتا ہے شراب ختم ہو گئی۔ وہ ایک  
دم سے اٹھا۔ اشٹا کے ساتھ وہ نیچے آ گیا۔

اشٹا..... اندریاس کی خوشخوار نظروں کا وہ مقابلہ نہ کر سکی..... وہ پکرا کر گر پڑی ہوئی  
اگر قریبی دیوار کو قہام نہ لیتی..... سب گھروالے اشٹا کا تھما دیکھنے اور گرد کھڑے تھے  
شراب کا سیاہ اندریاس شراب کی خالی بوتل کو پاگلوں کی طرح دیکھ رہا تھا..... جب تشنگی

تجھے اپنی پڑگئی..... نہ کرنا تو کام..... میں کر لوں گی سارا..... گلہ پ جل کر بولی۔  
تو کیوں کرے گی..... ان سے کروانا..... ان سے..... کو تانے کرگو کی طرف اشارہ کیا.....  
منع کر لے اماں..... بھگوان کی سوغند..... مار چھوڑوں گا..... اندریاس اٹھ کر لے لے قدموں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ گلہ پ نے دوسروں کو بھی سونے کے لئے بھیج دیا۔  
خود انتہائی پریشانی کے عالم میں برآمدے میں ہی لیٹ گئی..... عجیب عجیب خیالات نے اس کو گھیر لیا۔ تمام شب باہر والی کندی کھلی رہی..... شاید اب بھی آٹما لوٹ آئے.....  
جانے والے کب آتے ہیں.....  
وہ آنکھیں پھاڑے آکاش کو دیکھتی رہی۔

☆ ○ ☆

ارد گرد کے تمام ششدر رہ گئے۔ اُشکی یہ جرات..... میں جاری ہوں..... اس وقت لوٹوں گی جب ایک بوتل کی قیمت چکاؤں گی..... جس گھر میں ایسے شرابی ہوں گے..... مجھ جیسی بے سہارا لڑکی شب کے ٹوٹے گھر سے نکلے گی..... میں جاری ہوں..... سب نے کان کھڑے کر لئے..... وہ باہر کی طرف بھاگی.....  
آٹما..... رک جاؤ..... گلہ پ نے آواز دی..... آٹما..... آٹما..... اندریاس اور رگودونوں ایک ساتھ باہر نکلے..... لیکن وہ روشنی اور تاریکی کے مل جلے امتزاج میں ایسی نظروں سے اوجھل ہو گئی کہ نظر نہ آئی..... بس چل گئی.....  
اندریاس گرتے پڑتے قدموں سے اندر داخل ہوا..... مل گئی عزت خاک میں۔ رگو نے آتے ہی کہا۔  
پہلے کو کسی عزت ہے..... سب کیا دھرا تم دونوں کا ہے۔ دیکھا تاجی..... اماں ہمیں کو دوش دے رہی ہے۔ رگو مظلوم بنا ہوا۔ یک بک نہ کر..... تو کونسا چھاپا ہے.....  
اندریاس صحن میں جھنجھی چارپائی پر گر گرنے کے انداز میں گرا..... اور ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ نشہ کا فور ہو گیا۔  
گلہ پ سر پکڑے ایک طرف زمین پر بیٹھ گئی..... باقی بیچے بھی سہم کر اوہر اوہر بیٹھ گئے..... عجیب قسم کی سراسیمگی کا عالم تھا..... کاٹو تو بدن میں لبو نہ ہو..... جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو..... کہاں گئی ہوگی..... گلہ پ نے کہا۔  
کیا معلوم؟ رگو نے کہا۔ جاؤ..... اس وقت شراب کی دکانیں کھلی ہوں گی..... ہو سکتا ہے وہاں ہو۔ اندریاس نے رگو کو جانے کے لئے کہا۔ ٹھیک ہے پتہ کرتا ہوں.....  
وہ سائیکل پر سوار سب دکانیں دیکھ آیا..... لیکن اُشکا کا کہیں ٹھکانہ نہ ملا..... رات بارہ بجے وہ گھر لوٹ آیا۔  
کہیں ٹھکانہ ملا اس کا..... معلوم نہیں زمین نگل گئی یا آکاش اٹھالے گیا۔ اندر آتے ہی رگو نے تھکے تھکے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ اب اس کا بدن جگ بھنائی ہوگی۔ گلہ پ نے کہا۔  
اب لوگ طعنے دے دے کہ ہمارا جیون حرام کر دیں گے کہ مائتا پتا نہ کر اُشکا کو کھ بھی نہ سکے..... اماں..... سارا کام گھر کا اب کون کرے گا..... مجھ سے نہیں ہوتی یہ نوکری..... کل سے کوئی عورت رکھ لے..... وہ تو آنے سے رہی..... بھاگ گئی وہ..... بڑی بیٹی کو تیا بولی۔

میرے ساتھ چلو..... میں دیکھ لوں گا..... سنوٹش نے کہا۔

آپ کے ساتھ..... وہ چوگی۔ اس کا لہجہ دھیما پڑ گیا

شریف آدمی ہوں..... تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ سنوٹش نے مسکرا کر کہا۔

وہ تو صورت سے نظر آ رہا ہے (اچھا ہے) اُٹھا کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ دیدی..... ہم

ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں..... رہمیش نے کہا..... ویسے بھی سنوٹش کے چہرے پر کوئی

برائی کلمہ نظر نہ آئی شاید امان کی مہی جگہ نظر آئی۔

ہاں..... چلو..... دیر نہ کرو..... وہاں میرے گھر میں تفصیل سے باتیں ہوں گی۔

اُو..... سنوٹش نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اور دونوں بہن بھائی چپکے سے بیٹھ گئے۔ بغیر کسی سِل و جت کے۔

سری گھر کی سیاہ سڑک پر پھسلتی یہ گاڑی بہت بڑے محلِ نما گھر کے سامنے رکی.....

چوکیدار نے گیٹ کھولا..... اور گاڑی پورچ میں رکی.....

تینوں چلے ہوئے وسیع و عریض خوبصورت ڈرائیونگ روم میں آ گئے..... گاؤ کا ٹاکا طلائی

مجسمہ دیکھ کر اُنہی کی حیرت مردح پر پہنچ گئی۔

آپ بہت امیر ہیں..... اور ہم..... وہ احساس کسری کے احساس تلے دبتی جا رہی

تھی۔

یہ سب جگہ ان کی دین ہے..... ویسے تم مجھے غریب مزاج ہی پاؤ گی..... وہ دلچسپی سے اُٹھا

کو دیکھنے لگا۔

ہوں..... اُٹھانے صرف ہوں پر ہی اکتفا کیا..... لیکن رہمیش نرم و گلداز صوفے پر

بیٹھ چکا تھا۔

بیٹھو..... سنوٹش نے اُٹھا سے کہا۔

اس پر..... اُٹھا نے گھبر کر اپنی میلی ساڑھی کی طرف دیکھا۔

تم تو سلی نہیں ہو..... ساڑھی کے میل پن کا خیال مت کرو۔

اُٹھا متہم ہونوں سے سنوٹش کو دیکھتی ہوئی قہقہے صوفے پر بیٹھ گئی۔ سنوٹش تو پہلے ہی

فرشتوں سا قد س لئے اُٹھا پر فریفت ہو چکا تھا۔ اب بتاؤ نہ کیا بات ہے..... تم نے اپنا گھر

کیوں چھوڑا..... سنوٹش نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ ایک دم جھنجھائی ہوئی۔ آپ مجھے بہت ساری شراب لا دیں..... وہ نادانستہ طور پر چلا

سفید گاڑی سے نکل کر وہ بے دم سی گئی..... دوسرے لمحے کسی کے توانا بازوؤں نے

اسے اپنے حصار میں لے لیا..... مرنا چاہتی ہو.....

سنوٹش نے اُٹھا کو اپنے بازوؤں کے سہارے سے کھڑا کیا۔ میں مرنا چاہتی ہوں.....

کیوں نہ کہ ہے گاڑی..... میں مرنا چاہتی ہوں..... وہ گڑگڑا کر سنوٹش سے احتجاج کرنے

لگی۔

سنوٹش نے گہری نظروں سے اس کے اچلے اچلے مقدس چہرے کو دیکھا..... اس کے

گھنے دراز بال و ہلک کر کھنچے تھے۔ مجھے بتاؤ..... تمہیں زندگی سے فرار حاصل کرنے کی

کیا ضرورت ہے..... کوئی پریشانی ہے..... سنوٹش نے نرمی سے کہا.....

وہ سامنوں کے زیرِ دم میں دھلکی سا ڈھی کے پلو کو سمیٹ رہی تھی..... دیدی

..... ایک دم رہمیش نے ہماگ کر اُٹھا کا شانہ قمام لیا۔

دور ہو جا..... غیبت..... تو میرا بھائی نہیں ہے..... میں تیری صورت دیکھنا نہیں

چاہتی..... تو یہی ہر نگاہ میرا..... اس کے ساتھ ہی اُٹھا نے دونوں ہاتھوں سے رہمیش کے

چہرے پر تھپڑوں کی بارش شروع کر دی۔ وہ پاگل لگ رہی تھی.....

کیا کرتی ہو..... لڑکی..... تمہارا مسئلہ کیا ہے..... کون ہے..... بھائی ہے.....

تمہارا کیوں مارتی ہو..... سنوٹش کچھ نہ سمجھ سکا..... جگت میں وہ اُٹھا کا بازو بکڑ کر بولا۔

دیدی..... رام قسم..... میں نے آج چاچا کی بوتل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ مایہ بے آب کی

طرح تڑپ کر رہمیش نے اپنے رخسار کو مسل ڈالا۔

لڑکی..... لڑکی..... کچھ بتاؤ..... کیا معاملہ ہے..... سنوٹش چلا کر

بولا..... سنوٹش کی آواز سڑک پر گاڑیوں کے شور میں دب کر رہ گئی۔

رہمیش نے ادھر ادھر دیکھا۔ میں یہاں کچھ نہیں بتا سکتی..... وہ لوگ ہمارا تعاقب کر

رہے ہیں وہ بے بس نظر آ گئے۔

اشفی.....  
شراب؟..... تم دیوانی ہو کیا..... سننوش غیر متحرک سا ہو گیا..... بالکل  
منجھ..... برف کی طرح.....  
ہاں..... بابو جی..... مجھے شراب چاہئے..... شراب کی لاتعداد بوتلیں..... ورنہ  
جان دے دوں گی..... مر جاؤں گی..... عالم اضطراب میں اُٹھانے سننوش کے شانے پر  
تھک رہ گیا۔  
شراب جیتی ہو..... شرم آئی چاہئے تمہیں..... آوارہ..... سننوش نے بڑی رکیک  
انداز میں اُٹھا کا تھہری طرح جھٹک دیا۔  
ہائے رام..... آپ سمجھتے کیوں نہیں..... لعنت ہے اس پر..... لیکن رمیش  
خاموش دیکھے جا رہا تھا..... وہ درانیگ روم میں مگی تصاویر کے حرمیں کھو چکا تھا۔  
تو پھر کیا بات ہے۔ سننوش کو غصہ آ گیا۔  
بیٹھ جائیں..... بتاتی ہوں..... اس کی وجہ سے تو آج نکالی گئی ہوں۔ اُٹھانے سانس  
درست کیا۔  
کیا..... سننوش دوبارہ بیٹھ گیا۔  
کہو.....

پہلے آپ میری داستان سنئے گا..... پھر کوئی فیصلہ کریں.....  
 ٹھیک ہے۔ سنو شجہ تن گوش ہو گیا۔  
 میرا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے..... والدین ریش کو پیدا کرتے ہی چل  
 بے..... باپ مجاہدین نے مار دیا..... بے آسرا چاچا چچی کے پاس رہتی تھی۔ یہ میرا بھائی  
 چاچا کی شراب پیتا تھا۔ آج اتنی ذلیل ہوئی..... اس پاداش میں گھر سے نکال دیا کہ شراب  
 لے کر آؤ..... اور وہ رگو..... وہ ذرا کی..... سانس کو درست کیا وہ کون؟..... سنو شجہ  
 نے کہا۔

وہ میرا چاہا گا بیٹا..... جس نے میرا اچھا حرام کر دیا تھا..... میں تو کائناتوں میں رہتی تھی..... جینگوں کی کپڑا سے دامن نہیں الجھتا..... ورنہ کہاں ٹھکانا ملتا..... میں..... اس سے آگے اُٹھیں سکتا ہی نہ رہی..... وہ باتوں پر چہرہ اٹکے پھوٹ پھوٹ کر بدودی..... اُٹا کے جسم کے خفیف جینگوں سے عمان تھا کہ وہ بہت دور ہی ہے۔

سنٹوش دیکھتا رہا.... ہر کھل کے سادوں برس جانے تو فضا صاف ہو جائے گی۔ کھل کے رو لو..... غبار وصل جانے گا۔ وہ خود افسر دہ سادہ ہو چکا تھا۔ اسے اس لڑکی پر رحم آنے لگا۔ ریش بھی پھر دہ سادہ سا لڑکا دیکھتا رہا۔ سنٹوش فہم اور ادک کا کام تھا..... وہ سوچتا رہا..... یوں اُن کا اس طرح گھر سے بھاگ آنا یوں نہیں ہے..... ضرور کوئی داستان ہو شیدہ ہے۔

ویدی..... اب بس کہ..... تجھے میں روٹا نہیں دیکھ سکتا۔ دور دوراؤں پیچھے کر اُن کا اُنسو پوچھنے لگا۔ دور ہو جاؤ..... ساری مصیبت تیری وجہ سے آئی ہے۔ تیش میں اکر اُن کا نے ریش کو دکھا دیا۔

دیدی..... چاچا کی بوتل رگڑ گویا تھا..... اور میرا نام بدنام..... وہ بچہ چھوٹا ہوا بولا۔  
میں کیا جانوں..... گھر تو چھوٹا تاثری وجہ سے۔ وہ آنکھیں صاف کرتے ہوئی۔  
گولی مارو اس گھر کو..... چھوٹا گیا تو اچھ ہوا..... ہم بڑے صاحب کی تلائی کر لیں  
مے..... وہاں نہیں جائیں گے..... ریشٹن نے مر طلب لگا ہوں سے سنستوش کو دکھایا۔  
ہاں ہاں..... اب تمہارا وہاں جانا بالکل درست نہیں ہے..... سنستوش نے کہا۔  
تو پھر کہاں جائیں..... وہ وہاں کسی بی بی نے گناہوں میں دلفریب چمک.....  
کیا ضرورت ہے کہیں جانے کی..... سنستوش نے کہا وہ وہ گناہوں کے بحر میں اتر گیا۔  
بابو جی..... ہم وہاں نہیں جائیں گے..... ریشٹن کے الفاظ کی صداقت سنستوش کے  
اں میں پھیل چکا گی۔

اب تم لوگوں کا واپس جانا ٹھیک نہیں ہے..... جہاں تم لوگوں کی عزت بھی محفوظ نہیں..... رگو جیسا غنڈہ ہر وقت وہاں موجود رہتا ہے..... تمہیں وہاں نہیں جانا چاہئے.....

نہیں نہیں..... صاحب جی..... میں موت کو ترجیح دوں گی..... میں آپ کے گھر والوں کی خدمت کروں گی..... میں بہت کام کر لیتی ہوں..... لیکن بھگوان کا واسطہ..... ان کے حوالے کر دیجئے گا..... ایشیائے کوچک کا رستہ تو شے کے چرنوں کو چھو.....

دیکھو..... گھبر اُٹھیں..... تم دو توں بہن بھائی میرے مہمان ہو۔ جب تک مانا نہیں آتیں..... تم مہمان خانے میں آرام و سکون سے رہو..... وہ اُٹھا کر بازوؤں سے تھام کر مرنے پر بیٹھتا ہوا بلا اور میں.....

اُٹھ کر زسی گئی۔

دو کمروں کی ضرورت نہیں ہے..... ہم دونوں بہن بھائی ایک کمرے میں ہی روئیں گے اُٹھائے کہا..... (وہ شاید اس گھر کو زیادہ دکھ نہ دینا چاہتی تھی) جتناے سنتوش کی طرف دیکھا۔ ٹھیک ہے جتنا اور جتنا زینہ اتر گئی۔

کھانا میز پر لگ چکا تھا..... اُٹھا اور رمیش نے جی بھر کے کھایا..... ایسا لذیذ کھانا زندگی میں کبھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔ سارا جیون تو روتے روتے گزر گیا..... رمیش نے بھی بڑے فز کن انداز میں کھانے سے ہاتھ کھینچا اور۔

اُٹھا سنتوش کو بے کل کرتے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کتنی پاکیزہ محبت ہے ان لوگوں کی..... کتنی روحانی بلندیوں پر ہیں یہ لوگ..... ہر شے اپنی اصل حقیقت پر ہی کتنی اخلاقی قدر کو زوال نہیں آیا..... کوئی پھول اپنی حقیقی خوشبو سے محروم نہیں ہوا..... وہ سوچتے سوچتے گداز بستر پر بیٹھ گئی۔

○

انسانی زندگی واقعات کا عجائب خانہ ہے۔ راہ حیات میں انسان کے ساتھ رنگ رنگ کے واقعات اور مختلف النوع تجربات پیش آتے ہیں۔ جو کبھی کبھی عجیب کرشمہ دکھاتے ہیں۔ جس طرح ایک چنگاری پر پورے خرمن کو خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی طرح کوئی معمولی سادہ انسان لی زندگی میں پچھلے چادیا ہے۔ عمل کی راہ کا رخ موڑ دیتی ہے۔ صبح کا ظلم طوع ہوئی..... ہر طرف اداسی کا سماں تھا..... کسی نے اٹھ کر چو لہے پر چائے بھی نہ رکھی..... گلدیپ اندر آئے اٹھ کر صحن میں لیٹ گئی..... برآمدے کے ایک کونے میں رگو اور اندریاس کھڑے تھے..... رگو سے چھوٹا آئندہ جبران جبران سالماں کے پاس بیٹھ گیا۔

بڑی اضطرابیت کے ساتھ گلدیپ کمرے سے باہر آئی۔ ماما جی..... اُٹھا گئی۔ گاڑی میں..... چلائے ہوئے آئندہ بولا۔

ہاتھی..... وہ اب نہیں آئے گی..... بھاگ گئی ہے..... رگو نے اپنی دانت میں اُٹھا لہی بخرم ٹھہراتے ہوئے کہا۔

کیا کہتا ہے..... یہ..... یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے..... اندریاس نے دیوانے پن نے ساتھ رگو کو مارنے کے لئے کوئی چیز تلاش کی..... بس کرو..... آگے کی سوچو..... اب لاکر تار ہے۔ گلدیپ نے رگو کے آگے کھڑے ہوتے اندریاس سے کہا۔

کرتا کیا ہے..... اس گاڑی والے کو تلاش کرو..... ہانپتے ہوئے اندریاس نے کہا۔ وہ

اڑے بابا کوئی فیصلہ کروں گا..... گھبر اؤست..... وہ ہنس دیا..... ہم یہاں سے نہیں جائیں گے..... نوکر رکھ لیں گے نامیں..... امیر لوگ ہیں آپ..... کام کی آپ کے محل میں کی نہیں ہے۔ اُٹھا بے چین الفاظ میں بولی۔ اوجو..... ہمیں کوئی نہیں جانے دے گا..... میرے پاس ہی رہو گے۔ سنتوش نے تسلی دلائی۔ رمیش سکون سے بیٹھ گیا۔

ماما کہاں ہے..... یعنی کہ اس محل کی بڑی دیوی..... اُٹھا نے ایک ہاتھ سے بال ہٹائے۔

دوسری مگر گئی ہیں..... میری چھوٹی بہن وہاں بیاہی ہوئی ہے..... اس کے پاس..... دروازے پر دستک ہوئی..... آؤ..... راجو بابا۔ سنتوش نے اندر آتے باورچی سے کہا۔

جناب دوسرے کھانا گرم کر چکا ہوں..... کھائیے گا نہیں..... راجو بابا نے اپنی چند کپا آکھوں سے اُٹھا کو گھورا.....

کیوں نہیں راجو بابا..... میں مہمانوں کے مسئلے میں الجھ گیا تھا..... آپ کھانا لگا کر..... ہم ابھی آتے ہیں۔ حسب عادت سنتوش نے بوڑھے باورچی سے کہا۔

بہت بہتر چھوٹے بابو..... باورچی باہر چلا..... کتنی تہذیب ہے ان لوگوں میں..... نوکر کے ساتھ بھی شفقت آمیز برتاؤ..... دل میں سوچنے لگی۔

آؤ..... کھانا کھائیں..... تم لوگوں کو بھوک تو لگی ہوگی..... سنتوش نے لاکھ طرف دیکھا جہاں شب کے بارہ بج چکے تھے۔ تینوں ڈرائنگ روم سے نکل کر وسیع نا گردوش میں آگئے..... جتنا.....

سانے سے آتی ملازمہ کو دیکھ کر بولے..... چھوٹے بابو جی..... وہ قریب آتے مودب بولی۔

مہمان خانے میں دو کمرے بالکل درست حالت میں ہوں..... کسی چیز کی کیا ہو..... جلدی کرو..... وہ جتنا سے بولا۔

بہتر صاحب جی۔ جتنا بلیٹی۔

ٹھہرو جتنا..... اُٹھا ایک دم بولی۔

جی..... جتنا دفعتاً پلٹ کر بولی۔

..... ہا۔۔۔۔۔ آئند نے سنی ہی فلک شکاف قہقہہ لگایا۔ سب نے چونک کر آند کی ل دیکھا۔

تو کیوں ہنسا؟ سو دانی..... پاگل ہو گیا ہے۔ گلہ پ نے کہا۔  
ماتا..... ایک پھوٹی کوڑی تو ہمارے پاس نہیں ہے..... کہیں لینے کے دینے نہ پڑیں..... ہاں یہ بھی ٹھیک ہے..... آند کی بات دل کو گتھی ہے۔ رگوں نے کہا۔ اندریاس دھن افسردہ سر پکڑے بیٹھ گیا۔ اندریاس رات تو گزارا..... صبح دیکھیں گے۔ گلہ پ نے کہا۔ کیا دیکھیں گے کالی داس کی روح مجھے جیسے نہیں دے گی..... اس عمر میں کالک لگ لہا ہے ماتھے پر۔

وہ عجیب عجیب دوسے لے اندر چلا گیا۔ آشا کا یوں چلے جانا اندریاس کے لئے باعث دلی تھا۔ اسے کسی کڑوت چین نہیں آکر تھا۔ ہر لہ دو چچ کر اٹھ بیٹھتا..... لو پانی پیو..... گلہ پ نے ہانپتے ہوئے اندریاس کو گھاس میں پانی پلایا۔ ڈر گئے ہو.....

دلی

کالی داس جھک کر تاپے..... مجھے سونے نہیں دیا..... اندریاس حواس باختہ سا نظر آ رہا۔ جھٹکوں کو یاد کرو..... کالی داس بہت بڑا ناگ لے میرے سر پر کھڑا ہے..... ناگ..... ناگ..... مجھے کات کھانے کو دوڑتا ہے۔ اندریاس اچھل کر چارپائی سے نیچے اتر آیا۔

اندریاس..... یہ تمہارا دوںم ہے..... کالی داس کی بیٹی کو ہم نے نہیں بھگایا..... ہم نے اپنے عجیبو الخواس شوہر کو تسلی دی۔ وہ کہتا ہے..... میں نے بھگایا ہے۔ وہ..... وہ..... اندریاس نے چاروں طرف گھورا.....

ہم نے نہیں وہ خود بھاگی ہے..... گلہ پ چلا کر بولی۔

نہیں..... نہیں..... گلہ پ..... وہ نہیں مانتا..... وہ نہیں مانتا..... اندریاس..... ان کھنڈر زدہ پر گندہ ذہن لئے اپنے بسز پر بیٹھ گیا۔ وہ..... وہ..... دیکھو..... کالی..... لکھڑا ہے..... سیاہ پکڑوں میں..... اس کے پکڑوں سے آگ نکل رہی ہے..... وہ..... وہ..... ہمیں جلادے گا..... اندریاس اچھلا اور پاگوں کی طرح گلہ پ کی اوٹ میں ہو گیا۔

اندریاس..... تمہیں چٹا کھال آ رہا ہے..... ادھر بیٹھو..... میرے پاس بیٹھو..... آپ نے اندریاس کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ وہ دیک کر گلہ پ کے پاس پیسے میں شرابور بیٹھ..... صبح ناگ دیوتا سے معافی مانگ لیں گے..... تم سب خیال دل سے نکال دو.....

لفٹا بھی ساتھ ہو گا۔ گلہ پ نے کہا۔  
اور کیا..... میں نے اسے آشا کے ساتھ بیٹھنے دیکھا ہے..... آند نے تیز سانسو کے درمیان کہا۔

کیا پیٹ پیٹے ہی اٹی سٹی ملائی ہو گی۔ گلہ پ نے حقارت سے ہاتھ اٹھائے۔  
اٹی سٹی کیا ملائے گی..... بھی باہر گئی تھی وہ..... اندریاس نے آشا کو اس وقت بے چارہ کوئی سو گند نہیں ڈالی تھی اس کو..... پکڑوں کے واسطے جلی ہی جایا کرتی تھی۔ گلہ پ نے ناک سیکڑی.....

اچھا چھوڑو..... گاڑی کیسی تھی۔ اندریاس کو بوریٹ ہونے لگی تھی۔ اس کے اندر کھلبلی ہی پچی ہوئی تھی۔ کیا معلوم کس کی تھی..... اچھی خاصی بڑی گاڑی تھی۔ آند کہا۔  
کسی ٹھاکر کی ہو گی..... اتنی قیمتی کسی عام آدمی کی نہیں ہو سکتی۔ رگوں نے باپ کو دیکھ کر کہا۔

اندریاس..... چونک کر گلہ پ نے کہا  
ہوں..... بولو..... اندریاس گہرا سانس لیتے ہوئے گلہ پ کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ میں رپٹ درج کروادو۔ گلہ پ نے سر کو گٹھی کی۔

ہنہ..... رپٹ درج کروادو..... اور جو دھنڈا پیٹے گی سارے شہر میں..... لوگ یہی کہیں گے بھاگ گئی..... بھاگ گئی..... اندریاس بری طرح اچھلا۔

پتائی..... ڈرتے ڈرتے ڈرتے رگوں نے کہا  
ہاں..... بول..... فرما..... کیا ارشاد ہے۔ اندریاس نے طنزاً چہرہ اوپر اٹھایا۔  
رگوں چپ ہی رہا۔ چپ کیوں ہو گیا..... اب بتا کیوں کروں..... دے مشورہ..... اندریاس طیش میں آ گیا۔

میں کہتا ہوں انگوامہ کا کیس بنادو۔ رگوں بولا  
تم پر بنادوں..... اور تو کوئی نظر نہیں آتا..... اندریاس اچھلا۔ اے ہے..... سے بات کرو..... اب معاملہ اس طرح جھگڑے میں پڑنے کا نہیں ہے..... ہاتھ پہ رکھے بیٹھو گے..... تو کیا کروں؟..... اندریاس نے بالوں کو درست کیا۔  
چوری کا کیس بنادو..... کہ سونا نقدی لے کر دونوں بہن بھائی فرار ہو گئے۔

گلدیپ نے بڑی محبت سے اندریاس کے بکھرے بالوں کو یکجا کیا اور تمام شب دونوں نے کانٹوں پر گزار دی۔ صبح کاذب کا ترسنا سوج طلوع ہوا۔ دنیاؤں آلا نٹوں سے پاک بڑی نمکنت سے ہام عروج پر آیا۔ کائنات کی ہر شے نکھر آئی۔ دھوا ہوا روشن دن۔۔۔۔۔ کل کی پریشانی تم بھی کہہ دو اور دوستک نے سب اہل خانہ کی سنی گم کردی۔

ٹھک ٹھک ٹھک۔۔۔۔۔

آواز ایسی کہ رگ روپے میں سنساتی ہوئی گولی کی طرح نکل گئی۔۔۔۔۔ گلدیپ بے دم کا ہو گئی۔۔۔۔۔ صحن کا پادرواڑہ بچنے لگا۔

کون ہے۔۔۔۔۔ رگو۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔۔ گلدیپ نے کہا۔

میں دیکھتا ہوں۔۔۔۔۔ آئندہ نہ کہا۔

ذرا جستہ۔۔۔۔۔ تمہارے پانی ابھی آنکھ لگی ہے۔۔۔۔۔ گلدیپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر۔۔۔۔۔ آئندہ کاروہ قدھوں باہر چلا گیا۔۔۔۔۔ دوسرے ہی لمحے پونچکا سا پلٹا۔۔۔۔۔

پتا جی۔۔۔۔۔ اس کی آواز میں زبردست گھبراہٹ اور گھبراہٹ تھی۔ کیا بات ہے۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ۔ گلدیپ ایک دم قریب آئی۔

اماں۔۔۔۔۔ باہر۔۔۔۔۔؟ وہ دشت زدہ سا ہوا تھا۔ کیا کھواس کر رہا ہے۔۔۔۔۔

بھی۔۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔۔ رگو نے زینہ اتر کر آند کو جھوڑ ڈالا۔

پتا جی کو بایا ہے۔۔۔۔۔ آئندہ نہ آیتے سے کہا۔

اندہر لیٹے اندریاس کی روح لرز گئی۔ کس نے؟ گلدیپ اور دونوں لڑکیوں نے کہا۔۔۔۔۔

یہ فصل اس قدر غیر ارادی تھا کہ سب سے منہ سے یک بارگی نکلا۔

بیگم جواہر لعل نے۔۔۔۔۔

جیہ۔۔۔۔۔ گلدیپ سکتے میں آگئی۔

باں ماتا جی۔۔۔۔۔ وہ بہت بڑے لوگ ہیں۔۔۔۔۔ رگو نے کہا۔

مجھے معلوم ہے۔۔۔۔۔ ان کو کون نہیں جانتا۔۔۔۔۔ بس کوئی گڑبڑ ہے۔۔۔۔۔ اندریاس اچھل

پریشان حال میں باہر آیا۔ باہر ان کے نو کھڑے ہیں۔۔۔۔۔ آئندہ نہ کہا۔

رگو نے جھانکا۔۔۔۔۔ ایک دم گردن اندر کر لی۔۔۔۔۔ جدید اسلحہ سے لیس دو شخص

طرز کی گجڑیاں باندھے بڑی سی گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔

دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ اسے بھگوان۔۔۔۔۔ بچا لو۔۔۔۔۔ گلدیپ کے منہ سے نکلا۔ اندریاس اور رگو باہر آگئے۔ میں بھی چلوں۔۔۔۔۔ گلدیپ بولی۔

نہیں۔۔۔۔۔ جو وہاں دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ سب سے بڑی کوتاہی تو جواہر لعل کا ڈیرا ہے۔ اندریاس سر پر گجڑ باندھے باہر نکلا۔ رگو تمہارا نام ہے۔ ایک شخص نے رگو کی طرف دیکھ کر کہا۔ میرا نام ہے۔

چلو۔۔۔۔۔ اور اپنے باپو اندریاس کو بھی لے آؤ۔۔۔۔۔ دوسرے نے کہا۔

میں اندریاس ہوں۔۔۔۔۔ اندریاس بڑے دل گردے سے باہر والا زینہ اتر گیا۔

دونوں اشخاص نے رگو اور اندریاس کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

چلو سب اندر۔۔۔۔۔ میں مندر ہو آؤں۔۔۔۔۔ پانچویں پانچویں گلدیپ مندر پر ہند پاؤں چل دی۔

معاملہ زیادہ ہی بگڑ گیا ہے، آئندہ افسردہ چہرہ بیہوش کی طرف کیا۔

یہ سب رگو کی وجہ سے ہوا ہے۔ کو بتانے چل کر کہا۔ اماں بھی ہر وقت جھڑکتی رہتی تھیں

اٹھاؤ۔۔۔۔۔ کلا کو موقع مل گیا وہ اتارنے بڑے لوگ ہیں کہ ملٹری بھی ان کو کچھ نہیں کہتی۔

کو بتا بولی۔ ملٹری مشینوں کو کہتی ہے۔۔۔۔۔ ان کو کیوں کہے گی۔ کلا نے چونک کر کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔ تم بولنا بند کرو۔۔۔۔۔ ناگ دیو تا سے رگو اور باپو کی خیر مانگو۔۔۔۔۔ آئندہ غصے سے

بولو۔

ادھر دونوں کو محل نما کوٹھی کے پورچ میں روکا۔ ایک نے موبائل فون سے اطلاع دی

۔ دونوں باپ بیٹا لے آئے ہیں بڑی بیگم صاحبہ۔

بہتر زبان۔ جواب میں کہا اور رگو نے باپ کی طرف دیکھا۔ جیسے پٹائی کا حکم ہو گیا

ہو۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔ دونوں کو لے کر ڈرائیونگ روم کی طرف چل دیئے۔

تمہیں مبارکباد۔۔۔۔۔ رگو اور اندریاس نے داخل ہوتے ہی ستوش اور بیگم جواہر لعل کو

کہا۔۔۔۔۔

بیگم جواہر لعل نے صرف گردن ہلائی۔ انتہائی تمکنت اور اور رب و جلال سے۔ دونوں

باپ بیٹا دھشت زدہ سے لرز گئے۔

باپو۔۔۔۔۔ ایک دم تڑپ کر رگو نے دیکھا۔

ستوش کے دوسری طرف اٹھارہ میٹھ کے ساتھ قیمتی صوفے پر سکون بیٹھی تھی۔ رگو

نے نظریں چار ہوئیں تو بڑی بے اعتنائی سے اٹھانے لگا جن پر پھیر لیں۔ ریش خفیف ساٹھنے

کیوں نہیں سے سرکار..... میرے بھائی کی بیٹی ہے..... کالی داس کو میں کیا منہ دکھاؤ گا۔ اندریاس کھٹکھٹا کر بولا۔

کالی داس اس دنیا میں نہیں ہے..... اور تم لوگوں نے جو سوک اس سے کیا ہے..... ہائیڈرکنا تمہیں زیب دیتا ہے۔ ریش نے غصے میں کہا۔ تھمرور میٹھ۔

بیگم جواہر لعل نے ریش سے کہا..... دوسری طرف وہ آشامی کی طرف متوجہ ہوئیں اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے..... تو تم نہیں روکیں گے۔

بڑی بے گلی اور اضطرابیت کے ساتھ ریش نے صوفے پر پیلو بلا۔ کیوں اٹھا..... جانا ہنسی ہو..... وہ پھر بولیں.....

نہیں..... نہیں..... راج ناتا..... ستوش سرکار..... آپ کے چروں میں جان دیں گے..... ناگ دیوتا کی قسم..... سرکار..... ہم..... رکاوٹ چاچا کے ساتھ

اٹس جائیں گے۔ وہ مایہ ہے آپ کی طرح تڑپ کر ستوش کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

داریاس نے رگو کی طرف دیکھا۔ رگو نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ (جس کا مطلب تھا کہ کچھ اور صرا کر دو)

ہم آشامی کو لے کر جائیں گے..... گلی محلے والے ہمیں طعنے دیں گے۔ رگو نے آشامی کا ہاتھ

فانچا۔ خیر وار..... یہ تمہارا گھر نہیں ہے..... یہ پنڈت جواہر لعل کی امان گاہ ہے جہاں آپ کو ظلم نہیں ہوتا۔ آشامی نے قرار اور اطمینان سے بولی۔

زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں ہے..... آشامی جہاں رہنا چاہے..... اسے مکمل آزادی ہے۔ بولو آشامی..... تمہارا خیال کیا ہے۔ بیگم جواہر لعل نے دوبارہ کہا۔

میں آپ کی غلامی کروں گی..... میں اور میرا بھائی ان قدموں میں جیون گزار دیں گے..... ان کے ساتھ نہیں جائیں گے..... آشامی نے واضح الفاظ میں صاف انکار کر دیا۔ یہ

آخری فیصلہ ہے آشامی۔ بیگم جواہر لعل نے کہا۔ ہاں جی..... راج ناتا..... ہم ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ ریش آشامی کے ساتھ لپٹ گیا۔ ہم نہیں جائیں گے..... دیدی

ان جائیں گے..... آشامی نے کہا نہیں۔

اب رگو اور اندریاس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ اندریاس اور رگو ناتا تمہیں اجازت دے گا۔ وہ اس طرف مت آنا۔ بیگم جواہر نے کہا اور ڈرائیونگ روم سے باہر نکل گئیں۔ چارو ہار اندریاس اور رگو اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔

بیٹھ جاؤ۔ اٹھانے اس کا شانہ پایا۔ وہ واپس بیٹھ گیا۔

بیٹھو..... بیگم جواہر لعل نے دونوں کو کہا۔

نہیں نہیں..... صوفے پر بیٹھو..... قالین پر نہیں..... ایک دم چوکتے ہوئے بیگم جواہر لعل نے اندریاس اور رگو کو صوفے پر بیٹھنے کو کہا جو قالین پر بیٹھنے لگے تھے۔

شکریہ جی۔ اندریاس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا..... رگو بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

اندریاس..... بیگم جواہر لعل نے باوقار انداز سے کہا۔

جی مہاراج۔ اندریاس حسب عادت ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بیٹھ جاؤ وہ بولیں۔

ستوش خاموش تھا۔

بیگم جواہر لعل سمجھدار خاتون تھیں..... وہ رگو اور اندریاس کے مکمل سرپاے اندازہ لگا چکی تھیں کہ غربت و افلاس میں پلنے والے یہ لوگ ایسی ہی حرکات کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ سوای جی..... بیگم جواہر لعل نے اپنے منہ کی آواز دی۔

حاضر ہوں سرکار۔ سوای جی اندر داخل ہوئے۔

بیگم جواہر لعل نے سوای جی کی طرف دیکھا۔ سوای جی نے بیگ سے ایک سبز کاغذ بیگم جواہر لعل کو تھمایا۔ اندریاس اور رگو نے آنکھیں پھاڑیں۔

اندریاس۔ جی مہاراج۔ یہ لو.....

بیگم جواہر لعل نے چپک اندریاس کی طرف بڑھایا۔

یہ کیا ہے مالک۔ اندریاس گھبراہٹ سے لرزے لگا۔

دو لاکھ کا چیک ہے..... شراب نے تمہارے اعصاب کو کمزور کر دیا ہے کوئی کام کر لیتا۔

بیگم جواہر لعل نے اندریاس کے ہاتھ میں چپک تھمادیا۔

اندریاس نے خاموش چپک کو پکڑ کر کرتے کی جیب میں ڈال لیا۔ اب تم لوگ جاؤ.....

بیگم جواہر لعل نے کہا..... وہ مزید اور کوئی بات نہ کرنا جانتی تھیں مہاراج! ہماری لڑکی۔

اندریاس نے آشامی کی طرف دیکھا۔ تڑپ کر سرا سبکی کے عالم میں اٹھانے ریش کی طرف دیکھا۔ لڑکی کی تمہیں ضرورت نہیں ہے..... وہ بولیں



میرے پاس بیٹھو۔ سنٹوش نے اٹھا کو بازو پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔  
 بابو جی..... یہ ہماری جگہ نہیں ہے..... ہم آپ کے چروں میں اچھے ہیں۔ وہ گھبرا  
 اٹھی.....  
 نہیں اُٹھا..... تمہیں معلوم ہے اصل میں تمہاری جگہ کہاں ہے۔ وہ اٹھا کو معنی خیز  
 لگا ہوں سے دیکھ کر بولا۔  
 کوئی؟ وہ چونکی..... ہمارے دل میں۔  
 سنٹوش نے کب کر اٹھا کا بازو پکھینچا اور اپنے پاس بٹھالیا۔ کوئی نصیبوں والی ہوگی.....  
 جس کا مقام آپ کے دل میں ہوگا۔ اُٹھا نے او اس انداز میں بے خبری میں اپنا ہاتھ سنٹوش  
 کے ہاتھ پر رکھ دیا۔  
 نصیبوں والی تم ہو..... میرے دل کی ملکہ تم ہو..... تم..... سنٹوش نے اُٹھا کو اپنے  
 بازو کے حصار میں لے کر اپنے بہت قریب کر لیا۔  
 بابو جی..... ہم..... میں..... آپ اُٹھا کو کہہ رہے ہیں نا..... شرم و حجاب سے اُٹھا  
 نے اپنے چہرے کو سنٹوش کے سینے میں ہی چھپالیا۔ تم سے کہہ رہا ہوں اُٹھا..... عقربہ ہم  
 شادی کر لیں گے..... سنٹوش نے واضح الفاظ میں کہہ دیا۔  
 اُٹھا سے بیٹھنا محال تھا..... وہ بھانسنے کا ارادہ لے اٹھی۔  
 بہن ہوں..... چائے بناؤ..... جانا نہیں..... وہ نہیں جانتی تھی کہ سنٹوش ابھی تک  
 اس کا بازو تھا سے بیٹھا تھا۔ سنٹوش نے سختی جلدی محبت کے جال میں پھنسا لیا ہے..... یہ کیا  
 بیکاری ہے جو کام رگو سول سال نہ کر کا..... سنٹوش نے بل نہیں لگایا..... شاید سنٹوش  
 اور رگو میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ لیجئے..... چائے بنا کر اُٹھا نے درمیانی میز پر رکھی.....  
 اب جاؤں..... وہ اجازت طلب کرنے لگی۔ نہیں وہ شریعہ میں بولا۔ کوئی کام ہے۔ وہ  
 چلی۔  
 نہیں..... بس میرے پاس بیٹھو۔ سنٹوش کب چاہتا تھا کہ اُٹھا نظروں سے دور ہو۔ بہت  
 کام کرنے میں سنٹوش بابو..... سب سے پہلا کام کہ بابا کے ساتھ ناشتہ تیار کرتا ہے..... وہ  
 بے ساختہ بولی۔  
 تم نے کوئی کام نہیں کرتا..... سو اے میرے..... وہ ہنس کر بولا۔  
 جی..... اُٹھا صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

حالات کچھ بھی ہوں..... اُٹھا ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ سنٹوش نے اُٹھا کے قریب ہ  
 کر اپنا ہاتھ سے کہا۔  
 ہم کیسے احسان اتاریں گے..... سنٹوش بابو..... ریش سنٹوش سے لپٹ گیا۔  
 کوئی احسان نہیں ہے بابو..... یہ تو فرض انسانیت ہے..... جو میں نے اور ماما جی نے  
 نبھایا ہے..... سنٹوش نے وہ لہانہ لگا لیا اُٹھا کے نرم و گداز زبانی پر ڈالیں.....  
 چہرے کی اس چٹنی ہوئی نورانی شفاؤں سے وہ خود جھلسا جا رہا تھا..... حسن و دلچسپی کی مٹھی  
 بیٹھی پیش ہے وہ کس قدر سکون و قرار محسوس کر رہا تھا۔  
 سنٹوش بابو..... اُٹھا نے کہا۔  
 ہوں..... اپنی طرف کھینچتی ہوئی حسن لازوال کی تر چھٹی لگاؤ نے سنٹوش کے قلب و جگر  
 کو پار پیارہ کر دیا..... محبت کی ایسی چنگاری پھوٹی کہ سکون کا خرمن چاہہ ہو گیا..... اس کی  
 آتی جاتی سانسوں میں صرف اُٹھا ہی رقص کرنے لگی۔ وہ جدرہ دیکھتا اُٹھا اس کے سامنے  
 ہوتی..... اُٹھا ایک سلجھی ہوئی زیرک اور فہم وادار اک رکھنے والی لڑکی تھی..... پھر دنیا کی  
 خور کدوں میں چل کر جواں ہوئی تھی۔ اس نے جواہر لال مجھ اپنے کردار و افعال کو اس قدر  
 روشن کیا کہ برہنہ وان چند دنوں میں ہی اس کے گیت گانے لگا۔ بیگم جواہر لعل کی خدمت  
 کرنا اس نے اپنے فرض اولین میں شمار کر لیا تھا۔ مندر جانے سے پہلے وہ بیگم جواہر لعل کے  
 چروں کو سلام کرتی..... اپنی خدمت اور اچھے شہی اخلاق سے ان کو بھی مگرایا تھا۔  
 سفید ساڑھی میں بلوس..... دراز بالوں کو چھپانیا صورت میں گوندہ کرنا زک و  
 کے ساتھ باندھ کر وہ چائے کی ٹرے اٹھاے سنٹوش کے کمرے کی طرف چل دی۔  
 خائسماں نے کہا..... بیٹا..... میں نے جاتا ہوں۔ نہیں بابا..... میں نے جاتی ہوں.....  
 آخر میں نے اب یہیں رہنا ہے..... وہ ہنسی ہوئی ٹرے لے باہر نکل گئی۔ خائسماں ہنستے  
 ہوئے ناشتہ کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔  
 دروازے پر دیز پر دے کر گئے تھے..... کمرے کا بلب ابھی روشن نہیں ہوا تھا۔  
 سنٹوش بابو اٹھے نہیں..... درمیانی میز پر ٹرے رکھ کر اُٹھا نے قندہ روشن کیا۔ کمرے میں  
 روشنی کا احساس ہوتے سنٹوش نے دیکھا کہ اُٹھا کھڑی ہے۔ اُٹھا..... تم..... وہ آنکھیں  
 اٹھ بٹھا۔  
 چائے لائی ہوں آپ کے لئے..... وہ قالین پر بیٹھ کر ٹرے اپنی طرف کھکاتے ہوئی

باس جی..... تم نے میرے سوا اور کوئی کام نہیں کرتا..... وہ چائے کا پہلا گھونٹ حلق سے اتار کر بولا۔

کیوں جی؟..... وہ قاتلین پر دو زانوں بیٹھ گئی۔ اس لئے کہ ہماری شادی ہو جائے گی..... اور میں تمہارا بچہ جو ہوا.....

شریر کہیں کے..... وہ برق رفتاری سے باہر بھاگ گئی.....

چند دن اور گزر گئے..... سامنے سے آتے ہوئے سنٹوش نے دیکھا..... آٹھ مسکراہی تھی ارے..... کیا سوچ کر ہنس رہی ہو اٹھا..... ہمیں بتاؤ تیار..... سنٹوش دوسری کرسی پر بیٹھ گئے۔

بس پرانی بدوں کو ماضی کے آئینے میں دیکھ رہی ہوں..... وہ مسکرا دی۔  
یادیں اچھی ہوں تو زندگی کا اضطراب جاتا رہتا ہے..... وہ محبت سے بولے۔

آپ کے ساتھ جیتا ہوا ایک ایک لمحہ میرے لئے سرمایہ حیات ہے۔ اٹھانے محبت و خلوص سے سنٹوش کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں جیتے بھی دکھ آئے ان کو فراموش کر دو..... کیوں تک ان کو دور کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔

سنٹوش! آپ نے تو مجھے اتنا دکھ دیا ہے کہ ماضی بھول کر بھی یاد نہیں آتا ماضی.....  
بیگم جواہر لعل کو آتے دیکھ کر دونوں مودب کھڑے ہو گئے۔ کیا بات ہے اٹھا بیٹی.....

آج تمہیں صبح سے نہیں دیکھا..... وہ اٹھا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔  
سنٹوش نے اٹھا کی طرف دیکھا۔

ماتاجی..... میں مندر سے واپسی پر حاضری کے لئے گئی تھی..... اٹھا انتہائی نرم لہجے میں بولی۔

مجھے معلوم ہے..... اچھا بیٹھو..... بیگم جواہر لعل نے ہاتھ سے اشارہ کرتے دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا..... اور خود بھی بھاری ساڑھی کو سنبھال کر بولی بیٹھ گئیں۔

ناخنچے کے بعد آپ آفس چلی گئی تھیں نا..... اٹھانے پھر یاد دلایا۔ وہ ہنس دیں..... اٹھا بیٹی..... تم ہماری بیٹی ہو..... اولاد ہو ہماری..... تم کشمیری کی جگہ ہو..... بیگم جواہر لعل نے محبت سے اٹھا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

مجھے اپنے مقدر پر رشک آتا ہے..... میری ہستی ثار ہے آپ پر ماتاجی..... اٹھانے

بیگم جواہر لعل کے ہاتھ کو اٹھا کر چومادور آنکھوں کو لگا لیا۔

بڑی بیگم صاحبہ..... ریشم بابو کے کمرے سے یہ بوتل..... ملازمہ نے آتے ہی شراب کی خالی بوتل درمیانی میز پر رکھ دی۔

بوتل..... شراب کی بوتل..... پھر پگنے لگے ہے۔  
بیگم جواہر لعل! اٹھا اور سنٹوش نے ایک ساتھ یہ الفاظ ادا کئے۔ معلوم نہیں جی.....

میں تو صفائی کرنے لگی تھی..... چنگ کے پیچھے سے بڑی بلی..... ملازمہ نے کہا۔ تم جاؤ.....  
بیگم جواہر لعل نے بوتل کو کھولا..... یہاں آنے کے بعد اس کی عادت ختم ہو گئی تھی..... پھر دور دراز گیا۔ سنٹوش کو رنجش پر غصہ آ گیا۔

غصہ نہ کرو بیٹا..... جو عادت کھنی میں پڑ چکی ہو..... اس کا چھوٹا مشکل ہوتا ہے..... ریشم کی اس عادت سے میں بہت پریشان ہوں..... میں چاہتی ہوں یہ شراب چھوڑ دے..... اٹھانے سوالیہ لٹا ہیں بیگم جواہر لعل کے چہرے پر ڈالیں۔

چھوڑ دے گا..... لیکن ذرا وقت لگے گا۔ وہ بولیں۔  
اور کتنا وقت لگے گا چھ سات سال تو ہو گئے ہیں۔ سنٹوش کے لہجے میں تلخی تھاری تھی کہ اس کو ریشم کی اس عادت سے زبردست اختلاف ہے۔

میری گزارش ہے آپ سے ماتاجی۔ اٹھا کم کر بولی۔  
گزارش..... یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی..... تم جواہر لال کی مالک ہو..... جو کہنا ہے بے دھڑک کہہ ڈالو..... بیٹا۔ بیگم جواہر لعل کی بے پایاں محبت کے سامنے وہ سرنگوں سی ہو گئی..... ایسی محبت تو اس کی حیثیت پاں ہوتی تو وہ بھی نہ دے سکتی۔ بیگم جواہر لعل ایک ساس کا نہیں ماں کا کردار ادا کر رہی تھیں۔

آپ ریشم کو مبارکباد دینے کی ہیں..... شاید اسی وجہ سے وہ دوبارہ شراب کا یہ ہو گیا ہے۔ وہ اپنی ضرورت کہاں سے پوری کرے..... وہ بولیں۔

اس کی ضرورت کیا ہے..... پھر جبر قوت مل جاتی ہے..... آپ سے جو رقم لیتا ہے..... اس کی صرف شراب خریدتا ہے۔ سنٹوش نے کہا اور اٹھ کر باہر والے برآمدے میں چلے گئے۔

یہ میں مانتی ہوں..... وہ ہنس دیں۔  
پھر بھی..... ماتاجی..... اٹھا حیرت و استعجاب کے عالم میں اتر گئی۔

تہوار مطلب ہے کہ میں پھر بھی اسے پیسے دیتی ہوں..... میرا مطلب ہے اس میں خود اعتمادی پیدا ہو..... وہ روپے رکھنے کے باوجود خود شراب پیسے سے گریز کرے..... اس طرح خود سے احساس پیدا ہو کہ اس چیز کو استعمال نہیں کرنا..... یہ نقصان دہ ہے۔ میرا مطلب ہے ماما جی اگر اس کے پاس رقم نہ ہوگی تو شراب نہیں خرید سکتا۔ اُشمانے مودب لہجے میں کہا۔

بیٹا! تمہاری بات سو فیصد درست ہے..... شراب کی طلب اسے چوری پر آمادہ کر سکتی ہے..... وہ دکانوں کے تالے توڑ سکتا ہے۔ وہ کی برائیوں کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ اُشمانے کو ایسی عظیم عورت کی اعلیٰ کردار پر حیرت ہوئی..... وہ کس قدر کوشاں تھی ریشم کے کردار کو جانتے ہیں۔

میں اس وقت ریشم جیسا تھا جیسا کہ بیگم جواہر لعل کے پہلو میں رہی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

ریشم..... ماما جی کے برابر بیٹھنے کی تمہیں کس نے اجازت دی۔ اُشمانے غصے سے بولی۔ او

دیوی..... ایک دم اٹھ گیا۔

اُشمانے..... کیا کرتی ہو..... تم دونوں ہمارے پیچے ہو..... بیٹھو بیٹھ جاؤ ریشم بیٹا.....

شکر نہ ماما جی۔

ریشم مسکراتا ہوا وہاں کرسی پر بیٹھ گیا۔

سنوٹوش کے ہاتھ میں کیا ہے۔

بیگم جواہر لعل نے نیلے رنگ کے کاغذات دیکھ کر آتے سنوٹوش کو کہا۔ آج کی ڈاک ہے

شاہی..... اُشمانے خیال کیا۔

سنوٹوش داخل ہوئے۔ میں غل تو نہیں..... سنوٹوش نے اُشمانے کو بیگم جواہر لعل کے ساتھ

باتیں کرتے دیکھ کر کہا۔ ریشم کی بات ہو رہی ہے۔ اُشمانے کہا۔ وہ تعظیماً کھڑی ہو گئی۔

اوہو..... اُشمانے بیٹھ جاؤ..... اتنے سنگھٹا میں مت پڑا کرو۔ وہ ہنس کر

بولے.....

اُشمانے فیک کرتی ہے..... اسنے جی کا احترام ہندی عورت پر فرض ہے۔ اماں جان.....

اب تو زمانہ بدل گیا..... عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔ سنوٹوش نے کہا۔

عزت و احترام تو کسی مذہب میں رسم و رواج کا پابند نہیں..... اُشمانے مسکرا کر کہا۔

کشمی کا خط آیا ہے۔ سنوٹوش نے لغافذ چاک کیا۔ خیریت ہے نا۔ بیگم جواہر لعل نے جلتے سے کہا۔

خیریت ہی ہے..... لکھتی ہے کہ بہت عرصہ ہوا کشمیر کا چکر نہیں لگایا دل سے باہر بھی اُگل آئے۔ آپ کو ملے کو دل کرتا ہے..... بھائی اُشمانے اور بھائی کو خستے.....

بیگم جواہر لعل نے لغافذ چکر لیا۔

کسی دن کشمیر ہو آئیں ماما جی..... کشمیر کو دیکھ بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ اُشمانے کہا۔

جانا تو چاہئے..... کشمیر کے حالات آج کل بہت خراب ہیں..... بیگم جواہر لعل نے

کہا۔

حالات تو کشمیریوں کے لئے خراب ہیں..... ہمارا حالات سے کیا سروکار..... ریشم

نے کہا۔

ہاں..... یہ بات درست ہے..... سنوٹوش مسکرائے۔

سرکار چائے پیئیں لے آؤں..... ملازم نے کہا۔

لے آؤ..... بہتر جناب۔ ملازم حکم ملتے ہی وہاں لوٹ گیا۔

○

چاند گرہن تھا..... حسن پیکہ پیکہ سا گنگنے لگا تھا..... کسی چیز میں جی نہ لگتا تھا۔ کشمیر

فانی دنوں سے صاحب فراش تھی۔ موسمی بھارے آلیا تو ہر چیز سے نفرت ہو گئی۔ سارا سارا

دن خواب گاہ میں پڑی رہتی..... اُٹھنے کو دل ماما جی نہ تھا۔ اگر باہر نکلے کو چاہتا بھی تو دل

اچپل کر خلق سے باہر آنے کو کرتا۔ نوکر خدام ہر وقت خدمت کو حاضر رہتے..... موسمی

شرٹ سے کمرہ خوشبو سے لبریز تھا۔ کھانے کو دل نہیں مانتا۔ تہائی پسند کرنے لگی تھیں۔

ناشی دیوی کی ایسی حالت کو دیکھ کر سیوک رام کڑے رہتے..... وہ اپنی ڈائی جینی کو خوش و

فرم دیکھتا چاہتے تھے۔ وہ اپنی جینی سے لازوال محبت کرتے تھے۔

گھڑی سے باہر آتے انہوں نے حسب معمول غلام گردش میں دیکھا..... جہاں ان کو

دیکھ کشمیری دیوی سیوک رام کے استقبال کے لئے آیا کرتی تھیں..... آج سیوک رام کو بڑی

مایوسی ہوئی..... آج وہ برآمدے میں نہیں آئی تھیں..... وہ بیٹھے بیٹھے سے بریف کیس

ملازم کو تھما کر سیدھے خواب گاہ میں داخل ہوئے۔

دیوی جی!

کشمی دیوی، یواری طرف کروٹ لئے لیتی تھیں..... آپ آگئے۔  
 کشمی دیوی نے اپنے اوپر جتنے سیوک رام کے سینے پر ہاتھ رکھا۔  
 کیا بات ہے..... آپ نے تمہاری کو کیوں اپنا لیا ہے..... کیا بنگاے اچھے نہیں لگتے۔  
 وہ محبت سے کشمی دیوی کو اپنے قریب کرتے ہوئے۔ ہمیں کچھ اچھا نہیں لگتا۔ وہ سیوک  
 رام کے سہارے اٹھتے ہوئے بولیں۔  
 اتنی بیزاری کیوں ہے؟ سیوک رام دھکی انداز میں بولے  
 ہمیں اس کا خود بھی اندازہ نہیں ہے..... نہ چاہتے ہوئے بھی ہماری دنیا داس  
 ہے..... ہم کیا کریں..... وہ چٹائی نکلیں۔ کشمی دیوی نے بس نظر آ رہی تھی۔  
 موسم اچھا ہے..... کشمیری پہاڑ دیکھنے کو چلیں..... پر فضا جگہ ہے..... سیوک رام  
 نے بڑی جاہت سے کشمی دیوی کے کھڑے بال درست کئے۔  
 نہیں رام جی..... ہم چل بھی نہیں سکتے..... نکابت ہی اس قدر ہے۔ کشمی دیوی نے  
 اپنا سر سیوک رام کے شانے پر رکھ دیا۔  
 نکابت تو ہوگی..... کھانا پینا جو بند کر دیا ہے.....  
 سیوک رام نے کشمی دیوی کے نازک وجود کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ مشروب بھی پسند  
 نہیں۔ ہم اپنی پیاری سے خود تنگ آ چکے ہیں..... ایک ماہ گزر گیا..... طبیعت پہلے سے  
 زیادہ خراب ہوئی جا رہی ہے۔ کچھ اچھا نہیں لگتا.....  
 آج ڈاکٹر پر شاد کو وقت دیا ہے..... کیوں بلا دیا ہے آپ نے ڈاکٹر کو رام جی..... ہمیں  
 بظاہر کوئی بیماری تو ہے نہیں۔ کشمی دیوی نے کہا۔  
 یہی تو معلوم کرتا ہے..... کیا بات ہے..... جس نے آپ کو اس قدر کمزور کر دیا ہے  
 اور نہ ہی ہماری محبت میں کمی واقعہ ہوئی ہے..... جس سے آپ متاثر ہو تیں.....  
 کشمی دیوی نے آنکھیں اٹھا کر سیوک رام کے پڑمردہ چہرے کی طرف دیکھا۔ سیوک  
 رام نے کشمی دیوی کے سر میں ہاتھوں کو پائی آنکھوں سے لگا لیا۔  
 وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا..... دھندلے چہانے لگے تھے..... کمرے میں گلابی  
 یروشنی نہیں ملتی تھی۔  
 خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ آج اوڈا جیت سنگھ۔ اجیت سنگھ خاص ملازم حاصر  
 ہوا

ڈاکٹر پر شاد آئے ہیں رام جی۔ وہ بولا  
 لے آؤ۔ سیوک رام دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔  
 خستہ رام سرکار۔ ڈاکٹر پر شاد میڈیکل کس لئے داخل ہوئے۔ خستہ..... ڈاکٹر پر شاد  
 آئے..... آئے..... سیوک رام نے بڑی خوش دلی سے ڈاکٹر پر شاد کا خیر مقدم کیا۔  
 سیوک رام اور ڈاکٹر پر شاد سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔  
 مسز سیوک رام..... نصیب دشمنان..... کیا وہ طبیعت کو..... ڈاکٹر بس دیئے۔  
 ڈاکٹر صاحب ہماری کشمی ٹھیک نہیں ہے..... ہم اسے صحت یاب دیکھنا چاہتے ہیں۔  
 تنہی امید تھی سیوک رام کو..... کہ کشمی ٹھیک ہو جائے۔  
 Do Not Worry رام جی..... پیاری تو آتی جاتی رہتی ہے..... اس کے ساتھ ہی  
 ڈاکٹر پر شاد نے چپک کر تالہ آلا کانوں کو لگایا۔  
 یہ حقیقت ہے ڈاکٹر..... میں اپنی جتنی کے لئے بہت پریشان ہوں.....  
 کشمی دیوی نے چاہت بھری نظر سیوک رام پر ڈالی.....  
 ڈاکٹر پر شاد نے پوری طرح چپک کر..... کے بعد ایک کاغذ پر دو انیاں لکھ دیں۔ کیا تکلیف  
 ہے کشمی کو ڈاکٹر..... بتائیے پلیز.....  
 سیوک رام نے جھجک کر اپنی بھرپور بیٹائی کا انزال چاہا۔  
 مٹھا کر صاحب..... مبارک ہو آپ کو..... ڈاکٹر پر شاد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔  
 تی.....  
 سیوک رام کی آنکھیں پھٹ گئیں۔  
 کشمی دیوی نے حیرت سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا..... جو برا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ آپ  
 باپ بننے والے ہیں..... سیوک رام جی.....  
 ڈاکٹر..... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ..... جوق کر رہے ہیں آپ۔ سیوک رام ورط  
 حیرت میں اتر گئے۔ اور کشمی دیوی ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئیں۔  
 مسز سیوک رام تین ماہ سے امید سے ہیں..... ویسے آپ کسی لیڈی ڈاکٹر کو بھی چپک  
 کر دلیں.....  
 ڈاکٹر پر شاد نے سیوک رام کے شانے پر مسکرا کر ہاتھ رکھا۔  
 سیوک رام ابھی تک کشمی دیوی کو گھوروے چارہ تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر

کشمی دیوی نے سامنے کافی کے قد آدم بہت کو بنوڑ دیکھا۔

درپن ہی بھاگوں ہے..... اس کے آنے سے آپ کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ سیوک رام نے کشمی دیوی پر اپنی ساری محبت لٹاتے ہوئے کہا۔

یہ تو رام کی مرضی ہے..... جس پر بھی کرم کرے..... انسانوں کے ساتھ پیچھے بھی اہستہ نہیں ہوتا۔ کشمی دیوی کو ناگوار گزر راز نہ چاہتے ہوئے بھی وہ درپن کی مخالفت ضرور کرتی تھیں۔

خیر..... چھوڑیے..... آپ مت سوچیں..... کوئی بھی نہیں ٹھیک نہیں آپ نے لئے..... سیوک رام نے کشمی دیوی کے شانوں پر سے سیاہ بالوں کی آوارہ لٹیں ہٹائیں۔

رام جی..... کشمی دیوی نے کہا۔

ہوں.....

سیوک رام نے کہا

اگر کچھ عرصہ اور ہم اس نعت سے محروم رہتے تو..... تو وہ آگے فقرہ ادھورا چھوڑ کر غامض ہو گئیں۔

بات مکمل کیجئے..... تو کیا..... سیوک رام نے کہا

آپ..... دوسری شادی کر لیتے..... کشمی دیوی اس وقت سنجیدہ نظر آ رہی تھیں۔

بھگوان قسم!..... ہمارا ایسا عندیہ تو کبھی بھی نہیں ہوا..... ہم تو جان چھڑکتے ہیں

پہ..... دوسری عورت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... سیوک رام محبت سے

کہا۔

کشمی دیوی سیوک رام سے پٹ گئیں۔ سیوک رام نے کشمی دیوی سے نازک وجود کو

ہٹا کر تانا بازوں میں لے لیا..... اور اس کی روشن سفید پیشانی کو چوم لیا۔ اتنی محبت دی ہے

میں تم نے..... تمہارے بنا جی تم نہیں کتے..... وہ بولے..... شدید محبت کے عالم

میں وہ کشمی کو کلشن کہتے تھے۔

محبت کا سیلاب بہتھایا رہا..... دن کو پر لگ گئے اور کئی دن ہوا کے گلوں کی طرح

گئے۔ سیوک رام کو اب بڑے سے بھی زیادہ کشمی کی صحت کی فکر تھی۔ وہ نازک اندام

میں ہی کشمی دیوی کی خیریت سے ان کا پیچہ پیدا کر لے..... وہ اکثر مندر جا کر کشمی اور بچے کی

تھی۔ ان کو آرام کی بہت ضرورت ہے..... خوراک کا خیال رکھیں..... مین شین سے بچیں ڈاکٹر جتنے ہوئے ملازم سے ساتھ جانے لگے۔

رکھنے ڈاکٹر

سیوک رام نے پشت سے پکارا "وہ قہقہہ اور غیر یقینی کے اعراف میں تھے۔

فرمائیے ڈاکٹر پلٹ کر بولے۔

آج فیس لینی پڑے گی ڈاکٹر جی۔ اتنی بڑی خوشخبری سنانے کے بعد میں خالی ہاتھ نہیں

جانے دوں گا۔

سیوک رام نے قریبی دروازے چیک بک نکالی۔

جانے دیتے..... ٹھاکر صاحب..... میرے علاوہ اور کوئی ہوتا..... تو یہی کہتا۔ ڈاکٹر

پر شاد پلٹ آئے۔

آپ ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں..... پھر اتنی بڑی بات..... سیوک رام نے چیک لکھ کر

ڈاکٹر کی جیب میں ڈال دیا۔ ازراہ موت ڈاکٹر صرف مکر اور بے۔

Thank You ڈاکٹر..... آپ نے ہمیں اتنی بڑی مسرت سے نوازا۔ سیوک رام

بچے چار ہے تھے۔

اجازت..... ڈاکٹر پر شاد کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔ جہاں ملازم نے ان کا میڈیکل بکس

پکڑ لیا۔ ڈاکٹر پر شاد کے جانے کے بعد وہ پلٹے..... اور بڑی چاہت سے اپنی قہقہے سے پاس بیٹھ

گئے۔

کشمی..... کیا سن لیا ہے ہم نے..... اتنے سے گزر گئے..... انتظار کی گھڑیاں گنتی

نہیں کنتی تھیں..... اور آج جیسے آکاش گود میں آگیا ہو۔ سیوک رام نے کشمی کا ہاتھ

تھام لیا۔

ہم تو سوچ بھی نہ کتے تھے رام جی..... بھگوان اتنا مہربان ہو جائے گا۔ میں مندر

کو شرجی بانٹوں گی..... دعائیں گے..... کشمی دیوی نے کہا۔

ہم پر از مند ز مضانی سے مجھ دیں گے..... بہت بڑا فکشن کریں گے..... سری مگر

جتنے بھی ضرورت مند ہوں گے..... ان میں کپڑے، روٹی تقسیم کریں گے۔ سیوک

کی موٹی موٹی آنکھیں اس طرح چمک اٹھیں جیسے وہ پپ مل اٹھے ہوں۔

رام جی..... ان لٹوں کی کتنی آس تھی.....

میں چل جاؤں..... وہ معنی خیز الفاظ میں بولی اور سیوک رام مطلب سمجھ چکے تھے۔  
ہاں ہاں..... واچپائی کو کہہ دو..... لے جائے گا..... بلکہ اس گاڑی کا وہ ہی ڈرائیور  
ہے.....

مہربانی ہے رام جی..... وہ جلدی سے سفید ساڑھی سنبھائی ایک ہاتھ سے درپن کو  
بٹنے لگے اور واچپائی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی۔  
دیوی جی..... بڑی اچانکیت سے سیوک رام نے پکارا۔  
کشمی دیوی دینا ماف سے دو کھیریں اور پچھنی ہوئی تھیں۔ کیا سوچ، جی ہیں آپ  
وہ چونکے..... ان کو کشمی دیوی کا اس قدر کھو جانا بھی پسند نہیں تھا۔ لکھن..... وہ  
بڑا راہبند آواز میں بولے

جی..... رام جی آپ نے پکارا..... کشمی دیوی بری طرح ہڑبوا گئیں..... جسے ہم جی  
بندہ کسی نے بیدار کر دیا ہو.....

ایک دم باہر گولہ پھٹنے کی آواز آئی..... یہ دھماکے روز کا معمول تھا..... اس لئے کسی  
نے کوئی تاثر نہ لیا۔ آپ کہاں کھو گئی تھیں..... وہ کشمی کو اداس دیکھ کر بولے  
ہمیں یہی خوشواس ہے رام جی..... آئندہ کیا بتئے گا۔ کشمی دیوی کے چہرے پر ایک  
چُپ سا خوف رقص کناں تھا۔

کیا بتئے گا..... میں سمجھا نہیں۔ سیوک رام آگے کو بھٹکے  
نہیں آئندہ کے لئے ایک عدد آیا کی ضرورت ہے۔ وہ بڑے تشویش بھرے لہجے میں  
بولیں۔

تو کیا ہمیں آیا نہ ملے گی..... کشمیر میں بہت ایسی عورتیں ہیں جو ضرورت مند ہیں  
..... سیوک رام نے کہا۔

مل جائے گی..... لیکن پوچھا ایک اچھی لڑکی ہے..... اور سمجھ دار بھی کشمی دیوی نے  
یہ بھی وجہ ہے کوئی اداسی کی..... ہم اپنے بچے کے لئے انگلش گورنس رکھیں گے۔

ہو کہ رام نہیں دیتے۔  
اوہو..... آپ بات کو پھینک رہے ہیں..... سمجھئے نا..... رام جی..... وہ جھاکر

ایں

خیریت کی دعا کرتے۔  
سرما کی دگش شام تھی..... محل میں ایک ملازمہ جو عقل و شعور رکھتی تھی  
مخصوص کشمی کے لئے وقف کر دیا تھا کہ وہ ابھی طرح کشمی کا خیال رکھے۔ بچے کے سا  
کشمی سیوک رام کو بہت عزیز تھی..... اس شام چار کا محل ہوگا۔ بیکے گرم کپڑوں میں  
دونوں خوبصورت لان میں بیٹھے تھے۔ کشمیر کی شام بھی انتہائی دلکش تھی۔ دور فلک  
سرمئی پہاڑوں کی چوٹیاں نیلے آسمان کے دامن کو چومتی کس قدر حسین لگ رہی تھیں۔  
ارے! یہ پوچھا کیوں آ رہی ہے۔ کشمی دیوی نے حیرت زدہ سادور لان کے دروازے  
پوچھا کہ آتے دیکھا۔ درپن ہے اس کی گود میں۔

سیوک رام پریشان سے ہو گئے۔  
مت گھبراہئے..... نہ جانے وہ کس کام سے آ رہی ہے۔ کشمی دیوی نے بھی دیکھ  
ہوئے کہا۔

نہستے..... رام جی..... پوچھا کہ آتے ہی دونوں کو ایک بار ہی نہستے کیا۔  
نہستے..... سیوک رام نے جواب دیا۔

سیوک رام جی..... پوچھا کہ کیا بات ہے..... خیریت تو ہے۔  
سیوک رام نے پوچھا کہ چہرے پر افسردگی دکھ کی پرچھائیں دیکھ کر کہا۔ درپن  
نہیں ہے۔ رام جی..... وہ بولی

کیا بوا..... وہ چونکے..... کشمی دیوی بھی پڑھ رہی ہو گئی۔  
بہت بخار ہے جی..... تپ رہا ہے..... دیکھیں..... پوچھا سیوک رام کے قہر  
مندی۔

اوہو..... بہت بخار ہے..... تم نے ڈاکٹر پر شاد کو فون کیوں نہیں کیا۔ سیوک رام۔  
ہاتھ سے درپن کا ماتھا چھوا..... درپن اس وقت پوچھا کہ سینے سے لگے ہوش تھا اور ہا  
سے بھٹک رہا تھا۔

چھوٹی موٹی دوائی سیرپ تو میں دیتی رہی ہوں رام جی..... آج تو سویرے سے  
بڑھ گیا ہے۔ دودھ بھی نہیں پیتا۔ پوچھا خاصی مضطرب لگ رہی تھی۔

خیر..... کوئی بات نہیں..... تم خود چلی جاؤ..... ڈاکٹر پر شاد کے آنے میں دو  
گی۔ وہ بولے

رام جی..... کشمی دیوی اٹھلائی

کہنے..... میں ہمہ تن گوش ہوں۔ کہنے..... بلاروک ٹوک کہنے..... وہ ہنکے۔  
آپ جانتے ہیں..... میں آداب پرورش سے آشنا ہوں..... اس قدر خنصے مٹھے بچے  
کے لئے شب و روز تکلیف برداشت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ کشمی دیوی روہنسی سی ہو  
نئی۔  
مت پریشان ہوں..... بھگوان اچھا کریں گے..... ہمارا بچہ ہے..... اور ذمہ داری  
بھی ہماری ہے۔

بڑی چاہت سے سیوک رام نے سامنے بیٹھی کشمی دیوی کے نازک شانوں کو دیا اور  
درمیان میز پر رکھی پٹری کی کو اپنی طرف سر کیا۔  
کشمی دیوی دراز بالوں کو ایک طرف گراے خیار آگیس لگا ہوں سے چائے بناتے اپنے  
پتی کو سنبھل رہی..... جن کے چہرے پر آتش ہی آتش تھی۔  
بھگوان کی سونگند ہے دیوی جی نہیں آپ سے بہت محبت ہے..... اگر ہم پاپ نہ بھی  
بنے تو یوں ہی آپ کے ساتھ جیون گزار دیتے۔ وہ چائے کاکپ پکڑاتے ہوئے بولے۔  
یہ ہمارا بخت ہے رام جی..... ہمیں آپ جیسا چاہی لا..... لیتیں جانتے ہم بہت خوش  
نصیب ہیں..... اس بات کا اعتراف تو ہماری ماما بھی کرتی ہیں..... اگر راج امانت بھی کہتی  
ہیں کہ سیوک رام جیسا داماد کہیں نہ ملتا۔ کشمی ہنس دی۔

وہ بھی مسکرائے

پوچھا اٹھی..... انہوں نے پوچھا گاؤں سے اترتے دیکھا..... پیچھے واپس بڑا سا  
لٹاف لئے چلا آ رہا تھا ادھر ہی آ رہی ہے۔ کشمی دیوی نے کہا  
ہاں..... کیا بتایا ذکر نے۔

وہ پوچھا قریب آتے دیکھ کر بولے۔

ہاں سامنویے کاٹر ہے رام جی..... ڈاکٹر صاحب نے بولا کہ ان دواؤں کے استعمال  
سے جلد آرام آجائے گا۔ وہ واپس چلا گیا۔ کشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... باقاعدگی سے دوائی دو..... دیکھو روپے پیسوں کی ضرورت ہو تو ہوتا  
دیتا..... سیوک رام بولے

میری تنخواہ اور درپن کا وظیفہ ہی بہت ہے رام جی..... بھگوان کی دیاسے سب کچھ ہے

کیا سمجھانا چاہتی ہیں آپ..... بتائیے..... وہ بڑی چاہت سے مسکرا کر بولے.....  
میں چاہتی ہوں..... پوچھا اپنے بچے کے لئے رکھ لیں..... دور گئی اور درپن  
سیوک رام ایک دم بولے۔

درپن کو کسی قیمتی خانے میں داخل کروادیتے..... کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ ایسا مت سوچو،  
سیوک رام کو دیوی کشمی سے ایسی سبکدلی کی ہرگز توقع نہ تھی..... نگاہیں اٹھا کر بغور وہ کشمی  
دیوی کی آنکھوں میں جھکتے رہے۔

میں نے راتو نہیں بولا رام جی..... اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں..... وہ سہم گئی۔  
میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس قدر نازک پھول کی طرح نرم اور الفاظ اس قدر کارکنی  
ضرب لگانے والے نشتر کی طرح..... وہ افسردہ سے ہو گئے۔

آپ برا مان گئے..... دیکھئے لا..... درپن سے ہمارا کیا واسطہ..... جہاں اور کس میری  
آزادی کی بھینٹ چڑھ گئے ایک ہی باتوں پر اور سہی..... وہ سیوک رام کو گھورنے لگیں۔  
سیوک رام نے گہری نظروں سے کشمی دیوی کو دیکھا..... ان کی بڑی بڑی خواب  
آگیس آنکھوں میں خود غرضی کے ناک پتھکریں مارتے ہوئے شعلوں کی طرح محسوس ہو  
رہے تھے۔

درپن بلند خان کا بیٹا نہیں ہے بلکہ میرا ہے..... میں اس کے ساتھ کوئی ایسا پاپ نہیں  
کروں گا..... وہ آتش بیجے میں بولے  
آپ کیا کہتے..... وہ حیرت زدہ سی بولی۔

درپن کی ولدیت میری ہے..... وہ میرے پاس پیدا ہوا ہے..... اس طرح  
میرا بیٹا ہے..... کشمی جی..... آپ بھی اسے اپنا سمجھئے..... وہ بڑی محبت سے کشمی دیوی کی  
رحم کی طرف متوجہ کرتے گئے۔

کیا وہ جو ولدیت آپ کی ہے..... لے پانک ہی تو ہے..... ایسے بازاری بیٹے وفادار  
نہیں ہوتے..... پھر مسلمان کا بچہ..... کشمی وہ فائدہ کر گئے۔ زبردست ریک انداز پر  
کشمی دیوی نے شانے اچکائے۔

آپ درپن کے لئے پریشان مت ہو کریں..... اپنے بچے کے لئے گورنس رکھنا ہمارا  
ذمہ داری ہے..... آپ وہ بنیں پر کوئی دباؤ نہ دیں..... پوچھا تو سیدھی سادھی لڑ  
ہے..... ہمیں آپ کی طرح بچہ بھی چاہاں دول سے عزیز ہے۔ وہ محبت سے ہنس دیئے۔

اب بھی چلیں گی نا..... اُشمانے بڑی محبت سے بیگم جواہر لعل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اگر اس پہلی جی تو سنتوش نہیں جاسکتا۔

وہ گہری سوچ سے ابھر کر بولیں۔

سوائی جی کس لئے ہیں۔ سنتوش نے کہا۔

تمہاری بات درست ہے بیٹا..... اب کام بہت بڑھ گیا ہے..... سوائی جی نہیں منیال کتے۔ بیگم جواہر لعل نے کہا۔

آپ ضرور جانیے..... میں رہ جاؤں گا۔

سنتوش حتی فیصلہ کرتے بولا۔

نہیں نہیں..... تمہارا جانا ضروری ہے۔ سنتوش بیٹا..... یکم جواہر لعل نے سنتوش کو وطن کرنا چاہا۔

اماں..... جی جانی کیا سوچیں گے..... آپ کا جانا ضروری ہے..... سنتوش نے بڑی روت سے کہا۔

میں سیوک رام کو سمجھا لوں گی..... تم تیار ہی کرو..... ٹھیک ہے..... وہ سنتوش کے مانے پر ہنسی مارتے ہوئے بولیں۔

ماتا جی کہاں جانا ہے۔ دوسرے کمرے سے ریش اندر داخل ہوا۔

ن لیائے..... سنتوش نے طنز کیا۔

آپ ریش کو ساتھ لے جانا پسند نہیں کرتے۔ اُشمانا گوارا انداز میں بولی۔

ریش ارد گرد سے بے نیاز ہو کر بیگم جواہر لعل سے ساتھ جانے کی اجازت مانگنے لگا۔ بیگم اُشمانا..... میں اس کا دشمن نہیں ہوں..... اس کی عادتیں اچھی نہیں ہیں۔

ہاں..... ہاں ضرور جانا..... تمہیں کون روکتا ہے۔ وہ محبت سے بولیں

میں تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ پلٹ کر سنتوش نے کہا۔ کیوں..... جی جانی..... دیکھو نا ای بی..... بھائی کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ بڑی شرافت سے مسکرایا۔

تمہیں معلوم ہے..... میں تمہیں کیوں لے جانا نہیں چاہتا..... سنتوش نے اُشمانا کی طرف دیکھا..... سنتوش نے اُشمانا کی طرف دیکھا۔

اس نے شرابی کی گود میں اکٹھ کھولی ہے..... یہ عادت چھپتے چھپتے ہی چھوٹے گی۔ اُشمانا نے بڑی بے کسی سے بیگم جواہر لعل کی طرف دیکھا۔

..... رام خوش رکھے ایکو..... پوجانے عادی۔

کٹھی صرف دیکھتی رہی..... وہ پوجا اور درپن سے کسی قسم کا واسطہ ہی رکھنا پسند نہ کرتی تھی.....

جاؤ..... اور درپن کا خیال رکھنا..... سیوک رام نے کہا۔

آپ بے فکر رہیں رام جی..... درپن تو میری جان ہے۔ وہ درپن کو سینے سے لگائے پلٹ گئی.....

رام جی..... کٹھی دیوی کچھ سوچ کر چوکی

کیا بات ہے..... اب کچھ اور خیال آگیا۔ سیوک رام ہنس دیے

بلند خان نے دو شادیاں کی تھیں۔ وہ حیرت سے بولی۔

خیال ہے دوہی کی تھیں۔ ویسے میں زیادہ نہیں جانتا۔ سیوک رام گہری سوچ سے ابھر کر بولے

پہلی بیوی تو کشمیری تھی میں نے دیکھی ہوئی تھی..... یہ درپن اسی کا بچہ ہے نا..... کٹھی نے کہا۔

ای کا بے شاید..... دوسری شادی کچھ ماہ بعد ہوئی تھی..... سیوک رام نے کہا۔

چند لمبے دونوں خاموش رہے.....

میں بلند خان کے گھر پلہ مسائل سے واقف نہیں تھا..... ہماری ملاقات اکثر باہر یا آفس میں ہی ہوتی تھی.....

سرد ہوا کے تند ہجوم کوں نے دونوں کو شدید سردی کا احساس دلایا۔ اندر چلتے ہیں..... سرد ہوا چل رہی ہے۔ سیوک رام کھڑے ہو گئے۔

چلے.....

دونوں اٹھے.....

آپ چلے میں درپن کی خبر لے کر ابھی آتا ہوں۔ سیوک رام لان کی مخالف سمت بڑھ گئے۔ کٹھی دیوی نے نگاہیں پچھکائیں..... وہ جان چکی تھی کہ درپن کے معاملے میں سیوک رام کسی قسم کی زیادتی پسند نہیں کریں گے۔

بچے بھی آئے ہوئے ہیں..... اب تو ضرور جائیں گے۔ بڑا حرا آئے گا ماتا جی.....



شراب مت پیا کرو مینا..... بھگوان ناراض ہوتے ہیں۔ نیگم جو اہر لعل بڑی محبت سے ریش سے بولیں۔

ماتا جی..... کہہ دینا..... میں نہیں پیتا..... وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولا۔

کواس کرتا ہے..... شراب تو اس کی گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ سنٹوش کو غصہ آ گیا۔

اشٹا خاموش کئی جا رہی تھی..... جی ضیقا کا چارہ رہا تو سب سسک کر رونے لگی۔

ریش سے سہمی نظروں سے بہن کو دیکھا۔

سنٹوش..... نیگم جو اہر لعل نے پکارا.....

جی..... ماتا جی

تمہاری بیٹی جانے بھتے ناپسند ہے کہ ہر وہ بات کہہ جاتے ہو جو دوسرا نہ سنتا ہے۔ نیگم جو اہر لعل نے اشٹا کو ساتھ لگا لیا۔

ماتا جی..... میں نہیں جاؤں گی..... میں جاؤں گی تو ریش جائے گا وہ آنسو صاف کرتے بولی۔

ماتا کی جان..... اس گھر کا دیکھ تم ہو..... تم نے ہمیں اتنی خوشی دی..... ہمیں پتے تو پی سے نوازا..... تم تو روشنی ہو میرے آنکھ کی..... وہ سسک سسک کر نیگم جو اہر لعل کے شانے سے لگی روئی رہی..... بس..... یہ لاڈ پیار ہے نا..... عادت بگاڑ کر رکھی ہے آپ نے اشٹا کی..... وہ چھٹی چھٹی محبت کو باک بولا..... اور اشٹا کو کن اکھوں سے دیکھا۔

بیٹی ہے میری..... میں لاڈ نہ کروں گی..... تو اور کون کرے گا..... وہ نظریں جھکا کر اشٹا سے بولیں۔

جائے لاؤں آپ کے لئے..... اشٹا بڑی معصومیت سے چہرہ صاف کرتے بولی۔ اور سنٹوش فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس دیا..... اس کے ساتھ ریش بھی ہنس دیا۔

ہاں..... نہ در میری جان..... سنٹوش اور ریش کے لئے بھی..... وہ ہچکارتے ہوئے بولیں۔

اشٹا نہ بوسہ سنٹوش کو دیتے ہوئے چل دی۔

کسی ملازم سے کہو بیٹی..... وہ جاتی اشٹا سے بولیں۔ اشٹا جا چکی تھی۔

تمہارا جیون ساتھی بہت اچھا ہے مینا..... اشٹا جس ماحول میں مل کر جو ان ہوئی ہے..... پھر بھی اس کا دامن الائنس سے پاک ہے۔ تمہیں معلوم ہے گندگی ارد گرد کی ہر شے

اٹا رہ کر دیتی ہے۔ وہ سراسر آشٹا کی حمایت میں بول رہی تھیں۔

ہاں..... ماتا جی..... آپ بالکل بیجا فرماتی ہیں۔ ہاں ماتا جی..... دیدی بڑی اچھی

ہے مجھے بھی بری باتوں سے روکتی رہتی تھی۔ ریش نے کہا۔

ماتا جی..... میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے۔ سنٹوش نے جاتے ہوئے ریش کو دیکھ

کر کہا۔

مینا..... ریش اس کا بھائی ہے..... ہو سکتا ہے..... تمہاری اس طرح کی گفتگو سے

اٹا کو دکھ پہنچا ہو۔ نیگم جو اہر لعل نے واضح طور پر کہہ دیا۔

I am sorry mam..... آئندہ خیال رکھوں گا۔ وہ معذرت خواہی کے سے انداز

میں اٹھتے ہوئے بولا۔

Thank you..... آئندہ خیال رکھنا..... اس کی دل شکنی نہ ہو..... وہ مسکرا

ہیں۔ اور سنٹوش باہر نکل گئے

وہ چائے کا پانی رکھ چکی تھی۔ ایسے کاموں کے لئے بہت سے ملازم ہیں..... وہ اشٹا کے

قریب چلا گیا۔ مجھے کام کرنا اچھا لگتا ہے۔ وہ کندنی چہرے پر آوارہ کامل کو سمیٹتے ہوئے بولی۔

میں ہنزاؤں۔ وہ ہاتھ تھک رہا کر بولا۔

رہنے دیتے..... لیکن آوارہ ضدی کا کل واپس پھر اپنی جگہ پر آگئی۔ وہ ابھی تک منہ

دور سے ہوئے تھی۔

ابھی تک ناراض ہو۔ وہ اپنے ہاتھوں میں اشٹا کے چہرے کو قہقہہ کر بولا۔

یہ بھی..... کوئی دیکھ لے گا۔ وہ در لڑائی سے مسکرائی اور سنٹوش ساری جان سے فریفتہ

ہو گیا۔

یوں ہی خوش رہا کر..... اچھی لگتی ہو۔ وہ محبت سے بولا۔

اشٹا خاموش خوبصورت ایرانی کپ پلٹ میں رکھنے لگی۔

اشٹا..... وہ آہستہ سے بولا۔

جی..... جیسے اشٹا کو سنٹوش کی آواز دور کہیں سے سنائی دی۔ تم خوش ہو نا میرے

ساتھ۔ وہ آشٹا کی تھوڑی اٹھا کر بولا۔

ہائے رام..... سنٹوش جی..... خوش کیوں نہ ہوں گی..... آپ کے ساتھ.....

اگر آپ نہ ملتے تو میں گنگا میں ڈوب مرنی..... غیر ارادی طور پر اشٹا سنٹوش سے لپٹ گئی۔

ہاں ہاں..... راجو..... لے جاؤ..... ہم تے ہیں۔ سنتوش نے کہا۔  
بچہ یہ چھوٹا سا قافلہ پیچم جو اہر محل کے پاس میں چل دیا۔

○

لال محل حسین محرابوں اور عالی شان چوبتروں اور دلکش راوداریوں سے آراستہ جس کو  
نئے سرے سے آرائش و زیبائش کے ساتھ مزین کیا گیا تھا۔ حویلی کی ہر شے اعلیٰ اور نایاب تو  
تھی لیکن اس میں مالک کے ذوق سلیم کا بھی دخل تھا۔ سیوک رام جیسے سچانے کے فن سے  
بخوبی واقف تھے اور انہیں کام کا رومانی آتا تھا۔ مہمانوں کے لئے الگ جگہ کا اہتمام کیا گیا  
تھا۔ جہاں طاؤسی طرز کا تالاب جس پر سفید چاندی کی طرح ابلتاپانی کسی مغلیہ دور کی یادگار  
معلوم ہوتا تھا۔ باغ کی زیب و زینت قابل دیدی تھی۔ دن قریب آ رہے تھے ہر شخص اپنے  
کام میں مگن نظر آ رہا تھا۔ ہر ملازم کو اس کا کام سونپ دیا گیا تھا تاکہ مقررہ وقت پر دقت کا  
سامنا نہ کرنا پڑے۔

کشمی دیوی ہر ذمہ داری سے آزاد تھیں۔ خیال رکھنے کو ہمہ وقت نرس موجود رہتی۔  
نرس کی باتنا کشمی دیوی کی مجبوری تھی۔

سسز..... جو اس کا خالی گلاس پکارتے کشمی دیوی ہڑبڑا گئیں۔

دیوی کی اسی طرح چونکا آپ کے لئے درست نہیں ہے..... نرس نے گلاس پکڑا۔

کچھ نہیں ہوگا۔ کشمی دیوی نے لاپرواہی سے کہا۔

اس طرح صحت پر برا اثر پڑ سکتا ہے..... اعصاب جھک جاتے ہیں۔ نرس نے  
سجھانے کی کوشش کی۔

جو پکے پاس جانا ہے۔ کشمی دیوی جو تپتے ہوئے بولی۔ یہاں بلا لیجئے..... اگر مناسب  
سمجھیں تو میں بلا لاؤں۔ نرس موہ بولی۔

نہیں..... ہم خود ملنا چاہتے ہیں اس سے۔ ضروری باتیں ہیں جو اس کے گوش گزار کرنا  
چاہتے ہیں۔ کشمی دیوی نے بڑی احتیاط سے قدم بڑھائے۔

ٹھیک ہے دیوی جی..... ہم منتظر ہیں گے آپ کے..... نرس نے مسکرا کر کمرے  
کے ماحول پر نظر دوڑائی۔

کشمی دیوی باہر نکل گئیں۔

مند ر کا آخری گھنٹہ بچ چکا تھا..... پوجا درپن کو نہلا کر عبادت کے لئے تیار ہو رہی

آٹما..... سنتوش نے چہرہ جھپکایا..... آٹما کی جھکی ہوئی نگاہوں میں ایک کرب ایک دکھ  
اور لذت سی نظر آئی..... یہ سب ماضی کے تھنے تھے۔ کیا سوچنے لگی ہو..... آٹما۔ سنتوش  
نے دونوں شانوں سے تمام کراٹا کو اپنے سامنے کیا۔

سنتوش جی..... میں سوچتی ہوں..... کہ ایک وقت کی روٹی کے لئے مجھے سارا دن  
مشقت کرنا پڑتی تھی..... تب شام کو مجھے اور ریشم کو تین روٹیاں ملتی تھیں۔ وہ افسردہ سی  
ہو گئی۔

تین روٹیاں؟..... وہ چونک گیا۔

جی..... دو ہمیری اور ایک ریشم کی..... اپنی ایک روٹی میں سے میں ریشم کو بھی  
دے دیتی تھی کہ یہ لڑکا ہے..... اور اس کی بھوک بھی زیادہ تھی۔ وہ سنتوش کے پرورد  
چہرے کو دیکھنے لگی۔

یہ بھوک بڑی ظالم ہے..... اور تم بھوک رہتی تھی..... Very Sad..... وہ حد درجہ  
عقلین اور مضطرب نظر آنے لگے۔

اور کیا کرتی..... چاچی گن کر روٹیاں دیتی تھی..... وہ ایک دم بولی۔

چلو دفع کرو..... بھول جاؤ ماضی کو..... اس گھر کی تم مالک ہو..... یہ تمہارا گھر  
ہے..... بلکہ ہم بھی نوکر ہیں جناب کے..... سنتوش نے بڑی چابست اور شریرانہ انداز سے  
آٹما کے نرم و گلداز خدایں پر ہلکی سی چپت ماری۔

ایسا نہ کہیں سنتوش جی..... میں تو باندی ہوں آپ کی۔ آٹما نے چائے دانی غرے میں  
رکھی۔

یہ سب بھگوان کا کرم ہے..... تم مدعاے میری تھی اور میرے پاس چلی آئی..... جو  
لحاحات گزر گئے..... ان کو بھول جاؤ وہ آٹما کو بھٹکی دے کر بولا۔

اب تو مجھے صرف ریشم کی فکر ہے۔ ریشم کی فکر چھوڑ دو..... ماما سے ٹھیک کر لیں  
گی..... سنتوش نے آٹما کو اس غم سے بھی آزاد کرنا چاہا۔

پاپا.....

ماما..... بچوں نے آتے ہی پکارا.....

بیچے آگئے..... دونوں بٹتے ہوئے چکی سے باہر آگئے۔ میں چائے لے جاؤں لی بی۔

خانساں قریب آتے بولا۔

تھی..... جب سے آئی تھی مندر جانا بھی نہ بولتی.....

پوچھا..... کٹکشی دیوی داخل ہوئے بولیں

دیوی جی..... آپ..... پوچھا..... راخت پلٹ کر دیکھا

کٹکشی دیوی نے بغور پوچھا کی دراز چوٹی کو دیکھا۔ سفید ساڑھی میں موس پلوسر پر اوڑھے دراز چوٹی کو پٹت کی جانب گرا کر وہ سیدھی ہو گئی۔

کٹکشی دیوی ایک لمبے کے لئے پر سکوت ہو گئیں..... یہ پوچھا ہندوستانی ہے۔ درپن ۲ گیا۔

کٹکشی دیوی نے معصوم درپن کو بڑے غور سے دیکھا۔ وہ نرم و نازک صحت مند بچہ اور دلکش ضد خال..... کٹکشی دیوی کو حیرت ہوئی..... وہ دیویں سفید بستر پر سو رہا تھا جیسے آسمانی فرشتہ دنیا میں آ گیا ہو۔ درپن جنہیں تنگ تو نہیں کرتا۔ کٹکشی دیوی نے کہا۔

تنگ کیا دیوی جی..... درپن کو میرا جیون ہے..... میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔ ہوں..... کٹکشی دیوی نے آہستہ سے کہا

درپن مجھ سے بہت پیار کرنے لگے۔ دیوی جی..... پوچھا جاستر بھرے لہجے میں بولی۔

ہاں..... تمہارا عادی ہو گیا ہے..... ختم دینے سے پرورش بہت دشوار..... جاتی ہے۔ پوچھا جانے کہا۔

میں تم سے کچھ کہنا پتہ تھی..... کٹکشی دیوی نے کھڑے کھڑے ہی کہا۔

جی..... مجھ سے..... کوئی خطا ہو گئی ہم سے..... پوچھا کیا لیتے ہیں اس کو ہو گئی۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... کٹکشی دیوی نے متنبہم ہونوں کو ٹول کر کہا۔

پھر کیا بات ہے دیوی جی..... پوچھا جانے ایک دم کہا۔

جنہیں علم ہے تاکہ گفتگوں قریب آ رہا ہے۔

جی.....

مہمانوں کے سامنے درپن کو مت لانا..... کٹکشی دیوی کے انداز میں ترشی مترشح ہو

۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ رام جی کا تم غلط کرو..... جنہیں جو کہا گیا وہی کرنا.....

بہت اچھا دیوی جی..... ویسے ہی ہو گا..... پوچھا جانے دونوں ہاتھ جوڑے اور جاتی کٹکشی

دیوی کو دیکھنے لگی۔ کٹکشی دیوی محتاط چال چلتی زینہ اتر گئی۔

کیا بات ہے رام جی..... کٹکشی دیوی نے سیوک رام کو کمرے میں بے چینی سے ٹپکتے دیکھ کر کہا۔

کہاں تھیں آپ..... رام قسم۔ آپ نے بہت مضطرب کیا۔ وہ جھلا کر بولے۔

کیا ہوا رام جی..... آپ پریشان کیوں ہیں۔ کٹکشی دیوی نے بڑی اضطرابیت سے جب سیوک رام کو کمرے میں ٹپکتے دیکھا۔

یہ بات کم پریشانی کی نہیں ہے..... سیوک رام گھبرا اے۔

کونسی بات رام جی..... کٹکشی دیوی نری سے بولی۔

اس قدر طویل زینہ چڑھ کر اوپر پوچھا کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ سیوک رام قریب ہو گئے۔

ہم درپن کو دیکھنے چلے تھے۔ ایک دم کٹکشی دیوی ہنس دی۔

آپ معمولی نہ سمجھا کریں..... آپ ہمارے جسم کا حصہ ہیں۔ آپ کو کوئی تکلیف ہوا اور ہم پر سکون رہیں..... وہ محبت سے کٹکشی دیوی کی زلفیں سلجھا کر بولے۔

ہائے رام جی..... بھگوان کی کرپا سے میں ٹھیک ہوں..... میں تو درپن کو..... کٹکشی

دیوی رک جاتی تھی۔

درپن ٹھیک ہے نا۔ سیوک رام نے کہا۔

.. توں ٹھیک ہیں۔ وہ اٹھ کر چٹک پر بیٹھنے ہوئے بولی۔

ایسی کیا بات تھی جو آپ پوچھا کو ملنے چلی گئیں۔ سیوک رام کے الفاظ میں حیرت کا عنصر بھی غائب تھا۔ انہوں نے گہری نظروں سے کٹکشی دیوی کے پرکشش چہرے کو دیکھا.....

ان کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔ بتائیے نا..... ایسی کیا بات تھی..... جو آپ پوچھا اور درپن کو دیکھنے کے لئے گئیں۔ سیوک رام قریب بیٹھ گئے۔

ضرورت بات ہی تھی رام جی..... کٹکشی دیوی نے بڑی اچانکیت سے سیوک رام کے

ہاتھ پر چھرا رکھا۔

سیوک رام نے کٹکشی دیوی کے انداز میں زبردست اسراریت محسوس کی۔

ہم سے کیا پردہ..... بتائیے نا..... سیوک رام نے پلٹ کر محبت سے کہا۔

سیوک رام جی..... ناراض مت ہوئے گا..... ہم پوچھا اور درپن کو ہرگز مہمانوں کے

سامنے نہیں آنے دیں گے۔ وہ بڑی دلربائی سے بولیں۔

اس کی وجہ؟ وہ حیرت میں کھو گئے۔

بس یو جی..... وہ مسکرا دی۔

پھر بھی کوئی وجہ تو ہوگی..... ملاوچہ تو یہ ستم روا نہیں ہے دیوی جی..... سیوک رام کا لمبچہ تر تھا۔

رام جی..... ہم صاف صاف کہے دیتے ہیں..... یہ مسلمان بچہ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

کشمی دیوی کے انداز میں نفرت کے شعلے لپکے

اوہو..... کیسے سمجھاؤ آپ کو..... دیوی جی..... درپن ہندو ہے اور ہندواری کی گود میں پرورش پا رہا ہے..... آپ یقین کیوں نہیں کرتی۔ سیوک رام ٹھٹھا سے گئے۔

مجھے اتفاق ہے آپ کی بات سے..... لیکن آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ ہندو خان کا بچہ ہے اور مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔

کشمی دیوی نے الفاظ پر زور دیا۔

پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوگا..... جس ماحول میں بچہ پروان چڑھتا ہے..... وہی بنتا ہے۔ درپن ہندو ماحول میں پرورش پا رہا ہے..... یہ مسلم کس طرح بن سکتا ہے۔ ہندو دھرم سے سیوک رام نے بڑے دھڑکے سے کہا۔

لیکن اس کا جواب کشمی دیوی سے پاس نہیں تھا۔ لہذا خاموش رہی۔

دن گزرتے گئے۔ نقش کشن دن بہت قریب آچکے تھے۔ بلکہ بہت ہی قریب۔ ہر قسم کی تیاری مکمل تھی۔ تقریب بہت ہی رنگارنگ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے تھاکر سیوک رام نے ساری دہلی کو ہی مدعو کر لیا تھا۔ کشمی دیوی کے سینے والے بھی بڑے ترک و اشتام سے آچکے تھے۔ بیگم جواہر لعل نے سوائے خود کے سب کو ہی سری نگر بھیجا تھا۔ سوامی جی جو موجود تھے۔ کاروبار کی ذمہ داری حسب دستور خود اٹھائی تھی۔ وہ سنٹوش کو اس خوشی سے محروم نہ رکھ سکتے تھے..... کیونکہ انہی کی اس میں خوشی پوشیدہ تھی کہ اس کے ساتھ سنٹوش ضرور ہو۔ وہ سنٹوش سے والہانہ محبت کرتی تھی۔ کیونکہ نہ کرتی سنٹوش نے گڑھے سے نکال کر اسے اکاش کا چاند بنا دیا تھا۔

سب لوگوں نے خوب انجوائے کیا۔ آنے والا ہر شخص خوش تھا۔ اکثر لوگوں کا جانے کو جی نہ چاہ رہا تھا لیکن کارزار حیات کو سکوت نہیں ہے۔ زندگی کو ٹھہرا دینا نہیں..... زندگی متحرک ہی رہتی ہے۔ بھاگنے والے منزل تک پہنچ جاتے ہیں جو ذرا کے وہ کھلا جاتا ہے۔

آہستہ آہستہ لال محل مہمانوں سے خالی ہونے لگا تھا۔ ملازم محل کو نئے سرے سے درست کرنے کے لئے کمر باندھ چکے تھے۔ اس بنگلے میں محل میں بے ترتیبی اور بد نظمی سی پھیل گئی تھی۔ کوئی چیز اپنے مقام پر نہ تھی..... ہر چیز اشل جھل ہو چکی تھی۔

لان میں کرسیاں چھپی تھیں..... میٹھی میٹھی سوپ کا مزہ لیا جا رہا تھا۔ اٹنا اور سنٹوش پاس پاس بیٹھے تھے..... اس وقت کشمی دیوی اکیلی تھیں۔ سیوک رام آج کی دنوں کے بعد آفس گئے تھے۔ اس لئے موجود نہ تھے..... بچے اپنے ریش ماموں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے۔

کشمی..... ہمیں بھی اجازت دو جانے کی۔ سنٹوش نے کہا۔

اجازت..... واپس دہلی جانے کی..... یہ کیسے ہو سکتا ہے بھیا..... کشمی دیوی ایک دم اداس ہو گئی۔

بہنا..... تمہیں معلوم ہے کہ کاربار صرف ماتا جی سنبھالے ہوئے ہیں۔ اب جانا بہت ضروری ہے۔ سنٹوش نے مجبوری ظاہر کی۔

ہاں ہاں..... کشمی..... ہمیں چاہا جائے..... ماتا جی اکیلی ہیں۔ اٹھانے کہا۔

میں نہیں جانے دوں گی..... رہا س اکیلے رہنے کا..... تو ماتا جی عادی ہیں اکیلے رہنے کی۔ کشمی نے ٹال دیا۔

تمہاری بات بھی درست ہے..... پھر بھی اب کیا کریں گے وہ کر..... سنٹوش نے سنی اجازت چاہی۔

ابھی نہیں بھیا..... کچھ دن رک جائیے نا..... کشمی دیوی نے منت بھر۔ لمبے میں لہا۔

سنٹوش نے انہی کی طرف دیکھا..... جیسے اجازت چاہتی ہو..... اٹھانے سر کو جنبش دی۔

ابھی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ ریش دوں بچوں کو لے کر اگیا۔ جہانزی..... آج ٹیڈر دیکھنے چلیں۔ ریش نے درخواست پیش کر دی۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئے..... حالات دیکھو ہیں کشمیر کے..... سنٹوش کو کھنکھاہٹ۔

آپ کو حالات سے کیا..... رام جی کی گاڑی لے جائیے..... کشمی نے مسکرا کر کہا۔

کشمیر کا کیا ہے گا..... اس قدر قتل و غارت..... اف..... اٹھانے کانوں کو ہاتھ لگا۔ اب اس میں بھارت کا قصور نہیں ہے..... یہ کشمیری آزادی کا نعرہ چھوڑ کیوں نہیں

لے ڈگ بھرتا چلا آ رہا تھا۔

ہاں..... یہ رگو ہی ہے..... سنٹوش نے گہری نظر سے دیکھا۔

خستے سرکار..... لیکن اس کے ساتھ رگو پوری طاقت سے چونک گیا.....

رگو تم..... یہاں..... اُٹھا عالم حیرت میں اتر گئی۔

ہاں میں گو گو ہوں..... اور تمھارے بیوک رام جی کی چاکری کرتا ہوں۔ رگو نے ندامت

بھرے انداز میں تعارف کروایا۔

کہاں گئی تیری جوانی..... وہ اکثر..... وہ دوسری..... اُٹھا کو بات کرنے کا موقع مل

گیا۔

سب ختم ہو گیا..... شراب نے گھرتا کر دیا..... پتا ہی نہ ایک دن اس قدر لی لی کہ

پھر اٹھ نہ سکے اور امان الی کی رخصتی کے ساتھ ہی چلی گئی..... ایسا دل کا دورہ پڑا کہ وہ جانبر نہ

ہو سکی۔

اور آئندہ..... اُٹھا ایک دم بولی۔

آئندہ نہ شادی کر لی..... اور ملک سے باہر چلا گیا..... کو پتا پاگل ہو گئی۔ وہ پاگل خانے

ہے اور ملانے بھی کسی کے ہاں ملازمت کر لی ہے.....

اوہو..... اُٹھانے آنکھیں صاف کیں۔

very sad.....

ساری دولت تم لوگوں نے اڑا دی۔ وہ دولا کہ..... ریش میں بھی جرات کی۔

فارغ بیٹھ کر وہ دولت اڑا دی..... وہ ہی پیسے کام آئے جو آئندہ نہ باہر جانے کے لئے پتا

ہی سے وصول کئے۔ باقی سب شراب میں اڑ گئے..... بہت برا ہوا..... سنٹوش نے

ہیں..... "واٹا کو نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔

اُٹھا..... تم تو ویسی کی ویسی ہو..... بارہ سال پہلے کی اُٹھا سے بھی اچھی..... رگو نے

اُٹھ سے اُٹھا کے خوبصورت روشن چہرے کو دیکھا۔

اب تو ترس نہیں کرتے۔ سنٹوش نے کہا۔

اب کیا باقی رہا ہے..... بھگوان کا کرم ہے جو یہاں نوکری مل گئی ہے۔ رہنے کے لئے

بہت ہی..... روٹی بھی مل جاتی ہے۔ رگو نے تشکر آمیز نظریں کشمی دیو ی پڑا لیں۔

کو تپا کو کیا دکھا کہ ماجوس کو اس قدر تکلیف پہنچی.....

دیتے..... یہاں ان کو کیا تکلیف ہے۔ کشمی دیو ی نے ہلکے سگری۔

چلے نا چلیجی..... ریش نے اصرار کیا۔

چلتے ہیں..... سنٹوش نے مضامندی ظاہر کی۔

بابا..... اور چالی کو کہو بڑی گاڑی نکالے۔

واچانی نہیں ہے سرکار..... خائساں برتن اٹھاتے ہوا۔

کہاں ہے..... کشمی نے کہا۔

وہ صاحب کو لینے گیا ہے دیو ی جی..... خائساں برتن سینٹے ہوا۔

رگو نا تھ ہے.....

کشمی دیو ی نے کہا۔

رگو نا تھ ہے..... یہ یوں ہے۔ اُٹھا بری طرح چونکی..... سنٹوش نے بھی کان کھڑے

کر لئے.....

دید کی..... کہیں وہی رگو نہ ہو..... ریش سہم گیا۔

اس کے ساتھ ہی سنٹوش کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا..... اُٹھا اور ریش نے سنٹوش

دیکھا۔ بارہ سال بیت گئے..... تم دونوں بہن بھائی کے دل سے رگو کا خوف نہ گیا۔

رگو کو بھیجو بابا..... نہ چاہتے ہوئے بھی کشمی خس دی۔

وہ ٹٹائی لی کی گاڑی صاف کر رہا ہے..... کہہ دوں گا جاتے ہوئے بابا ہوا۔

یہ ٹٹا کون ہے۔ اُٹھا نے کہا۔

رام جی کے لئے والوں میں سے ہے..... کشمیر پر سروے کرنے آئی ہے۔ کشمی

نے تھکے تھکے انداز میں ایک لٹائی۔

مٹری اسے کچھ نہ کہے گی۔ ریش نے کہا۔

نہیں..... اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا..... حکومت کی اجازت سے آئی ہے۔

دید کی..... وہ دیکھو..... رگو ہی ہے..... دلی سے یہاں کیے آگیا۔ ریش نے

لان کے دروازے پر نظر ڈالی۔

سنٹوش جی..... یہ تو واقعی رگو ہے۔ کشمی نے بھی نظریں اٹھا کر دیکھا۔

نوکھا سزا..... بھگ پاجامہ..... کپلے کپلے میں بلبوس لمبی پلکے کی طرح گر

بکھرے اُڑا لے بال چھوئے ہوئے جس میں خاصیت تعداد شید بالوں کی تھی..... وہ

رگو..... یار کیا ہوا تمہیں..... یاد آ رہا ہے کوئی..... گامو گندہ کمرے کے پاس بیٹھ گیا  
کوئی نہیں گامو گس کو یاد کروں..... کوئی بھی تو نہیں ہے بس کو یاد کروں..... رگو کی  
میں چچ نکل گئی..... وہ گامو کی گود میں چہر اچھا کر تپ تپ کر رو دیا.....  
رو لے..... غبار وصل جائے گا..... اور طبیعت کو حسین مل جائے گی..... راجو نے رگو  
لے سر پر ہاتھ بھیرا.....

چند لمے دور دو تارہا..... بلک بلک کر..... تپ تپ کر  
گزرے لحوں کا زہر پائل اس کی روح کو ریزہ ریزہ کر رہا تھا..... دو تارہا تھا..... جو  
امی تھی..... آسمان کا تارہ بن گئی..... میں برا تھا۔ دھرتی کا ایک حقیر ذرہ بھی نہیں  
..... بلکہ گندی ہالی کا ریشتہ تھا۔ بیکڑا.....  
رگو نے سر اٹھایا..... اور گامو کے اطمینان بھرے چہرے کو بندھ دیا.....  
بتائے گا نہیں کچھ..... گامو نے مسکرا کر کہا.....

میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا..... صرف اتنا کہوں گا..... گامووں..... میں بہت برا  
..... گزرے وقت کی تنہیاں میرے وجود کو جلا کر راکھ کر رہی ہیں..... میرے اندر  
اٹھ جل رہی ہے..... میں جل رہا ہوں..... رگو نے جوش جذبات میں گامو کے شانے  
دور سے بچھنے..... اور سیدہ حلیت گیا..... جیسے اب سکت باقی نہ رہی ہو..... اس کی بڑی  
بڑی مٹی رچی تھی..... لیکن اب وہ بے سادہ تھا..... گامو اٹھا.....

کہاں جا رہے ہو..... رگو ایک دم سے چو کا.....  
تمہارے لئے قبولالے جا رہا ہوں..... شہریہ قبا اپنے سے طبیعت سنبھل جائے گی  
اجھا..... رگو نے صرف اتنا کہا اور کروٹ بدل لی.....  
اشٹابارہ سال بعد بھی ویسی ہی تھی..... بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین..... وہ سیدہ حاہو  
کر بیٹھ گیا اور گامو دوپ لے داخل ہوا.....  
اشٹابار..... قبا لے..... دل کو سکون تو ہوگا..... رگو اٹھ کر بیٹھ گیا.....  
لے گرم گرم حلقے سے اتار..... دیکھ لے..... میرے ہاتھ کا بنا ہوا قبا..... گامو نے  
اپ رگو کو تھامے ہوئے کہا.....

تیرا شکریہ کیسے ادا کروں گامو..... تیرے سوا اب میرا ہے ہی کون..... رگو کو ہمدرد گامو سی  
نظر آیا.....

چلو..... اٹھو..... کھیلو تم..... رمیش لے جاؤ ان کو..... کشمی نے رمیش  
کہا.....  
اشٹا خود نہ جانتی تھی کہ سچے اس قسم کی باتیں ہمدرد گوش ہو کر سنیں..... آؤ بچو.....  
رمیش نے آواز دی..... اور دونوں بچے بھاگ گئے.....  
کو بتا دیکھ لڑکے سے محبت کرنے کی تھی..... اس نے شادی کا بیان بھی کیا تھا.....  
مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ سدیش اچھا جوان نہیں ہے..... میں نے بہت راپینا کو بتا کر..... لگو  
وہ اپنی سند سے باز نہ آئی..... سدیش نے محبت کا جھانسہ دے کر کو بتا کی آبرو ریزی کی اور اسے  
گھر سے نکال دیا..... بس اس دن سے کو بتا نکل ہو گئی..... میں اکیلا تھا..... اس لئے  
کو پاگل خانے داخل کروانے کے بعد یہاں آ گیا..... جب بھی وہاں جانا ہوگا..... معلوم کر  
گا.....

بہت دکھ ہوا..... اٹھانے آنکھیں صاف کیں..... غم سے دل کٹ چکا تھا.....  
ہمیں پتہ نہ تھا..... کو بتا کو ملنے ہم جائیں گے..... اشٹا اور سنووش نے ایک ساتھ کہا.....  
ٹھیک ہے.....  
چند لمے ماحول افسردہ رہا..... غم پر رگو نے گاڑی نکالنے کو کہا..... نہیں یار..... اب  
افسردہ ہو گیا..... پھر سہی..... سنووش نے کھڑے ہوئے کہا.....  
آپ تیار کریں بابوئی..... یہ تو سدا اناروٹ..... رگو کے دیران چہرے پر  
اندوکی لاتعد اور لکیریں ابھر آئیں..... وہ زیادہ بوزھا لگنے لگا تھا.....  
اشٹا کو بہت دکھ ہوا..... وہ بڑی پڑمردہ کھائی دینے لگی تھی.....

اشٹا کو اس قدر حسین ترین سندھو دیکھ کر رگو کو اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی..... شراب  
نے اس کی کیا حالت کر دی تھی..... رات بھینک جا رہی تھی اور اس کی بے کلی میں اضافہ  
ہو جا رہا تھا..... ایک دم اس نے گردٹ لی اور جا رہا کی بری طرح لرز گئی..... بھگو  
..... اس نے ہاتھ کو پیشانی پر مارا اور اٹھ بیٹھا..... یوں جیسے سارے بدن کی تائیں کھٹک  
ہوں..... وہ بری طرح سسک اٹھا..... مجبور ہے بس، لاچار..... وہ سوکے سوگ  
گھٹنوں میں سر دے دو رہا تھا.....

ارے..... رگو..... کیا ہوا تمہیں.....  
سسکی کی کی آواز سن کر گامو پاکی آنکھ کھلی..... دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے

یہ تو ٹھیک ہے..... لیکن میری حیثیت ہی کیا ہے..... ایک آوارہ 'برگ' ناواں تیز اندھی جہاں مرضی اڑا کر لے جائے۔ کاندھے پر لٹکے رومال سے رگونے آنکھیں صاف نہیں۔

تم ایسا کیوں سوچتے ہو رگونہ تھ..... اب سے پہلے تو تم ایسے نہ تھے۔ وہ بالوں کو پشت کی جانب سمیت کر بونی۔

اب سے پہلے میں سب کچھ بھول چکا ہوں..... تمہیں دیکھ کر میرا ضمیر مجھے بچو کے مارنے لگا ہے۔ میں مر جانا چاہتا ہوں..... میں نے برا کیا ہے.....

دید ی..... رگونہ ایک دم چونک گیا۔

اور رگونہ کو دیکھ کر ریش کے تن بدن میں آگ سی بھڑک اٹھی۔

تم..... یہاں..... دید ی کے پاس..... ریش زبردست ریک انداز میں بولا۔

ریش..... یہ رگونہ..... چچا زاد..... اٹھانے ریش کو ڈانٹا۔

جاتا ہوں..... کیا اس کی شقاوت بھول گئی ہیں آپ..... کتنے ظلم کئے ہیں اس نے ہمارے ساتھ..... رگونہ خاموش تھا..... جیسے قوت گویائی سلب ہو چکی ہو.....

یہ سزا پا چکا ہے..... تم مت اس کے بارے میں کچھ کہو۔ اٹھا کورم آ رہا تھا اور دکھ ہی۔

ہنہ..... ریش اپنی دانست میں رگونہ کے وجود کو روکنا ہوا باہر نکل گیا۔

ریش کی بات کا براہ نہ مٹا رگونہ..... تمہیں معلوم ہے نا یہ امتی ہے۔ اٹھانے رگونہ کے

دل کو ریش کی وجہ سے صاف کرنا چاہا۔

جاتا ہوں..... ریش بھی درست کہتا ہے..... کس کس ظلم کا حساب دوں گا.....

بھگوان مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے..... میں اس حال کو پہنچا ہوں تو صرف اپنے پاپ کی وجہ سے..... میں پاپی ہوں۔

بھول جاؤ رگونہ..... بھگوان سے اپنے پاپ کی معافی مانگو..... وہ معاف کر دیں گے۔ اٹھا

نے رگونہ کی طرف دیکھا.....

میں کشمی سے کہہ کر تمہیں کوئی اور ملازمت پر رکھوا دوں گی..... اٹھا کورم پر بہت رحم

آ رہا تھا..... کہاں تو خود پانی نہ پیتا تھا..... اور اب ٹھاکر سیوک رام سے محل میں جھوٹے

برتن مانجھتا ہے..... وہ کبھی..... تم سے پیڑ پاش ہو گیا۔ کیا سوچنے لگی۔

بھگوان کو یاد کر پینگے..... وہ سب کے ہیں۔ گامو نے ایک لمبا سھونٹ حلق سے دیا۔

کیا کروں..... ماضی بھولتا نہیں ہے..... اٹھا پھر اپنا اچلا چہرہ لائے اس کے سامنے گئی۔

دیکھو..... اگر تو تمہارا ماضی خوبصورت اور سندر ہے تو یاد کرو..... اگر رونے دھونے والا ہے تو دھواں کرو..... وہ سے بھول جاؤ..... گامو نے لا پر وانی سے ہاتھ چمکا۔

سندر ماضی کہاں سے پار.....

تو پھر دغ کرو..... کیا بچا تھو دل جانے کا.....

گامو نے کپ قریبی میز پر رکھا اور لینے کے لئے اپنے بستر پر چلا گیا۔

ہاں..... تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ گامو کی بات سن کر رگونہ نے بھی سونے کی کوشش کی۔

گامو کی باتوں سے اسے کچھ کچھ تسکین تو ہو گئی..... لیکن وہ اٹھا کو نہ بھول سکا۔ آج سے پہلے ایسا تو نہ تھا..... کاش اٹھا کو نہ دیکھا ہوتا..... کیا کیا ہوئی تھلے بنایا کرتا تھا میں۔ سارے

خواب ادھورے ہو گئے۔

دوسرے دن دس کا عمل ہو گا..... اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سنتوش ریش اور بچوں کے ساتھ باہر گئے تھے..... کشمی دیوی ڈرائنگ روم میں مہمان عورتوں سے گپ شپ مار رہی تھیں۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز کمرے میں چل دیا۔

اس نے دست دی۔ آؤ..... کون ہے..... اٹھانے کتاب بند کر دی۔

نستے..... اٹھا دیوی..... رگونہ اندر داخل ہوئے نہایت عاجز انداز میں کہا

تم..... رگونہ..... کیسے آئے ہو۔ اٹھا کورم سامنے لگا۔

تمہیں ملنا چاہتا تھا..... برا تو نہیں لگا..... میرا اس طرح آتا..... وہ کچھ خوفزدہ سا ہ

گیا۔

نہیں تو..... بیٹھو..... اٹھانے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

نہیں..... میں تمہارے برابر نہیں بیٹھ سکتا..... تم اب بڑی ہو..... رگونہ نہایت

افسردگی سے بولا۔

نہیں رگونہ..... تم وہی ہو..... یہاں سب کو علم ہو چکا ہے کہ تم میرے چچا زاد ہو۔

بھائی ہو میرے۔ وہ بولی۔

وہ سنا ہے..... اور اس کے پاس زہر کی ایک بوتلی ہے..... جس سے وہ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے..... وہ ڈسنے سے باز نہیں آسکتا۔ سنٹوش نے بڑی محبت سے اُٹھا کو اپنے ہاتھ چھو لیا۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں..... چان سنٹوش..... سنٹوش نے اُٹھا کی طرف دیکھا۔  
ہاں دیدی..... جیجیجی بالکل ٹھیک کہتے ہیں..... رگو تو سنا ہے..... ڈسنا اس کی ماٹ ہے جیجیجی..... ریشم نے پوری طرح سنٹوش کی بات سے اتفاق کیا۔  
تمہارے من سے بھر نہیں نکلے گا..... بچے کہاں ہیں۔ اُٹھا کو ریشم کی مداخلت اچھی نہ لگی۔

بچے ڈرائنگ روم میں آرامی جی اور دیوی جی کے پاس ہیں..... جیجیجی بہت محبت کرتے ہیں بچوں سے۔ سنٹوش مسکرا دیے۔

ہاں..... کشمی کو تپتی تھی کہ تمام تعطیلات بچوں کو یہیں رہنے دیں..... اُٹھا نے کہا۔  
ہم خود بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتے..... ایک چھوٹی سی جنت ہے ہماری..... سنٹوش نے اُٹھا کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اور دوسرے لمحے ریشم باہر نکل گیا۔

سنٹوش جی..... اُٹھا نے کچھ سوچ کر کہا۔

فرمائیے..... وہ ہر تن گرو ہوئے بولا۔

اب کیا کرنا چاہتے..... رگو کو کچھ سے بات کرنے کی باتلے کی ممانعت تو نہیں..... اُٹھا نے شکر سانداز اڑا چاہا..... اگر وہ.....

اوہو..... یہی بھوت ابھی تک تمہارے دماغ پر سوار ہے..... سنٹوش جھلا گیا۔

میرا مطلب ہے کہ اب اس کو میرا علم ہو گیا ہے..... میں تو ڈر گئی ہوں..... اُٹھا کے من میں ماضی کا ظالم و جابر شرابی رگو کوٹھنے لگا۔

ارے بھئی..... اس نے کرنا کیا ہے..... میں تو یونہی جناب کو خبردار کر رہا تھا کہ وہ اہل اچھا نہیں ہے..... بس ذرا ملتے سے گریز کیا جائے.....

ٹھیک ہے.....

کھانا تیار ہے صاحب۔ گامونے پر دے کی اوٹ سے اطلاع دی۔

ہاں..... کچھ نہیں..... تمہاری نوکری کی بات کروں گی۔ اُٹھا نے پھر کہا۔  
اور کیا نوکری کروں گا..... پڑھا لکھا تو ہوں نہیں..... برتن نہ مانجھوں گا تو جو تے صاف کر لوں گا..... اور میں کچھ نہیں کر سکتا۔

وہ بڑا ایس لگ رہا تھا۔ اب جاذبہ..... میں تمہارے لئے سوچوں گی..... اُٹھا نے مطمئن کیا۔  
اچھا..... وہ کہتا ہوا ہار نکل آیا.....

رگو..... تم..... دونوں بچوں کے ہاتھوں کو تھامے سنٹوش دروازے میں ہی مل گئے۔  
وہ جی..... اُٹھا دیوی نے بلایا تھا..... میں..... سنٹوش کو دیکھتے ہی رگو کی نگلی بندھ گئی۔  
اچھا..... اچھا..... سنٹوش نے سر کو جھکا دیا..... سنور گود و بارہ جاتے رگو کو سنٹوش نے پکارا۔

جی سنٹوش جی..... گامو بااے چائے بخوالاؤ..... بڑی طلب ہو رہی ہے۔

بہتر سرکار..... رگو نے مودب آگے بڑھ گیا اور سنٹوش اندر داخل ہوئے.....  
اُٹھا دیوی..... رگو کو زیادہ من لگانے کی ضرورت نہیں..... بڑی ہر دوری ہو چکی ہے..... سنٹوش اندر جاتے ہی ترش روئی سے بولے۔

وہ خود آگیا..... میں نے تو اسے نہیں بلایا۔ اُٹھا نے غلط فہمی دور کرنا چاہی۔  
میں جانتا ہوں..... وہ جناب سے ملاقات کے بہانے تلاش کر رہا تھا..... اور گزشتہ زیادتیوں کی معافی مانگ رہا ہو گا۔ سنٹوش نے دھپ سے صوفے پر بیٹھنے ہی کہا۔  
بچو..... چلو ریشم ماموں کے پاس.....

دونوں بچے بھاگ گئے.....

اُٹھا نے دیکھا کہ سنٹوش غصے میں ہے..... اس لئے بچوں کے سامنے کچھ بھی مناسب نہ سمجھا

اب کہئے..... کیا ارشاد ہے۔ اُٹھا نے سنٹوش کے شانے پر اپنی تھوڑی رکھ دی۔

تم مجھے بڑی عزیز ہو..... اور اس لئے بھی کہ میرے بچوں کی ماں ہو..... میں اس شخص کے ہاتھوں تمہیں اور مصیبت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ سنٹوش نے اُٹھا کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔

اب تو وہ ختم ہو چکا ہے۔ کچھ نہیں رہا اس کے پاس..... اُٹھا نے افسردگی سے کہا۔



گاماندر آجاؤ..... بہتر سرکار..... گامو پر وہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

باہر کیوں کھڑے تھے..... اندر آ جاتے..... سنتوش بولا۔

ہم ایسا نہیں کرتے بابو جی..... بغیر اجازت نہیں داخل ہوتے۔ گامو نے مسکرا کر کہا۔

سنتوش نے حیرت سے اٹھا کی طرف دیکھا۔

کھانا گرہم سے سرکار..... دیوی جی اور رام جی دونوں بلارہے ہیں.....

چلو ہم آرہے ہیں۔ اُٹھنا۔ سنتوش کے ساتھ ڈرائیگ روم میں داخل ہو گئے۔

سنتوش..... بھئی بچوں کو چند دن اور رہنے دو۔ رام جی نے محبت سے اسے کو دیکھا۔

جی جاجی..... ان کی پڑھائی کا حرج ہو گا۔ اُٹھا مسکرا کر بولی۔

پڑھائی تو سیکے کر ہی لیں گے..... ذرا ان سے محل میں رونق رہے گی۔ کشمی دیوی نے

پیاری سی شیشل کو دیکھا۔

سنتوش نے اُٹھا کو دیکھا۔

جی جاجی..... آپ کا کہا سر آنکھوں پر..... لیکن میں اب پریشان سا ہو گیا ہوں۔

سنتوش نے کہا۔

پریشان..... کیسی پریشانی۔ سیوک رام کے ساتھ کشمی دیوی بھی چونک گئیں۔

رگمو کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔ کس موڑ پر سامنا ہو گیا ہے۔ سنتوش کو کسی قسم کے

تقصان کا اندیشہ محسوس ہوا۔

بھئی فکر نہ کرو..... ہمارے بچے ہماری نگرانی میں رہیں گے۔ اور ای خوشگوار ماحول میں

کھانا ختم ہوا۔

☆ ○ ☆

کچھ ماہ بعد کشمی دیوی کو قدرت نے ایک حسین ترین بیٹے سے نوازا..... راج کمار گول  
مڑل پیار اچھا تھا..... حسن کی لازوال دولت راجکمار نے اپنے پتا اور ملا سے وصول کر لی  
تھی..... راجکمار کی ولادت پر سیوک رام نے غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کو  
پکڑے، پیسے اور کھانا تقسیم کیا..... کشمی دیوی بہت خوش تھی۔ اس پر مسرت موقع پر  
برادری کے تمام لوگ بھی موجود تھے۔ سنتوش، اُٹھا اور بچے بھی موجود تھے..... بیٹی کے گھر  
میں اتنی بڑی خوشی ہو اور بیگم جواہر لعل نہ آئیں۔ سب لوگوں نے راجکمار کی صورت میں  
سکون اور اطمینان پایا تھا۔ بیگم جواہر لعل کو بھی گونا گوں تسکین اور اطمینان سا ہو چلا تھا۔ جو  
بات ان کو رات دن ناگ بن کر ڈس رہی تھی..... راجکمار کی پیدائش پر ختم ہو چکی  
تھی..... اب وہ اپنی لاڈلی بیٹی بیٹی کے لئے مطمئن تھیں۔

اس طرح کئی چاند ابرہے..... اپنی باتوں سے کائنات کو منور کرتے رہے۔ بھگوان  
نے بیٹے کے بعد کشمی دیوی کو پھر ایک بیٹی عطا کی..... لالہ سیوک رام کی مسرتوں کا کوئی  
لحاظ نہ تھا۔ بیٹی کی پیدائش پر انہوں نے جی کھول کر خرچ کیا۔ اکثر ہندو پنڈتوں نے کہا  
سیوک رام جی.....

فرمائیے..... پنڈت جی

سیوک رام ڈرائیگ روم میں بیٹھے دوسرے آنے والے مہمان سے بات کرتے  
ہوئے۔ بیٹی کے جنم پر اتنی خوشی کا اظہار..... ہمارے مذہب میں تو ایسا نہیں ہے۔ پنڈت  
جی نے اپنی ارزنی آنکھوں کو عجیب انداز میں گھمایا۔

خوشی یا غم کا اظہار تو کسی مذہب میں نہیں لاگو۔ پنڈت جی..... سیوک رام نے ایک  
ناگ دوسری ناگ پر رکھتے مسکرا کر کہا۔

میں مانتا ہوں..... لیکن آپ کو ہندو ہونے کے ناطے یہ بات زیب نہیں دیتی۔ پنڈت  
جی بیچیدہ ہو گئے۔

آپ کھل کر بات کریں..... میں سمجھا نہیں۔ سیوک رام کو حیرت ہوئی۔

بات یہ ہے کہ رام جی کہ ہندو مذہب میں لڑکی پیدا ہو..... اور اس قدر خوشی کا اظہار..... آپ نے تو حد کر دی رام جی..... رام..... رام..... مجبوراً پنڈت جی کو کہنا پڑا۔ اچھا..... میں سمجھا..... آپ درست فرماتے ہیں..... میرے نزدیک بیٹا اور بیٹی بھگوان کی ہی دیں ہے..... دونوں ہی اس کی عظیم نعمتیں ہیں..... تو پھر خوشی کا اظہار کیوں نہ کرو۔ سیوک رام کو پنڈت جی کی بات اچھی نہ لگی..... اس لئے وہ بڑی بے باکی سے کہہ گئے.....

اگر آپ کی بات درست ہوتی تو عورت کو حتیٰ کا حکم کیوں ہوتا..... پنڈت جی نے دلائل سے کام لیا۔

یہ سب ہمارے اپنے خیالات اور خود ساختہ رسومات ہیں۔ اپنی بنائی ہوئی سیوک رام ناگوار لگے میں ہوئے۔

آپ اپنے دھرم سے کیوں پھر رہے ہیں سیوک رام جی..... ہندو دھرم میں ناری کو کہاں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ناری تو ناری ہے..... پنڈت جی اپنی بات پر اڑے رہے..... سیوک رام شاید بہت آگے تہذیب و تمدن میں جا چکے تھے..... وہ پنڈت جی کی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ قصہ مختصر بات چاہئے پر ختم ہو گئی..... خانسماں نے معد لوزامات کے جب فرامی ڈرائنگ روم میں ان دونوں کے سامنے رکھی۔

حالات کا چکر چلا رہا..... موسموں کا تغیر و تبدل یونہی اپنے اپنے راستوں پر گامزن رہا..... کئی چاند ابھرے اور اپنی چاندنی دیکھ کر تاریک راتوں کو لٹاؤں بنا گئے..... مشرق کی گود سے ہر روز ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا۔ دنیا کے ہر نفوس کو کارزار حیات کے نشیب و فراز میں دھکیل کر روپوش ہو جاتا..... راجنکار اور رتن بھی اگر بیگورنس مس ایلچی کی سرکردگی میں بہترین تربیت پاتے رہے..... چنانچہ در سال بیت گئے..... راجنکار پورے دس برس کا اور رتن اس سے چار سال چھوٹی تھی..... چھ سال کی رتن کو منول بے حد پیاری..... جو بھی دیکھتا دل و جان سے چاہنے لگتا۔ دکش ضدو خال انار کی طرح سرخی جھلکتی رخساروں پر اس نے یہ سب کچھ کش دیو ی سے لیا تھا اور راجنکار بے حد توانا اور خوبصورت صحت مند بچہ تھا..... دیکھنے میں وہ بہو سیوک رام کا بچپن نظر آتا تھا۔

شام پانچ کا عمل ہو گا..... موسم قدرے ٹھنڈا تھا..... گورنس بچوں کو تیار کر کے لان

میں لے آئی..... ملازم خوبصورت آرائشی میز پر چائے اور انواع و اقسام کی اشیاء رکھ کر

نالی ٹرے واپس لے گیا تھا۔ رتن نے اوپر اوپر دیکھا اور گورنس کا ہاتھ چمڑا کر لان کے

بڑے دروازے کی طرف بھاگ گئی۔ رتی..... گورنس ایلچی نے ایک دم پکارا..... لیکن وہ

زیر چڑھ چکی تھی

مس ایلچی..... رتی کہاں ہے۔ کشی دیوی اور سیوک رام ایک ساتھ کر سیوں پر بیٹھ

گئے۔

اما..... رتی پوچھا آئی کے پاس گئی ہے..... میں بھی جا رہا ہوں..... راجنکار نے

جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

ٹھہرو..... نہیں جانا..... میں رتی کو بلائی ہوں..... کشی دیوی نے ناگواری کا اظہار

کیا۔

جانے دو بھئی..... درپن بھی ہمارا بیٹا ہے..... جاؤ بیٹا..... سیوک رام نے

پکارا.....

درپن ہمارا بیٹا نہیں ہے.....

راجنکار رک کر سٹنے لگا.....

کیا کہہ رہی ہیں آپ..... بچے کے دل میں دوسرے مٹا لے دیوی جی..... کیا درپن

میرا بھائی نہیں ہے..... وہ وہاں پلٹ آیا..... راجنکار رو طہ حیرت میں اتر گیا.....

آئیے..... ہم کرکٹ کھیلتے ہیں۔ گورنس نے راجنکار کو بازو سے پکڑا اور گراؤنڈ میں

لے گئی۔

تمہیں معلوم ہے کہ درپن کی ولہ تیر میری ہے۔ سیوک رام کو غصہ آگیا۔

معلوم ہے..... لیکن رام جی ولہ تیر کھینے سے درپن آپ کا بیٹا تو نہیں ہو سکتا.....

کشی دیوی نے دور سامنے گورنس کو راجنکار کے ساتھ کرکٹ کھیلنے دیکھ کر کہا۔

او..... یہ امتیاز تیروں بچوں میں تفرقہ ڈال دے گا۔ سیوک رام دوبارہ کر سی پر بیٹھ

گئے۔

آپ سمجھتے کیوں نہیں..... اگر درپن مسلم خون نہ ہو تا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

کشی دیوی نے پھر وہ فقرہ دہرایا جو ہمیشہ سے کہنی آئی تھی۔

یہ سب آپ کے اندر کا جو رہے..... ورنہ بات تو ایسی بات ہی نہیں ہے۔ سیوک رام

نہیں پو جاہاں..... بس ہی ٹھیک ہے۔ وہ بڑی رغبت سے سوسے کھاتی رہی۔  
چائے سے فراغت پاتے ہی رتن نے درپن کی طرف دیکھا۔ آؤ..... کیرم بھیلیں۔ وہ  
کری سے اترتے ہوئے بولی۔  
نہیں..... رتی..... میں اب پڑھوں گا..... درپن نے بنور اس سفید بھورے بالوں  
والی گڑیا کو دیکھا۔

میں تو نہیں پڑھتی وہ درپن کے پاس چلی گئی۔  
ترم چھوٹی ہو نا..... جب بڑی ہو جاؤ گی..... تو تم بھی پڑھا کر وگی۔ درپن نے رتن کے  
اچھے بالوں کو اپنے ہاتھ سے سمجھایا۔

پو جاہاں..... پڑھتے کیوں ہیں۔ رتن نے بڑی مصومیت سے پوچھا۔  
بیٹا..... پڑھائی جہالت دور کرتی ہے..... ان کتابوں میں علم ہے..... اور ہمیں علم  
حاصل کرنا چاہئے۔ پو جانے درپن کی ایک کتاب اٹھا کر رتن کو دکھائی۔  
ایک دم ملازمہ اندر آئی۔ رتی بی بی..... چلو بڑی بیگ صاحبہ بلاری ہیں..... ملازمہ  
نے رتن کے پاس جاتے کہا۔

ماما بلاری ہیں۔ درپن نے کہا..... وہ بھی دوسرے بچوں کی طرح ماما ہی کہتا تھا۔  
پو جاہاں..... رتی بی بی کو میرے ساتھ بھیج دو نا۔ ملازمہ بڑی عاجزی سے بولی۔  
نہیں جاتے ہم..... ہم بھیلیں گے درپن کے ساتھ..... رتن ایک دم درپن کے  
پاس کھڑی ہو گئی۔

پو جانس دی۔  
ٹھنکنا..... ترم جاؤ..... میں لے آتی ہوں۔ پو جانے درپن سے چپکی تیز سانس لیتی  
رتن کو بڑی محبت سے دیکھا۔

نہیں جاؤں گی پو جاہاں..... نہیں جاؤں گی..... وہ بھاگ کر صوفے پر چڑھ گئی۔  
ٹھنکنا..... ترم جاؤ..... میں لے آؤں گی..... ٹھیک ہے..... پو جانے کہا۔  
ہاں..... پو جاہاں..... ہم چھوڑ آئیں گے رتی کو..... میں جارہی ہوں۔ ٹھنکنا کہتی  
ہوئی پلٹ گئی۔

آؤ..... درپن کیرم بھیلیں۔ وہ کمرے کے ایک کونے سے کیرم گھینے ہوئی بولی۔  
درپن نے بڑی بے کسی سے پو جاکر طرف دیکھا..... جس کا مطلب تھا کہ میں کیا

نے کہا۔  
ایک دھڑکا سا ہے..... جو میری روح قفل کسے ہوئے ہے۔ کشمی دیوی نے غر حال  
ہوتے سر کو پشت کی جانب کر سی پر رکھ دیا۔  
Relaxes..... ختم کیجئے بات کو..... بتائیے ہماری گڑیا کہاں ہے۔ بیٹی کو ہمیشہ پیار  
سے گڑیا کیجئے تھے۔

وہ آتے ہی بھاگ گئی..... ابلی نے کہا کہ وہ پو جا کے پاس گئی ہے۔  
کشمی دیوی حسب عادت ناک چڑھا کر بولیں..... درپن کی وجہ سے ان پو جا بھی  
اچھی نہ لگتی تھی۔

ادھر ٹھیک سے دروازہ کھلا اور کام کرتے درپن چونک گیا۔  
پو جاہاں..... اُٹھ ہی آگئی..... درپن نے رتن کو دیکھ کر اپنی کتابیں سمیٹ لیں۔  
میری رتی آئی ہے۔ پو جا بچن سے باہر نکلے  
منہ سے پو جاہاں..... ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر رتن مسکرائی.....  
آؤ رتی..... ڈرائنگ روم میں..... پو جاہاں نے غضب کے سوسے اور نمک پارے  
بنائے ہیں..... درپن صوفے سے اٹھتے ہوا مسکرایا۔

جگ کھد رہے ہو درپن..... کیوں پو جاہاں..... وہ سرت سے بھر پور انداز میں بولی۔  
ہاں ہاں..... تم لوگ ڈرائنگ روم میں چلو..... میں چائے لاتی ہوں..... وہ واپس  
بچن میں داخل ہو گئی۔

رتن نے درپن کا ہاتھ پکڑا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دیئے۔ مجھے بٹھا دو نا  
درپن..... وہ کرسی کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

ہاں..... یہ لو..... ٹھیک ہے۔ درپن نے نہایت پیار سے رتن کو دونوں ہاتھوں سے  
تھام کر کرسی پر بیٹھا دو نا لکھاؤ..... سب تمہارے لئے ہے..... وہ سوسو کی ڈش رتن  
کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔

تم بھی کھاؤ..... وہ ایک سوسہ اٹھاتے بولی۔

ہاں ہاں..... میں بھی کھاؤں گا..... درپن نے ایک سوسہ اٹھایا۔  
لو پیٹا..... چائے لے آئی ہوں..... پو جانے ٹرے میز پر رکھ دی۔  
رتی بیٹی..... چائے پیو گی۔ پو جانے بڑے پیار سے کہا۔

جل میرے گھوڑے تک ٹک.... وہ دونوں ہاتھوں سے درپن کے بال پکڑتے ہوئے۔ نہ ہٹا.... تکلیف ہوتی ہے نا بال پکڑنے سے.... پوچھا.... میں زور سے نہیں پکڑتی نا....  
 وہاں پر سختی نرم کرتے ہوئی۔  
 کچھ نہیں ہوتا پوچھا.... اس کے پکڑنے سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ پوچھاں کو اطمینان کرنے لگا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ پوچھا رہے ہٹ گئی.... اور درپن بڑے محتاط انداز میں لان میں اتر گیا۔  
 یہ.... کیا بد تمیزی ہے.... گر جاؤ گی نا.... کچھ دیوی بری طرح تڑپتی  
 نہیں کرتی نا.... درپن تو گھوڑا ہے.... نہیں گراتا مجھے۔ وہ شانوں پر اچھلتے ہوئے ہوئی۔

گرا دے گا جانو.... کشمشی دیوی ایک دم رتن کو درپن کے کاندھوں سے نیچے اترا دیا۔ سیوک رام صرف دیکھتے رہے.... ان کو درپن کس قدر سلکھا اور سمجھ دار بچہ نظر آ رہا تھا۔ وہ ابھی سے دلکش شخصیت کا مالک تھا.... جب نوجوان ہو جائے گا تو نہ جانے کیسا ہو۔  
 تن کو اتار کر درپن چلا۔

درپن.... سیوک رام نے پکارا۔

جی ہاں.... وہ پلٹ کر بڑے مودب بچے میں بولا۔

نیٹھو جینا.... چائے پیو گے.... پاپا جانی.... ہم نے سموئے کھائے اور چائے بھی پی.... اور ہاں پوچھاں نے وہ.... وہ کیا ہوئی ہیں.... دسی پھلکیاں بھی بنائی تھیں.... درپن نے فوراً رتن کی مشکل آسان کر دی۔

ہاں.... یہی بی.... وہ کشمشی کی گود میں اچھلی

Very Good.... سیوک رام مسرت بھرے انداز میں بولے۔ اب اجازت ہے

.... درپن نے کہا۔

نیٹھو گے نہیں.... سیوک رام بولے۔

کام بہت ہے.... پوچھاں نے جلد آنے کو کہا تھا۔ وہ معذرت خواہی کے لہجے میں بولا.... وہ ذریعہ بچہ تھا.... کشمشی دیوی کا چہرہ اتار رہا تھا کہ اس کا دوجو نہیں ایک آنکھ نہیں

ہماتا۔ اچھا بھئی.... جیسا تم چاہو.... سیوک رام نے کہا۔

اور وہ صبر کرتا ہوا لٹ گیا۔

کھیل لو.... بچی ہے.... پوچھاں کہتے ہوئے درپن کی جگہ پر قائم رہ کر ہر لمحہ دیا۔ درپن میں جیتوں گی نا.... وہ گوت کو اپنی ناک انگلیوں سے ٹھوکر مار کر ہوئی۔  
 ہاں.... تم ہی جیتو گی.... تمہارا جیتنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ درپن محبت سے بولا.... درپن نے جان بوجھ کر گوت کو کون کے ساتھ نہ لکرایا....

اور رتن نے بڑی معصومیت اور سادگی کے ساتھ کوہن کو خانے میں ڈال دیا۔  
 میں جیت گئی.... میں جیت گئی.... پوچھاں میں جیت گئی.... وہ دالیاں بجاتی درپن کے پاس بیٹھتے ہوئے ہوئی۔

ہاں ہاں.... رتی تم جیت گئی ہو.... اور میں ہار گیا۔ درپن نے ہنستے ہوئے پوچھاں کی جانب دیکھا۔ پوچھاں بستی رسی  
 اس طرح بڑے ہی خوشگوار ماحول میں نصف گھنٹہ بیت گیا۔ اسے.... بہت وقت ہو گیا.... پوچھاں سانسے وال لاک کا کی طرف چونک کر دیکھا۔  
 درپن نے پوچھاں کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اور کھیل بند کر دیا۔ وہ پوچھاں کی آنکھ کا اشارہ جان چکا تھا۔

کیا ہو.... اب نہیں کھیلو گے۔ وہ ہاتھ روکتے ہوئے ہوئی۔ نہیں.... اب پھلتے ہیں.... وہ بڑی اپناہیت سے بولا۔

اچھا.... گھوڑا بنو.... میں تمہارے کندھوں پر بیٹھوں گی.... وہ حسب عادت درپن کے کاندھوں پر بیٹھنے کی فرمائش کرنے لگی۔

جینا.... گر جاؤ گی.... اب آپ بڑی ہو گئی ہیں.... پوچھاں نے رتن کی سیٹھ پیار سے کہا۔  
 کہاں بڑی ہو پوچھاں.... درپن تو مجھ سے اتنا بڑا ہے۔ وہ ہاتھ سے اپنا اور درپن کے قدم کا موازنہ کرنے لگی....

درپن گورا چٹا خوبصورت توانا بدن کا خوبصورت بچہ تھا.... اپنی تیرہ سالہ عمر سے قدم و قامت کہیں زیادہ نکال چکا تھا.... اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں ہر وقت رتن کی محبت کا عکس نظر آتا تھا۔ وہ اس کی کسی خواہش کو رد کرنا نہیں چاہتا تھا۔

آؤ رتی.... نیٹھو میرے کاندھوں پر۔ وہ پاؤں کے بل قائم رہ بیٹھ گیا.... پوچھاں نے رتی کو اٹھا کر درپن کے کندھوں پر بیٹھا....

میری صحت کیا خاک رہے گی.... جب یہ کشمیری مسلمان میرے سامنے پرورش پاربا ہے۔ وہ جھلا کر بولی۔

ایسا مت سوچیں.... درپن ہمارا ہے.... آپ اس کو کشمیری مت سمجھیں۔ سیوک رام نے اطمینان دلایا۔

میں صاف صاف کہے دیتی ہوں.... مجھے درپن ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ لکشی نے بڑی اگاری سے سر کو جھنجھکی دیا۔

مت ایسا سوچیں.... درپن جس ماحول میں پل رہا ہے۔ اب وہ کشمیری ہے نا مسلم.... وہ صرف ہندو ہے.... ہندو و حرم کا قلم ہے اس کا۔

میرا من مانے کو تیار نہیں ہوتا.... رام جی.... لکشی دیوی بڑی معذوری سے بولی۔  
دیوی جی.... درپن بڑا مبارک ہے دیوی جی.... اس کی وجہ سے ہمارے شیشاں حیات اپنا رخ روشن ہوا.... اگر یہ نہ ہوتا تو وہ آرزو گل رہتا.... ہم بے اولاد رہتے۔ سیوک رام نے درپن کی اہمیت کا اندازہ بتا دیا۔

جانے بھی دیتے.... یہ سب بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے رام جی.... کسی شخص کا امدادی حیات پر کوئی اثر نہیں پڑتا.... اپنے چہیون کے ساتھ اس قسم کی باتیں منسوب کر لینا سب سے زیادہ قیافہ کی چیز ہے۔

سیوک رام نے اضطراب سے بھرپور چہرہ دوسری طرف کرتے دور راہکار اور رتن کو دیکھا جو گورنر اہلی سے نہ جانے کیا بات تھا ہلا ہلا کر باتیں کر رہے تھے۔

سیوک رام نے پلٹ کر لکشی دیوی کو دیکھا.... ناگواری کے تاثرات اب بھی اس کی ذی بڑی بادامی آنکھوں میں جھلک رہے تھے اور سیوک رام کو اپنی بیوی سے بے حد محبت تھی۔

ہمیں درپن اچھا نہیں لگتا۔ وہ بیزار سی بولیں۔

کیا کریں.... ہم آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے۔

آپ درپن کو کہیں اور شفٹ کر دیں۔ وہ پھر حسب عادت فرعونیت پر اتر آئی۔

کیا مطلب ہے آپ کا.... یعنی کہ.... محل سے کہیں اور.... وہ چونکے....

ہاں.... پوجا اور درپن کو ساری گھر میں کہیں بھی.... بے شک اخراجات کی کمی نہ ہونے

لین۔

رتن درپن کے جاتے ہی گورنر اہلی کے پاس بھاگ گئی.... جہاں راہکار اس کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا۔

دیوی جی.... سیوک رام نے ارد گرد لگا ہیں گھمائیں کہ کوئی سن نہ لے۔ ویسے لہجہ ٹھنڈا اور پوشیدہ تھا۔

فرمائیے.... لکشی دیوی نے کرسی سے ٹیک لگائی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ درپن سے اکٹری اکٹری رہتی ہیں.... بلکہ بچپن سے اب تک آپ نے اس معصوم بچے کو قبول نہیں کیا۔ وہ بیوی کے لئے نرم رویہ ہی اختیار کئے ہو رہے تھے۔

وہ میرے محل میں رہ رہا ہے.... ابھی بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے قبول نہیں کیا۔ لکشی دیوی ہنسنے والے انداز میں مسکرائی۔

یہ کیا بات ہوئی.... یہ گھر اس کا بھی ہے.... وہ ہمارے بچوں کی طرح ہے.... سیوک رام کو اچھا نہ لگا۔

بچوں کی طرح ہے لیکن ہمارا بچہ نہیں ہے۔ لکشی دیوی ایک دم سیدھی ہو کر بولی۔

درپن سے اس طرح خائف ہونے کی وجہ؟.... وہ چونکے

آپ کو معلوم ہے.... وہ مسلمان ہے.... اس کی رگوں میں کشمیری خون ہے۔ ہم طرح مسلمان نے اتنے سال تحریک چلائی اور ایک علیحدہ ملک بنالیا.... کیا یہ نہ ایسا کر گئے.... لکشی دیوی نے دور کوئی گولہ پھینکے کی آواز سنی....

سیوک رام ہل گئے۔ یہ.... یہ سب کیا ہے.... مجاہدین جنگ کر رہے ہیں....

جتنا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ رات دن کے ہنگاموں نے جینا حرام کر دیا ہے۔

دیوی وطن پرست نظر آنے لگی تھیں۔

خیر.... اس طرح تشویش واپس نہیں ہو سکتا.... یہ تو ناؤٹ انگ ہے بھارت کا۔ وہ ہوا۔

.....

درپن بھی وہی ہے.... تھوڑی بہت تخریب کاری تو ہو گی.... اسی کا ہے۔

دیوی نے کہا۔

اپنے آپ کو ارد گرد کے غموں سے آزاد رکھیے.... اور کسی ٹین ٹین کو دل میں جگ

دیں.... صحت کا خیال کیجئے.... سیوک رام کو اپنی جتنی کی صحت کا بڑا خیال رہتا تھا۔

اس قے کو آپ چھوڑیں.... درپن کو اپنی مین شین مت بنائیے۔ وہ گھر کے ماحول کو اُنڈہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

بس آپ درپن کو ادھر آنے سے روک دیجئے.... کشمی دیوی نے دو فوک بات کہہ

نہیک ہے.... ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف دینا نہیں چاہتے.... آج ہی کوئی مناسب وقت دیکھ کر پوچھ کر منع کر دیں گے.... کھانا وغیرہ تو پہلے ہی علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ ادھر نہیں لے گا۔ ان کو بھی افسوس ہو رہا تھا۔

وہ سب علیحدہ ہے.... بس وہ جب ادھر آتا ہے.... مجھے اچھا نہیں لگتا۔

Do no worry.... ہم ان کو پوری طرح منع کر دیں گے۔ وہ تیز رفتاری سے اپنے کمرے میں چلے گئے....

کشمی دیوی نے سیوک رام کا موڈ آف دیکھا.... وہ سیوک رام کی ناراضگی بھی نہیں جانتی تھیں.... شوہر سے جتنی لگن تھی.... لیکن اپنے من سے مجبور تھیں.... مسلمانوں کی نفرت ان کی گھنٹی میں سما چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھی نہ جانے کیا کیا سوچتی رہیں۔

سیوک رام کے لئے یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی کہ ان کا وفادار دوست جس نے زمین کا انھار اکاش کا تار اُتار دیا.... اس کی دولت سے انہوں نے دہلی میں نام پیدا کیا۔ سری نگر میں لوگ اس قدر عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اگر ان کے گھر میں کوئی داخل ہو جائے جان لیواں لپکتا تھا۔ بلند خان کو معلوم تھا کہ بھارتی فوج اس کی جان کے درپے ہے تو اس نے اپنی جانیدار بہت جلد سیوک رام کے نام کر دی.... وہ اپنی آرام کر پر بیٹھے ماضی کو دہلاتے رہے.... بلند خان ان کا جگری دوست تھا۔ بلند خان کے ساتھ جتا ایک ایک لمحہ کسی قسم کی تصویر کی طرح ان کی دماغ کی سلائیڈ پر پر قص کر تا رہتا تھا۔ ماضی انہیں یاد آنے لگتا۔ یہ شب جب وہ کھانے کے لئے ڈرائیونگ روم میں جاتے ہی والے تھے کہ ملازم نے آکر اطلاع دی۔

رام جی.... خان جی آئے ہیں۔

ڈرائیونگ روم میں بٹھاؤ.... آ رہا ہوں.... اس کے ساتھ ہی وہ ڈرائیونگ روم میں چل

پہنچے.... بہت پریشان نظر آتے ہو۔ سیوک رام نے دیکھا.... بلند خان کے کیا بات ہے....

یہ.... یہ تو بڑی بات ہے دیوی جی.... ملٹری والے درپن کو مار دیں گے۔ سیوک رام کے اندر وہ سوسے جنم لیتے لگے۔

یہی تو بات ہے.... وہ کشمیری نظر آتا ہے.... ہندو نہیں.... کشمی دیوی نے بغیر دلائے کی کوشش کی۔

وہ اداس اور اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو گئے.... ان کے چہرے پر کسی رنگ نمودار ہوتے اور پھر دوسرے جگہ لے لیتے....

کشمی دیوی نے بغور اپنے رُحم دل بچی کی طرف دیکھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ درپن نے سیوک رام بہت محبت کرتے ہیں.... ایسا نہ ہو کہ راجا گار کی جائیداد کا نصف وہ درپن دے دیں.... درپن سے کشمی دیوی کو بہت سے خدشات تھے۔ وہ جب بھی سوچیں....

دور میں نظر سے سوچیں.... وہ دیکھ رہی تھیں کہ درپن اور تن آپس میں کس قدر مجھ کرتے ہیں.... یہ شک ہے کہ جن مبادہ کہ آئندہ کوئی مصیبت پڑنے کا امکان ہو سکتا ہے۔؟ کشمی دیوی نے لگائیں انھار کہ سیوک رام کی طرف دیکھا.... وہ خاموش ہاتھوں کو پیٹہ کی جانب باندھے چپ چاپ کھڑے تھے۔

آپ کیا سوچتے لگے ہیں.... کشمی دیوی نے دیکھا وہ پریشان لگ رہے تھے۔ جان من.... بڑا طویل سفر ہے.... آپ ابھی سے گھبرا گئیں.... وہ لاجت مجھ پر لپکتے ہوئے۔

کیا کروں.... رام جی.... میرے من کے اندر بڑے اندیشے جنم لیتے ہیں.... یہ لڑکیوں کیسے ہمارے لئے مصیبت کا باعث نہ بنے.... کشمی دیوی کی تیویاں چڑھ گئیں۔

یہ آپ کے دل کی آواز ہے دیوی جی.... حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ پر امن باپ کا بیٹا۔ وہ الفاظ میں زور لگا کر کشمی دیوی کو یقین دلانے لگے۔

ایسا ہو سکتا ہے رام جی.... پر امن تو تھا ہی.... وہ پھر بولیں دیوی جی.... درپن ہمارے بچوں کی طرح ہے.... وہ اپنے باپ کی طرح....

والا ہے۔ سیوک رام نے کہا۔

یہ بھی درست ہے.... رہی بات جائیداد کی بات تو بلند خان نے اپنے تحفظ کے لئے جائیداد آپ کے نام لگا دی تھی.... ورنہ ملٹری والے اس کے ساتھ ہی اس کی جائیداد قبضے میں کر لیتے۔

سیوک رام زوج ہو گئے۔

نہیں..... میں تمہیں معیت میں گرفتار ہوتے نہیں دیکھ سکتا..... ہم کشمیریوں نے تو ہان کے خزانے قبض کرنے ہی ہیں..... میں تمہیں کیوں اپنے ساتھ بھگینوں..... بلند مان کواپنے وقت میں بھی دوست کاس قدر خیال تھا۔  
تو چہرہ اب کیا کرتا ہے۔

تم یہاں مخصوص جگہوں پر دستخط کرو..... پہلے بے پردہ لو..... بلند خان نے کاغذات کا پلاسٹر کاوی پرچہ سیوک رام کے سامنے کر دیا۔ سیوک رام نے ایک ہی نظر میں سارا دھاوا زبردست حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ساری دولت اور جائیداد میرے نام کر دی تم نے..... اور تم..... بلند خان نے محبت سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

تم سے بہتر میری نظر میں اور کوئی شخص نہیں ہے..... نہ جانے..... میرے دل میں تمہارے لئے اس قدر احترام اور اعتبار کیوں ہے۔ بلند خان نے سیوک رام کو ساتھ لگایا  
یار..... ہماری دوستی کسی مذہب یا نعرے کی مرہون منت نہیں ہے..... دوستی تو بس دوستی ہے..... تم ہمیشہ کی طرح مجھے وفادار ہی پاؤ گے۔ سیوک رام نے بڑی محبت و چاہت سے بلند خان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

میرے پاس وقت نہیں ہے۔ وادی میں مجاہدین میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تمہاری جانی امید ہے..... اس کا خیال رکھنا..... لالو تا تمھ کو میں نے ہر بات سمجھا دی ہے..... باقی تم بہتر جانتے ہو..... اس کے ساتھ ہی وادی میں بھر دھاوا ہوا..... اور بلند خان محبت سے سیوک رام کے ہاتھوں کو چوم کر رخصت ہو گیا..... وہ افسردہ و گلیسر سے بلند خان کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

کاش میں تمہاری مدد کر سکتا میرے دوست..... جو میرے اختیار میں ہو گا وہ میں ضرور کروں گا..... تم مجھ سے ہمیشہ وفا کی امید رکھنا..... تم سے بے وفائی بھگوان سے بے وفائی ہو گی..... وہ اسی سوچ کے ساتھ جو تک گئے..... چند لمحوں میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

وہ کسی طور پر بھی درپن کو نہیں نکال سکتے تھے..... لکشی دیوی کی درپن کے ساتھ نفرت ان کو بڑی تکلیف دیتی تھی..... وہ بہت دن اسی اضرابیت میں مبتلا رہے۔ آفس میں بھی بس واجبی سا کام کیا۔ کوئی ادراک رکھنے والا ایسا شخص نہ تھا جس سے وہ مشورہ کرتے۔

چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

سیوک یار..... مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے..... میرا دل کہتا ہے کہ تم اپنی قوم مذہب اور طرز تمدن کو پس پشت ڈال کر میرا ساتھ دو گے۔

بلند خان بڑی غلت میں نظر آ رہا تھا..... اس کے جیتیز سانسوں کے زیر و بم سے کم خطرے کی بو آ رہی تھی۔

ہماری دوستی ان سب چیزوں سے بالاتر ہے یار..... تم بات تو کرو..... سیوک رام۔  
دونوں ہاتھوں سے بلند خان کے شانے دبائے۔

بہم دھاوے میں اب اور چچا کو ملنے کی گولی مار دی ہے.....  
اوہو..... Very Sad..... یہ کب اور کیسے..... سیوک رام بہت افسردگی سے گہوئے۔

چند دن گزرے ہیں..... میں دن کی روشنی میں تم سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا۔  
کیونکہ تمہاری پوزیشن خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ بلند خان جلدی جلدی کہہ گیا۔

اب کیا کرتا ہے۔ بلند خان کے ہاتھ میں فائلوں کا پلندہ دیکھ کر سیوک رام حیرت ہوئے۔ اب بہت کچھ کرنا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ سیوک رام کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔

یہ کیا ہے۔ سیوک رام نے کہا۔

یہ جائیداد کے کاغذات ہیں۔ تمہارے لئے لایا ہوں..... بلند خان نے اپنے درست کیا۔

پہلے بھی تمہارے کافی کاغذات میرے پاس ہیں..... تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اب میرا نہیں تمہارا ہے..... بلکہ میں اب سب کچھ تمہیں سونپنے آیا ہوں..... وہ فائلوں اپنے قریب کرتے ہوا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ سیوک رام ایک دم اچھلے۔

ملنے میرا پیچھا کر رہی ہے..... اور میں جانتا ہوں..... مجھے گرفتار کر کے زندہ نہیں چھوڑیں گے..... بلند خان گھبراہٹ کے عالم میں ہوا۔

تمہیں کئی مرتبہ کہا ہے کہ اپنے عزیز و اقارب کو لے کر میری حویلی میں بٹھ ہو..... لیکن تم سنتے ہی نہیں۔

ایک دم انہیں خیال آیا کہ دہلی جا کر سنتوش سے مشورہ کیا جائے اور اس طرح انہیں فیکٹر یاں بھی چیک ہو جائیں گی چنانچہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

رام جی..... سب سامان تیار ہو گیا ہے۔ ان کے ذاتی ملازم جو کاروباری دورے میں ہمیشہ ساتھ رہتا شکر نے موڈب ڈرائیونگ روم میں داخل ہو کر کہا۔

Good..... وہ بولے..... اور کشمی دیوی کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

رام جی..... اچانک دہلی جانے کا پروگرام بنا لیا آپ نے۔ کشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے..... اچانک خیال آیا کہ دہلی میں ٹھہرے کاروبار کو دیکھ آؤں۔ سیوک رام نے کشمی دیوی کا داس سر جھائے ہوئے پھول کی طرح چہرہ دیکھ کر کہا۔

مسٹر درمن سب سنبھالے ہوئے ہیں..... آپ کو کیوں فکر لاحق ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... اسی لئے تو سری نگر میں بیٹھا ہوں..... مسٹر درمن بہت فہیم ہیں۔ وہ بولے۔

نہ جانے کیوں رام جی..... ہم آپ کی جدائی سہہ نہیں سکتے۔ کشمی دیوی نے نیم لگا ہوں سے سیوک رام کو دیکھا..... اور سیوک رام اپنی چھینٹی بیوی کی دلربائی سے سا جان فریفتہ کر بیٹھے۔ جلد آ جاؤں گا..... میں چاہتا ہوں اب کارکنوں کی تنخواہیں بڑھا جائیں۔ وہ محبت سے بولے۔

ہائے رام جی..... جی نہیں سکتے آپ کے بغیر..... کشمی دیوی نے ادا سے دلربائی سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

دیوی جی..... اگر ہم اس سنسار میں نہ رہیں تو..... سیوک رام نے کہا۔

رام جی..... بھگوان نہ کرے..... ہم آپ کی ارتھی کے ساتھ ہی چاہیں بل ممر گے..... ہم جیون امر کر لیں گے۔ کشمی دیوی نے بے قرار منتظر انداز میں سیوک کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ جدائی تو ہمیں بھی منظور نہیں۔ مسکرائے۔

رام جی..... اس طرح تو ہم نہیں جاسکتے۔ بچوں کا ساتھ ہے تیاری بھی تو کرنا ہے سوچنے لگیں۔

دوسرے روز پھر کئی روز بیت گئے۔ یوں ہی افق کے درپے لال گوں ہونے لگے۔ ماحول لاپتہ صحر افضاؤں کے، خاموش اشاروں سے بغل گیر ہونے لگا۔ طائر جیڑوں میں شام کا نسیرا کرنے کی خاطر دریاؤں کے اوپر سے گزر کر اپنے گھروں کا رخ کرنے لگے۔ گنگا بہتی رہی۔ ہناکا وقار یو جی رہی..... یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا۔ میں بہاری بیت گئیں۔ کونٹیلیں نکل کر پھول بن گئیں۔ بچپن کی معصوم محبت حقیقی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ درپن کشمی دیوی کی عادات و اطوار کو اچھی طرح جان چکا تھا۔ اس لئے بچپن میں کہے گئے الفاظ ہمیشہ اس کی ساتھوں پر پھرا دیتے رہتے۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا شاید کبھی کبھ سوچ رہا تھا۔

پو جا..... درپن کو محل میں کم ہی بھیجا کرو..... سیوک رام خامے منتظر نظر آ رہے تھے۔ میں جانتی ہوں رام جی..... درپن محل کی طرف نہیں جائے گا۔ پو جا ایک دم بولی۔ اور وہ باہر سے آتے ہوئے ٹھٹھکا۔ وہ واپس پلٹے..... اور درپن کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر لوٹ گئے۔

پو جا.....

ہاں..... آگئے..... بہت دیر لگا دی۔ پو جا جری طرح چونک گئی..... شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ درپن سب کچھ سن لیتا۔ پو جا..... وہ پریشان سا قریب بیٹھ گیا..... اور معنی خیز لگا ہیں پو جا کے نرم و ملائم ہنرے پر ڈالیں۔

رام جی کی باتیں سن لیں تم نے..... پو جانے سے دیکھ کر کہا۔

سن لیں..... وہ لاہروائی سے صوفی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ یہ الفاظ بابا کے نہیں ہیں..... ماما کے ہیں..... بابا ایسے نہیں ہیں۔ بارہ تیرہ سال کے بچے نے سنی بڑی الجھن الجھا دی تھی۔



اپنے ہنسنے بولی۔

نہی..... دیوی جی نے اسے منع کیا ہے۔ پوجانے صاف صاف کہہ دیا۔

تو یہ بروں کی بات کیوں نہیں مانتا..... وہ شریر لکھے میں چنگی۔

ایکھا..... پوجاں..... مجھے ہی الزام..... ملانے کہا ہے کہ میں تم سے کوئی بات نہ

دن..... میں نہیں کروں گا۔ وہ جھلا گیا

تب کرتے ہو تم مجھ سے بات کہہ دیا کرو..... میں خود تم سے ہم کام ہوتی ہوں۔ وہ غر

ہ میں بولی۔

تمہیں تو کسی کا خوف نہیں..... بس تم مجھ سے مت بولا کرو۔ وہ ایک جھٹکے سے رتن

ہ دیوں کو ہناتے بولا.....

اوس اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی..... بری طرح گ۔ جاتی اگر درپن اسے تھام نہ

.....

بائے رام..... تم کہتے اچھے ہو..... رتن نے نہایت پیار سے درپن کے شانے پر بوسا

اپنا جاسکر اگر دوسرے کمرے میں چل دی۔

زیادہ بے شرم نہیں ہو گئی تھی۔ درپن نے مسکرا کر رتن کو اپنے بازوں کے حصار میں لے

..... آؤ کھانا کھائیں۔

پلو..... اور دونوں ڈرائیگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

پوجانے ایک پلیٹ رتن کے سامنے رکھی اور دوسری درپن کے سامنے رہنے دیکھنے پوجا

..... میں درپن کے ساتھ ہی کھائوں گی۔ وہ جواب کا انتظار کئے بغیر ہی درپن کے ساتھ

مانے لگی۔ پوجانے رتن کا وہاں نہ دیکھ لیا تھا..... اس کی محبت بڑھتی جا رہی تھی.....

اس کی کا خوف نہیں رکھتی تھی۔ سیوک رام صرف کلشی کے خوف سے اسے محل میں آنے

..... لئے روکتے تھے۔ ورنہ درپن کے ساتھ ان کی مکمل ہمدردیاں تھیں..... درپن میرا

..... میرا واحد آخری سہارا..... پوجاں..... کیا سوچ رہی ہیں۔ ایک دم کھانے

..... ہاتھ بنا کر درپن نے کہا۔

..... تم کھاؤ..... صبح ناشتہ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا تھا..... پوجانے بغور

پہن کی آنکھوں میں جھانکا..... اس کی نیلی آنکھیں اپنے اندر جیسے کشمیر کی پوری تاریخ سو

..... تھیں۔

میرے چاند..... تم او سر ہی رہا کرو..... نہ جایا کرو..... وہ بڑے مستابھرے انداز

میں درپن کی پیشانی پر چوم کر بولی۔

میں کب جاتا ہوں..... رتی لے جاتی ہے..... مجبور کرتی ہے مجھے۔ وہ عاجزانہ انداز

میں بولا۔ جیسے رتن کے سامنے بے بس ہو۔

بس اب رتی کا کہنا بھی نہیں مانتا..... چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

ٹھیک ہے..... پوجاں اس بات میں کیسے ٹال سکتا ہوں۔ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

چلو کپڑے تبدیل کرو..... میں کھانا لگاتی ہوں۔ وہ کچن کی طرف چل دی۔

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا.....

درپن..... وہ بری طرح ہڑ بڑا گیا..... جب رتن نے اس کے کان میں اسے آواز دی

..... اور اس کے ساتھ ہی فزقی قبضوں کی جیسے برسات ہو گئی۔ وہ پونچکا سا اس ساحرہ کو

دیکھتا رہا..... جس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ پندرہ سولہ سال کی حسین و جمیل رتن ہمیشہ

سے درپن کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔

کیوں نہیں رہی ہو..... کوئی جو کر دیکھ رہی ہو۔ وہ دلچسپی سے دیکھتا ہوا بولا۔

تمہیں ڈرا دیا میں نے..... اور تم جو کمرے میں ہو..... وہ ہنسنے ہوئے بولی۔

میں تو تم سے ہمیشہ ڈر رہا ہوتا ہوں۔ وہ جیسے خواب میں بولا۔

کیا بات ہے..... آج تمہاری باتوں میں شوفی نہیں..... ست دکھائی دے رہی

ہو..... وہ حیرت سے بولی۔

کوئی ایسا بات نہیں۔ وہ سادگی سے بولا۔

پھر بھی..... وہ درپن کی چچی چچی باتوں سے کچھ کچھ اندازہ لگا چکی تھی۔

کچھ نہیں ہے رتی..... جا کا پناہ نام کرو..... یہاں نہ آیا کرو۔ وہ جیسے جھلا کر بولا۔

ارے واہ..... ایسے چل جاؤں..... جلدی بناؤ کیا بات ہے..... وہ اچھل کر میز پر بیٹھ

گئی..... اور جو تاجہ کرناؤں درپن کی گود میں رکھ دیئے۔

یہ کیا..... پاگل ہو..... وہ رتن کی شرارت سے مسکرا دیا..... اور اپنی گود کی طرف

اشارہ کیا۔

آؤ بیٹے..... پوجانے رتن کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی۔

پوجاں..... آج اس کا منہ کیوں پھولا ہوا ہے..... جھگڑا ہو گیا اس کا کسی سے۔ وہ بولی

کو تم تو کھا تا رہا..... لیکن سو نیا تکلف سے کام لیتی رہی..... سو نیا کے لئے دلچسپی کا مٹ صرف اس وقت آتا ہے..... وہ اسے کو پسند کرتی تھی اور اسے رتی کو۔ رتن کو گو تم ہی دل و جان سے پسند کرتا تھا۔ رتن کا درپن کے ساتھ اس قدر بے تکلفانہ انداز کو تم کو اہل پسند نہیں آتا تھا لیکن یہ اس کو علم تھا کہ آئی کشمی کبھی بھی درپن کو رتن کے لئے پسند نہیں کریں گی..... ایک طرح سے درپن سیوک رام کا ملازم ہی تو تھا۔ بالکل اب تو سیوک رام کے تمام اندرونی بیرونی کام درپن نے سنبھال لئے تھے اور سیوک رام کو اکثر محل میں رہتے.....

کشمی دیوی کو یہ بات بڑی شاق گزرتی کہ درپن کو سیاہ و سفید کالک مایک کیوں بنا دیا ہے۔ یوک رام نے اپنی چیچتی جتنی کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہا۔

میں زیادہ کام نہیں کر سکتا..... طبیعت ٹھیک نہیں رہتی..... وہ بوسے میں جاتی ہوں رام جی..... آپ زیادہ کام نہیں کر سکتے..... میرا تو صرف یہ مقصد ہے کہ درپن کو سب اختیار کیوں دے دیئے ہیں..... کشمی دیوی اپنی جیتی سادھی کو سنبھالتے یوک رام کے قریب بیٹھ ہوئے بولیں۔

اس لئے کہ وہ سب کام احسن طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔ سیوک رام نے جو اس کا ان کشمی دیوی کو تھا دیا۔ اگر کل ساری دولت پر قابض ہو گیا تو..... کشمی دیوی کے اندر اندیشہ جنم لے رہے تھے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی اپنی کافی جائیداد ہے۔ سیوک رام اٹھتے ہوئے بولے۔ ہو سکتا ہے..... جب وہ مختار محل ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔

وہ مختار محل نہیں ہے..... ساری جائیداد میرے نام ہے..... تنک اکاؤنٹ میرے نام اور میرے دستخط کے بغیر کوئی رقم نہیں نکلا سکتا..... سیوک رام نے کشمی دیوی کو اندیشہ ختم کرنا چاہا۔

وہ بڑا ہوشیار اور چالاک ہے۔ بالکل بے پناہ اور کالک مایک بھی..... کشمی دیوی نے

آپ بے فکر رہیں..... وہ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتا..... وہ دھوکے باز نہیں ہے۔ تاک رام نے مطمئن کرنا چاہا۔

کچھ تو ہے ماں..... میں دیکھ رہا ہوں..... آپ نے ابھی تک ایک لقمہ بھی نہیں لیا وہ پلیٹ میں رکھا سائیں دیکھ کر بولا۔ اور وہ کھانے جا رہی تھی.....

درپن..... وہ دو ٹوک چڑانا..... بڑے مزے کی پھلیاں بنائی ہیں پو جاہاں..... غصہ کے کھانے بناتی ہیں..... وہ پھارے لیتی ہوئی درپن سے بولی..... لو..... تمہیں تو بس کھانے کی ضرورت ہے..... اور کچھ نہیں..... درپن نے کر دیکھا..... اور دو ٹوک اس کے سامنے رکھ دیا..... او ہو..... بیجا مت روگو..... یہ وہ پھلیاں میں بنائی اس کے لئے ہوں..... رتی پسند کرتی ہے نا..... پو جانے بے پناہ محبہ سے کہا۔

سن لیا..... سب میرے لئے ہے..... وہ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولی..... ذرا ہوش سے رتی بیگم..... پیٹ تو اپنا ہے..... وہ ہنستا ہوا بولا۔ پو جاہاں..... مجھے نظر لگا ہے گا..... اسی وجہ سے تو کھایا نہیں جا رہا..... وہ ایک بڑا چیخ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

اس سے کھایا نہیں جا رہا نا..... صبر سے کام لو..... رتی..... سنتے ہی درپن کا شکاف قہقہہ بلند ہوا..... پو جاہی دونوں کی ہنسی میں شریک ہو گئی۔

اچھا..... تم یہاں ہو..... رتی کی بچی..... ملے جلے کئی قہقہے بلند ہوئے..... گوتم..... سو نیا..... اور حردی سے سنسٹو کا بیٹا ہے بھی آیا ہوا تھا..... تینوں اندر د ہوئے۔ اے..... تم کب آئے..... درپن ایک دم کھڑا ہوا۔

ابھی.....

اچھا..... درپن حیرت سے بولا۔

آؤ سو نیا..... وہی پھلیاں کھاؤ..... رام قسم پو جاہاں نے غصہ کی بنائی ہیں۔ تمہارے ہاتھوں سے بچیں کی تو یہ لوگ کھائیں گے۔ درپن نے پھر چیخا..... پو جاہاں..... وہ پھر احتجاج کرنے لگی۔

خاموش رہو..... میری بیٹی کو مت ٹوکنا کرو..... پو جاہاں نے غصہ کر درپن کو ڈا

..... آؤ سو نیا..... گوتم آ جاؤ..... جلدی جلدی رتن نے سب کے سامنے پلٹیں رکھ دیں نہیں..... رتی..... ہم کھانا کھا کر آئے ہیں۔

اشارہ کیا۔  
 شکر یہ..... وہ پیٹتے ہوئے بولے.....  
 پہلے..... فرمائیے..... چھوٹا چلا گیا جائے..... سیوک رام نے قریبی میز پر کال تیل  
 پر انگلی رکھ دی.....  
 سرکاری ملازم حسب دستور ہاتھ باندھ کر داخل ہوا۔ سیوک رام نے کھپت رائے کی  
 جانب دیکھا۔ کشمیری قبوہ ٹھیک ہے..... وہ بولے۔  
 کیا بات ہے کشمیری قبوے کی..... کھپت رائے نے دلچسپی کا اظہار کیا۔  
 چندر..... کشمیری قبوہ لے آؤ..... اور ساتھ خشک میوا بھی۔ سیوک رام نے چندر  
 سے کہا۔  
 بہتر رام جی۔ چندر واپس لوٹ گیا۔  
 اب فرمائیے۔ کس لئے آتا ہوا..... یہ خیریت تو ہے نا..... سیوک رام گھبرا  
 سے گئے.....  
 ارے سب ٹھیک ہے..... آپ کوئی چٹانہ کریں..... پہلے بتائیے آپ یعنی کہ نصیب  
 دشمنان کی طبیعت کی ناسازی کا کیا بنا..... کھپت رائے حسب عادت بڑی خوشامندانہ  
 انداز میں قہقہہ لگا کر بولے۔  
 بھگوان کی دیا سے ٹھیک ہوں..... سیوک رام بڑی اچھی طرح محبت اور پر خلوص لہجے  
 میں بولے.....  
 بھگوان کا کر م ہے..... میں نے سو چار ام جی سے ملے بہت دن گزر گئے آج ہی ہو آؤں  
 تو اچھا ہے۔ کھپت رائے نے کہا۔  
 کر م تو اڑی ہے آپ کی..... جو ہماری یاد آئی۔ سیوک رام غصہ دے۔  
 ابی..... یاد تو آپ کی ہمیشہ سین میں رہتی ہے..... بس وقت آؤے آجاتا  
 ہے..... آج ہی نہیں ہوتا..... آج ضروری ملنا تھا۔ وقت ٹال کر آگیا۔  
 زبے نصیب..... کھپت رائے صوفے پر پہلو بدل کر بیٹھ گئے۔  
 کیئے..... سیوک رام دل میں شکر ہو گئے۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ وہ سوچنے لگے.....  
 گویا کھپت رائے کا آنا کسی حد سے کم نہ تھا۔  
 آپ کو درپن نے کچھ نہیں بتایا۔ کھپت رائے کے چہرے پر اصرار دیکھ کر سیوک

خیر..... آپ راجی کو تمام کام سونپ دیں..... درپن کو صرف ایک معمولی تنخواہ  
 ملازم ہی رکھیں۔  
 راجنکار کو پیار سے سب اہل خاندان راجی ہی کہتے تھے۔  
 راجی اسی قابل نہیں ہے۔ سیوک رام بولے.....  
 کشمیری دیوی خاموش ہو گئیں..... سیوک رام کئی دنوں سے صاحب فرما رہے تھے.....  
 ایک عرصے سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے..... اب ہر صبح کی وجہ سے مرض بڑھ  
 رہا تھا۔ بڑے بڑے قابل ڈاکٹروں کا علاج ہو رہا تھا۔ طبیعت بگڑتی جا رہی تھی۔ کچھ دنوں  
 انگریز ڈاکٹر بہتری لورنس کا علاج جاری تھا..... جو حال ہی میں برطانیہ سے آیا تھا۔ اس  
 علاج سے سیوک رام کو خاصہ فائدہ تھا۔  
 ایک دم کال تیل پر سیوک رام چونک گئے۔  
 رائے صاحب..... خیریت..... سیوک رام نے ایک دم اٹھتے ہوئے کہا.....  
 ریسور کان کو لگایا۔ کشمیری دیوی نے آنکھیں پچھلایں..... آجائے..... میں شکر را  
 گا۔ سیوک رام نے ریسور رکھ دیا۔  
 رائے صاحب کیا کہہ رہے تھے۔ کشمیری دیوی نے استفسار کیا۔  
 بڑی غلٹ میں تھے..... معلوم نہیں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔  
 عجیب عجیب خبریں لے کر آتے ہیں چاہا..... رائے کشمیری دیوی لا پر وہی سے ہا  
 سیوک رام پلٹ سے اتر کر جوت پینے لگے۔  
 جا رہے ہیں..... کشمیری دیوی نے سازش کا پلڈہ رست کیا۔  
 ہاں..... کھپت رائے سے ملنا بہت ضروری ہے شاید..... سیوک رام نے کھانہ  
 طرف نظر دوڑائی۔  
 شب کے آٹھ بج رہے ہیں..... یہ کوئی وقت ہے بھلا۔ کشمیری دیوی کو یہی عادت تھی  
 رائے کی ناپسند تھی۔ بے وقت آمد ہوتی تھی ان کی۔ کوئی خاص بات ہوگی..... یوں ہی  
 نہیں کیا انہوں نے۔ سیوک رام (چادر) دو شالہ کا نہرے پر رکھے ڈرائنگ روم کی طرف  
 بڑھ گئے۔  
 نمستے..... سیوک رام کو اندر قدم رکھتے ہی کھپت رائے اب سے کھڑے ہو  
 نمستے..... خیریت تو ہے۔ سیوک رام نے سامنے صوفے کی طرف

کیا..... رائے چاچا..... وہ چھوٹا سا دلہ کھول کر حیران رہ گئی.....  
کل بیٹے..... باہر مٹھی ہوں گی باہر..... درپن کے ساتھ..... سیوک رام نے یاد  
ہاں..... چپا..... مٹری نے ہماری گاڑی روک لی تھی۔ وہ چونک کر بولی۔  
..... وہ خود بڑبڑا گئے۔

کیا..... وہ میجر بھون سنگھ..... جو اکثر آیا کرتے تھے..... رتن نے یاد  
..... گزشتہ دنوں ان کی ڈپٹی ڈوڈھ میں تھی۔ سیوک رام کو یاد آیا۔  
رام رام رام..... بڑا خالام ہے..... کشمیریوں کو جن جن کر مارا ہے۔ کھیت رائے  
ہانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کے انداز میں ہاتھ جوڑے۔ ان کی گاڑی روکنے کا مقصد کیا  
..... وہ گہری سوچ میں مصروف ہو گئے۔ سیوک رام نے کہا۔  
درپن کے روپ میں اسے..... سیوک رام نے ہاتھ کے معمولی اشارے سے کھیت  
نے کو خاموش رہنے کو کہا..... وہ شاید رتن کے سامنے کوئی بات نہ کرنا چاہتے تھے۔  
ہاں..... اس نے درپن سے کہا تمہارے پتا کا نام کیا ہے۔ کہیں بلند خان تو نہیں..... پھر  
ہاں نے کیا کہا..... وہ اضرابیت کے ساتھ بولے۔

درپن نے کہا..... نہیں سیوک رام! میرے بابا ہیں..... وہ بولا..... تم جھوٹ  
..... تم جھوٹ بلند خان کے بیٹے ہو..... درپن نے کہا..... میں کسی بلند خان کو نہیں  
..... اس کے ساتھ ہی درپن نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔  
ہاتھس جاؤں..... وہ بڑی جلدی میں نظر آ رہی تھی۔

ہاں ہاں..... جاؤ..... وہ سیدھی ہرنی کی طرح چوڑیاں بھرتی درپن کی طرف جانے  
..... لڑنے کی طرف بڑھ گئی۔  
رامی..... یہ لڑاکا آپ کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہ کرے۔ کھیت رائے کے انداز میں  
..... سی پانی گئی تھی۔

درپن کے بارے میں زیادہ لوگوں کو علم نہیں ہے..... دراصل وہ بھون سنگھ اس کیس  
..... غریب واقف ہے۔

بلند خان کو جانتا ہو گا کھیت رائے نے قیافہ لگایا۔

اس کی گولی سے بلند خان قتل ہوا تھا..... اس نے ٹھان لی تھی کہ بلند خان کے گھر والوں.....

رام اور ابھی پریشان ہو گئے۔  
نہیں..... درپن نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ سیوک رام چونکے  
اپنی بیٹا بھی ساتھ تھی..... وہ آگئی..... رتی بیٹا..... کھیت رائے اچانک رتن کو  
اند آتے دیکھ کر اچھلے.....  
منسے رائے چاچا..... وہ حسب عادت بولی۔  
جیتی رہو..... جیتی رہو..... سسکی چیون رہے..... کھیت رائے نے رتن کے سر  
پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

چپا..... رتن نے سیوک رام کے گلے میں اپنی کول نازک بانٹیں ڈال دیں۔ کوئی  
فرمائش ہے..... پیسے چاہئیں..... سیوک رام نے محبت سے کہا۔  
چپا..... شاپنگ کے لئے جانا ہے..... دیوالی آ رہی ہے نا..... وہ ایک ہی سانس میں  
بولی۔ سیوک رام ہنس دیے۔  
پٹا کی جان..... ماما سے لے لو..... جتنے بھی درکار ہیں..... وہ مسکرا کر بولے۔  
چپا..... ماما نہیں دیتیں نا..... آپ دے دیں..... وہ صراصر کرنے لگی۔  
ایسے کرو..... درپن سے لے لو..... وہ بولے.....

وہ..... وہ ماما سے بھی زیادہ کجس ہیں..... بس آپ میرا اکاؤنٹ میرے نام منتقل کر  
دیں۔ وہ پیار سے سیوک رام کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔  
ہو جائے گا..... اب تو درپن تمہاری ضرورت پوری کر دے گا..... وہ رتن کو یقین  
دلانے ہوئے بولے۔

میں آپ کا نام لوں گی..... آپ جانتے نہیں ہیں..... وہ کس قدر کجس ہے.....  
ایک ایک پیسے کا حساب کرتا ہے..... کہتا ہے حلال کا پیسہ ہے..... وہ منہ بوسے بولی۔  
بیٹا..... ٹھیک کہتا ہے..... تمہیں معلوم ہے..... کتنی محنت کرتا ہے..... میں تو  
اب کچھ نہیں کرتا..... دیکھو فارغ ہی رہتا ہوں..... سیوک رام درپن کے احسان منہ  
نظر آ رہے تھے۔

ہاں بیٹا..... بھائی کی طرح فضول خرچ نہیں ہے..... رتن نے اقرار کیا ہو جیسے۔  
رام جی..... اپنی بیٹا کو علم ہے..... بتاؤ نارتی بیٹا کل کیا ہوا تھا۔ کھیت رائے شاید  
انتظار کرتے تھک چکے تھے۔

درپن میرے ساتھ شملک ہے..... اس کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ سیوک رام نے۔  
اسی لئے تو میں کہتا ہوں..... شفت ہو جائیے..... سفید محل میں سری نگر میں سو خنصرہ  
نی خطرے۔

نہ جانے کشمیر کے حالات کب درست ہوں گے..... سیوک رام نے کہا۔  
حالات نہیں درست ہوں گے..... مسلمان نگیر پیٹ رہے ہیں کہ کشمیر ہمارا ہے.....  
حالانکہ..... اس پر ہمیشہ سے قبضہ ہمارا رہا ہے۔ کشمیر تو بھارت کا انوٹ انگ ہے۔ ہندو ہی  
دارت ہیں..... نکھیت رائے نے اپنے الفاظ میں زور لگایا۔  
ادھر کشمیری یہ کہتے ہیں..... کشمیر ہمارا ہے..... آزاد کرو..... اس پر مسلمان بھی  
بڑے عرصے حکمران رہے ہیں۔ سیوک رام نے کہا۔

مسلمان وراثت میں نہ چھوڑ کر مرے..... اس کے اصل حق دار تو ہم ہیں.....  
کاب سنگھ نے ہنسنے لاکھ سکھ ٹانگ شاہی (روپے) کے عوض انگریزوں سے لیا تھا۔ نکھیت  
رائے نے جیسے اپنا حق جتا دیا۔  
یہ رقم تو معمولی تھی..... انگریزوں نے تو کلاب سنگھ کی وفاداری کے عوض کشمیر ہزارہ  
کو بھارتی علاقے بخش دیئے تھے۔ سیوک رام نے کہا..... ان کو نکھیت رائے کی بات میں  
حقیقت کا پہلو نظر آیا۔

زبردست دھماکا ہوا..... اور دونوں بری طرح چونک گئے۔  
دیکھا..... یہ سب مجاہدین کی شرارت ہے..... میں تو کہتا ہوں کہیں آئے کے ساتھ  
نہیں نہ پس جائے..... دہلی چلے جائیے..... نکھیت رائے لرزے ہوئے بولے۔  
سوچتے ہیں..... وہ بولے۔  
سوچنے میں وقت گزر جائے گا۔ بچوں کو لے کر نکل جائیے۔ نکھیت رائے نے پھر اصرار  
کیا۔

میں خیال ہے میرا..... سری نگر کو چھوڑنا ہی پڑے گا.....  
ہاں..... ہانگل ہانگل..... چھوڑ دیجئے..... نکھیت رائے نے دونوں ہاتھوں سے  
چھوڑنے کا پھر پورا اشارہ کیا۔

کو جن جن کر مارے گا..... ایک نہیں رہنے دوں گا..... سیوک رام افسردہ ہو گئے  
فطری طور پر وہ رحم پر دور تھے..... وہ ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔  
میرا خیال یہ بلند خان کی نسل سے صرف اب درپن زندہ ہے۔ نکھیت رائے کا  
معلومات کو ظاہر کیا۔

یہ تو ٹھیک ہے..... وہ اب بلند خان کا نہیں..... میرا ہے..... اور اس کی پردہ  
ایک ہندو عورت نے کی ہے..... سیوک رام مطمئن ہونا چاہتے تھے..... لیکن  
رائے کے لئے یہ بھرم رکھنا مشکل نظر آ رہا تھا۔

سب ٹھیک ہے..... سیوک رام بی..... جو علیحدگی ان مسلمانوں کے اندر گم  
ہے نا..... اسے کوئی نہیں نکال سکتا..... اب دیکھیں..... ان کو ہندوستان میں کب  
تھی..... محمد علی جناح نے ایسی طاقت و تحریک چٹائی..... ہندوستان کے کلوہ۔ رک  
..... ایسا نعرہ لگایا..... پاکستان لے کر ہی دم لیا اس نے..... آخر میں نکھیت  
آواز میں بولے.....

اب کیا کریں..... درپن تو کسی سے الجھتا بھی نہیں۔ سیوک رام نے کہا۔  
آپ اس کو دہلی بھیج دیں۔ نکھیت رائے نے مشورہ دیا.....  
یہ نہیں ہو سکتا..... سیوک رام نے مجبوری ظاہر کی۔  
کیوں؟ کیوں نہیں ہو سکتا..... نکھیت رائے نے قبوے کا ایک لبا گھونٹ  
مڑک کرتے طعن سے اتارا۔

آپ جانتے ہیں نا..... درپن میرا سیدھا ہاتھ ہے..... سارا بزنس اس نے  
ہے..... سیوک رام نے کہا۔  
اب باقی بزنس بھی دہلی منتقل کر لیجئے..... یہ میرا پر خلوص مشورہ ہے۔  
کشمیر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں..... کل راجوڑی میں پھر دھماکا ہوا ہے.....  
بہت جوان مارے گئے ہیں..... مجاہدین نے ناک میں دم کر دیا ہے..... رام  
نکھیت رائے نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے رگڑا.....  
آپ کی بات درست ہے..... بڑی قس و عارت ہو رہی ہے..... سیوک  
سوچ میں اتر گئے۔  
مثلاً تو صرف درپن کا ہے..... آپ کو کسی نے کیا کہنا ہے..... نکھیت

تھا..... اس کے توانا تو منہ جسم پر سیاہ سوٹ کس قدر دلکش اور چمک رہا تھا۔ سرخ و سپید  
ات بڑی بڑی نیلی آنکھیں جو ہر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہتیں.....  
آؤ آؤ..... درپن بیٹے..... بیٹھو..... سیوک رام نے کہا۔  
Thank You بابا..... وہ سیوک رام کے پاس بیٹھ گیا۔  
دیکھا..... رام جی..... اس وقت درپن بالکل اپنے.....  
رائے جی..... بات سننے..... سیوک رام ایک دم سخت لہجہ میں بولے۔  
او ہو..... ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... او او..... ہو..... بڑی خجالت سے لکھتے رائے  
اپنے ہونٹ ہاتھوں سے بند کرتے بولے۔ انہیں شاید یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہ غلطی پر ہیں۔  
ہاں تو تو..... کیسے آئے..... سیوک رام نے اس کی طرف پلٹ کر کہا۔ اگلے سیٹر کو  
میں نے ڈاکٹر رابرٹ گلڈ سے ٹائم لیا ہے.....

کس لئے؟..... سیوک رام بولے

وہ ماہر امراض قلب ہیں بابا..... اٹلی کے مانے ہوئے ڈاکٹر ہیں..... میں آپ کو دکھانا  
ہاں ہوں..... درپن کو سیوک رام سے شدید محبت تھی۔  
اب تو میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ سیوک رام مسکرائے۔  
آپ نہیں ٹھیک..... وہ بڑی محبت سے سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔  
All Right..... جیسے تم کہو..... سیوک رام کسی فرمانبردار بچے کی طرح فحش کر  
اٹے۔

Thank you Baba..... آپ نے کہیں نہیں جانا..... وہ اٹھتے ہوئے بولا۔  
کہیں نہیں..... جو حکم جناب کا..... وہ شری انداز میں درپن کے شانے پر چھکی مار کر  
اس دے اور درپن بھی ہنس دیا۔  
رہی تھی تھی تمہاری طرف..... سیوک رام بولے۔

معلوم نہیں..... میں تو باہر سے آ رہا ہوں۔ وہ حیرت سے بولا۔  
اچھا خیر..... جتنے روپے مانگے دے دینا..... شاپنگ کے لئے کہہ رہی تھی بابا  
رہی آپ کے پاس آئی تھی..... کل تین ہزار لئے تھے اس نے..... اور پتہ ہے اس  
نے کیا کئے..... وہ احتجاجاً بولا۔  
کیا کئے..... سیوک رام بڑے محفوظ ہونے لگے۔

سنئے..... لکھتے رائے..... ایک بات بہت ضروری ہے..... سیوک رام کو بھی  
کچھ یاد آیا۔  
کہئے..... ہم جن گوش ہوں..... بھلا رام سرکار کی بات نہ سنوں..... وہ پدم  
میں بچھا جا رہا تھا..... لیکن ابھی تک ایناٹھ عایان نہیں کر سکا تھا۔  
درپن کے بارے میں لوگوں کو علم نہیں ہے..... سیوک رام شاید مطمئن تھے۔  
ابھی علم کیوں نہیں ہے..... بھول ہے سرکار کی۔ لکھتے رائے نے اپنی چندی آنکھیں  
آہٹ پر چھائی ہیں۔ آپ جانتے ہیں..... یا پھر بھولن سٹھ..... اور کون کون جانتا ہوگا.....  
سیوک رام خامے فکر مند نظر آ رہے تھے۔  
ابھی چھوڑے اس قصے کو..... اگر کوئی جانتا بھی ہوگا..... تو کیا کرے گا۔ لکھتے رائے  
نے سیوک رام کی تسلی کرنی چاہی۔  
رام جی بہت فرق پڑتا ہے..... میں نہیں چاہتا درپن میرے حلقہ ارباب میں عام ہر  
جائے۔ سیوک رام نے کپ کو واپس میز پر رکھا۔  
ابھی رام سرکار..... عام تو ہے..... سب کام انجام تو دی دیتا ہے۔ لوگ اسے آپ کا  
بیٹا بھی خیال کرتے ہیں..... لیکن..... لکھتے رائے لیکن کہتے رک گئے۔  
لیکن..... کیا..... بات مکمل کیجئے..... اس طرح مجھے وحشت ہوتی ہے۔ وہ جھلا کر  
بولے۔

میرا مطلب یہ ہے سرکار..... کہ یہ تو بلند خان کا بیٹا..... جناب کو بابا کہنے سے کچھ  
ہو تا ہے۔ لکھتے رائے نے آنکھیں چھکا کیں.....  
اس قصے کو چھوڑئے..... آپ نہ کسی سے کچھ کہہ دیجئے..... سیوک رام کو لکھتے  
رائے کی اگلی دیے والی عادت سے خاصی واقفیت تھی۔ میں کہاں کہتا ہوں..... رام رام  
.....

ہاں خیال کیجئے گا..... درپن مجھے بہت عزیز ہے۔ اور پردا اٹھا کر درپن داخل ہوا.....  
سیوک رام اور لکھتے رائے نے ایک دم پلٹ کر دیکھا.....  
آداب..... وہ جھک کر تعظیم بجالایا۔  
سیوک رام نے چوک کر اپنے آپ کو سیدھا کیا..... لیکن لکھتے رائے ابھی تک  
درپن کی مردانہ دلکش وجاہت میں کھوئے ہوئے تھے..... وہ حسن میں بالکل تاج محل

لہجی سی شام ڈھل چکی تھی..... سرد ہوا چلنے لگی تھی..... موسمِ قدر نے خشک ہو رہا تھا سارے دن کے ٹھکڑے ہوئے پچھلی اپنے اپنے گھوٹلوں کی جانب لوٹ رہے.... اور وہ آتش دان کے پاس بیٹھی آگ تپ رہی تھی۔

درپن آگئے تم..... اتنی دیر لگا دی..... کب سے بیٹھی ہوں تمہارے انتظار میں..... اب دم اٹھتے ہوئے درپن کے بازو سے جھولتے ہوئے بولی..... کوئی کام ہو گا..... یوں ہی تو میرا انتظار نہیں کر سکتی..... وہ اس کے ساتھ ہی آتش کے قریب دوسری کر سی پڑ بیٹھ گیا.....

نہیں..... ایسا بھی کوئی کام نہیں ہے..... دیے تم ہو بڑے اچھے..... جلد آیا..... وہ اس کے شانے پر سر رکھے بڑی اپنائیت سے بولی۔  
ہام تو ہے..... یوں ہی خوشامد نہیں ہو رہی..... وہ نظر جھکا کر رتن کے رخساروں کو رولا جو آگ کی تھماڑ سے اتاری ہو رہے تھے۔

جا..... تیری خوشامد کیوں کروں گی..... وہ سیدھی ہو چکی..... درپن نے بڑی گہری نظروں سے رتن کو دیکھا..... اچھانے میں نظریں ملیں..... وہ مڑا سا گیا..... لیکن اسے احسان نہ ہوا..... وہ پھر اس کے شانے سے چٹ گئی۔ یوں نہ چڑیا تباہ تلاش کرے۔

درپن..... وہ اپنے بازوؤں کے حصار میں درپن کے وجود کو لئے بولی۔  
فرمائیے..... درپن نے دل سے مغلوب ہو کر اسے اپنے بازوؤں میں پکڑا اور اپنے اٹھنے لگا۔

اولیٰ رام..... درپن..... بڑے وہ ہو..... وہ کسماسی مچ گئی.....  
اب بولو..... کیا چاہئے..... وہ بڑی محبت سے اس کے بکھرے بال سنوار کر بولا۔  
کچھ بھی نہیں۔

کوئی بات تو ہے..... مجھے معلوم.....  
درپن تم کہتے اچھے ہو..... من کہتا ہے..... جیون بیت جائے اور یوں ہی تمہارے اپنے بیٹھی رہوں۔ وہ اٹھ کر دوسری کر سی پڑ بیٹھ گئی۔

درپن نے اپنی نظروں سے اس کے حسین ترین معصوم چہرے کو کچھ ماورائے دیا.....  
پا جانا کہاں ہیں۔ درپن نے کہا۔

اس نے سب سیبوں کو باکر اپنے گندے کی شادی کی اور کھانا کیا اور تین ہزار اڑا دیے اب ایک پیسہ نہیں دوں گا۔ وہ شکایتا بولا۔

سیوک رام اور لکھیت رائے قہقہہ لگا کر ہنس دیے.....  
ہیں وہ بے تھی..... رتی بٹیا کد رہی تھی کہ درپن بڑا کجس ہے..... پیسے نہیں دے گا۔  
لکھیت رائے نے ہنستے ہوئے کہا۔

جیسے تہباری مرضی..... با اختیار ہو یا..... سیوک رام بڑی محبت سے ہنس دیے.....  
دو درپن باہر نکل گیا۔

رائے بی..... آپ کی زبان رکتی نہیں ہے..... اسی طرح درپن کی بات نہ اگل دیتیے گا۔ سیوک رام نے خبردار کیا۔

رام رام..... ابی نہیں رام سرکار..... غلطی ہو گئی..... میں چلوں..... وہ کھڑسا ہو گئے۔

رکتے..... رات کا کھانا کھا کے جائیے گا۔ سیوک رام بھی کھڑے ہو گئے۔  
نہیں نہیں..... میں اب چلتا ہوں..... جس کام کے لئے آیا تھا وہ تو.....  
رائے نے جیسے سیوک رام کو یاد دلایا۔

مجھے معلوم ہے..... اس کے ساتھ ہی کال تیل پر انگلی رکھ دی۔ رام سرکار ملازم اندر آتے بولا۔  
دیو بی سے = 2000 لے آؤ..... کہنا لکھیت رائے آئے ہیں بہتر.....

ملازم آیا اور چند لٹوں پر ہی لوٹ آیا۔  
لپٹے..... ایک سفید لفافہ سیوک رام کو پکڑا دیا۔  
لپٹے..... سیوک رام نے لفافہ لکھیت رائے کو تھمادیا.....

تھکا ہن خوش رکھے..... سرکار کا آسرانہ ہوتا تو بھوک نہ مٹی اپنی..... لکھیت رائے نے نوٹوں بجا لفافہ اپنی قمیض کے اندر صدری میں ڈال لیا۔ آپ سب کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے رائے بی.....

اچھا..... میں چلتا ہوں..... وہ دروازے سے باہر نکل گئے۔  
اور سیوک رام اپنے کمرے میں چل دیے.....

کام..... اسے کیا کام ہوگا..... پوچھا..... یہ 'توڑیوں' سے کھیلتی ہے۔ درپن شریہ  
نہا۔

اس کی عمر بے مینا..... کل رتی بیٹی..... کس کی شادی تھی..... پوچھا ملاحظہ ہو کر بولی۔  
پوچھا..... تین ہزار اس نے گزیا کی شادی پر لگا دیئے..... درپن نے کرسی سے  
نہتے ہوئے کہا۔

وہ بھی کہتے تھے پوچھا..... اتنی تو مہنگائی ہے..... کیا بڑتا ہے..... وہ مسکرا کر پوچھا  
لے ساتھ لپٹ گئی.....  
ہاں..... بیٹی..... واقعی مہنگائی ہے..... اور ضرورت تھی تو مجھ سے لے لیتی.....  
ہاں..... آتش دان کے پاس بیٹھ گئی۔

لاں..... یہ بڑی فضول خرچ ہے..... ایک پیسہ نہیں لے گا اس کو..... وہ بڑے  
نیش انداز میں رتن کو ڈانٹنے لگا۔ فضول خرچ کہیں گی..... درپن نے رتن کے اچھے بالوں  
کو چہرے سے ہٹا کر شدید محبت کے ساتھ ایک دلکش شرارت کی۔  
دیکھا..... پوچھا..... کتاب برا ہے درپن..... میں فضول خرچ ہوں..... بولو  
..... کیا کی ہے فضول خرچی..... وہ دونوں ہاتھوں کو نکلوں کی صورت میں درپن کے  
ٹانگوں پر مارنے لگی۔

درپن نے دونوں ہاتھوں سے رتن کے نازک کوئلہ سر میں ہاتھوں کو تھام لیا۔  
پوچھا..... درپن چھوڑنا نہیں ہے..... رتن نے پوچھا کی مدد طلب کی۔  
پوچھا ہنس کر اٹھی..... اور ڈریس تبدیل کرنے کمرے میں چلی گئی۔ کوئی مدد کو نہیں پہنچے  
درپن نے شریہ لگا ہیں رتن کے چہرے پر ڈالیں۔  
چھوڑ دو مجھے..... وہ رنہ اور مارو کی..... وہ چھٹلاتے ہوئے بولی۔

ان سے کیا ہوگا..... یہ تو بھول ہیں بھول..... درپن نے جھک کر رتن کے ہاتھوں کو  
ہاتھوں سے لگا کر چوم لیا۔

درپن..... وہ دیکھتی رہ گئی..... درپن کی آنکھوں میں محبت و چاہت کی جو چمک آج  
تیسھی تھی..... وہ پہلے نہ دیکھی تھی..... ایسے کیا دیکھ رہے ہو  
کیا؟ وہ ہوش سا چوٹا..... ایسا حسن دلکش خدوخال اور شریہ جاذب نظر منگھوٹی حسن۔  
وہ اس کے جنم کا ایک حصہ محسوس ہوتی تھی..... جیسے اس کے ہنا ہینا محال ہوگا..... رتن تو

وہ مندر مگی تھیں..... رتن نے کہا۔

مندر..... اتنی دیر لگادی..... میں پتہ کرتا ہوں۔ وہ اٹھا  
لیکن رتن نے بازو کھینچ کر بٹھالیا۔  
آجائیں گی..... تہ نہ جاؤ..... وہ سنجیدہ نظر آرہی تھی۔  
رتی..... یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اتنی سنجیدگی تم میں کب سے آگئی..... وہ  
نے اپنی انگلی سے رتن کے چہرے کو اوپر کیا۔

ارے..... یہ آنسو..... موٹے موٹے آنسو لڑھک کر درپن کے ہاتھ پر گرے۔  
رتی..... کس نے کہا تمہیں..... درپن نے بے ساختہ رتن کو ساتھ لپٹالیا۔  
اور وہ اس کے سینے سے لگی سکیاں بھر نے لگی۔

رتی..... بھئی..... تمہارا رونا نہیں دیکھ سکتا میں..... پیسے جتنے چاہے لے لو۔  
لیکن رونا نہیں۔ وہ اپنے رونا لے رتن کی آنکھیں صاف کرنے لگا۔  
نہیں..... جیسوں کی بات نہیں ہے۔ وہ معموم بیچ کی طرح سسکی لیتے ہوئے بولی۔  
اور کیا بات ہے..... بتاؤ..... درپن نے بڑی چاہت سے اس کے حسین چہرے کو  
ہاتھوں کے پیلے میں تھام لیا۔

مجھیں شاید پیادہ ملی بھیج دیں..... وہ بولی  
کس لئے..... وہ چونکا.....

ان کے خیال میں بھون سکے جو سہری گھر آیا ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔  
بھون سکے..... کیا مطلب..... کون ہے یہ..... وہ دھن پر زور دیتے بولا۔  
ملٹری میں ممبر ہے..... اس نے تمہیں گاڑی روک کر کچھ کہا تھا نا..... رتن  
کر دیا۔

او..... اچھا..... وہ ممبر بھون سکے..... جس نے مجھے کہا تھا کہ میں  
ہوں..... کیا بھلا سامان تھا..... ہاں بلند خان..... اسے ایک دم یاد آیا.....

داخل ہوئی۔  
مستے پوچھا..... رتن نے آتے ہی پوچھا کہ۔

جیسی رہو بیٹی..... کہاں تھی صبح سے..... پوچھا کہ۔  
بس کام تھا..... وہ معمومیت سے بولی۔



ا..... پہلے کھانا کھائیں ..... آ جاؤ..... شاہاش..... وہ رتن کو بڑی محبت سے  
ہاؤؤں کے حصار میں ڈرائیگ روم کی طرف لے گیا..... دوسرے ہی لمحے دونوں  
..... دوپٹے سے بازو چھوڑ دیے۔  
ہات سے کرشنا پو جانے ملازمہ کو اندر آتے دیکھ کر کہا۔  
ٹی بی بی کو بلانے آئی ہوں۔ کرشنا بولی۔

تن سہمی سی اسے دیکھنے لگی۔ درپن نے پہلے ماں کی طرف پھر رتن کی طرف  
..... پو جاہاں..... میں ابھی آئی تھی نا..... وہ بچوں کی سی معصومیت سے ہنس

ہاں..... ابھی تو آئی ہو..... دس منٹ بھی نہیں گزرے درپن نے تعذیب کر

ٹی بی بی..... دیوی جی بلاری ہیں۔ کرشنا نے موڈ پر صرف اتنا کہا۔

اماں..... میں چلتی ہوں..... وہ او اس سی بولی۔

نا نہیں کھاؤ گی۔ پو جاہاں جانتی تھی کہ کشمی دیوی رتی کا ادھر اپنا پسند نہیں کرتی.....

سیوک رام کی ہستی راستے میں حائل ہے..... ورنہ وہ آج شاید درپن اور اسے نہ

ہاں..... اس مخالفت کی وجہ وہ بخوبی جانتی تھی۔

ج..... کرشنا نے کہا۔

بے زبان جاؤر کی طرح ملازمہ کے ساتھ چلی دی۔

نمی دیوی اب پھر ڈانٹیں گی۔ کیوں آئی ہے..... جب منع منع کرتی ہیں..... تو رک

..... وہ سنجیدگی سے بولا۔

پو جانے اس کی طرف دیکھا..... اس کے لیے کار کب پو جانے اچھی طرح محسوس کر لیا

ہا پناہم وادراک رکھنے والی عورت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ درپن رتی کو کس قدر چاہتا

..... اور رتن بھی اپنی توجہ درپن پر مرکوز کئے ہوئے ہے۔ وہ بچپن سے ہی درپن سے

اندرا مانوس ہو چکی تھی کہ اب علیحدگی کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔

پا امر سب پر واضح تھا کہ سیوک رام بھی درپن کو بہت چاہتے تھے لیکن کشمی دیوی کے

..... سے اٹھارہ کم ہی کرتے تھے۔ وہ صلح کن اور پرامن ماحول پسند کرتے تھے..... کوئی

صدر چ معصوم تھی..... شاید محبت کے معنی جانتی ہے کہ نہیں.....

میں کبہ رہی ہوں اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو..... پہلے کبھی نہیں دیکھا.....

سوالیہ انداز میں درپن کے شانے پر پھر ہونکا دے کر بولی۔

بہر وقت میرے پاس رہتی ہو..... لیکن آج تمہیں اس روپ میں پہلی بار دیکھا ہے۔ وہ

بڑی محبت سے بولا۔

درپن چھوڑ ساری باتیں..... مجھے پیسے دو..... وہ اضطرار ہوئی بولی۔

کتنے کے وہ پینٹ کی پچھلی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔

دس ہزار..... وہ بولی.....

دس ہزار پچاگل ہو گیا..... کیا کرو گی اتنے پیسوں کا..... وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

بس من گئی جان پر..... پیسہ مانگو تو مصیبت آ جاتی ہے..... مجھے نہیں معلوم.....

جلدی سے پیسے نکالو۔ وہ اس کی میووں کو تلاش کرنے لگی۔

رتی..... عقل کے ناخن کو..... کچھ کم کر لو..... وہ نرمی سے بولا۔

دیکھو نا..... دیوالی ہے..... سہیلیوں کے لئے شاپنگ..... اور پھر رنگین چراغوں

گی..... جن کی روشنیاں بھی رنگین..... وہ انکی ادھر ادھر پھیرتی درپن کو بتانے لگی۔

بس دیوالی ہی ہے..... اتنے روپے ضائع کرو گی۔ وہ ان رسوم کے لئے روپیہ خرچ

کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

ضائع نہیں ہوں گے پیسے..... بابا..... تم سے تو بیٹھوان بھی توبہ کریں گے..... وہ

دانت پیس کر بظاہر غصے سے بولی۔

ٹھیک ہے..... ابھی کھانا کھاتے ہیں..... میں تمہارے ساتھ چلوں گا..... وہ ہنس کر

بولا۔

ٹھیک ہے..... اچھا ہے..... زیادہ کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ کھل کھلا کر ہنس

دی۔

زیادہ..... جی چاہتا ہے تمہیں کیا چاہاؤں..... تم نے سارے سری نگر کا سودا کرنا ہے

..... درپن نے جبکہ کراس کی بڑی بڑی سرمئی آنکھیں جھکتی آنکھیں دیکھ کر کہا۔

پو جاہاں..... درپن سے پیسے لے دیں۔ وہ احتجاجاً بولی۔

بیٹا کیوں نہیں دیتے رتی کو پیسے..... پو جا..... فرخ کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

پوچا کی آواز بھر اگئی۔

میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ وہ باپ سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ درپن نے کہا۔

وہ خاموش کھانا کھاتی رہی.....

میرا باپ کون تھا..... کیا واقعی بلند خان..... نہیں ایسا نہیں ہو سکتا..... بلند خان تو میری بیوگاہ۔

ہاں..... وہ کشمیری تھا اور بہت بھادر..... تم..... وہ رک گئی..... شاید وہ خود ساختہ لڑائی داستان کو بھانسنے لگی تھی۔ یوں تو ناماں..... وہ ہاتھ کھانے سے ہٹا کر بولا۔

وہ بات کو ختم کرنا زیادہ بہتر سمجھتی تھی..... کیونکہ ابجائیں زیادہ بڑھنے کا امکان تھا۔

بلند خان کو میں نہیں جانتی..... ویسے تم مجھے اپنی جان سے عزیز ہو..... میں نے تمہیں..... ماں اور باپ دونوں کا یاد دہرایا ہے۔ درپن نے بغور دیکھا..... اسے پوچا کے الفاظ میں حقیقت نظر نہ آ رہی تھی.....

کھانا کھاؤ بیٹا..... یہ لو..... آلو کے کباب..... تمہیں پسند ہیں نا.....

Good..... بڑی چاہت سے اس نے پلیٹ سے کباب نکال کر اپنی پلیٹ میں رکھے..... وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ پوچا ماں اس کی توجہ اس مسئلے سے ہٹانا چاہتی ہے.....

ہٹانے پر اس نے اس بات کو کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دیا..... وہ زیادہ تفصیل میں نہ جانا چاہتا تھا لیکن اسے جس بات کو جاننے کی اشد ضرورت تھی کہ اس کا باپ ہندو تھا یا کشمیری.....

کئی راتیں اس نے اسی مذہب پر سوچے سوچے الجھتے گزار دیں..... اگر وہ کشمیری نہیں تو ہندو مذہب سے لگاؤ کیوں نہیں..... اگر وہ ہندو ہے تو کشمیریوں کے لئے پریشان کیوں ہے.....

..... ماں تو آخر ماں ہے..... چاہے کسی روپ میں ہو..... وہ سوچتا ہوا خاموش اپنے کمرے میں چل دیا.....

دفتری امور تمام درپن سیوک رام کے دستخط سے چل رہے تھے۔ ارد گرد کے حلقوں سے تو یہی ظاہر ہو تھا کہ درپن سیوک رام کا ہی بیٹا ہے۔

چند دنوں میں ہی گزر گئے..... کاروباری سلسلے میں وہ سیوک رام کو ملنے اس کے پاس گیا..... بالکل ہی بیرون منظر سے لطف اندوز ہوتے اس نے کشمیری دہلی کو دیکھا.....

مستے..... وہ کہا تو آگے بڑھا.....

آؤ کیسے آئے ہو..... کام ہے..... وہ انتہائی غصہ اور عینیت سے پلٹ کر بولی۔

ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس سے کشمیری دہلی کی طبع پر گراں گزرے۔ وہ محبت کا سمندر تھے..... ہر شخص کی محبت کے ان کے دل میں مختلف گوشے تھے اور پھر کشمیری جوان کی دیرینہ محبت کی واحد امین تھی..... اس کی بات کو نانا گویاں کی نظر میں ایک بڑا باپ تھا۔ سیوک رام فطرتاً بے ضرر اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ وہ سوچوں اتھا سمندر میں اتاری چلی گئی..... درپن کی پیدائش سے لے کر اب تک کے تمام حالات کی نگاہ میں میں تصویر کی مانند رقص کرنے لگے..... درپن اس کی روح اور محبت کی نشانی تھی۔

پوچا ماں..... کہاں کھو گئیں..... درپن مسکرا کر پکارا۔

ہاں..... آؤ بیٹا کھانا کھائیں۔ وہ چونک گئی۔

جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئی ہو۔ پوچا نے کھانا میز پر لگایا۔

درپن بغور پوچا کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا..... اب بھی مسلسل سوچے جا رہا تھا۔

پوچا ماں..... ایک بات پوچھوں..... درپن نے ڈونگے میں سے ساکن اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

ہاں..... کہو۔ پوچا نے ہاتھ روک لئے۔

یہ بلند خان..... کون تھا.....

بلند خان..... تمہیں کس نے کہا..... معلوم نہیں..... وہ ٹھٹھکی سی گئی.....

لفظوں کی روانی کو قائم رکھتے انکار کر دیا۔ اس دن ملٹری نے مجھے روک لیا تھا۔ درپن نے روک لیا تھا..... میں سمجھی نہیں..... کس لئے..... وہ بری طرح ہڑبازی گئی۔

ملٹری کے سمجھنے مجھے کہا کہ تم بلند خان کے بیٹے ہو..... تم نے کیا کہا۔

میں نے کہا..... نہیں..... سیوک رام میرے بابا ہیں..... وہ بولا.....

اچھا کیا تم نے..... ورنہ ملٹری والے تمہیں مار دیتے..... آئندہ تم اپنے آپ کو سیوک رام کے ہی بیٹے کہلوانا پوچا جانے خبردار کیا۔

وہ تو میں بنی کہتا ہوں..... ویسے جے کہو پوچا ماں..... سیوک رام میرے باپ تو ہیں۔ وہ آج پوچا سے اقرار کروانا چاہتا تھا۔

ہاں میری جان..... جینگ سیوک رام تیرا باپ نہیں ہے لیکن تو ہمیشہ ان کو اپنا جان کر عزت کرتا۔

بابا سے ملنا چاہتا تھا۔ کسی کاروباری امور پر مشورہ کرنے آیا ہوں۔ وہ بولا  
کیسا مشورہ۔  
وہ گہری نظر درپن کے سر ہا پر ڈال کر رہ گئی۔ نفرت و حقارت کی چنگاڑی پھو  
کشی دیوی کی خرمن مبر و قرار کو جلا کر بھسم نہ گئی۔  
کیسا مشورہ۔ جو بھی ہے مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ ویسے وہ اس وقت ڈرائیونگ روم میں  
ہیں۔۔۔۔۔ وہ بولی  
مہمان ہیں۔۔۔۔۔ وہ سادگی سے بولا۔  
ارے واہ۔۔۔۔۔ درپن۔۔۔۔۔ یہ آج ہمارے محل کے نصیب جاگ اٹھے۔۔۔۔۔  
نصیب۔۔۔۔۔ کیسے آئے ہو۔۔۔۔۔ وہ خاموش مشرقی انداز میں شرارت بھرے انداز  
درپن کے پاس کھڑی ہوتے بولی۔۔۔۔۔  
رتی۔۔۔۔۔ کشمی دیوی نے ڈانٹ بھرے لیے میں کہا۔ لیکن معصوم بے ضرر لڑکی  
کو مل رتن کو ایسی ڈانٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا۔  
بابا سے ملنے آئے ہو۔ وہ درپن کے قریب جا کر بولی۔  
ہاں۔۔۔۔۔ بابا کے پاس ہی آیا ہوں۔  
وہ ڈرائیونگ روم میں ہیں۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ میں تمہیں لے جاؤں۔ وہ بے تکلف انداز  
درپن کا بازو سمجھنے لگی۔  
آؤ۔۔۔۔۔ وہ کشمی دیوی کی پرواہ کئے بغیر درپن کے ساتھ ڈرائیونگ روم میں چل دی  
اور کشمی دیوی نے دانت پیٹتے ہوئے اپنا کمرہ دوسرے ہاتھ کی جھٹکی پر مارا۔۔۔۔۔  
درپن سے زیادہ رتن پر غصہ آ رہا تھا۔  
تم اندر جاؤ۔۔۔۔۔ رتن نے درپن سے کہا۔  
آؤ نا۔۔۔۔۔ وہ مسکرا کر بولا۔ اندر بھی آ جاؤ۔۔۔۔۔ درپن نے رک کر کہا۔  
تم جاؤ۔۔۔۔۔ واپسی پر آنا۔۔۔۔۔ میرے کمرے میں۔ وہ تاکید کرنے لگی۔  
وہ چلی۔۔۔۔۔  
رتی۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے گوتہ نے آتے پکارا۔  
کیا ہے۔۔۔۔۔ وہ معصومیت سے بولی۔  
تھوڑا سا وقت ہمیں بھی دے دیا کرو۔۔۔۔۔ کتنی دور سے آئے ہیں۔۔۔۔۔ گوتہ کے

میں بے تکلفی پائی جا رہی تھی  
کیسا مطلب ہے تمہارا۔ وہ تھکھی۔۔۔۔۔  
ارے بھئی نظر اتفاقات ہم پر بھی ڈال دو۔۔۔۔۔ آخر ہم بھی تمہارے اپنے ہیں۔ گوتہ اس  
کے قریب چلا گیا۔  
میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ وہ معصومیت سے بولی۔  
مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ جب بھی دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ تم درپن کے ساتھ ہوتی ہو۔  
میں تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ رہتی ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں نہیں معلوم۔۔۔۔۔ وہ شریر انداز  
میں بولی۔  
سب جانتا ہوں۔۔۔۔۔ اب تم بڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ گوتہ کی نگاہیں اس کے حسن لازوال کو  
دیکھ کر پھیل گئیں۔ وہ چونک گئی۔  
پھر کیا ہوا۔۔۔۔۔ وہ گوتہ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔  
گوتہ نے زیر دست ندامت بھرے انداز میں پاؤں زمین پر مارے اور مخالف سمت چل  
دیا۔  
وہ دست برنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی پھر واپس لوٹ آئی۔  
رتی۔۔۔۔۔ کشمی دیوی کی آواز پر وہ تھکھی۔  
جی مانا۔۔۔۔۔ وہ رک گئی۔ زبردست رعب و جلال اس پر کرخت لہجہ۔۔۔۔۔ ادھر آؤ  
وہ جاتی تھی کہ رتی اس وقت کہاں سے آرہی ہے۔۔۔۔۔  
جی۔۔۔۔۔ وہ قریب جا کر بولی۔  
چھوڑ آئی ہو۔۔۔۔۔ اس مسلمان کے بچے کو۔۔۔۔۔ کیا اسے ڈرائیونگ روم کا راستہ نہیں  
آتا۔ کشمی دیوی نے زبردست غصے کی حالت میں دانت پیسے۔  
مانا۔۔۔۔۔ کیا کہا رہتی ہیں آپ۔۔۔۔۔ وہ مسلمان کا بچہ ہے۔۔۔۔۔ وہ حیران رہ گئی۔  
میرا مطلب کہ وہ مسلمانوں کا بڑا ہندو رہتا ہے۔ کشمی دیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور  
بات بدل گئی۔  
اس نے میرے سامنے کبھی ایسی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔  
چھوڑ اس بات کو۔۔۔۔۔ تم وہاں گئی تھیں۔

گئی تھی ماما..... مجھے کام تھا۔ وہ برجستہ بولی۔  
کیوں..... تمہیں منع کیا ہوا ہے کہ وہاں مت جایا کرو.....  
ہائے رام..... میں کیا کروں..... کیوں منع کرتی ہیں آپ۔ وہ ہنستا کر بولی۔ اور پاؤ  
زمین پر مارتی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

☆ O ☆

کاشمی دیوی کے پاس گوشہ استراحت میں بیٹھ، وہ ہڑبڑاسے گئے۔ دروازے پر دستک  
”آئی ہے۔ کاشمی دیوی نے کہا۔  
آؤ..... دروازہ کھلا ہے۔  
سرکار جی..... ملٹری والا ہے کوئی..... ملنا پڑتا ہے۔ راویو سنگھ مودب بولا۔  
ملٹری والا..... کیا نام ہے..... سیوک رام کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔  
معلوم نہیں رام سرکار..... نام نہیں بتایا اس نے  
ٹھیک ہے..... مہمان خانے میں بٹھاؤ.....  
بہتر سرکار۔ راویو سنگھ واپس لوٹ گیا۔  
کون ہو سکتا ہے۔ کاشمی دیوی نے عالم۔یشانی میں سیوک رام کے شانے پر ہاتھ رکھا۔  
خیال ہے میجر بھون سنگھ ہو گا..... سے آج کل دورہ پڑا ہوا ہے..... سیوک رام نے  
ہائیال ظاہر کیا اور نفرت بھی.....  
بھون سنگھ..... وہ کیوں آگیا..... کاشمی دیوی کی آواز حلق میں اٹک گئی۔  
پریشانی اس کیس میں کیا بات ہے..... ہو گا کوئی کام..... سیوک رام نے اپنی چادر  
ٹانے پر ڈالی۔  
میرا امن گھبرانے لگا ہے..... یہ کیوں آگیا..... اسے تو کشمیریوں کے گھروں میں جانا  
ہا ہے تھا۔ وہ بری طرح وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔  
آپ آرام کریں..... معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیونگ روم کی طرف  
بھاگ گئے۔  
نستے رام جی۔ میجر بھون سنگھ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا۔  
نستے..... سیوک رام نے حسب دستور کہا۔ تشریف رکھیے۔ وہ سامنے صوفے کی طرف  
اُٹارہ کرتے ہوئے۔

ٹلاش ہے..... وہ میرے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔

سیوک رام کے لئے آپ جوت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ بلند خان میرا دوست تھا..... اس کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے لیکن میں اس کی بیوی اور ملازم کو نہیں جانتا۔

بلند خان کا بیٹا درپن زندہ ہے نا۔ میجر بھون سنگھ بڑے وقوف سے بولا۔

بالکل زندہ ہے..... اس کی تربیت اور پرداخت میں نے ہی کی ہے۔ آپ اس کو میرے دالے کر دیں..... وہ کسی وقت بھی آپ کے لئے مصیبت بن سکتا ہے۔ بھون سنگھ کھڑے

ہوئے ہوئے بولا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے..... وہ بے ضرر پڑے..... اس کو آپ کے حوالے کیسے کر دوں۔ سیوک رام ایک دم کھڑے ہو گئے۔

آپ کی چٹون پر ہل میجھے ہرگز منظور نہیں..... دراصل وہ تخریب کاری کا اولاد ہے۔ وہ تخریب کاری کا اولاد ہے..... درپن تو تخریب کار نہیں..... وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے

آپ کے حوالے کیسے کر سکتا ہوں۔

ٹھیک ہے..... خیال رکھیے گا..... کوئی ایسی دیکسی..... بھون سنگھ نے دونوں ہاتھوں کو اپنی بندوق کی نالی پر پھیرا..... اور جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

رکئے..... بھون سنگھ.....

سیوک رام نے کہتے ہوئے کال تیل پر انگلی رکھی۔

رام جی..... راڈیو سنگھ اندر داخل ہوا۔

دیوی جی سے چیک بک لائو۔

بہتر سرکار..... راڈیو سنگھ لوٹ گیا اور چند ہی لمبے گز سے وہ چیک بک لے کر آیا۔

سیوک رام نے چیک بک پکڑ کر راڈیو سنگھ کو جانے کا اشارہ کیا۔ چند لمبے خوشاک سکوت

کے ساتھ گزرے..... سیوک رام نے چیک بک کو کھولا اور پچاس ہزار پر دستخط کئے۔ یہ

میری طرف سے قبول کیجئے..... سیوک رام نے چیک کو بھون سنگھ کو تھماتے ہوئے کہا۔

اجی..... رام جی..... اس تلفک کی کیا ضرورت تھی..... درپن کو آپ اس قدر عزیز

ہے تو کون اسے کچھ کہہ سکتا ہے۔ پردوش تو آپ کی ہے نا..... بھون سنگھ کی گرسنہ نظریں

بیک کاٹواف کرنے لگیں۔

ضرورت پڑنے پر اور بھی دے سکتا ہوں..... کوئی بڑی بات نہیں.....

Thank you..... وہ بیٹھے ہوئے بولا۔

کیسے آتا ہوا..... سیوک رام نے کہا۔

مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ میجر بھون سنگھ اپنی داڑھی پر ہلکا سا ہاتھ پھیر کر بولا۔

پوچھیے..... سیوک رام مطمئن ہو گئے۔

یہ لڑکا جو آپ کے گھر میں رہا ہے..... کون ہے..... بھون سنگھ نے ایک آہ

کرتے ہوئے کہا۔

کون لڑکا..... نام لیجئے..... سیوک رام نے کہا لیکن انہیں کھٹک چکا تھا۔

ہی..... اپنا نام درپن بتاتا ہے اور آپ کو اپنا پتا بتاتا ہے۔ بھون سنگھ گہری سوتا

اجرا۔

بالکل وہ میرا بیٹا ہے لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ سیوک رام کو بھون

کی گفتگو پسند نہ آئی۔

رام جی..... وہ لڑکا بندوبست نہیں ہے..... نام بے شک اس کا درپن ہے۔ بھون سنگھ

موضوع کی طرف آ رہا تھا۔

آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں..... کھل کر کہیں..... سیوک رام بولے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں..... کہ یہ لڑکا جو اپنا نام درپن بتاتا ہے..... یہ آپ کا

سکتا۔ بھون سنگھ ہل کی کھال اتارنے پر قتل کیا۔

دیکھیں..... بن جاتا ہے کچھ ہے..... اس کی ذمہ داری میں نے جو لے لی۔

سیوک رام کا ہاتھ خشکا۔

یہ رام جی..... بلند خان کا بیٹا ہے..... جو گزشتہ کئی سالوں میں ہم دھماکے میں

تھا..... اب بھی اسی کی پادری نے مارکٹ کو آتش گیر مادے سے لڑا دیا ہے۔

بلند خان کو ایک عرصہ گزرم گیا ختم ہوئے۔ سیوک رام نے افسوس ظاہر کیا۔

بے شک..... وہ..... لیکن اثرات باقی ہیں۔

اس کو آپ نے قتل کیا تھا بلکہ اس کے سارے خاندان کو..... سیوک رام کو یاد آیا

آپ درست کہتے ہیں..... بلند خان بہت بد اختر بنا تھا۔ اگر اس کو ختم نہ کیا جا

اور کوئی بڑا کام کرنے سے گریز نہ کرتا اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ سیوک رام نے

میں چاہتا ہوں کہ بلند خان کی ایک بیوی اور اس کا بیٹا..... غالباً ایک ملازم جس کی

ت کو اپنے بازو کے حصار میں لے لیا۔

تم میرے بیٹے ہو تا۔ وہ بیٹنی اور غیر بیٹنی کے اعراف میں ڈولنے لگے۔

اس میں کیا شک ہے..... میں سیوک رام کا بیٹا ہوں..... آپ کی روح کا حصہ..... وہ

الہانہ انداز میں بلا۔

لیکن لوگ جنہیں میرا بیٹا نہیں سمجھتے..... میں جانتا ہوں لوگ کیوں نہیں سمجھتے.....

انہائی کرب سے سیوک رام کی طرف دیکھ کر بولا۔

پھر بھی.....

جی ہاں بابا..... پھر بھی آپ میرے ہاتھیں..... میں آپ کا ہوں..... صرف آپ کا

آپ میرے..... آپ..... درپن بے ساختہ سیوک رام سے لپٹ گیا۔

جنہیں معلوم ہے جنہیں پیدا کسی نے کیا ہے۔ سیوک رام نے ویران نظریں درپن کے

پرے پر ڈالیں۔

جانتا ہوں مجھے پیدا کرنے والا بلند خان ہے۔ اس ٹاٹے سے وہ میرا باپ کہلاتا ہے.....

اس سے کیا ہوتا ہے بابا..... صرف پیدا کرنا تو سب کچھ نہیں ہوتا..... آپ نے مجھے پاؤں

اس چلنا سکھایا مجھے زندہ رہنے کا شعور عطا کیا..... میں ایک بہتر زندگی گزارنے کے قابل

ہوں بابا..... سویت بابا..... پرورش ہی سب کچھ ہے..... بڑی عقیدت اور محبت کے

ساتھ درپن جھکا اور سیوک رام کے ہاتھ چوم کر باہر نکل گیا۔

وہ ساکن..... کسی غیر متحرک بت کی طرح صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔

راہنما بھی ان کا بیٹا تھا..... اس نے کبھی ان کی خبر نہیں لی اور نہ ہی ہمدردی کے دہول

کے ہوں..... درپن دن میں ایک مرتبہ ضرور ان کی خبریت معلوم کرتا اور ہر طرح سے

ان کی صحت اور ضرورت کا خیال رکھتا۔ وہ درپن کو ہر قیمت پر ملٹری کے عتاب سے بچانا

چاہتے تھے۔ درپن کو زندہ رہنا ہے۔ بھگوان اس کی حفاظت کریں گے..... وہ زندہ رہے گا

میرے لئے..... دیوی کے لئے..... ہمیں اس کی ضرورت ہے..... ادھر کھانا سے

رازہ کھلا اور کشمی دیوی بری طرح چونک گئیں۔

کیا بات ہے..... دروازہ بغیر آواز کے کھولا کرو..... اس قدر شور..... کشمی دیوی

نے راجنما کو اندر آتے دیکھ کر ناگوار ہی سے کہا۔

میرے اندر کے شور کو خون دہائے گاما..... ایک طوفان برپا ہے میرے اندر.....

Thank you .. Thank you رام جی..... آپ درپن کے بارے میں بے

درپن.....

بھون سکھ نے دروازے کی طرف لرزتے پردوں کو بغور دیکھا۔ میرا خیال ہے میرا

اور آپ کی گفتگو کوئی سن رہا ہے۔ بھون سکھ نے چیک کر دوی کی اندرونی جیب میں ڈالا

لیا۔

بے فکر رہنے..... باہر سے کوئی نہیں آ سکتا..... کوئی ملازم ہوگا۔

All right..... بھون سکھ نے جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

سیوک رام بھی کھڑے ہو گئے۔

دروازے کا پت کھول کر بھون سکھ پھر پلٹا..... ایک بات کا خیال رکھتے رام جی.....

بھون سکھ نے اپنی ٹٹھی سیاہا بر دایک طرف سے اٹھا کر کہا۔

سیوک رام نے صرف آنکھیں اٹھائیں۔

درپن کو سمجھ راون سے بچائیے گا۔

کیا مطلب؟

مطلب یہ ہے رام جی راون دشمن ہے بلند خان کا..... وہ جہاں بھی درپن کو دیکھے

کردے گا.....

بھون سکھ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

میں اسے دیکھ لوں گا۔ سیوک رام نے ٹیش میں کہا۔

بابا.....

دروازے پر درپن کی آواز سن کر چونک گئے۔

درپن..... تم..... کہاں تھے..... میں نے تمہیں کل سے نہیں دیکھا۔ سیوک

کے انداز میں بے ساختگی اور الہانہ ہوا تھا۔

کیا بات ہے..... بابا۔ آپ پریشان نظر آتے ہیں۔ درپن بڑی محبت و چاہت کے۔

سیوک رام کے پاس بیٹھتا ہوا بولا۔

کچھ نہیں..... وہ چھپا گئے۔

کچھ تو ہے بابا..... یوں تو افسردہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

درپن نے دیکھا بغور سیوک رام کی آنکھوں میں محبت کے دودیپ جلنے دیکھے۔

آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں بابا..... وہ آگے جھک کر بولا۔ اور سیوک رام

نہ لگا۔ سیوک رام یا کشمی دیوی کا ڈیر یا خوف راستے کی رکاوٹ نہ بننا تو وہ کبھی کا درپن کو  
 ل سے نکال چکا ہو تا۔ صد آفرین درپن پر جس کو سب علم ہونے کے باوجود بھی اپنے  
 بات قابو میں رکھنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ جس دن اس کو یہ علم ہوا کہ وہ واقعی بلند خان کا  
 باپ ہے تو حیرت اور بے پناہ مسرت سے وہ دیوانہ ہو گیا۔..... لیکن وہ نمک حرام یا خود غرض  
 بے مروت نہیں تھا اس کا اتنا خیال تھا کہ اس کی بہتر تربیت و پرداخت محل میں ہوئی  
 لی..... سیوک رام نے کس قدر اس کے آرام اور سکون کا خیال رکھا تھا۔ وہ یہاں رہ کر  
 علی تعلیم حاصل کر چکا تھا۔..... اگر سیوک رام اسے پناہ دیتے تو آج وہ گندی میاں میں رینگنے  
 والے کبڑے کی طرح کسی ہندو کی چوٹ پر اڑیاں رگڑ رگڑ کر زندگی کے دن گزار رہا ہوتا۔  
 ہر کام نے اسے اعلیٰ زندگی اور عقل و شعور عطا کیا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی..... اور وہ چونک گیا۔ اسے معلوم تھا یہ دستک سوائے رتن  
 نے اور کسی کی نہیں ہے کیونکہ موسم قدرے ابر آلود تھا..... چند دنوں سے بارشوں کا  
 ایل چل رہا تھا۔..... مجھی مجھی چمچ میوز بونچاڑ پڑنے لگی تو مجھی رام مجھ مجھو..... وہ  
 ناش اپنے کمرے میں کسی دنوں کا چھوڑا ہوا حساب کتاب مکمل کر رہا تھا۔  
 دروازے پر دستک ہوئی۔

اُجاڑ..... دروازہ کھلا ہے۔ وہ یوں ہی بولا۔  
 اور وہ بالائے ناگہانی کی طرح آدھمکی.....  
 اسے..... پائل ہو گیا۔ ٹام دیکھا تم نے..... چھ بچ رہے ہیں۔ اور سردی  
 ان قدر بڑھ رہی ہے..... وہ کھاتے اور فائلیں ایک طرف رکھنا حیرت سے بولا۔ چھ ہی تو  
 ہیں..... رات تو نہیں بیت گئی.....  
 وہ بیٹکی اوڑنی کو جھاڑی اس کے سامنے والی میز پر بیٹھ گئی۔  
 رتی..... اس قدر سردی میں..... ان کپڑوں کے ساتھ..... مرنے کا ارادہ تو نہیں  
 ادا..... وہ رتن کی بیٹکی اوڑنی کو دیکھ کر بولا۔

مرتی نہیں ہوں میں..... بڑی سخت جان ہوں..... وہ ہاتھ سے اپنی پیشانی سے پانی  
 نہ قطرے صاف کرتے ہوئی.....  
 غمور..... میں تو یہ لاؤں..... تم بہت بھگت چکی ہو وہ دھمکتے لگا۔  
 نہیں..... بیٹھو..... تم سے ایک بات کہنا ہے۔ ایک دم رتن نے ہاتھ بڑھا کر درپن

راجا راجا شد یہ غصے کے عالم میں اندر آتے بولا۔  
 کیا..... کیا کہہ رہے ہو..... بیٹا..... اتنا غصہ صحت کے لئے مضر ہے۔ کشمی دیوی  
 نے جس کا خالی گلاس واپس تپائی پر رکھا۔  
 ماما..... وہ بڑے دھماکے سے صوفے پر بیٹھا.....  
 کشمی دیوی نے بغور اس کے مجڑے تہہ دیکھے تو حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔  
 کیا بات ہے..... مجڑے ہوئے لگ رہے ہو..... جھگڑا ہوا ہے کسی سے۔  
 نہیں..... وہ مختصر سا جواب دے کر جھپٹلائے ہوئے بالوں کو درست کرنے لگا۔  
 پھر کیا بات ہے۔ کشمی دیوی کو الجھن ہوئے تھی۔

ماما..... درپن کسی بلند خان کا بیٹا ہے..... اپنا تو کچھ نہیں..... وہ ایک دم کہہ گیا  
 تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کشمی دیوی کا ماتھا خشک..... راجا راجا تیز طبیعت کا لالہ اوپائی تو جوان  
 تھا۔ اس نے کہاں سے معلوم کر لیا..... حالانکہ..... وہ بھی اب محتاط ہو چکی تھیں۔  
 سوچنے لگیں۔  
 معلوم ہو گیا ہے..... درپن ہندو نہیں ہے..... وہ کشمیری ہے اور کشمیری یہاں نہیں  
 رہ سکتا..... وہ انتہائی نخوت سے بولا۔

راج بیٹے..... ایسا مت سوچو..... درپن اس محل میں ملی کر جوان ہوا ہے.....  
 تمہارے ساتھ کھلیا ہے..... تمہارے پیانا کھدو رہے..... کشمی دیوی جاتی تھیں کہ درپن  
 ایک بھروسہ دار وادعت کرنے والا تو ان جوان ہے..... اور سیوک رام کی خاص عنایت اس پر ہے  
 تو کیا ہوا..... وہ تیاراد غصے سے..... میں..... ہرگز نہیں..... وہ ہاتھ ملنے لگا۔  
 تم اسے کچھ نہیں کہو گے..... بس..... کشمی دیوی نے حکم صادر فرمایا.....  
 لیکن..... اس کی وجہ..... وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

سب سے بڑی بات کہ اگر وہ بلند خان کا بیٹا ہے بھی تو اب نہ وہ بلند خان ہے اور نہ اس کو  
 پیارا کرنے والی عورت..... وہ ہندو عورت کی آغوش میں پرورش پا چکا ہے..... اور ہندو  
 دھرم رکھتا ہے۔ کشمی دیوی نے راجا راجا کے دل سے تمام قسم کے پراگندہ خیالات صاف  
 کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہندی ہمت دھرم اور اکلڑ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے دل میں ہم  
 فطری نفرت و حقارت گھر کر چکی تھی روز افزوں تر تھی کرتی رہی۔ یوں تو وہ بھی درپن سے  
 بات کم ہی کرتا تھا۔ لیکن اب کے تو حالات نے ایسا پائندہ پائنا کہ وہ درپن سے شدید نفرت

درپن..... کیا کروں..... جی چاہتا ہے..... تمہارے پاس ہی بیٹھی رہوں..... تم  
 اے سامنے رہو..... بس ہر جگہ تم ہی میرے ساتھ ہو..... وہ اپنے سر کو درپن کے  
 ماتے پر رکھا کر بولی۔  
 کون کا فر..... تم سے جدائی کا تصور بھی کرے..... مجبوری ہے..... وہ پرمردہ رتن  
 کی طرف دیکھ کر بولا۔  
 کیا مجبوری؟ وہ بولی۔  
 اب تو راجکار بھی طفر کرنے لگا ہے مجھ پر..... جب بھی سامنا ہوتا ہے..... عجیب  
 اب نظروں سے دیکھتا ہے۔ درپن کے لہجے میں عجیب قسم کی اداسی تھی۔  
 میں جانتی ہوں..... تم کوئی اور خیال من میں ملتا..... رتن نے درپن کو اطمینان  
 دلایا تھا۔  
 تم جانتی ہو۔ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ درپن نے کہا۔  
 ہاں..... میں جانتی ہوں..... بھائی کیوں ایسا کرتا ہے۔  
 کیا..... بھلا.....  
 تم بلند خان کے بیٹے ہو..... وہ تمہیں کشمیری جان کر ایسا کرتا ہے۔ وہ مسکرائی.....  
 اسے علم ہو گیا۔ وہ درط حیرت میں اتر گیا۔  
 تمہیں حیرت ہوئی ہے کہ تم ایک کشمیری کے بیٹے ہو..... اور میں تم سے محبت کرتی  
 ہوں..... وہ بڑی ناپائیدار سے درپن پر اپنے تازک وجود کا ہکا بھکا ڈال کر بولی۔  
 ہاں..... رتنی..... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا..... مر جاؤں گا۔ تم میرے  
 اناس کی پرچھائیں سے بھی قریب ہو.....  
 محبت کسی مذہب کی پابند نہیں ہے درپن..... محبت تو بس محبت ہے..... مسکرا دی۔  
 رتنی..... میری جان..... درپن نے پرسکون انداز میں اپنا سر رتن کے ریشمی بالوں پر  
 ٹکایا..... باہر آہٹ ہو رہی ہے۔ درپن ایک دم سے چونکا  
 درپن بیٹا..... سو گئے..... برآمدے سے پوچھ جانے کا راز.....  
 آجائے پوچھا..... آفت نازل ہو چکی ہے..... سونا کہاں ہے..... لہجے میں  
 اداوت ہی شرارت تھی..... اور رتن اٹھ کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔  
 اسے رتنی..... تم..... اس وقت پوچھا گھر آکر بولی۔

کو ہٹا دیا۔  
 کبہ..... جلدی سے۔ وہ بیٹھ گیا  
 ہم سب لوگ دہلی جا رہے ہیں۔ رتن نے کہا۔  
 دہلی..... ماما بھی جائیں گی۔  
 نہیں..... بس ہم سب۔ وہ بغور درپن کو دیکھ کر بولی۔  
 یعنی کہ تم اور باقی لوگ۔ درپن کے انداز میں اداسی کا عنصر غالب تھا۔  
 تم بھی چلتا..... درپن..... بڑا مزہ آئے گا..... وہاں بڑے مندر کے پچھلی طرف  
 کے کزن ہیں..... بڑے مڑے کے آدمی ہیں..... وہاں بھی چلیں گے۔  
 خیر..... شوق سے جاتا..... لیکن..... وہ صرف اتنا کہہ سکا۔  
 لیکن کیا؟ وہ جھک کر بولی  
 میں نہیں جاؤں گا۔ وہ ایک دم بولا۔  
 کوئی تکلیف ہے..... تم کیوں نہیں جاؤ گے..... وہ ایک ہاتھ درپن کے شانے پر مار  
 بولی۔  
 تمہارا دماغ چل گیا ہے..... بابا کیسے جانے دیں گے..... یہاں کام کون کرے گا.....  
 اور جو تیری فیکٹری لگائی ہے..... درپن نے کام کی زیادتی کا احساس دلایا۔  
 بھڑا میں جائے تمہارا کام..... بس تم چلو گے..... میں کچھ نہیں جانتی..... وہ لبر انداز  
 میں بولی۔  
 تم نہیں سمجھو گی..... دیوانی لڑکی..... تجھے اپنی پڑی ہے۔ وہ محبت سے رتن کا شانہ  
 بولا..... پھر نہں دیا  
 تجھے نہیں معلوم تم چلو گے..... ورنہ.....  
 ورنہ کیا..... کیا کرو گی تم..... وہ چونکا..... اور آگے کو جھک کر بولا۔  
 میں تمہارا گھارہ یاد دلاؤں گی..... ہاں..... وہ دونوں ہاتھوں سے درپن کی مردانہ گرن  
 دیوچ کر بولی۔  
 اچھا..... ان ہاتھوں سے..... یہ..... تازک اور کمزور..... پھول..... جیسے ہا  
 درپن نہایت عقیدت کے ساتھ رتن کے ہاتھوں کو چوم لیا..... ان سے نہیں مر سکتا.....  
 وہ مسکرا دی۔



اس وقت کیا ہے پوچھا۔ درپن بولا۔

بیٹا۔ دیکھو تو کسی..... کتنی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ پوچھنا ہے بند کھڑکی کی طرف دیکھا۔

بارش..... رتن گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

گھبراؤ نہیں میں تمہیں چھاتے کر چھوڑ آؤں گا..... جیسے..... درپن نے دلا سادیا۔ دیکھو..... آٹھ کا گھنٹہ بج گیا..... جاؤ چھوڑ آؤ..... رتن نے درپن کی طرف دیکھا.....

ذرا کو..... میں چھاتے آؤں..... وہ کمرے سے نکل گیا۔

اب کیا معلوم دیوی بی..... کیا کہیں..... پوچھا اسی پیرا کو بیٹے والے لہجے میں بولی۔ کچھ نہیں کہتیں۔ اب بارش ہو گئی تو میرا کیا قصور..... یہ تو سے کا قصور ہے یا پھر بنگلوان کی مرضی..... وہ اندر آتے درپن کو دیکھ کر ہنس دی۔

پوچھا..... یہ تو نہ جانے کون سی مٹی سے بنی ہے..... اسے ڈری نہیں لگتا..... نہ رات سے اور نہ دن سے..... وہ پھر اصل موڈ میں آگیا۔

میں کوئی تیری طرح ڈر پوک تو نہیں۔ جو ہر گام پر ڈرتی رہوں۔ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

چل آ۔ درپن نے رتن کا نازک ہاتھ تھام لیا۔

جلدی آ جانا..... پوچھا جانے جاتے ہوئے درپن نے کہا۔

OK.....

دونوں باہر نکل گئے۔ وہ تیز بارش میں درپن سے چپک لپٹی اپنے کمرے تک پہنچ گئی۔ شیشے ہے بنگلوان..... وہ دواڑ دواڑ نظر گھما کر بولی۔

میں جاؤں..... وہ باہر سے ہی بولا۔

آ جاؤ..... درپن..... ٹھہر کے چلے جانا..... وہ پھر اسے روکنے لگی.....

سو جا اب..... دروازہ بند کر لے

ٹھہر جاؤ۔ رتی نے لپک کر درپن کا ہاتھ پکڑ لیا۔

نہیں..... رتی..... اب جانے دو..... تم جاؤ کمرے میں..... سردی بوھ رہی

ہے..... شاباش.....

اچھا ہائے..... وہ جاتے جاتے درپن کو پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ دروازہ کھول کر

داخل ہوئی..... اس کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔ کشمی دیوی قہر و جلال کی صورتی بنی سامنے لپٹی تھیں.....

تی..... کشمی دیوی کرج کر بولیں.....

بیٹا..... وہ سہم گئی۔

نہاں سے آ رہی ہو..... اس وقت..... کشمی دیوی کی دواڑ کی کڑک اس کے رگ رگ میں اتر گئی۔

اما..... ادھر..... درپن کے ہاں اور کہا جاتا ہے۔ وہ معصومیت سے بولی

یوں جاتی ہو..... درپن کے پاس..... تمہیں منع کیا ہے کہ اب تم وہاں نہیں جاؤ گی۔ ہا کر بولیں۔

اما..... کیوں نہ جاؤں درپن کے پاس..... درپن میں یار برائی ہے..... وہ بے ساختہ مٹی۔

اس میں برائی ہے..... تمہیں معلوم نہیں..... کشمی دیوی نے طنز اکیا

یار برائی ہے..... یہی کہ وہ بلند خان کا بیٹا ہے۔ رتن نے کہا۔

کیا یہ برائی کس ہے..... دو ایسے انسان کا بیٹا ہے..... جس کے خیالات نظریات ہم سے جدا ہیں..... اور یہی اختلافات ملک تقسیم کا باعث بنا.....

وہ ہمارے ساتھ ہیں کہ جوان ہوا ہے..... مجھے تو اس کی کسی حرکات و سکنات میں اتار نظر نہیں آیا..... بلکہ برائی بھی کوئی نظر نہیں آئی.....

تہذیبی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے..... تمہیں اچھے برے کی پہچان نہیں رہی..... کیوی کی تیرے تیرے بدلے بدلے سے نظر آ رہے تھے۔

ٹب کے گیارہ بج چکے تھے.....

اب سو جاؤ..... اور اپنے لباس کو تبدیل کرو..... جیسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ تیز لڑی سے کمرے میں سے نکل گئیں.....

تہذیب مندر کی کھنٹی بجنے لگی..... محل کے لوگ جانے کی تیاری کرنے لگے..... دھیرے دھیرے ضروریات سے فارغ ہو کر سب ڈرائنگ روم میں ناشتے کے لئے موجود تھے

ہک رام..... راجندر اور کشمی دیوی موجود تھی..... لیکن ایک کرسی خالی تھی..... لراشا..... رتی کو ناشتے کے لئے کھو

بہتر دیوی دی..... کرشار تن کے کمرے میں چل دی۔ اور چند لمحوں کے بعد واپس  
ہوئی۔

دیوی جی..... رتی لپٹی تو بخار میں پھنک رہی ہیں..... اوئی رام آگ کی طرح ہو  
تپ رہا ہے..... کرشار حد درجہ گھبرا رہی تھی.....

بخار..... ہونا ہی تھا..... ککشی دیوی پریشان صورت کرسی دھکیل کر انھیں  
لیکن سیوک رام کو چین کیسے نصیب ہوتا..... لاڈلی بیٹی بیمار ہو تو..... وہ بھی اٹھے.....  
راہ بھکار پشدار۔

راج بیٹے..... تم ناشتہ کرو..... ہم رتی کو دیکھ کر آتے ہیں..... ٹھیک ہے ماما.....  
مطمئن رہا۔ را بھکار نے اپنے کپ میں چائے بنائی۔

رتی جانی..... ککشی دیوی اس پر جھک گئیں۔ ارے بہت بخار ہے..... سیوک رام  
ہوئے..... صوبائل نکال کر ڈاکٹر سے بولے.....

دیکھا..... سردی اور بارش..... بخار تو ہونا تھا..... ککشی دیوی نے دام  
چکچکایا.....

ماما..... شہنشاہ گ رہی ہے..... مر جاؤں گی..... ہائے رام..... رتن نے ککشی دیوی  
کے ہاتھوں کو اپنے ہونے پکڑا۔

مریں تیرے دشمن..... میری جان..... ماما کی زندگی..... ککشی دیوی نے آنکھوں  
دان کی آگ کو روٹن کر دیا۔ جو بھجھ بھجھ تھی۔

رتن کیا بیمار ہوئی سارے محل کی دنیا اٹھل پھٹھل ہو گئی..... آج کئی روز ہو  
تھے..... پو جاہر ان سی محل چل دی۔

مٹسے دیوی جی.....  
مٹسے..... آؤ پو جا..... کیسے آئی ہو..... ککشی دیوی غلام گردش میں آتے ہوئے۔

سے بولیں۔  
بہت دن ہو گئے دیوی جی..... رتی نظر نہیں آئی..... طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی۔

پو جاہر پشان سی بولی۔  
رتی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... ککشی دیوی لا پر واہی بولیں۔

کیا بات ہے رتی کو۔ پو جانے کہا۔

معمولی بخار ہے..... پریشانی کی کوئی بات نہیں.....

پریشانی کی بات تو ہے دیوی جی..... درپن یہاں نہیں ہے..... اس لئے مجھے کسی بات کا  
مہم ہی نہیں ہوتا..... درپن بہت دنوں سے دہلی گیا ہوا ہے۔ پو جا کا افسوس ہوا کہ بروقت  
نے رتی کی بیماری کا علم کیوں نہیں ہوا۔

رتی کو اسی دن سے بخار ہے..... جس دن تمہارے ہاں بھیسکی ہوئی آئی تھی۔ ککشی دیوی  
نے جیسے زبردست شکوہ کیا ہوا..... کہ رتی کا بخار تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔

دیر ہو چکی تھی..... درپن نے کہا کہ رک جاؤ..... لیکن وہ آنے کے لئے ہمت نہ تھی  
وہ..... وہ قہر جی کر سی بیٹھ گئیں۔

اپنے کمرے میں ہے..... پو جانے کہا  
ہاں..... دیکھ لوں..... وہ اجازت طلب نگاہیں ککشی دیوی کے رخسار پر ڈال  
ہوئی۔ ککشی دیوی نے اقرار میں صرف گردن ہلائی اور پو جارتن کے کمرے کی طرف چل  
ہوئی۔

رتی بیٹا..... پو جانے محبت سے اسے دیکھ کر لطف بنایا.....  
پو جانے اس کے ہتھے ہوئے چہرے پر سے ہال بنائے۔

پو جاہاں.....  
ہاں..... ہاں..... کہسی طبیعت ہے..... پو جا محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر  
ہوئی۔

پو جاہاں..... درپن نہیں آیا..... وہ ایک دم یاد کر کے بولی۔  
نہیں بیٹا..... وہ تو دہلی سے واپس نہیں آیا..... پو جانے کہا۔

اتنے..... اتنے دن ہو گئے..... وہ آہستہ سے بولی.....  
ہاں بیٹی..... دن تو بہت ہو گئے ہیں۔ آجائے گا..... پو جانے رتن کے دیکھتے چہرے کو

بلا کر دیکھا..... اس کا سرخ و سپید رنگ اناری ہو رہا تھا اور پاتوقی ہونٹ خشک تھے۔ منہ پر  
پانی کی جم گئی تھی۔

وہ چند لمے خاموش رہی۔ پو جاہاں.....  
کہو بیٹا..... پو جانے کہا۔

جب بھی درپن آئے..... اسے میرے پاس بھیجتا..... وہ بولی۔

ہاں..... ہاں..... ماما..... آپ جانیں..... ہم..... رتی کے پاس رہیں گے.....  
درپن بولا۔  
کر شاہے؟..... لکشی دیوی نے کہا۔  
نہیں ماما..... کر شاہی اس کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی..... آپ بے فکر ہیں..... پوچھا  
ماں..... ٹھیک ہے نا..... ٹھیک ہے دیوی جی..... ہمیں بھی موقع دیں رتی بی بی کی  
خدمت کا..... ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... آؤ لکشمی..... سیوک رام لکشی دیوی کا ہاتھ پکڑ کر  
کمرے میں لے گئے۔

میں رتی کی شدید بیماری کی وجہ سے خاموش ہوں..... ورنہ میں اس طرح کا رویہ پسند  
نہیں کرتی..... لکشی دیوی نے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس بیٹھے زیورات اتارے..... کسی وہم اور  
اندیشے کو دل میں جگہ مٹا دیا..... دیوی بی واصل پوچھا اور درپن اپنی ٹھکانے ٹھکانے لوگ  
ہیں..... پھر درپن تو کسی نہ تکیف نہیں دیکھ سکتا..... سیوک رام نے لکشی دیوی کے دل سے  
اندیشے نکالے چاہے۔

یہ بات بھی درست ہے..... لیکن..... وہ خاموش ہو گئیں۔  
لیکن..... کیا..... بات ادھوی مت چھوڑا کریں..... آپ کو معلوم ہے مجھے اچھا  
نہیں لگتا..... بلیز بات مکمل کریں..... وہ تجس درداشت نہیں کرتے تھے۔  
میں آئندہ کے لئے پریشان ہوں..... رتی درپن کے ساتھ اس قدر مانوس ہو چکی ہے  
کہ اس نے راجکار کی بھی پروا نہیں کی..... لکشی دیوی نے کہا۔

راج کی بات مت کرو..... اسے اپنے پیش و طرب میں کس کا خیال ہے..... اب دیکھو نا  
..... چھپے پندرہ دن سے شعلے دوستوں کے ساتھ گیا ہوا ہے..... اس نے بھول کر رتی کو کبھی  
محبت سے نہیں بلایا..... بلکہ حال نہیں پوچھا..... سیوک رام نے کہا۔

ہوں..... رام جی..... میں بھی باقی ہوں..... وہ محل میں تنہا ہی کب ہے.....  
لکشی دیوی نے اقرار کیا۔

اسے تنہا چاہیے..... میں بوڑھا ہو رہا ہوں..... سارا کاروبار درپن نے سنبھال لیا  
..... اسے بھی دلچسپی لینی چاہیے..... سیوک رام بولے۔  
نہ جانے آئندہ کیا حالات ہوں..... آپ اسے بڑس کے کاموں میں لگھائیں..... لکشی  
دیوی آنے والے وقت سے دل مل گئی۔

ضرور سمجھیں گی شیا..... بھلا تمہاری بیماری کا سن کر وہ چین سے کیسے رہ سکتا ہے۔  
ماں نے اس کے لحاف کو درست کیا۔  
پر داغدار لکشی دیوی اندر داخل ہوئی..... کیسی ہے ہماری بیٹی..... لکشی دیوی نے  
کرسی پر بیٹھ گئی۔  
بخار تو کم نہیں..... ڈاکٹر نے دیکھا تھا..... کیا کہا اس نے..... سردی کا اثر ہے۔  
لکشی دیوی کہتے کہتے رک گئیں..... جب سیوک رام درپن کے ساتھ داخل ہوئے۔  
رتی..... تمہیں بخار ہو گیا..... درپن سب کی موجودگی کو نظر انداز کرتا،  
جھکا.....

درپن..... تم آگئے..... رتن نے آنکھیں کھولیں.....  
ہاں..... آنکھیں کھول..... دیکھو..... وہی چہرہ آئے ہوئے تھے..... چاندنی  
میں انہوں نے غماز لگائی تھی..... میں تمہارے..... کیا کیا لایا ہوں..... درپن نے  
دونوں ہاتھوں کے حصا میں تمام کر رتن کو بٹھایا.....

ارے..... بابا..... اتنا بیمار کر دیا رتی کو..... میں تو اسے اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا۔  
درپن نے بریف کیس کھول کر رتن کے سامنے رکھا اور دوسری طرف سیوک  
طرف متوجہ ہوا۔

اس وقت لکشی دیوی خاموش دیکھ رہی تھی کہ رتن کس قدر سرعت کے ساتھ  
کے آتے ہی بوش مند نظر آنے لگی تھی۔

ہاں بیٹے..... زبردست صوبے کا مکمل تھا..... سیوک رام مسکرائے۔  
بابا..... اب بالکل ٹھیک ہو جائے گی..... میں..... اس کی ساری پیاری لے  
گا..... بھگوان اس کو ٹھیک کر دے..... میں اسے دکھ میں نہیں دیکھ سکتا۔

رتن بڑی پر سرعت انداز میں اپنی چیزیں دیکھ رہی تھی.....

یہ سچ ہے..... اچھے ہیں نا..... نیکرو..... ڈانس کر رہے ہیں..... وہ یوں اب  
باتیں کر رہا تھا جیسے کسی بچے سے مخاطب ہو..... اس قلیل عرصہ میں لکشی دیوی جان بچی م  
رتی اور درپن ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں..... لیکن ہو گا کیا..... رتی ضدی  
بات پڑا جانے والی لڑکی تھی..... خیر..... دیکھا جائے گا..... وہ ادھی  
چلیں..... ناشتہ خنڈا ہو چکا ہو گا..... سیوک رام بولے۔

میں کیا کروں..... میری ہمت جواب دے چکی ہے۔ درپن کو دودھ چھانچا نہیں سمجھتا...  
 بزنس میں خاک اٹھچکے گا..... راجا بھار کے لیے کراؤگ نہیں ہے۔ سیوک رام نے سر پکڑ لیا۔  
 بات کہاں سے شروع ہوئی اور ختم کہاں ہوئی۔

آرام کیجئے..... مت سوچئے..... نکشی دیوی لٹتے ہوئے بولی۔ اور سیوک رام نے لپٹا ہی سائیڈ لپ کی بتی گل کر دی۔

یو جاہاں ..... نیند آ رہی ہے۔ وہ لحاف اٹھائے اندر داخل ہوا۔

ہوں..... پو جاو گھ رہی تھی..... یہاں لیٹ جائیے ماں..... قالین پر بستر بچا کر  
خاف رکھا.....

آگے بڑھا۔۔۔ وہ صوفے کے بکشن سر کے نیچے رکھتی لیٹ گئی۔

آپ سوچائیں..... رتی کا خیال رکھنا..... وہ منہ میں ہی بولیں۔

رہتی کا کیوں نہ خیال رکھوں گا..... بھلا کون اپنی جہتی کا خیال نہیں رکھتا..... دوا کی  
 کے ساتھ اٹھا..... رتن پنگ سے ٹک کر گئے انھیں بند کئے لینے کے انداز میں بیٹھی تھی  
 اس کی آنکھیں بند تھیں۔ قمری میز سے میڈیکل چارٹ اٹھایا..... اور دوا پر سرنگے لگا کر  
 دیکھا..... دوا کی دقت ہو چکا تھا۔ جھوٹی سی شیشی سے گولیاں نکال کر اس نے گلاس میں  
 اندھا بنا۔

رتی.....دوائی لے لو.....

کڑوی ہے..... خمار سے سرخ آنکھیں کھول کر رتن نے منہ دوسری طرف کر دیا۔  
 نہ..... نہ یہ دیکھو..... تمہارے لئے شہید لایا ہوں..... دوائی لینے کے  
 ایک چمچ شہید..... ٹھیک ہے..... وہ بڑے ہی پیار سے پاس بیٹھ گیا۔ لو..... درپن نے  
 بڑھایا۔ اور رتن نے چھوٹا سا ہنسا دیا۔ درپن نے گولیاں اس کی زبان پر رکھ دیں.....  
 گھاس اس کے ہونٹوں کو لگا دیا۔

شباباش..... اچھا بچہ ہے..... رتن کو گولیاں نکلتے دیکھ کر وہ محبت سے بولا.....  
گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھ دیا.....

لرزتے ہاتھوں سے رتن نے اپنا ہاتھ درپن کی طرف بڑھایا۔ ایک دم درپن سے رتن ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں گھبرنایا۔ جان کر تھا کہ لیا۔ کیسی طبیعت ہے۔۔۔۔۔ دوپٹہ بٹھ کر محبت سے بولا۔

رتی نے صرف آنکھیں چھپکائیں.....

لیٹا دوں..... ہاں..... وہ نقاہت سے صرف اتنا ہی بولی۔

دور پن نے ایک معصوم کو مل پھول کی طرح بڑی محبت حفاظت سے نرم انداز میں رتن کو بستر پر لیٹا دیا..... اس کے بکھرے بالوں کو دبست کیا..... رتن کا بخار بڑھ رہا تھا

درپن کو وہاں کھڑے کھڑے بڑی تشویش لاحق ہوئی..... آخر یہ بخارا تریکیوں نہیں .. ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق اسے نمونے کا اثر تھا..... اور سردی کا اثر غالب تھا

نماز کرتی اس بات سے لاعلم ہے کہ موسم بھی انسان کی طبیعت پر اثر انداز ہوتے رہتا ہے۔ رتی اس دن سے پیار تھی جس دن شدید بارش میں وہ اس کے پاس آئی تھی اور وہ اسے

نے آیا تھا..... اسی دن سے وہ بیمار تھی۔

فیند در پین کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی.... سامنے کر سی پر بیٹھا کسی رسالے کی ورق  
بنا کر تار مارا.... ٹن سے شب کے بارہ بجے در لکشی دہلوی اندر داخل ہوئیں۔

دریں..... انہوں نے اندر آتے لکارا

بی ماما..... وہ ایک دم مودب کھڑا ہو گیا۔

تم سوئے نہیں..... وہ حیرت سے بولے.....

نہیں..... رتی کو دوائی دی ہے .... اور ایک گھنٹے کے بعد سیرپ دینا ہے۔ وہ بالوں کو ت کرتے بولا۔

لشعی دیوی رتی کے قریب آئیں..... اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ بخار تواب بھی تیز  
 ہو رہا ہے۔ وہ برٹان نظر آنے لگیں۔

میرے خیال میں رتی کی دوائی تبدیل کرنا پڑے گی..... بخار کیوں نہیں ٹوٹ رہا۔ وہ  
شناک انداز میں بولا۔

اس سے فرق تو پڑا نہیں۔ لکشمی دیوی نے دوآئی والی شیشی کو دیکھا میں بھی محسوس کر رہا۔۔۔۔۔ کہ اس دوآئی سے کوئی خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوا وہ کھڑے کھڑے ہی بولا۔

اما..... وہ کچھ سوچ کر بولا۔

..... وہ رتن کی بیماری سے آگاہ ہو چکا تھا۔

صبح..... رام جی سے بات کروں گی..... ویسے رتی زیادہ بیمار ہے۔ وہ گھبرا رہی تھیں۔

میں دہلی لے جایا گیا۔

عمل خالی ہو گیا..... صرف ملازمین کی فوج موجود تھی..... رات کے دس بج چکے تھے..... راجکارا بی بی طویل سیر و تفریح کے بعد شعلے سے لونا تھا۔ محل کی جان لیوا خاموشی اور مہمیر شناس بات کی دلیل تھی کہ کوئی موجود نہیں ہے۔ وہ گاڑی سے اتر کر سیدھا کشمی دہلی کے کمرے کی طرف دوڑا..... مہاراج..... رتی بی بی کو دہلی لے گئے ہیں..... اسے آتے دیکھ کر اپنی ملازمہ بولی۔

کیوں..... وہ ایک دم رک گیا۔

سرکار..... رتی بی بی بہت بیمار تھیں..... رام جی اور دیوی جی..... درپن بابو کے ساتھ دہلی لے گئے..... وہ کہنے لگی ہوں..... وہ وہاں پٹنار اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

سرکار..... جاگیں گے نہیں..... وہ پھر بولی۔

صبح..... اس وقت بہت تھک چکا ہوں..... وہ میز و قمار سے اپنے کمرے میں چل گیا.....

ادھر سنوٹش اور ایشا کو بھی پینچ پکلی تھی۔ تمام وہاں پہنچ چکے تھے۔ رتن کو امیر چمنی وارڈ میں لے جایا گیا۔ چند لمبے کے بعد نرس نے ایک چنٹ درپن کے ہاتھ میں تھما دی..... درپن پٹنار خوں کی ضرورت ہے۔ سیوک رام قریب آئے

بابا..... اس خون کا گروپ کہیں نہیں ہے..... وہ پڑمردگی کے عالم میں بولا۔

اس اثناء میں راجکارا اندر داخل ہوا اور راجکارا..... ہم خون ٹٹ کر دوائیں..... شاید غمزدہ ہو جائے۔ درپن نے کہا۔

تم جاؤ..... میں خون دینے کے حق میں نہیں ہوں..... کشمی دہلی اور سیوک رام نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

Relakes..... کوئی بات نہیں..... درپن کو شش کر رہا ہے..... سیوک رام

نے کشمی دہلی کو قتل دی۔ درپن اندر جا چکا تھا۔

نرسوں اور ڈاکٹروں کا تانہ بندھا تھا..... رتن کو ہوش میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی۔ دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد نرس نے مڑا استایا۔ آپ کے مریض کو ہوش آگیا ہے رام جی.....

میں اس بات سے پریشان ہوں کہ رتی کا بخار کیوں نہیں اتر رہا..... اس میڈیسن نوٹنا چاہیے تھا..... اور اس پر بے ہوشی..... وہ کشمی دہلی کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔ ہوں..... وہ ہوں کہتے ہوئے پوجا کو گہری نیند سوتے دیکھنے لگیں۔ تم بھی سو جاؤ درپن..... تمھیں کوئے دہلی سے آئے ہو..... وہ پلٹ کر بولیں انہیں درپن پر اس وقت رحم آ رہا تھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں ماما..... صرف رتی کو آرام آنا چاہیے۔ وہ بڑی چاہت سے، ضرور آرام آئے گا..... کالی دیوی کی نذرانہ مانگتی..... بھگوان اسے آرام دے تو بڑے مندر میں چڑھا دیا چڑھانے سب چلیں گے..... وہ باہر نکل گئیں۔

لیکن اس کا دل دیوی کو نہیں مانتا تھا..... وہ مندروں کو پسند نہیں کرتا..... دالم

خان کا بیٹا ہے۔ بلند خان مسلمان تھا..... خدا کو ماننے والا۔ اے خدا..... اے خدا.....

فرحت کے ساتھ اس نے منہ پھلایا اور چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے وہ جیسے زندگی

مرا سے آزاد ہوا ہو..... وہ اگر بلند خان کا بیٹا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچوں کی

حدوں کو چھو رہا تھا..... تمام شب وہ اپنے لئے اور رتن کے لئے سوچتا رہا۔

درخت پر بند ہو گئے۔ شاخوں کے جھک سوا گئے۔ پتوں نے درختوں کی شاہد گ

ناط توڑ لی۔ جس طرف دیکھو ایک سچ بست ویرانی ہے۔ ایک ملنگی سی اداسی۔ ایک

سفائی..... ایک روح سمجھنے لینے والا منظر..... ایک روح فرما سوا مل.....

اب کیا ہوگا..... کشمی دہلی نے کھینک لگیں اور پراٹھا لیں.....

بھگوان سے دعا کر دو کہ کھن..... وہ اچھا ہی کریں گے..... سیوک رام نے لاش

کے کاندھے پر ہاتھ رکھا..... اور خود اپنی گائیں بے ہوش رتن کے بے حس و حر

پر ڈال دیں۔

بابا..... جلدی کیجئے..... چلنے ماما آپ گاڑی میں بیٹھئے..... میں رتی کو لے کر

..... دور تن کی طرف بڑھا.....

کام مکمل ہو گیا..... سیوک رام امیدی کی کرن دیکھ کر بولے.....

سب کام مکمل ہیں..... میں نے مسز واکس کو سمجھا دیا ہے..... وہ سمجھ

کہتے ہوئے درپن بے ہوش رتن کو متاع عزیز بن کر اپنے ہاتھوں پر اٹھاؤں گا

گیا..... ملازمین نے دروازہ کھولا..... گاڑی میں لٹا دیا..... اور پھر رتن کو نیم

نہیں..... بتایا تو نہیں..... ویسے میرا خیال ہے کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔ درپن نے کہا۔  
 لمبے اور طیش میں سیوک رام نے دانت پیسے..... متے لوگوں کے سامنے وہ ہچکھ کبہ  
 نہیں سکتے تھے۔ تاخلف بیٹے نے انہیں ذہنی اذیت سے دوچار کر دیا تھا۔ اس کی طبیعت  
 اسی شانہ انداز شرب نوشی جسے وہ ہمیشہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اور روپے کا ناجائز استعمال  
 ان کی تربیت میں کہاں کی رہ گئی تھی جو اس کی شخصیت میں درازیں پرچکی ہیں.....  
 لی وجہ نے ان کو عارضہ قلب میں مبتلا کر دیا تھا۔

بنیادی چائے پیجئے..... سنشوں نے بڑے مودب انداز میں سیوک رام سے ان  
 سامنے رکھے کپ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ایک دم چمکے..... اور کپ پکڑ لیا۔  
 آپ راج کے لئے پریشان نہ ہوں..... وہ جہاں بھی ہوگا۔ ٹھیک ہوگا۔ کشمی دیوی نے

لیکن وہ خاموش ٹھہر ٹھہر کر چائے کا گھونٹ زہر کی طرح حلق سے اتارتے رہے۔

رتی..... تم زیادہ دیر مت بیٹھو..... جھک جاؤ گی..... درپن نے ایک دم کہا۔

میں ٹھیک ہوں۔ وہ درپن سے بولی۔

نہیں ٹھیک..... صوفے پر ہی لیٹ جاؤ..... سونیا..... ادھر آ جاؤ..... رتن لیٹ  
 جائے..... وہ اٹھتا ہوا سونیا سے بولا جو رتن کے پاس بیٹھی تھی۔

ایک ناگوار نظر سونیا نے درپن کے شفاف چہرے پر ڈالی اور اپنی دانست میں زمین کو  
 اندھ بوئی انہی..... سونیا ادھر آ جاؤ..... ابے نے اپنے پاس ایک آرائشی کرسی کی  
 طرف اشارہ کیا۔

Thank you۔ امدے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ وہ بڑی دلربائی سے اس کرسی پر بیٹھ  
 راز راہ تنکر بولی۔ درپن نے رتن کے لئے صوفے پر کٹن رکھ دیئے..... لیٹ جاؤ.....  
 جی..... تمہیں ریٹ کی ضرورت ہے۔ وہ کب درپن کا کہاں لے سکتی تھی۔

ہاں بیٹا..... لیٹ جاؤ..... تمہارے لئے زیادہ دیر بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔ اُٹانے کہا اور  
 منسکراتی ہوئی پنجپتی ہوئی لیٹ گئی۔

اُٹانے اٹھ کر سب کے لئے چائے بنائی اور شیشی نے سب کو باری باری ان کے ہاتھ میں  
 نہائی۔

شیشی ایک سمجھ دار اور سلیجی ہوئی لڑکی تھی..... کشمی دیوی کی ہمیشہ سے خواہش تھی

بھگوان تیرا کرم..... سیوک رام جوش مسرت سے بولے..... اور کشمی دیوی وہ  
 کے لئے انہیں۔

ابھی نہیں..... کچھ دیر کے بعد۔ نرس نے مسکرا کر کہا۔

راجکار نے نرس کو دیکھا..... اگر بروقت درپن کا بلڈ نہ میسر آتا تو مشکل ہو  
 ..... نرس نے کہا۔

کیا خون درپن نے دیا ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔

جی دیوی جی..... بھگوان کی دیا سے مسر درپن کا بلڈ نہرو ہی تھا۔ جس کی ضرورت  
 ۔ نرس کہتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔

راجکار نے اپنے بتا کے چہرے پر جو طہانیت دیکھی آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی م

اس نے محسوس کیا جیسے درپن اس کے تمام اختیارات پر قابو پا رہا ہے۔ اس کا باپ اس  
 سب کچھ چھین کر درپن کو دے گا..... اس کر یہ سوچ کے ساتھ ہی نفرت و رکا  
 کا ایک لاوا اس کی روح کو جلا کر رکھ کر گیا۔ وہ ایسا نہیں ہونے دے گا.....

چند دن یوں ہی پریشانی کی گزرتے..... رتن نے بہت جلد صحت یاب ہونا شروع  
 ..... آج ڈاکٹر نے چھٹی دے دی تھی۔ اور یہ چھوٹا سا قافلہ سنشوں اور ابے کے ساتھ

کے ہاں مل فراہم نہیں آگئے۔ اس وقت ڈرائیوگ روم میں سب ہی موجود تھے..... سا  
 صوفے پر سیوک رام اور کشمی دیوی براجمان تھے..... اور ایک طرف رتن 'سونیا' وہ  
 بیٹھے تھے..... سامنے ابے اور درپن بیٹھے تھے.....

چند لمزے گزرے تھے کہ شیشی اور ایشا زبردست چائے کے ساتھ داخل ہوئیں۔  
 واہ..... زبردست بڑی طلب محسوس ہو رہی تھی چائے کی..... گو تم نے دلچسپی کا  
 کیا۔

رتن نے درپن کو دیکھ کر ہونٹوں پر تبسم نکھیرا.....

راجکار نظر نہیں آ رہا..... سیوک رام نے متلاشی نگاہیں ادھر ادھر گھمایں۔  
 میں نے صبح سے نہیں دیکھا۔ کشمی دیوی بولیں۔

پھر کہاں چلا گیا۔ سیوک رام بولے

میرا خیال ہے سری عمر واپس چلا گیا ہے راج.....  
 درپن نے سیوک رام کی پریشانی کو کم کرتا چاہا۔ تمہیں بتایا اس نے۔ کشمی دیوی نے

نہیں آتا ہوگا۔ اُٹھا بولی۔

ابھی سوچ رہے ہیں..... اب کشمیر میں کیا رکھا ہے..... ہر وقت کی چکڑو چکڑو نے زندگی بھاری ہے۔ کشمیری دیوی بولیں۔

میں تو درپن کی وجہ سے پریشان رہتا ہوں..... سیوک رام بولے۔

گھبراہ..... درپن کشمیری ہے..... پریشانی تو ہے..... اب کیا بے گادرپن کا..... نہ کہا۔

ابھی تک تو بچا ہوا ہے..... سیوک رام نے کہا۔ کشمیری دیوی خاموش رہی۔

درپن ہمارے لئے بڑا بھانگوان ہے..... رتن کی زندگی بچانے میں اس کا کردار..... سچ ہیں تو اس نے خرید لیا ہمیں..... سیوک رام نے کہا۔

رام جی..... اتنے بھی مشکور نہ ہوں اس کے..... اگر اس نے ایسا کیا ہے تو انسانی فرض ہے..... کشمیری دیوی تو درپن کی احسان مند تھی لیکن سیوک رام کے منہ سے بار بار یہی تعریف نہیں سن سکتی تھی۔

ابھی جی..... یہ انسانی فرض آپ کے بیٹے نے کیوں ادا نہیں کیا..... لالہ سیوک رام نے گرم نظر آنے لگے۔

لامی دیوی نے رعونیت کے ساتھ لگاؤ میں اٹھائیں اور اُٹش کی طرف بھرا دیں۔ خیر یہ اس قصبے کو..... جھگوٹ کو منظور تھا..... کہ رتن کی زندگی درپن کی وجہ سے بچا تو اچھا ہوا اُٹش حسبِ عادت بات فحش کرتا چلتا تھا۔ چند قدموں پر قہقہوں کی آواز

ہن، سوئیائے رتن اور شیتل اور گوتم جیتے ہوئے غلام گردش کا زینہ چڑھ رہے تھے۔ آؤ..... کہیں جانے کا پروگرام بنارہے ہو۔ سیوک رام نے اسے کے سرور چہرے کی دیکھا۔

اے رام..... ہم شیلے جانا چاہتے ہیں..... مگر..... اسے نے کہا۔

نیل..... سیوک رام نے حیرت سے کشمیری دیوی کی طرف دیکھا۔

نہیں بیٹا..... پہلے ہی بہت دن ہو گئے ہیں..... اب تو ویسے بھی ہمیں چلنا..... لاشمی دیوی نے کہا۔

انی..... آپ نے بھی وہی بات کہہ دی..... جو درپن کہہ رہا تھا۔ اسے نے درپن کو

کر دیا جھار کے لئے شیتل بہتر ہے۔ رتن کے لئے وہاں کو تو پسند کرتی تھیں لیکن یہاں بات بدلے کی بن جاتی تھی..... سیوک رام اور کشمیری دیوی بدلے کی شادی کے قائل ہی نہیں تھے..... وہ صرف ایک شادی کر سکیں گے۔ سب سے زیادہ شیتل کو پسند کرتے تھے..... رتن کے لئے ریشوں کی کمی نہ تھی..... اس لئے خاموش ہو گئیں۔ اُٹھا بھابی..... ریش نظر نہیں آ رہا۔

کشمیری دیوی کو ریش کی غیر حاضری عجیب لگ رہی تھی۔

ریش اپنے سر لایا گیا ہوا ہے..... اس کی سانس پیار ہے..... اُٹھائیں کر بولی۔

جتنی اور پتھر تو ہیں ہوں گے۔

جی ہاں..... ریش اور اس کا خاندان وہیں ہے۔ ویسے خوش ہے وہ اپنے گھر میں۔ اُٹھا نہ کہا۔

ماتا جی نے ریش کی زندگی کو ستر بنادیا۔ ورنہ وہ کہاں ٹھیک ہونے والا تھا۔ سنسٹو کو بنیم جواہر لعل کو یاد کرتے بے حد افسوس سے بولا۔ ماتا جی کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ کشمیری دیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کا جیون ایک پسینا دکھائی دیتا ہے۔ بڑی جلد بچھر گئیں ہم سے۔ سیوک رام بولے۔

ماحول کو افسردہ دیکھا تو اسے نے درپن کی طرف اشارہ کیا۔ سب اس کے کمرے کے طرف چل دیئے..... اپنا اپنا کپ اٹھائے۔ اسے نے قالین پر کیرم رکھا۔ آؤ ایک باڑی جاے گوتم بولا۔

اور چاروں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ گوتم اور درپن آنے سانسے بیٹھ گئے۔ اب ہمارا سامنا کون ہے گا۔ اسے نے سوئیائے دیکھا۔ سوئیائے کی تمہارا سامنا ہے۔ درپن نے کہا۔

چلو آ جاؤ..... اسے نے بال نخواستہ کہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سوئیائے کو کسیرم کہا نہیں آتا۔

دوسرے دن رات کے کھانے پر پھر بات چھڑ گئی۔ ابھی چند دن اور ٹھہریں.....

جی..... ابھی دن نکلے ہوئے ہیں۔ اُٹھا نہ کہا۔

بہت دن ہو گئے نکلے ہوئے..... کشمیر کے حالات خراب ہیں..... کاروبار کا کچھ

نہیں چل رہا۔ سیوک رام بولے۔

آپ بیسوں دہلی میں مقیم ہو جائیے..... وہاں ہر وقت دھڑکا سا لگتا ہے..... کسی

معتوی غصے سے دیکھا۔

درپن چلا جائے۔ ہم لوگ تو ہیں۔ رتن ہے یہاں۔۔۔۔۔

واہ۔۔۔۔۔ درپن کیوں چلا جائے۔۔۔۔۔ درپن رہے گا تو میں رہوں گی۔۔۔۔۔ ہاں

درپن نے بڑی محبت سے رتن کی طرف دیکھا۔

تم تو جیسے بندھی ہو درپن کے ساتھ۔۔۔۔۔ گو تم جل کر بولا۔

ایسا ہی جان لو۔۔۔۔۔ ویسے اس کے ساتھ ہم سب بندھے ہیں۔ رتن نے کہا۔

اپنے کرو۔۔۔۔۔ تم سب لوگ ہمارے ساتھ چلو۔ کشمی دیوی نے کہا۔ وہ ماحول میں

پیدا کرنے کے موذ میں نہ تھیں۔

نہ نہ ہمیں وہاں دھماکوں سے خوف آتا ہے۔۔۔۔۔ رات کو دھماکا۔۔۔۔۔ دن کو دھماکا۔

شیشل نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔ اور اس کے ساتھ ہی سب نے ہفتے محفل کو غمرا

گئے۔

اچھا۔۔۔۔۔ آئی۔۔۔۔۔ رتن کو رہنے دیجئے۔۔۔۔۔ شیشل نے رتن کے گلے میں بانٹیر

کر محبت سے کہا۔

رکھ لو۔۔۔۔۔ میں کب روکتی ہوں۔ کشمی دیوی نے بڑا فراخ دلی کا ثبوت دیا۔۔۔۔۔

تھی کہ درپن نہ رہے گا تو وہ بھی نہ دے گی۔

کیوں رتی۔۔۔۔۔ رتھو ہمارے ساتھ۔۔۔۔۔ شیشل نے کہا۔

درپن روئے۔۔۔۔۔ میں بھی رو رہی گی۔۔۔۔۔ وہ پھر بولی۔۔۔۔۔

چلو رام انکل درپن کو چند دنوں کے لئے رہنے دیں۔ اسے نے کہا۔

کاروبار کو کون سنبھالے گا۔۔۔۔۔ درپن کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ سو

نے مجبوری ظاہر کر دی۔

اسی لئے تو کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔ راج کو ساتھ لگائیے۔۔۔۔۔ آخر کب تک درپن کی

رہے گی۔۔۔۔۔ کشمی دیوی ایک دم طوطا چشم ہو گئیں

آؤ درپن۔۔۔۔۔ شہر چلیں۔ وہ ماحول کی نزاکت بھانپتے ہوئے درپن کو بازو سے

لے گیا اور شیشل رتن کو لے گئی۔ باقی گوتم اور سونیا تو پہلے ہی شیشل کے کمرے میں

تھے۔

ارے۔۔۔۔۔ تم یہاں۔۔۔۔۔ رتن ہنس دی۔

گو تم نے جہک کر باہر کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ درپن کو نہ دیکھ کر تکیں سی ہوئی۔ اسے کہاں

نہ۔۔۔۔۔ سونیا نے کہا۔ وہ او درپن باہر شہر گئے ہیں۔ رتن نے کہا۔

درپن کے ساتھ تم نہیں گئیں۔ گو تم نے طنز کیا۔ اس کے ساتھ ہی رتن ہنس

۔۔۔۔۔ رتن اپنی سمجھ کی وجہ سے گوتم کا مذاق جان گئی تھی۔

او۔۔۔۔۔ ٹوٹ یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ گوتم نے زبردست طنز کے تیر برسائے۔۔۔۔۔ اور

ہانے تہتہ لگایا۔ دیدی شیشل آپ اس کو منع کر لیجئے۔۔۔۔۔ وہ معصوم بچوں کی طرح شیشل

نے شکایت کرنے لگی۔ شیشل ہنس دی۔

میں نے نہ۔۔۔۔۔ ٹریری بات کہہ دی بھلا۔۔۔۔۔ گوتم نے بے گناہی کا ثبوت دیا۔

یہ تو کوئی بات۔۔۔۔۔ سونیا نے اپنے بھائی کی حمایت کی۔

بات کیوں نہیں ہے۔۔۔۔۔ تم لوگ ہر وقت درپن کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔۔۔۔۔ بات۔

ہ بات اس میں کیڑے لگاتے ہو۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے وہ تم سب سے اچھا ہے

۔۔۔۔۔ ذہانت میں بھی اور کام میں بھی۔۔۔۔۔ رتن کو غصہ آ گیا۔۔۔۔۔ اور وہ اپنے کمرے میں

نے کے لئے اٹھی۔ وہ غصے سے جانے کے لئے قدم اٹھاتے ہوئی۔

رکو۔۔۔۔۔ رتی۔۔۔۔۔ ٹھہرو۔ گوتم کو دیکھ کر شیشل نے جاتی ہوئی رتی کو پکارا۔۔۔۔۔ لیکن وہ

پنچنی چاچلی تھی۔

جب آپ کو علم ہے کہ وہ درپن کی مخالفت برداشت نہیں کرتی تو مت کر وایسی بات۔

فینک بھی چند دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ گوتم اب حکم کھلا درپن کی مخالفت پر اتر آیا

کو لئے لڑے ہیں درپن میں۔۔۔۔۔ جو ہم میں نہیں ہیں۔ سونیا نے کہا۔

یہ بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ شیشل نے کہا۔

تو پھر کوئی بات ہے۔۔۔۔۔ گوتم نے پر زور انداز میں کہا۔

اسے بھی۔۔۔۔۔ وہ جیچن سے درپن کے ساتھ کھلی بلی بڑھی ہے۔۔۔۔۔ اس نے اپنی

اوش مندی میں درپن ہی آس پاس دیکھا ہے۔ اس لئے وہ اس سے بڑی مانوس ہے۔ شیشل

نے اپنے دلائل سے ان دونوں مبینہ باتوں کو قائل کرنا چاہا۔

ہم بھی جیچن سے رتی کے ساتھ کھیلے ہیں۔۔۔۔۔ ہمیشہ آتے جاتے رہے ہیں۔ سونیا بولی۔

یہ انکل رام نے سر پر چڑھا رکھا ہے۔۔۔۔۔ حالانکہ ایک کشمیری کی ہمارے نزدیک کیا



حیثیت ہے۔ گو تم کے اندر رقاہیت آگ بن کر بھڑکنے لگی۔

اب تو وہ نکل رام کا ہی ہے..... ہندو حریت حاصل کی ہے اس نے..... شیتل بولی۔

سب ٹھیک ہے..... لیکن کشمیریوں میں جو فرقہ پسندی کا تضاد ہے..... وہ مت نہیں سکتا..... گو تم نے کہا۔

بھائی بالکل ٹھیک کہتا ہے..... دیکھیں نادو سو سال مسلمان اور ہندو اکٹھے رہے..... اس کے باوجود کیا ہوا..... ہندوستان کی تقسیم کروالی..... ان فرقہ پرستوں نے۔ سونیا کے اندر نفرت سر اٹھادی تھی۔

یہ بات تو درست ہے..... خیر چھوڑو..... آؤ باغ میں چلیں..... کھلی بھی سیر نکلیں گے..... فلم بھی دیکھیں گے..... شیتل دونوں کو لے کر باغ میں چلی دی موسم بہت دلکش تھا۔ پھولوں کے کچ کے پاس رتی پہلے سے ہی موجود تھی۔

ارے..... رتی..... تم..... موسم کا لطف اٹھا رہی ہو۔ گو تم اور سونیا کے ساتھ کھڑے شیتل نے کہا۔

میں اکہلی تھی..... سوچا باہر چلی جاؤں..... کمرے میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ رتن نے اداس لہجے میں کہا۔

رتی I am sorry..... افس کے دکھاؤ..... گو تم اور سونیا کا مطلب تمہیں اداس کرنا نہیں تھا۔ شیتل نے محبت سے رتن کے بال سنوارے۔ رتن مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

رات کے کھانے پر سب اکٹھے تھے..... بڑے ڈرائیگ روم میں اجتماع کیا گیا تھا..... سب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے..... بہرے نے کھانا جن دیا تھا..... درپن نے دیکھا..... اسے اتنے سارے لوگوں میں رتن نظر نہیں آئی تھی..... لکشمی دیوی اور سیوک رام تو چند دنوں کے لئے درپن اور رتن کو چھوڑ کر کشمیر چائے تھے۔ رمیش اور اس کے بیوی بچے بھی آئے ہوئے تھے۔ شیتل.....

yes..... شیتل برتنوں کو درست کرتے ہوئی۔

رتن کہا ہے..... کھانا نہیں کھانے گی۔ وہ سوالیہ انداز میں بولا۔

رتی..... آئی نہیں..... کہا تھا..... شیتل نے پلیٹ اٹھا کر رکھتے ہوئے کہا۔

..... سب موجود ہیں..... وہ نہیں..... درپن کو رتن کی عدم موجودگی کی بڑی شاق

گزری۔

بو اخیل ہے اپنے کمرے میں ہو گی..... شیتل جانے لگی۔

اپنے ٹمبرے..... میں دیکھتا ہوں..... گو تم نے سونیا کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

ہی..... درپن نے رتن کے کمرے میں جاتے ہی پکارا..... تم آگے..... کہاں تھے..... رتن نے درپن کے گلے میں بازو جائل کر دیے۔

ایک بات ہے..... طبیعت تو ٹھیک ہے..... ڈرائیگ روم میں نہیں آئیں..... درپن نے محبت و چاہت سے رتن کے بکھرے بالوں کو درست کیا۔

ہی نہیں چاہ رہا تھا..... تم جو نہیں تھے..... وہ اداس لہجے میں بولی۔

کمی نے کچھ کہا۔ وہ اور قریب ہو گیا۔

نہیں..... وہ درپن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

ضرور کوئی بات ہے..... یونہی ہی پھول سا چہرہ لٹکایا ہوا نہیں ہے۔ رتن کے پڑمردہ..... کو دیکھ کر درپن کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... وہ گو تم کی طبیعت کی خفاہت کو بھی اہل طرح جانتا تھا۔

رام قسم..... کوئی بات نہیں ہے..... میں تو تمہاری راہ دیکھ رہی تھی وہانستہ جھوٹ کا االے کر بولی۔

اچھا چلو..... کھانے کے کمرے میں سب منتظر ہیں..... چلو..... شاہناش..... وہ بچوں کی ناس کو بھلاتے..... پیکار تے ہوئے بولا۔ اور وہ خوشی خوشی اس کی بانہوں میں بانہیں ڈال

ڈرائیگ روم کی طرف چل دی۔

رتن اور درپن کی محبت کو سب ہی محسوس کر رہے تھے..... لیکن ہر سوچنے والے کی مختلف نوعیت کی تھی..... کوئی اسے درپن کا خلوص کہتا..... کوئی وہا شعاری کو تو کوئی جائے

تہوار کرتا اور کوئی اسے خوشامد اور چالپوری سے تشبیہ دیتا۔ لیکن وہ اپنی دھن میں مست..... نالودل و جان سے چاہ رہا ہے۔ رتن اس کی زندگی اس کے جسم کا ایک حصہ بن چکی تھی۔

نہ سے دوری گویا اس کے سہم سے اس حصے کو کاٹ دیا گیا ہو..... جوں جوں وقت گزرتا..... اٹھائیں کے حالات سنگین ہوتے جاتے تھے۔ مٹری کو جہاں بھی شک گزرتا وہیں

انہاں پر گولیاں چلاتے شہید کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کا جینا دو بھر ہو گیا ہے۔ اس انگریز میں کون جانتا ہے کہ جو گوئی کے سامنے آ رہا ہے وہ کون ہے..... اوہر بھون سنگھ

..... ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ کشمیر کا نام لینے والوں پر اندھا دھند فائرنگ..... حالات

خراب سے خراب ترین ہو رہے تھے۔ سب عزیز رشتہ داروں کی مرضی یہی تھی کہ۔  
 رام دہلی میں رہائش اختیار کر لیں حالانکہ کشمیر سے زیادہ کاروبار  
 ان کا دہلی میں تھا۔ یہی کچھ سوچتے سوچتے کشمیری دیوی اور لالہ سیوک رام واپس تو  
 گئے تھے وہ خود وہاں بے سکونی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اداس تھے.....  
 پریشان تھے..... آنے والے حالات سے۔

☆ ○ ☆

رتی..... وہ چو کڑیاں بھرتی بڑی تیز رفتاری سے جاتے جاتے ایک دم رکی..... چپے  
 پل لگ گئی ہو۔ کیا ہے بھائی۔ راجبھار کی تیز دھند کانوں کو چھری بن کر کانٹے والی آواز سے  
 لے کر بولی۔

درپن کے ہاں جا رہی ہو۔ وہ قریب آگیا۔  
 ہاں..... اوھر ہی جا رہی ہوں..... کوئی کام ہے مجھ سے..... وہ معصوم انداز سے  
 لرائی۔

.....

تو میں جا رہی ہوں..... وہ جانے کے لئے قدم اٹھاتے بولی۔

رکو..... وہ گرج دار آواز میں چلایا۔

کوئی کام نہیں ہے تو کیا بات ہے۔ وہ حسب عادت نرم لہجے میں بولی۔

تم ادھر نہیں جاؤ گی..... بلکہ مت جایا کرو..... وہ حکم صادر فرمائے لگا۔

کیا..... اوھر نہ جاؤں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... وہ بے ساختہ راجبھار کی آنکھوں  
 میں آنکھیں ملا کر بولی۔

آج سے تمہارا درپن سے ملنا بند..... وہ حکم چلانے لگا۔

واہ جی واہ..... آج سے تمہارا درپن سے ملنا بند..... میں تو جاؤں گی۔ وہ شریر انداز

میں اسی لہجے میں نقل اتارتے آگے بڑھ گئی۔

Oh my good..... راجبھار نے بڑے زور سے اپنا دایاں مکہ پائیں ہاتھ کی

سلی پر مارا اور غصے سے دانت کچکا کچکا۔ اور غلام گردش کے بڑے زبے کی طرف بڑھ گیا وہ

پانے کے کمرے کے باہر رکی۔ دروازہ بند تھا۔ رتن نے آہستہ سے بغیر آواز کے دروازہ

.....

درپن کو فائلیں کھولے کام میں مصروف پایا۔ اس وقت درپن کی پشت دروازے کی

بھلا سنا تم سے اس کا..... لعلیا کوئی..... ہاں..... وہ..... وہ بڑی اچھی لگتی ہے..... وہ.....  
گہری نظر سے رتن کے دہانے کو حیرت سے کھلا دیکھ کر بولا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو  
بوتوں میں دہانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر وہ نہ ہنسی کو دباے تو رتن اس وقت حراساں  
صورت دیکھ کر فلک شکاف قہقہہ لگا کر ہنس دے۔  
تمہیں وہ بہت اچھی لگتی ہے..... لعلیا کوئی..... اس کے بال دیکھے تم نے..... وہ منہ  
سو کر سیدھی ہو گئی۔  
بالوں کا کیا ہے..... بس من میں جو سما گیا۔ ورنہ بری طرح رتن کو پریشان کرنے کے  
وڈ میں تھا۔

اچھا..... ٹھیک ہے۔ اب تم مجھ سے بات نہ کرنا..... وہ کوئی ہی تمہیں اچھی لگتی  
تھ..... میں تو بس ایسے ہی ہوں نا..... وہ بچوں کی طرح روتی ہوئی میز سے اتری اور باہر  
کی طرف بھاگی..... میں جاری ہوں..... مجھ سے بات نہ کرنا..... جاؤ..... وہ تمہیں  
انہی لگتی ہے۔ وہ آدھ صاف کرتی چٹکیاں لیتی باہر بھاگ گئی.....  
رتی..... رتو تو..... رتی..... رتی..... وہ پکار تارہ گیا۔ لیکن وہ لگتی ہوئی دروازہ پار  
اگر گئی.....

درہن بیٹے..... کیا ہوا..... دوسرے کمرے سے پوچھا باہر نکلی  
کچھ نہیں اماں..... میں تو مذاق کر رہا تھا..... وہ پوچھا کر ہنس دیا۔  
کیسا مذاق..... ہاتھ میں پکڑے ہوئے پڑے پوجانے قریبی میز پر رکھے.....  
اماں..... وہ پوچھی ماسٹر کر گئی..... وہ ناراض ہو گئی ہے مجھ سے۔ وہ خود ادا اس ہو گیا  
دل میں اپنے آپ کو گننے لگا۔  
تم نے ضرور ایسی بات کہہ دی ہوگی..... جو راماں لگی..... پوچھا جانتی تھی کہ درہن  
مذاق مذاق میں اسے تنگ کر رہا ہے..... ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو.....  
بس غلطی ہو گئی ماں..... وہ عالم پریشانی میں کف دست ملتا ہوا اور پیچھے بھٹتا ہوا۔  
جاؤ..... اسے منا کر لے آؤ..... پوچھا نے کہا۔

نہیں..... اب تو وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرے گی..... فوراً اس کا غصہ ٹھنڈا ہو  
جائے تو منالوں گا..... وہ واپس کمرے میں چلا گیا..... کمری پر دھپ سے بیٹھا اس کو اپنی  
غلطی کا احساس ہو رہا تھا..... رتن تو اس کے جسم کا ایک حصہ ہے..... کیوں اس کے نازک

طرف تھی۔ دبے قدموں سے درہن کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کی آنکھیں با  
درہن.....  
درہن نے مسکرا کر اپنے ہاتھوں کو رتن کے سر میں ہاتھوں پر پھیرا..... رتی.....  
ایک دم ہنس دیا۔  
تم نے پہچان لیا۔ وہ اس کے سامنے میز پر بیٹھ گئی اور اپنی کوئل ہاتھیں رتن نے درہن  
گلے میں جامل کر دیں۔  
تمہیں تو میں لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتا ہوں.....  
ہوں..... وہ کل کھلا کر ہنس دی۔

درہن..... وہ یوں ہی بولی۔  
کہو..... درہن نے فائلیں ایک طرف رکھ دیں..... تمہیں سب سے زیادہ کس  
محبت ہے۔ وہ بڑی دلربائی سے مسکرائی۔  
بہنو!.....  
او ہو..... بہنو!..... تو سب کو محبت ہے..... وہ جھنجھلا گئی۔ تمہارا کیا مطلب  
..... وہ ستانے پر تلا ہوا تھا۔

میرا مطلب کہ بہنو!..... کوں پیارا ہے۔ وہ اس کے اور قریب ہو گئی۔  
مجھے..... اپنی پوجا ماں..... وہ ہنس کر اس کے رخ و روشن کو اپنے ہاتھوں کی اوکھ  
تھا کر بولا۔

ہائے رام..... تم سمجھتے کیوں نہیں..... ماں سے تو ہو گی۔ وہ بھلا کر بولی۔  
کیا سمجھنا چاہتی ہو..... سمجھاؤ نا..... تم کیا کہنا چاہتی ہو..... وہ ہنس دیا۔  
کو چھیننا اچھا لگ رہا تھا..... وہ جانتا تھا کہ رتن کیا کہنا چاہتی ہے اور اس سے کیا سنز  
ہے۔

میرا مطلب ہے کہ تمہیں پوجا ماں کے بعد کوئی اچھا نہیں لگتا..... وہ پھر اصل  
کی طرف آنا چاہتی تھی۔  
کہہ تو رہا ہوں..... مجھے سب ہی اچھے لگتے ہیں..... مثلاً..... وہ ہنس دیا۔  
مثلاً کیا؟..... وہ ایک دم سے بولی۔  
یعنی کہ بابا..... ماما اور نوکر چاکر..... بلکہ وہ جو ماما کی پرائیوٹ سیکرٹری ہے نا۔

سے دل کو توڑ دیا میں نے..... درپن.....

پوچھا اندر داخل ہوئی..... درپن کو اداس دیکھ کر وہ خود کو بے قرار محسوس کر رہی تھی۔  
جی اماں..... وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اگر میں نے غلط نہیں سنا تو..... تم لہجہ کوئی کا ذکر  
کر رہے تھے..... پوچھا جانے کہا۔

میں نے کہہ دیا کہ لہجہ کوئی مجھے اچھی لگتی ہے..... بس وہ رشک کر بھاگ گئی..... وہ جا پوا  
ماں کے سامنے خفت محسوس کرنے لگا۔

یہ تم نے اچھا نہیں کیا بیٹا..... میں تو اس کی محبت کو دیکھتی ہوں تو خوفناک اندیشے ناگ  
بن کر مجھے ڈستے ہیں..... وہ تمہیں بہت چاہتی ہے پوچھا جانے درپن کے بازو پر ہاتھ  
رکھا.....

میں چاہتا ہوں اماں..... بچہ Realty میں بچ کر رہا ہوں..... میں رتی کو مذاق کر رہا  
تھا..... وہ یقین دلانا چاہتا تھا۔

محبت مذاق کو نہیں مانتی بیٹا..... آئندہ احتیاط کرتا..... پوچھا جانے درپن کے شانے پر  
چھکی دی۔

اب کیا ہو گا پوچھا اماں..... وہ اضطرابیت کے ساتھ پہلو بدل کر بولا۔

کچھ نہیں ہو گا..... کل میں نے آؤں گی..... رتی کو..... کام کرو..... وہ تسلی دینے  
باہر نکل گئی.....

وہ سسکیاں بھرتی ہوئی غلام گردش کو عبور کر کے اپنے کمرے کی طرف بھاگی.....  
ارے..... رتی..... کیا ہوا انھیں..... غمزدہ..... گونم آتے آتے ٹھٹھکیا..... لیکن  
اس نے کسی کی نہ سنی اور اپنے کمرے میں بستر پر گری اور جگ جگ کر روتی رہی.....  
بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

گوتم کو زبردست جرت ہوئی..... خیریت تو ہے..... گوتم نے رخ دیکھا..... درپن  
کی طرف سے آ رہی ہے..... ہو سکتا ہے..... کوئی بات ہوئی ہو..... ضرور جھگڑا ہوا ہے  
..... دیکھتے ہیں..... شیطانی ذہنیت کا مالک وہ دبے قدموں رتن کے دروازے پر دکا۔  
رتن کی دہلی دہلی سسکیاں گوتم کی ساعت سے ٹکرائیں..... رتی..... گوتم نے پرواسر کا کر  
رتن کو کٹینے پر چہرہ رکھے روئے دیکھا..... کیا ہوا..... وہ قریب چلا گیا۔ وہ اب بھی رو رہی  
تھی.....

رتی..... کچھ کہو نا..... کیا ہوا..... ضرور درپن سے جھگڑا ہوا ہے۔ وہ قیاس لگانے  
کا تھا۔

میں کس نے کہا..... وہ معصوم بچوں کی طرح آنکھیں صاف کرتے ہوئی۔  
کہا میں نے ہے..... نظریہ آ رہا ہے..... وہ ہنسی بھینکی نوک مڑا کر..... اور اچھے  
لہجہ میں..... وہ رتن کو گہری نظروں سے گھورتے بولا۔

نہیں..... وہ بھلا مجھ سے جھگڑا کیوں کرے گا..... وہ نظریں چراتے ہوئی۔  
گوتم رتن کے رخ متباب کو دیکھ کر ساری جان سے خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے ہندی حسن  
ماں قدر جاذبیت اور کشش نہ دیکھی تھی..... رتن کی آنکھوں میں وہ ساری تھی کہ  
رتی کھٹکے ٹپک دے۔ وہ دل چھیننے والی سادہ تھی۔ کون کا فر ہو گا جو اس کی اک اک ادا پر  
نہلاتا ہو گا۔ اس کے زانی رخسار ہنر روشنی میں قیامت ڈھا رہے تھے۔

گوتم..... رتن چونک کر رہ گئی۔ کیا دیکھ رہے ہو..... وہ گوتم کی محویت توڑنے میں  
اپ بھگتی۔

نہیں دیکھ رہا ہوں۔ بولو..... وہ اسی مدہوش کیفیت میں بولا۔

اچھے..... کیا ہے مجھے۔ وہ اپنے ارد گرد دیکھ کر مسکرائی۔

نہاری متورم آنکھیں اور بھی حسین نظر آتی ہیں..... روئی کو نا..... وہ رتن کے  
پہ پا کر جیسے سر کو شی کرنے لگا۔

نہیں غلط نہیں ہوئی ہے۔ وہ چہانے کی ہلکام کو شش کرنے لگی۔

پہرہ دل کا آئینہ ہو تا ہے..... اور تمہارا چہرہ سب کچھ دکھا رہا ہے۔ وہ بڑے رومانی  
میں رتن کے چہرے کو چھونے کے لئے ہاتھ بڑھا کر بولا۔

گوتم..... مجھے یہ بے تکلفی بالکل پسند نہیں۔ رتن نے بری طرح گوتم کا ہاتھ جھٹک  
.....

..... کیا ہمیں اتنی بھی اجازت نہیں۔ اسکا لہجہ بڑا برہنہ تھا۔

اجازت..... کیا مطلب ہے تمہارا..... کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ وہ چہرہ اٹھا کر سوالیہ  
..... کرتے ہوئی۔

..... ہم مستقبل قریب میں ایک ہو جائیں گے..... ہماری شادی..... گوتم  
..... رتن کی غلط فہمی دور کرنا چاہتی۔

کیا..... کھل کر بات کرو..... پسلیاں مت بھجواؤ۔ سونیا کی پھنسی حس بیدار ہوتی  
اوس ہوتی۔  
جس مقصد کے حل کرنے کو مانا نہیں یہاں بھیجتی ہیں..... وہ مقصد پورا نہیں ہو گا۔ وہ  
دور سونیا کو دیکھ کر بولا۔  
تم..... کہیں دور ہیں اور رتی کی بات تو نہیں کر رہے۔ سونیا نے ذہن پر زور دے کر  
ہا۔

ہاں..... بس درپن ہی اچھا لگتا ہے  
وہ بڑے اضطراب میں صوفے کی پشت پر ٹیک لگا کر بولی.....  
جہیں معلوم ہے..... وہ وہ کس کا بیٹا ہے..... گوتم نے رتن کے اندر سوسے ا  
پیدا کر نے چاہے۔  
جانتی ہوں..... بلند خان کا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ فوراً بولی۔  
پھر بھی..... گوتم رو ط حیرت میں اتر گیا۔ ہاں..... پھر بھی..... اور اپنے  
سحری کی پشت سے نکالیا۔  
بی بی..... رام جی کھانے پر بلارہے ہیں۔ ملازم نے اندر آتے ہوئے کہا۔  
اور جاتے ہوئے بڑی مہنی خیز نظروں سے گوتم کو دیکھا۔  
چلو..... رتن ملازم کے ساتھ باہر نکل گئی۔  
سنو..... مایا..... مایا فوراً چلی۔  
میرا کھانا..... میرے کمرے میں پہنچا دیا۔  
اچھا صاحب جی..... مایا جاتے جاتے موبد بولی۔  
اور گوتم بد دل سا ہو کر اپنے کمرے میں داخل ہوا..... اسے رتن کی گفتگو میں  
نظر نہیں آیا جس سے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو سکے کہ رتن اسے چاہتی ہے.....  
میں اس نے دلیاں مکہ بانیں ہاتھ کی جھٹیلی پر مارا..... اور دانت کچکچائے۔  
کہاں تھے تم..... سونیا اندر آتے حیرت سے بولی۔  
وہ خاموش صرف اسے دیکھتا رہا۔  
تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ سونیا اس کے پاس بیٹھ گئی۔  
یہاں میری دال گنتی نظر نہیں آتی۔ وہ بھجا بھجا سا لگ رہا تھا۔

ہاں..... درپن کا جادو چل چکا ہے..... اور رتن پر اس کا حصار مضبوط ہے۔  
میں بھی یہی دیکھ رہی ہوں۔ سونیا نے کہا۔  
وہ اس کی بات سننا گوارا نہیں کرتی..... گوتم دھکے دے کر بولا۔  
اس کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے۔ سونیا سوچتے سوچتے بولی۔  
کیا؟ گوتم تو چو کا..... جیسے ڈوبنے کو کھٹکے کا سہارا۔  
بھئی..... ایک ساتھ دونوں پلے بڑھے ہیں..... ساتھ کھیلے ہیں۔ درپن سبک رتی  
نے بچپن گزارا ہے..... بے تکلفی تو ہو ہی جائے گی..... سونیا لا پرواہی سے بولی۔ شاید وہ  
بندہ نہ تھی..... تمہارا مطلب ہے کہ..... گوتم نے آنکھیں کھولیں۔  
مطلب یہ کہ..... یہ اندازہ لگانا بہتر نہیں کہ وہ درپن کو پسند بھی کرتی ہو۔ شاید یہ سارا  
قربت کا ہو۔ سونیا کا اندازہ مفکرانہ تھا۔  
میرا تو خیال یہی ہے کہ وہ درپن کو چاہتی ہے..... گوتم نے سونیا کو آنکھیں کھول کر  
نہیں..... سونیا نے سر ہلایا۔  
نہیں..... تم نہیں کتنی آسانی سے کہہ رہی ہو..... اور وہ ہے کہ درپن کے بغیر کہیں  
نہیں..... گوتم ایک دم جیسے سونیا کو پار کر دانا چاہتا تھا۔  
چوڑو..... پھر بھی ڈسکر کریں گے..... مجھے بھوک لگی ہے..... میں کھانے کے  
لے جا رہی ہوں..... تم بھی آؤ.....  
نہیں..... مجھے بھوک نہیں ہے۔ گوتم کا ہوا شکستہ تھا۔  
یہ کیا بات ہوئی..... جو تمہاری بھوک ختم ہو گئی ہے..... اٹھو..... وہ گوتم کا بازو پکڑ  
اٹاتے ہوئے۔  
میں مصیبت میں گرفتار ہوں..... جہیں کھانے کی پڑی ہے۔ وہ جھلا کر سونیا کا ہاتھ

اچھا..... اوسر آؤ..... گوتم نے اپنے بچے کے بیچے ہاتھ ڈال کر نونوں کی گلدی  
مائی طرف پڑھائی..... یہ کیا صاحب جی..... مایا سہم کر دو قدم پرے ہو گئی۔  
تم پکڑو تو کسی..... کام بتاؤں گا..... او ہو..... پکڑو..... گوتم نے اٹھ کر نوٹ مایا  
کے ہاتھ پر رکھ دیے..... مایا حیران و ششدر بھڑی رہی.....

تم صرف رتی کے سانسے اس بات کا اقرار کر لو..... کہ..... گوتم جھپکتے ہوئے بولا۔  
کیا..... مایا نے آنکھیں پھاڑیں.....  
کہ درپن تمہاری عزت پر.....

جی..... رام..... رام..... اوئی رام..... مایا تو جیسے دیوانی ہو گئی..... نونوں کی  
گلدی قائلین پر پھینکے وہ بے ساختہ باہر کی طرف بھاگی..... اور کچن میں دم لیا۔ بائے رام  
جانو.....

جنہیں کیا ہو گیا..... مایا..... ڈر گئی ہو..... باورچی دیوال نے دکنی کی طرح مایا کی  
ہانں چڑھی دیکھ کر کہا۔ پانی..... وہ سانسوں کے زبردست میں رک کر بولی۔  
یہ لو..... پانی پیو۔ دیوال نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ مایا نے غٹاٹ یوں پانی  
جاچھے صدیوں سے نقشہ ہو.....

بات کیا ہے..... بتاؤ نا..... وحشت زدہ نظر آ رہی ہو۔ دیوال اور پریشان ہو گیا.....  
آج گھر ہاؤں نے بڑی بری بات کہہ دی..... وہ بولی.....  
تمہیں کچھ کہنا..... میری جتنی کو..... مایا کو..... دیوال کی روح جھنجھٹا اٹھی..... مایا  
اس کی پیاری جتنی تھی..... دونوں کی محبت قابل ستائش تھی..... جہاں بھی کام کرتے  
ایک ساتھ ہی کرتے تھے.....

گوتم بابو نے کہا کہ تم سب کے سانسے بات کہہ دو..... کہ..... وہ رک گئی۔  
کیا..... بک وے اب..... میرا تو کھوں ہو گیا..... بول بھی..... دیوال  
ہا ہا.....  
گوتم بابو نے کہا کہ درپن بابو نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے..... وہ جلدی سے کہہ

لی۔

پھر.....

دیوال کی گرفت مایا کے شانوں پر اور سخت ہو گئی..... اس نے مجھے نوٹ بھی دیئے

اپنے ہاتھ سے چھڑا کر بولا۔  
دیکھو بھائی..... شین شین والی بات نہیں ہے..... آخر کو جیت تمہاری ہو گی.....  
سو نیا کالجیہ نرم پڑ گیا۔  
میں محبت میں رہیں گا قائل نہیں ہوں..... شروع میں ہی رتن کو اچانا چاہتا ہوا  
..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے تنقید ہو گیا۔

اور دوسرے لمبے ملازمہ مایا کھانا لئے ٹرائی داخل ہوئی۔ تم جاؤ..... میرا کھانا آ گیا.....  
دبولا۔

OK..... سونیا گردن میں سکارف بھلاتے باہر نکل گئی۔

صاحب جی..... میں جاؤں..... مایا نے کہا۔

سنو..... مایا..... رتی کہاں ہے..... وہ ٹرائی اپنی طرف تھپتھپتے ہوئے بولا۔  
وہ تو رام جی کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی گئی جی..... مایا مودب آنکھیں اٹھا  
جواب دیا اور آئی دیوی.....

وہ تو ابھی کھانے ڈالے کمرے میں ہیں۔ مایا نے کہا۔

ہوں..... وہ سوچنے لگا.....

کوئی کام ہے جی..... مایا نے سوچ کر کہا۔

تم سے کام ہے وہ بولا۔

مجھ سے..... میں کیا کام کروں گی..... وہ حیران رہ گئی۔

ارے واہ..... تم بہت کام کر سکتی ہو..... سب کچھ تو جنہیں معلوم ہے۔ گوتم نے  
خوشامدی۔

آپ کام کیا کروانا چاہتے ہیں صاحب جی..... مایا نے کہا۔

ارے کوئی خاص کام نہیں..... بس معلوم ہونا چاہئے کہ رتی درپن کو پسند  
ہے..... گوتم نے مایا کی طرف دیکھا.....

جی..... سنتے ہی مایا کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔

جنہیں معلوم ہے درپن کے رتی کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں۔ گوتم پہلے معاملے کی  
میں جانا چاہتا تھا۔

صاحب جی..... درپن بابو..... تو سب کے ساتھ ہی اچھے ہیں..... مایا نے کہا۔

”دیوال داخل ہوا۔ برتن لے جاؤں سرکار۔ دیوال بندو گوتم کے چہرے پر ساری ہنس پڑھ کر بولا۔

”لے جاؤ۔۔۔ گوتم نے نظریں چرا کر لینے کی کوشش کی۔  
لکھنا نہیں کھایا سرکار۔ دیوال کو چین کہاں آتا جب تک بال کی کھال نہ اتارتا۔  
نہیں۔۔۔ وہ صرف اتنا ہی بولا۔

”یوں۔۔۔ دیوال بولا۔  
بیری مرضی۔۔۔ بس نہیں کھایا۔۔۔ تم برتن لے جاؤ۔۔۔ وہ دیوال کے سوالات

پیشانی پر بیٹھتی ہے آپ کو۔۔۔ دیوال برتن اٹھانے کے لئے جھکا۔۔۔  
پیشانی۔۔۔ پر بیٹھائی کیا ہوگی۔۔۔ بس تم جاؤ۔۔۔ گوتم کو یوں لگا جیسے اس کے دل کا  
بڑا گیا ہو۔

”صاحب جی۔۔۔ ہم ہندو ہیں۔۔۔ کالی ماتا کے چروں میں جیون گزارتے ہیں۔ ایسا کام  
نہ کریں گے جو رازش میں دخل جائے۔ دیوال نے خرابی تھپتھ کر دروازے کی طرف

نہاں کرنا مطلب کہ مایا نے جنہیں بتا دیا۔ گوتم نے کر دیا۔  
ہاں جی۔۔۔ ہم جس کا نمک کھاتے ہیں اسی کے ہو جاتے ہیں۔۔۔ دیوال باہر نکل گیا

غیبت۔۔۔ سب جان گیا۔۔۔ گوتم نے دانت پیسے۔۔۔ اور ہارے ہوئے جواری کی  
نہایت گیا۔۔۔ وہ ہراس نرزی کو جوڑنے کی کوشش کرتا جو برتن کے ہاتھوں میں تھی  
لیکن دوسرا سر اودھ پکے کے ہاتھ میں تھا۔ وہ چہرہ تپتی دست کا تہہ دست۔۔۔ کوئی چال

نہ ہو رہی تھی جس سے درپن اور رتن کو علیحدہ کیا جاتا۔۔۔  
”دونوں ہی گزر گئے۔۔۔ نہ ہی رتن نے ادھر جانے کی سوچی اور نہ ہی درپن ادھر  
۔۔۔ درپن تحمل مزاج اور بردبار جوان تھا لیکن رتن کی عادت میں ابھی تک شر اور

اپنی بچہ چھپا ہوا تھا۔۔۔ وہ ان چند دنوں میں ہر ایک کو کاٹنے کو دوٹی۔۔۔ اسے محل کا  
مقصود اچھا نہ لگتا تھا۔۔۔ کھانا بھی کم کھا رہی تھی۔۔۔ بس ہر وقت اپنے کمرے میں پڑی  
اس سختی رہتی۔۔۔ ان دنوں میں ضد کی راری وہ پوچھا جسے بھی ملنے اس کے ہاں نہ ملتی۔۔۔

۔۔۔ جو میں وہیں بیٹھ کر آئی۔۔۔ مایا نے آنکھیں صاف کرتے دیوال کی طرف دیکھ  
۔۔۔

”اچھا کیا۔۔۔ ہم گریب لوگ بھی بخت رکھتے ہیں۔۔۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم کمر  
ٹھاکر کے ہاں کام کریں۔۔۔ اور اس طرح کی رسوائیاں اپنے اوپر۔۔۔ وہ شدید طیش میں  
سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”تو اب غصے میں نہ آ۔۔۔ بھلا میں درپن بابو پر یہ تہمت کیوں لگاتی۔۔۔ مایا نے مسکرا کر  
دیوال سے کہا۔

”ہاں۔۔۔ ہماری رہائش میں لکھا ہے کہ تہمت لگانے والے کا نام جہنم میں ہے۔ دیوال  
نے بڑے اضطراب سے اپنی مایا کی طرف دیکھا۔  
مجھے سمجھ نہیں آئی کہ درپن بابو پر یہ الزام لگا کر گوتم بابو کو کیا فائدہ۔۔۔ مایا نے  
رہی تھی۔

”فائدہ۔۔۔ بڑا فائدہ۔۔۔ تمہیں علم ہے کہ گوتم بابو رتی بی بی سے شادی کرنا چاہتا ہے  
۔۔۔ اس سے درپن بابو کی ساکھ میں کمی آجائے گی اور رام جی ہو سکتا ہے۔۔۔ درپن بابو  
براجان کے محل سے نکال دیں۔۔۔ دیوال کی سمجھ میں جو کچھ آیا کہہ دیا۔

”ہاں۔۔۔ یہ تو بات ٹھیک ہے۔۔۔ پر ہم درپن بابو کے خلاف کیوں کہیں گے۔۔۔  
تو اتنے اچھے ہیں۔۔۔ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔۔۔ مایا نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ درپن بابو بہت اچھے ہیں۔۔۔ رام جی کا سارا کام ان کے سپرد ہے۔ مگر  
کو تو اپنے عیش سے ہی فرصت نہیں ہے۔ دیوال نے کہا۔  
ایک کپ دے چائے گا۔۔۔ سر میں درد ہے۔۔۔ مایا نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ ابھی آتا ہوں۔۔۔ دیوال نے چائے کی کیتلی چولے پر کھرچی  
”نوٹوں کی گڈی یوں گرا کر چلے جانا گوتم کو تم کے چہرے پر لعنت ڈالنے کے مترادف  
۔۔۔ گھبرا کر اٹھا اور نوٹوں کو ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دوبارہ ٹھیکے کے پیچے رکھ دیا۔۔۔ اگر

نے کسی سے کہہ دیا تو ساری بی بی بنائی خاک میں مل جائے گی۔ وہ سوچنے لگا۔۔۔ کھانے کا ایک  
لتر اس کے حلق سے اترنے کا نام نہ لے رہا تھا۔۔۔ اگل نکل کرتے اس نے ایک دو لٹ  
لے اور خرابی کو برے سمجھ دیا۔۔۔ اور خود پانی کا گلاس اندر کی بھرتی ہوئی آگ کو  
کرنے کے لئے اس نے سارا اپنے منہ میں اٹھ لیا۔۔۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد

اپہرہ رقص کر گیا۔

..... رتی نے اس قدر سنجیدگی سے اس بات کو لیا..... میرا تو من اس کو پھینچنے لگا تھا..... پروہ..... درپن خاموش ہو گیا۔

..... اسے منالو جا کر..... بڑی ضدی ہے..... پوجانے اصرار ابھرے لہجے میں کہا۔

..... وہ سونا گئے نہیں ابھی..... وہ بولا۔

..... اہاں جائیں گے..... ان دونوں بہن بھائی کو تو مستطیل ٹھکانہ یہی محل ہے..... اب نیلیات ہیں..... گزار کر رہی جائیں گے۔ پوجانے کہا۔

..... ل بینی تال جائیں..... شعلے چلے جائیں..... تنہیر کیوں نظر آتا ہے..... وہ

..... اس کی بھی ایک وجہ ہے..... تم جاؤ..... رتی کو لے کر آؤ..... پوجاں

..... لمر آ رہی تھی۔

..... اس..... دکھڑا ہو گیا۔

..... جاؤ..... اسے لے کر آؤ..... پوجانے محبت سے درپن کے توناٹاٹانے پر ہاتھ رکھا

میں دراصل ماما سے براخلاف ہوں..... وہ سنجیدہ ہو گیا

Donot worry son..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... رام جی کی موجودگی میں

..... انہی کچھ نہیں کہہ سکتیں..... پوجانے تسلی دلائی۔

..... شاید بابا کی وجہ سے برداشت کے جاری ہیں..... وہ کچھ سوچنے لگا۔

..... ایسا تو سوچو..... وہ نرم ہو جاتی رہی ہیں..... پوجانے اس کے ذہن سے شکستہ تمام

..... نیلیات نکالنے چاہے جو اس کو باعث اذیت لگتے تھے۔

..... یہاں میں جا رہا ہوں..... وہ ہنسنے ہوئے گیٹ کی طرف چل دیا۔

..... اہاں جاؤ..... میں بیٹن کے کچڑے بناتی ہوں..... رتی بڑے شوق سے کھاتی

..... وہ چن میں جاتے ہوئے بولی۔ اور وہ باہر نکل گیا۔

..... اس وقت دس بجے کا عمل ہو گا۔ محل میں چہل پہل کم تھی۔ ملازم اپنے اپنے کام میں

..... رہے تھے۔ سیوک رام اور کشمی دوسری کسی عزیز کی عیادت کو باہر گئے ہوئے تھے.....

..... تو م سونا حسب معمول جمیل کی سیر کو باہر تھے۔ وہ سیدہ حارتن کے کمرے کی طرف

پو جا کو بھی بڑا افسوس ہو رہا تھا..... رتن اسے اپنے بچوں کی طرح عزیز تھی..... وہ ان

مرتبہ محل گئی تھی لیکن رتن سے ملاقات نہ ہو سکی..... وہ رتن اور درپن دونوں

ساتھ کو مستطیل بنانا چاہتی تھی۔ آج دونوں ہو گئے تھے..... درپن کسی کام کے سلسلے

جوں میں گیا ہوا تھا..... آجائے تو میں دونوں کی صلہ کروادوں گی۔ وہ برآمدے میں

کر کمر پر ٹپک لگا تی یہی کچھ سوچ رہی تھی۔

اماں..... مخصوص آواز نے اس کی پشت سے ٹکرا کر اس کی سماعت میں رس

درپن بیٹا..... تم آگئے۔ وہ بے ساختہ پلٹ کر کھڑی ہو گئی۔

ہاں پوجاں..... آنا ہی تھا..... لیکن آپ..... کوئی بات ہوئی ہے.....

کے چہرے پر اداویوں کی اگھٹت گھیریں دکھ کر بولا۔

کوئی بات نہیں ہوئی..... پوجاں نے درپن کے وجہ دگلش چہرے کو بغور

..... جس پر اب بلند خان کی بھرپور جوانی کا عکس نظر آتا تھا..... آج تو وہ بلند خان کا

تصویر نظر آ رہا تھا..... بالکل حسن کا تاج محل.....

کیا بات ہے..... وہ مسکرا کر بریف کس اور بڑا سائیکٹ ایک طرف رکھ کر کمری

گیا۔

بات بڑی بھی ہے..... اور معمولی بھی..... وہ ہنسنے ہوئے بولیں۔

آپ کہیں تو سہی..... وہ تیزی سے بولا۔

بات یہ ہے کہ رتن کو منالو..... وہ نہ جانتی تھی اس ہو گی..... پوجا کو دکھ ہوا

اماں..... میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا..... بس ذرا ادھر جانے کا وقت نہیں

وہ ہنس دیا۔

ٹھیک ہے..... وہ تمہاری شرارت اور لا پرواہی سے بہت پشیمردہ ہے۔ اسی دم

تمہارے بعد میرے پاس بھی نہیں آئی۔ پوجانے بغور درپن کو دیکھا..... جس کا شفا

ہر قسم کے پرانگندہ خیالات سے مبرا تھا۔

اتنا اثر لیا..... دیوانی..... حالانکہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ وہ پھر رتن کے خیال

دیا۔

پیار کرنے والے بڑے حساس ہوتے ہیں..... ہوا بھی چھو جائے تو چاہنے والے

وے دیتے ہیں..... وہ تو تمہیں دل دجانے چاہتی ہے..... پوجا کے تصور میں



اس ہے..... اس کا..... وہ غصے میں تام بھولی گئی۔

اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

کیا نام ہے اس کا..... مجھے بھی یاد نہیں رہا۔ وہ جان بوجھ کے بولا۔

تھیں تو یاد ہونا چاہئے تھا..... کیوں بھولی گیا۔ رتن کی آنکھوں میں غصہ بھڑک رہا

انداز اپنا۔

اچھا..... وہ ہنس کر آگے بڑھ گیا۔

مایا جس کر آگے کی طرف چل دی۔

دروازہ کھلا تھا..... لیکن دروازے پر گرا ہوا دبیز پردا اس بات کا غماز تھا کہ اندر جو کچھ

بھی ہے خاموش ہے..... درپن نے آہستہ سے پردا ہٹایا۔

وہ دروازے کی طرف پشت کئے تاکیں درمیان میز پر رکھے بیٹھی تھی۔ چہرہ جھکا ہوا

..... شاید کوئی چیز اس کی گود میں تھی۔ وہ بے ہواؤں آگے بڑھا..... ذرا سا جھکا.....

یہ دیکھ کر اسے بڑا افسوس ہوا کہ وہ اس کی تصویر گود میں رکھے اب تک دیکھے جاری فم

..... اس کے دروازہ گیسو اس کی ناک کر کر پھیل چکے تھے..... جیسے شام سے پہلے سا۔

کائنات کے وجود کو ہانپ دیں۔

بڑے پیار سے درپن نے رتن کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنے ساتھ

لیا.....

وہ درازا تلہ لائی..... لیکن اس کو یہ احساس کرنا مشکل نہ تھا کہ سوائے درپن کے عا۔

گو تم ہی حرکت نہیں کر سکتا۔

میں جانتی ہوں..... تم کو ہوں..... ہٹاؤ اپنے ہاتھ..... وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے بولی۔

ہنہ..... نام لو..... وہ ہنس کر اپنی گرفت کو مضبوط کرتے بولا۔

پوچھاں کا بیٹا..... اور کون..... رتن نے اپنے ہاتھوں سے درپن کے ہاتھ کو پکڑا

وہ سامنے بیٹھ گیا۔

اب تک ناراض ہو..... وہ اپنی آنکھوں میں ساری جھینٹیں سمیٹ کر بولا۔

تھیں کیا..... وہ لا پر وادی سے بولی۔

مجھے کیوں نہیں..... وہ اس کے پردیدہ بالوں کو سمیٹ کر بولا۔

ہاں..... کیا ہے تمہیں..... تمہیں تو بس وہ سیکر ٹری اچھی لگتی ہے نا..... وہ۔

تمہارے سوا مجھے کچھ یاد نہیں رہتا..... رتنی..... چھوڑو نا بات ناراضگی وہ اپنے دونوں

انگوں میں رتن کے نازک وجود کو تھام کر بولا۔

تم..... تم..... اسی کے پاس جاؤ..... ہاں..... وہ لہجہ کوئی..... درپن نے دیکھا

اس کی نیم باز آنکھیں ہلکی سی گئی تھیں۔

معاف کر دو رتنی..... میں تو مذاق کر رہا تھا..... وہ ہاتھ جوڑ کر دواؤ بیٹھ گیا.....

جیسے کوئی بیماری دیوی کے حضور بیٹھا ہو.....

یہ مذاق تھا..... درپن..... اس کے ساتھ ہی وہ ہلک ہلک کر رونے لگی..... اور

درپن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا.....

رتنی..... دیکھو..... تمہارے آنسو بہت قیمتی ہیں..... صاف کرو۔ درپن نے اپنی

ہتھیلیوں سے رتن کے آنسو صاف کر دیئے۔

رتنی..... ادھر دیکھو..... رام قسم میں تمہیں جیڑ رہا تھا..... وہ محبت سے مہر پرور

آواز سے بولا۔

آہستہ سے منور آنکھیں اٹھیں پھر جبک گئیں..... وہ اس قیامت کا متحمل نہ ہو سکا

..... اٹھا کر گرائی تو اور بات تھی لیکن گر کر آگھانا اور بھر جھکا نا..... یوں جیسے ساری کائنات

کو مخر کر گیا۔

رتنی..... ادھر دیکھو.....

کیا ہے..... درپن..... رتن نے اپنے آپ کو درپن کے ہی سینے میں چپانے کی

کوشش کی..... درپن نے گور نہایا پ کو اپنے ساتھ چھینچ لیا.....

مجھے کیا معلوم تھا کہ مذاق کو اس قدر سنجیدہ لوگی..... وہ بڑی نرمی سے رتن کو علیحدہ

کرتے بولا۔

ایسا مذاق مت کرنا..... میں مر جاؤں گی..... وہ نیم باز نگاہیں درپن کی نیلی آنکھوں میں

ڈال کر بولی۔ اف یہ قصا دہ کس قدر محبت کی دنیا میں لپٹ چکا گیا۔۔۔۔۔ وہ ریزہ ریزہ بکھری اور یوں جیسے مٹی گئی ہو۔ تم نے ابھی تک مجھ سمجھا کیوں نہیں۔۔۔۔۔ میں اپنے ارد گرد صرف اور صرف تمہارے وجود کو محسوس کرتا ہوں۔۔۔۔۔ بچپن کا ساتھ اب اس قدر مستحکم ہو چکا ہے کہ ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ درپن نے بے پناہ خلوص اور چاہت سے رتن کے حسین چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھ کے ہانک قائم کیا۔

درپن۔۔۔۔۔ تم میری کمزوری ہو۔۔۔۔۔ تمہیں کوئی چھٹی بھی جائے تو میری روح ٹوٹنے لگتی ہے۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ مر جاؤں گی تمہارے بن۔۔۔۔۔ بس تیرا ساتھ ہو۔۔۔۔۔ وہ شکوہ کرنے لگی۔

اوہو۔۔۔۔۔ اب تو بڑی احتیاط کرنا پڑے گی۔ وہ شریو ہو گیا۔

اور کیا۔۔۔۔۔ بس تم میرے ہو۔۔۔۔۔ کسی کے نہیں۔۔۔۔۔ اور ہمیشہ میرے رہو گے۔۔۔۔۔ وہ اپنی نازک بانٹیں درپن کی گردن میں حائل کرتے ہوئی۔

تو بہ بھی۔۔۔۔۔ آئندہ بندہ یہ غلطی نہیں کرے گا۔ درپن نے ہنس کر کانوں کو ہاتھ لگایا اور رتن بھی اس کے ساتھ جھونکی ہوئی ہنس دی۔

ok ....

دونوں پوچھا کہ پاس چل دیئے۔۔۔۔۔ یقین کرو۔۔۔۔۔ رتی۔۔۔۔۔ پوچھا ماں سے روز ڈانٹ پڑتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ قدم بقدم چلتے ہوئے بولا۔

اچھا ہوا۔۔۔۔۔ تمہارا جرم ہی بڑا سنگین تھا۔۔۔۔۔ پوچھا ماں نے مارا نہیں تمہیں۔۔۔۔۔ وہ تیز چلتے ہوئی۔

طویل غلام گردش کا رینہ اترتے دونوں ٹھکے۔ لکشی دیوی حسن و جمال کی بارعب تصویر پاؤ قار قدم اٹھائیں ذاتی ملازمہ کے ساتھ ادھر ہی آ رہی تھیں۔

رتی۔۔۔۔۔ لکشی دیوی نے لکشی طرح تیز نظر رتی اور درپن کے سر پر پڑا لی۔

ماما۔۔۔۔۔ رتی کو پوچھا ماں نے بلایا تھا۔ درپن نے کہا۔

کیوں۔۔۔۔۔ وہ کہتے ہوئے درپن کے دلکش مردانہ وجاہت کی قد و قامت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

معلوم نہیں۔ اب بھی درپن نے کہا۔

تم مجھوں سے۔۔۔۔۔ وہی پرانہ جی سے لے۔ لکشی دیوی کسی طریقے سے رتن کے سامنے

درپن کو مجرم ٹھہرا انا چاہتی تھیں۔

ہاں ماما۔۔۔۔۔ میں باہر سے آکر پہلے بابا سے ملتا ہوں۔۔۔۔۔ ساری رپورٹ دینے کے بعد کہیں اور جاتا ہوں۔۔۔۔۔ اب بھی پہلے بابا سے ملتا ہوں۔۔۔۔۔ درپن نے بڑے مضبوط انداز میں کہا۔

میرا مطلب کہ آج لے۔۔۔۔۔ وہ کب سے تمہارے منتظر ہیں۔ کہا نا ماما۔۔۔۔۔ انہیں سے مل کر آ رہا ہوں۔۔۔۔۔ بعد میں ادھر گیا تھا۔ درپن نے رتن کی طرف دیکھا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ جاؤ۔۔۔۔۔ رتی۔۔۔۔۔ انہوں نے فوراً چاہی رتن کو آزدی۔

جی ماما۔۔۔۔۔ رتی پلٹ کر ہوئی۔

واپسی پر میرے کمرے میں آتا۔۔۔۔۔ وہ بڑے کرخ انداز میں کہتی قیامت ڈھاتیں آگے بڑھ گئیں۔

پوچھا ماں۔۔۔۔۔ دیکھو کون آیا ہے۔ وہ رتن کے ساتھ محسن میں داخل ہوتے ہی پکارا۔

آنکھی بیٹا۔۔۔۔۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ رتی بیٹا آئی ہے۔ وہ سامن سے بھرا ڈونگا لے باہر آ گئیں۔

پوچھا ماں۔۔۔۔۔ سویت ماں رتن پوچھا کہ گنگے پلٹ کر محبت سے ہوئی۔

میری بچی۔۔۔۔۔ اچھا کیا تو آگئی۔۔۔۔۔ ورنہ میں تو تیرے بن بہت اداس ہو گئی تھی۔ پوچھا نے رتن کی پیشانی پر چوم لی۔

میں تو آپ کی وجہ سے آگئی ورنہ۔۔۔۔۔ وہ شریو انداز میں شدید غصہ دکھاتے رتن کے پاس بیٹھ ورنہ۔۔۔۔۔ ورنہ کیا۔۔۔۔۔ وہ مصنوعی انداز میں شدید غصہ دکھاتے رتن کے پاس بیٹھ گیا۔

ورنہ۔۔۔۔۔ تمہیں جان سے مار دیتی۔۔۔۔۔ وہ درپن کی گردن پوچھ کر بولی۔

دیکھ لو پوچھا ماں۔۔۔۔۔ تیرے بیٹے کٹا کٹا کا دشمن تیرے ہی غم میں۔۔۔۔۔ درپن نے اپنے دونوں ہاتھوں سے رتن کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔

ہائے رام۔۔۔۔۔ پوچھا ماں۔۔۔۔۔ وہ احتجاج کرنے لگی۔

آ جاؤ بچو۔۔۔۔۔ کھانا خنڈا ہو رہا ہے۔

پوچھا انہیں کہتی ہوئی ڈرائیگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

آؤ رتی۔۔۔۔۔ ماں نے بڑے حرسے مزے کی چیزیں بنا دی ہیں تمہارے لئے۔ وہ رتن کے

اما..... مجھے تو درپن ویسا ہی نظر آتا ہے..... جیسا پہلے تھا۔ وہ بڑی محسوسیت سے

ہلی۔

بات کو سمجھا کر وہ درپن یا تم..... پہلے جیسے نہیں ہو..... وہ بچپن کا دور تھا.....  
 نازم کیا..... وہ ایک دم کھڑی ہو گئیں۔

رتن نے کھڑے ہو کر سوچا..... تم اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہو..... سیوک  
 ام کی سہری ہو تم..... ہم سب نہیں چاہتے کہ کوئی نیارنگ نکل آئے۔ ان کو اندیشے  
 اسے لگے۔

اما..... وہی درپن ہے..... جو مجھے اپنی گود میں کھلایا کرتا تھا..... میرا بچپن اس کے  
 ساتھ گزرا ہے..... اور اب..... وہ چپ سی ہوئی۔

تمہاری بات بھی ٹھیک ہے بیٹی۔ لیکن تمہیں درپن سے لاطعلق اختیار کرنا پڑے گی۔  
 کشمی دیوی اس

وہ اچھوت ہے کیا..... وہ بھٹ پر اتر آئی۔

وہ اچھوت ہی ہے..... وہ بولیں۔

وہ شور ہے..... ہرگز نہیں..... وہ جیسے تڑپ اٹھی.....

وہ مسلمان ہے..... اور یہ شور ہے بمی اچھوت..... کشمی دیوی نے نفرت کا پہلو  
 نکالا۔

وہ پوچھا کہ بیٹا ہے۔ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسے رتن ماننے کو تیار نہ تھی۔

پوچھنے والے جنم نہیں دیا۔ وہ پلٹ کر بولیں۔

تو پھر درپن کو کس نے جنم دیا ہے..... اتنا مہمان پوڑیٹیا کس باپ کا ہے۔ رتن کی نگاہیں  
 عقیدت سے جھک گئیں۔

وہ کشمیری بلند خان کا بیٹا ہے..... اور تمہارے پیانے..... کشمی دیوی نے کہا۔

آئندہ کے لئے..... میں میجر بھون..... سب کچھ سن چکی ہوں۔ وہ بڑے تسکین  
 کے ساتھ بولیں۔

پھر بھی تم..... کشمی دیوی کو زبردست جبرت ہوئی۔

ہاں اما..... یہ ساری لکھا میں ادھر ادھر سے سن چکی ہوں..... رام قسم میرے من  
 میں درپن کے لئے کوئی کلم نہیں ہے۔

ساتھ اندر داخل ہوا..... او..... دیری گز..... رتن زبردست مسرت کا اظہار کرتے  
 ہوئے اپنی مرغوب غذا کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

شب کے فوج لگے..... وہ درپن کے پاس بیٹھی رہی۔ رتن سن شعور کو پہنچ چکی م  
 ..... وہ اب محبت و چاہت کے معنی اچھی طرح سمجھ چکی تھی..... اسے اس بات کا احساس  
 تھا کہ وہ درپن کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتی..... درپن سبک جینے کا زیادہ لطف ہے.....  
 نہ کہ کسی اور کے سبک.....

درپن..... مجھے چھوڑ آؤ..... وہ اس کے پہلو سے ایک دم چونکی  
 یوں ہی بیٹھی رہ سورتی..... زندگی کی تمام کھلتیں دور ہو جائیں..... وہ اپنی آنکھوں  
 سارے جہاں کا کرب سیٹھ کر بولا۔

مانا نے واپسی پر بلایا تھا..... وہ جیسے مایوس سی ہو گئی۔

اچھا..... چلو..... دونوں محل کی طرف بڑھ گئے۔

By..... وہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئی۔

By..... وہ بہتا ہوا پلٹ آیا۔

رتن اس کے چاروں جانب تھی..... وہ جس طرف بھی دیکھتا رتن کو اپنے قریب  
 ..... عجیب عجیب سوچوں کے گرداب میں ڈوبے ابھرتے واپس لوٹ گیا۔

اما..... آپ..... اس وقت..... وہ لرز مگنی..... رتن نے اندر قدم رکھتے  
 دیوی کو صوفے پر بیٹھی دیکھا۔

وقت دیکھو..... کشمی دیوی نے قیمتی آویزاں کلاک کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔  
 جی..... وہ طائرانہ نگاہ کلاک پر ڈالنے خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ بیجو  
 کشمی دیوی قدرے لہجے میں نرمی اختیار کرتے بولیں۔

Thank You Mama..... وہ ہنستے ہوئے بولی۔

میں تمہیں پہلے بھی مع کر چکی ہوں کہ درپن سے کم لا کر وہ ان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ ۱۱۱  
 آدمی نہیں ہے۔ رتن نے بغور کشمی دیوی کی طرف دیکھا۔

یہ بات نہیں ہے۔ وہ جھلا کر بولیں۔

پھر کیا بات ہے اما..... وہ انجان سی بن گئی۔ تم اب بچی نہیں ہو..... جوان ہو  
 ..... وہ بھی بڑا ہو گیا ہے۔ وہ سمجھانے کے موزن بولیں۔

آپ ٹھیک ہو جائیں گے..... کیوں دل چھوٹا کرتے ہیں۔ کشمی دیوی نے گلاس میں  
ثریت ڈال کر دوئی تیار کی۔

اٹھیں..... وہ بولیں

اٹھیں پیپا۔ رتن نے سیوک رام کو اپنے سہارے سے اٹھایا۔

وہ ایک ہی سانس میں دوئی کی کرلیٹ گئے۔

ان پر غنودگی سی عاری ہوئے لگی تھی..... رتن کی طرف کر دے لے کر انہوں نے پھر  
آنکھیں کھول لیں۔ کشمی دیوی نے بخور دیکھا..... وہ کچھ سوچتے ہوئے محسوس ہو رہے  
تھے۔

نیز آ رہی ہے نا..... آپ سونے کی کوشش کریں رام جی..... کشمی دیوی نے کبل  
درست کیا۔

میں جاؤں پیپا..... رتن محبت بھری نذر ڈال کھڑی ہو گئی۔ سیوک رام نے محبت بھری  
مکراہٹ کے ساتھ لاڈلی بیٹی کو الوداع کیا۔ وہ کمرے سے نکل گئی۔

دیوی جی..... ادھر آجائیے..... وہ ہستہ سے نکارے۔

میں آپ کے پاس ہوں رام جی..... کشمی دیوی قریب ہو گئی اور ان کے کمزور ہاتھوں  
کو تھام لیا۔

میں بچوں کے لئے بہت فکر مند ہوں..... کیا ہے گا..... وہ بولے

مت فکر مند ہوں..... بھگوان کی کپاے صحت مند ہوں گے تو شانتی سے سب کچھ  
”جائے گا۔“

میں سوچتا ہوں کہ ابھی تو جیون کا دپک روشن ہے..... راجیکار کچھ خیال نہیں کرتا  
..... میرے بعد.....

رام جی..... مت ایسی باتیں کریں..... ہمارا من دکھی ہو جاتا ہے۔ کشمی دیوی نے  
زپ کر سیوک رام کے ہاتھوں کو زور سے دیا..... یوں لگتا ہے جیسے گنگا ہماری منتظر

ہے..... وہ کشمی دیوی کے دلکش چہرے کو بڑے اضطراب میں دیکھ کر بولے..... گنگہ تو ہر  
دم منتظر رہتی ہے..... جو بھی سنسار میں آیا ہے..... ایک دن بھگوان کے پاس جائے گا۔

..... کوئی سے منتجب نہیں ہے۔ کشمی دیوی نے محبت سے کہا۔

ہوں..... دیوی جی..... آپ بجا کہتی ہیں..... لیکن ہماری عینا چند حار میں اتنا نظر

رہتی بی بی..... رام سہرا کار بار رہے ہیں۔ نرمارتن سے بولی۔

چلو..... کئی سے گزر گئے..... تمہارے پیپا عارضہ قلب میں مبتلا ہیں..... ان کا  
صدمہ نہیں پہنچنا چاہئے۔

پیپا میرا جیون قربان..... رتن باہر نکل گئی۔

دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ داخل ہوئیں۔

پیپا جانی..... رتن بڑی محبت سے سیوک رام سے پٹ گئی۔

کہاں تھی..... سب سے منتظر ہوں تمہارا..... وہ بہت کمزور اور پڑمردہ دکھائی  
رہے تھے۔

درہن کے ہاں گئی ہوئی تھی..... کشمی دیوی نے کہا۔

ماما..... رتن کو اچھانہ لگا..... لیکن سیوک رام پر کوئی اثر نہ ہوا۔ کیسی طبیعت ہے  
وہ محبت سے بولی۔

ایک آگ ہے تو کبھی بجتی ہے۔ میرے اندر..... وہ افسردہ بولے۔

ہمارا جیون تو آپ کے ساتھ ہے..... ہم کسی کام کے نہیں ہیں۔ دیوی۔ اور  
رام مسکرا دیئے۔

دیوی جی..... وہ بولے

کہئے..... دیوی جی نے ان کے لرزے ہاتھوں کو تھام لیا۔ آپ کا لاڈلا آج بھی  
نہیں آیا..... اسے گھنٹی بجنے گزر گئے ہیں۔ وہ بڑے باؤس لگ رہے تھے۔

رتن اور کشمی دیوی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

کتنی آشا دہشتہ تھیں اس کے ساتھ..... سب نراش میں ڈھل گئیں۔ سیوک رام  
چہرے پر ناامیدی اور کرب کے سائے منزل لانے لگے۔

آپ من کو میلا نہ کریں..... آپ کا بیٹا ہے..... اسے آپ کا خیال نہ ہو گا تو  
ہو گا۔ کشمی دیوی نے سیوک رام کو اطمینان دلانا چاہا..... لیکن وہ راجیکار کے لئے

پریشان رہے.....

پیپا جانی..... آپ مت سوچا کریں..... اپنی صحت درست رکھیں۔ وہ بولی

میں تو کسی اور وقت کے لئے سوچتا ہوں..... وہ نگاہ بدل کر کشمی دیوی کی  
دیکھنے لگے۔

آ رہی ہے۔ وہ شاید اب اپنے جیوں سے مایوس ہو چکے تھے۔ کشمی دیوی ایک دم اٹھی۔ سیوک رام نے نظر بدل کر دیکھا۔ یہ کیا ہے۔ پھر..... انہوں نے کشمی دیوی کو شیشے کے گلاس میں دوائی بناتے دیکھا۔ بولے یہ آپ کو سکون دلانے کی دوائی ہے..... کل درپن ڈاکٹر کیٹزی نے لایا تھا۔ وہ ان پاس لاتے ہوئیں۔

اچھا..... فیک ہے..... ہو سکتا ہے اس سے دل کی گھبراہٹ میں کمی ہو گی..... اور نیند بھی آنے کی۔ وہ ان کے ہونٹوں کو گلاس لگا کر بولیں۔

Thank you..... دیوی جی..... ہم ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے۔ ہوتے پھر لیت گئے۔ یہ آپ پر احسان نہیں ہے..... میرا فرض ہے..... پھر ا سے تو میں نے اتنی محنت اور چاہت لی ہے کہ دوسری مرتبہ بھی جہلم لوں تو اس کی تلافی کر سکتی۔ وہ سیوک رام کے پاس نیم دراز ہو گئیں..... پٹنگ سے ٹپک لگا کر سامنے بنگلہ مور کی کو بغور دیکھنے لگیں۔

ہم سے محبت لینا آپ کا حق ہے دیوی جی..... آپ ہمیں سنار سے عزیز ہیں۔ موت کا..... بچہ ہمارے اختیار میں ہو تا تو ہم کبھی جانی کا تصور نہ کرتے..... رام جی..... سو جائیے..... کشمی دیوی نے جبکہ کر دیکھا..... وہ نیم خواب رہے تھے۔ سو جائیے..... کشمی دیوی نے ان کے بال درست کئے اور لحاف اڑا دیا..... سونے کی تاکام کو شش کرنے لگیں۔

اگر رام جی کو کچھ ہو گیا..... وہ پریشان انداز میں پہلو بدل کر لیت گئیں..... رام نے تمام زندگی مجھے کوئی تکلیف نہیں دی..... میری ہر بات کو بسر و چشم کو شش کی ہے..... ایسا پیار کرنے والا پتی کے نصیب ہو گا..... اس کے ساتھ ہی کام نے پلٹ کر سیوک رام کے پڑمردہ چہرے کی طرف دیکھا..... جو نیند میں ہلکی ہلکی لے رہے تھے۔

چند دن پہلے ہی گزر گئے..... محل کے احوال میں کوئی تبدیلی رونمائی ہوئی۔ البتہ رام آنے والے وقت سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے..... اسی وجہ سے انہوں نے ملازمہ کر درپن کو بلا بھیجا تھا۔

بابا..... نمستے..... وہ حسب دستور صوبہ ہاتھ جوڑ کر قریب آیا۔ بیٹھو..... میں بیٹھ گیا ہوں..... پہلے آپ اپنی طبیعت کا بتائیں..... کیا F an کرتے ہی..... درپن بڑی محنت سے سیوک رام پر جھک کر بولا۔ اچھا محسوس کرتا ہوں..... وہ مسکرا کر بولے..... اس کا مطلب کہ بھگوان کا کرم ہے..... ڈاکٹر کیٹزی نے بہتر تشخیص کی ہے۔ وہ مسکرایا..... اس کے انداز میں سارے ان کی کچاہٹ اور محنت بھری ہوئی تھی۔ ہاں بیٹا..... ایسا ہے..... گھبراہٹ کم ہے..... وہ اپنا ہاتھ درپن کے شانے پر رکھ کر لے۔

تمہاری ماما کہاں ہیں..... وہ دروازے کی طرف دیکھ کر بولے..... وہ آگئیں..... ماما کے پاس آئیے..... وہ اندر آئی کشمی دیوی کو دیکھ کر بولا.....

جی رام جی..... وہ پاس بیٹھ گئی۔ مجھے دیکھیے..... میں بابا کو بلا رہا ہوں۔ اس نے کشمی دیوی کے ہاتھ سے پیالی پکڑ لی۔ درپن نے گاڑ بٹکے کے سہارے سیوک رام کو اٹھا کر بٹھادیا..... بیٹھے بابا..... وہ جھجان اڈاتے بولا۔

ابھی ہاتھوں میں اتنا دم ہے..... خود کھا سکتا ہوں..... وہ درپن کے انور سے پیالی پکڑ کر بولے۔ بابا..... اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے..... بھگوان صحت دے..... نہایت بڑا نقشہ کرواؤں گا..... وہ مسرت کا پھر پورا اظہار کرتے ہوئے۔

نہیں وہ اس ہو گئے۔ آپ کیا کہنے والے تھے رام جی..... کشمی دیوی نے درپن کی طرف دیکھا۔ بابا..... میں جاؤں..... درپن نے محسوس کیا کہ شاید کشمی دیوی اس کی موجودگی ان کوئی بات کرنا چاہتی ہیں۔ نہیں..... تمہارے سامنے سب باتیں ہوں گی..... بیٹھے رہو..... بوسانے چند منٹ طلق سے اتار کر پیالی درپن کو پکڑالی۔ جسے درپن نے پکڑ کر قریبی شیشے کی میز پر رکھ لیا۔

میرے پاس ہو جاؤ۔ درپن نے قہقہہ حکم کے لئے سیوک رام کے دونوں ہاتھ تھام

لے۔

ہاں..... کہاں تھے تم..... میں تمہیں سارے محل میں تلاش کر کے آ رہی ہوں  
درپن کے آگے دھبے سے بیٹھ کر سیوک رام سے لپٹ گئی..... اور اپنا سران کے  
لو لیا۔ وہ مسکرا بھولی ہوئی کی اس کی ماما بھی موجود ہے۔  
لڑتی ہو..... بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں..... بخود اصر..... درپن نے ایک ہاتھ  
تراسے علیحدہ کرنے کی کوشش کی..... کشمی دیوی نے ناکاری سے دیکھا  
اور خاموش رہی۔

..... درپن کو ہٹائے نا..... وہ بڑے لاڈ سے بولی۔

ہے وہ درپن..... رتی کی شرارتوں سے مجھے جینے کا احساس ہوتا ہے۔ درپن نے ہنس  
میں گردن ہلائی اور آنکھ سے خبردار کیا کہ ماما بھی موجود ہیں..... مگر رتن کی صحت  
اؤٹی اثر نہ ہوا۔ آپ کیس نا..... کیا چاہتے تھے آپ۔ کشمی دیوی نے کہا۔

ماہی چاہتا ہوں کہ درپن تم ان لوگوں کو لے کر رتن محل میں مقیم ہو جاؤ۔ کشمیر چھوڑ  
اپنے فیصلے پر پوری طرح قائم تھے۔

لوہ ہے..... دہلی حرا آئے گا..... ستوش ماموں..... اور ایشا آئی سے روز  
نہاوا کرے گی..... سچ..... درپن..... تیاری کرو..... وہ بچوں کی طرح اچھل کر

ماما..... آپ کا کیا خیال ہے۔ درپن کشمی دیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

نہی طرح رام جی چاہتے ہیں وہی ہوگا..... اگر ان کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض  
آئے۔ وہ اپنے اس قدر چاہنے والے بچی کی بات نہ ٹال سکیں۔

..... وہ کھڑا ہو گیا..... اجازت ہے بابا.....

..... جو کام رہ گیا ہے اسے بھی مکمل کرلو..... سیوک رام نے کہا۔

..... وہ باہر نکل گیا.....

جانے اس وقت راجکار کہاں ہوگا..... اس نے کبھی اپنے پتہ کی حالت کا اندازہ نہیں

نے اصر اور اصر دیکھا اور درپن کے ساتھ ہی نکل گئی۔ وہ درپن کی وجہ سے ذمہ  
الوں ہی نہیں کرتا..... کشمی دیوی نے کہا۔

(اس لڑکے سے اس قدر محبت) (کیا کیا جائے درپن کام بھی تمام کر رہے) (ا  
کشمی دیوی کے من میں ایک دم خیال آیا۔ وہ انحراف بھی نہیں کر سکتی جب  
حالات سے وہ درپن کو محسوس سے قطع تعلق کرنے پر مجبور نہ کرتی تھیں۔ اپنی دانسا  
کوشش تو بہت کرتی کہ درپن محل سے دستبردار ہو جائے..... لیکن حالات اس کی  
نہ دیتے تھے..... گودرپن سے ضرور جو ان کو تھاکیں ایک مسلمان خون کا وجود ان کی  
میں خاری طرح کھنکھارتا..... پوجا کی پروا نہ تھی اور ہندو ماحول میں اس کی ترہ  
مطمئن کرنے کے لئے کافی تھی..... وہ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فی الحال  
تھیں۔

دیوی جی..... ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ وہ ٹیک لگا کر بولے۔

درپن کی آنکھیں پھٹ گئیں..... ریل ریلہ ریڑھ پگھل کر آنکھوں کے راستے ا  
لگا کہ کوئی فیصلہ اس کے خلاف نہ ہو جائے..... وہ ہندو کی منافقت سے واقف تھا  
فرمائیے زام جی۔ کشمی دیوی بھی چونک گئیں۔

درپن نے یہاں کشمیر کا کام خاصا مکمل کر لیا ہے۔ وہ بولے

پھر.....

میں چاہتا ہوں..... دن بدن حالات بہت بگڑ رہے ہیں..... کشمیر میں قتل،  
بازار گرم ہے۔

قتل و غارت سے ہمارا کیا واسطہ رام جی۔ کشمی دیوی نے کہا۔

واسطہ ہے..... وہ ایک دم معنی خیز لگا ہوا سے کشمی دیوی کو دیکھنے لگے۔ وہ  
سے ہوگا..... وہ بے ساختہ بول: تمہیں..... ان کے اندر نفرت کی چنگاڑی پھ  
نے محسوس کی لیکن وہ سیوک رام کی وجہ سے خاموش رہا.....

بابا..... وجہ کوئی بھی ہو..... میں تو آپ کا ہی ہوں..... مجھے کیا واسطہ کم

..... وہ شدید چاہت کے ساتھ حق نمک ادا کرنا چاہتا تھا.....

تم میرے ہی ہو درپن..... میرے من میں بسنے والی ایک حقیقت..... لیکن  
میں چاہتا ہوں کہ تم سب کو لے کر دہلی چلے جاؤ.....

رام جی..... بابا..... کشمی دیوی اور درپن کے منہ سے ایک ہی بار فو

کب قبول کرے گا..... کم از کم اسے درپن کا ہاتھ ملانا چاہئے..... سیوک رام بولا  
کشمی دیوی خاموش رہی..... کس طرح بیان کرتی کہ وہ درپن کا وجود برداشت لم  
کر..... ہاتھ کیا پائے گا۔

آپ چپ کیوں ہیں..... سیوک رام کو کشمی دیوی کا سستا ہوا چہرہ دیکھ کر دکھ  
کشمی دیوی کو خوش دیکھنا ان کی خواہشات میں شامل تھا۔

میں چاہتی ہوں بیگوان آپ کو وہی پہلے جیسی صحت دے دے..... آپ ہی سب  
سنبھال لیں..... آپ کا یوں بستر علالت پر پڑنے پر مناسب کے لئے تکلیف دہ ہے۔  
دیوی نے بڑی چاہت سے سیوک رام کی زرد آنکھوں کی طرف دیکھا۔ جن کی روشنی  
آہستہ مانتہ پڑتی جا رہی تھی۔

میں خود سبکی چاہتا ہوں..... لیکن ایسا نہیں ہے..... میں قطرہ قطرہ زندگی کا زہر  
ہوں..... شاید اب وہ تو تانی اور ذہن کر سکوں..... وہ بے سمدھ سے ہو گئے۔

رام جی..... ایک تو اب دل بار بیٹھے ہیں..... بیماری تو آتی ہی رہتی ہے۔ کشمی  
نے دلا سا دیا۔

میں اب بے بس ہو گیا ہوں..... دل کی دھڑکنیں گنتا رہا ہوں..... نہ جانے  
دھڑکن آخرت کا پیغام لے کر آجائے..... انہوں نے اپنا سر ایک طرف اٹھکا لیا۔

کشمی دیوی کا دل، الجھل کر حلق میں اٹک گیا..... اس کی ساری آسائشیں صرف  
رام کے دم سے تھیں..... سیوک رام کی زندگی انہیں بہت عزیز تھی..... لیکن

حالت اس وقت اس چراغ بھی تھی جس کی جوت دیر سے دیر سے ختم ہو رہی ہو.....  
صرف ٹٹھار باہو..... اور نہ جانے کب اور کس وقت چراغ سحری ہو جائے۔ تمام

پلک سے پلک نہ لگا سکیں..... اس وقت وہ اپنے آپ کو کڑی دھوپ میں کھڑی عمو  
رہی تھیں..... جہاں نہ کوئی سایہ دیوار اور نہ آسرا..... اولاد..... کس کے بل

باقی جیون گزرے گا..... رتن اپنے گھر کی ہو جائے گی..... اور راکھار.....  
آسانکوں اور عیش و عشرت سے ہی فرصت نہیں..... وہ کیا ان کا آسرا بنے گا۔

رہیں..... سوچوں کی عین غار میں اترتی رہیں..... جہاں انڈھے کی طرح پھنکارتی  
ان کے تعاقب میں تھی.....

جب تک وہ تمہاری بھاری قیمت نہ ادا کرے گا۔ میں تمہیں اس کے حوالے نہیں  
دروں گی۔ جندناں بائی نے پچر پچر بیان کی گھوڑی چباتے ہوئے ہاتھ ہوا میں لہرایا.....  
تنتی قیمت چاہئے تمہیں..... سنبھل نہ کہا۔

تیس لاکھ..... جندناں نے ایک ابرو اٹھا کر زور دے کہا۔  
تیس لاکھ..... اتنی زیادہ..... سنبھل نے دولت کا اندازہ لگاتے حیرت کا اظہار کیا۔

شکر کرو..... میں نے پچاس لاکھ نہیں کہہ دیا..... تجھے معلوم ہونا چاہئے میری  
دارک اور پرورش پر کتنا دیر صرف ہوا ہے میرا..... جندناں بائی نے ناک سکیڑی.....

کیوں کیا تو نے ایسا..... پیچیدہ دیتی نا گندی نالی میں کیڑے کی طرح..... میں کونسا  
ملی خاندان سے واسطہ رکھتی تھی..... سنبھل جل کر بولی۔

بس بس..... زیادہ زبان نہ چلا..... خان کو رستہ کی تھی میری..... اس کا کوٹھا میرے  
لوٹنے کے ساتھ ہی تو تھا..... مرتے وقت تمہیں میرے حوالے کر گئی..... جندناں بائی

ہاتھ میں پکڑی چاہوں کے سچے کو انگلی میں ڈال کر گھمایا.....  
سب جانتی ہوں میں..... اگر تو میری ماں ہوتی تو کیا سبھی نہ کرتی..... سنبھل نے

اپنی دہائی سے باؤں میں پہنے ہتھکھر وایک چٹا کے سے قالین پر اتارے۔ ہمارے دھندے میں  
ماں بہن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جندناں بائی نے بڑا اعلیٰ انداز میں کہا۔

بائی جی..... پیٹھ روان آئے ہیں..... ملازم نے آکر کہا۔  
بلا بلا..... تیرے ایک ناچ کے بدلے وہ ہزاروں دے دیتا ہے۔ جندناں ملازم کو کہہ کر

نہل سے بولی۔  
ایک بات تو بتا جی جی..... سنبھل نے کہا۔

پوچھ..... وہ صرف اتنا ہی بولی۔  
تجھے دولت سے کتنا پیار ہے..... انسانوں سے بھی محبت ہے کہ نہیں۔ سنبھل نے

آہی.... سیٹھ راون دل کھول کے ٹوٹ لٹا تارہا.... ہر بار سیٹھ راون نے سنبل  
تھ لپٹا لپٹا چاہا.... لیکن وہ دوا کھیل کر آنے والے دوسرے تماشا کی طرف ٹوٹ جاتی  
پندھ گھنے سلسلہ جاری رہا۔ رقص ختم ہوا اور تماشا کی رقم لٹا کر چلتے بنے..... سنبل  
لہری اپنے کمرے میں چل دی.....

سیٹھ راون نقشہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

سیٹھ جی..... کیسا ناچ ہے سنبل کا..... جنداس بانی نے سیٹھ کی محویت کو توڑا..... جو  
ک آج دیکھی ہے..... پہلے کبھی نہیں دیکھی..... یوں جیسے آکاش سے تارے ٹوڑ  
لی ہو..... آکاش جھوم رہا تھا۔ سیٹھ راون مدہوش سا ہوا۔

یہ تو آپ کی زمرہ نوازی ہے سیٹھ جی..... جنداس بانی قائلین پر سے ٹوٹ اکٹھے کرتی  
ایک بات یاد رکھیو بائی جی..... سیٹھ راون نے پان کی گوری طشتری سے اٹھا کر منہ میں

م ہو سیٹھ صاحب..... ہمارے ساتھ کوئی دوسرا تماشا کی نہ ہو..... آئندہ خیال  
ما۔ سیٹھ راون تمہاری سنبل کے رقص کے مزے لینا چاہتا تھا۔

آپ کے آنے کا علم جو نہیں تھا..... آئندہ سنبہ سنبھو اور بیچے گا۔ کوئی تماشا کی نہ ہو گا  
کے ساتھ۔ جنداس نے نوٹوں کی ٹوکری اپنے پاس رکھی اور سیٹھ راون کے پہلو میں بیٹھ

من کچھ اور سنا ہے۔ سیٹھ راون بولا۔

ایہ..... جنداس بانی کا ہاتھ ٹھٹکا۔

تم اس کی شادی کر رہی ہو..... سیٹھ راون نے کہا۔

تھ جی..... آپ جانتے تو ہیں..... ہمارے ہاں پہلے تھنسی کھلی..... پھر شادی کی  
پلٹ گی..... جنداس بانی نے گہری نظروں سے سیٹھ کے کپکپے چہرے کو دیکھا.....

نیا تہ رقصی تم نے تھنسی کی.....

ہاں لاکھ تو ہو گی سیٹھ جی..... لیجئے تھوہ آگیا..... جنداس بانی نے آتے ملازم کے  
سے طشتری پکڑ لی۔

ہاں لاکھ تو بہت زیادہ ہے۔ سیٹھ نے پلٹ کر جنداس کے کرخت چہرے کو دیکھا۔

آنکھیں پھاڑ کر دیکھا.....  
زیادہ مت بول..... کھنگھر وہ پہن لے..... سیٹھ جی آرہے ہیں۔ جنداس نے کھڑے  
ہو کر نظریں بچھا دیں.....

ٹھٹے..... سیٹھ راون نے ہاتھ جوڑ کر اپنی ارزقی لٹا دیں سنبل کے ٹھنکین چہرے پر ڈائیس  
ٹھٹے کہتے ہوئے قائلین پر گاؤں کیسے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ایک نظر میں سارے ہال کا  
جائزہ لیا۔ سب لوگ چلے گئے۔ سیٹھ راون کی نظر سنبل پر ٹھہر گئی.....

جی ہاں سیٹھ جی..... کوٹھیا خالی ہو گیا۔ آپ کئی مہینوں کے بعد آئے ہیں۔ یوں لگتا  
ہے چاند اتر آیا..... وہ بڑی پذیرائی کرتے ہو۔

میں ملک سے باہر چلا گیا تھا..... کاروباری کام کے سلسلے میں..... وہ سنبل کو گھنگھرا  
باندھتے دیکھتا رہا۔

آپ حکم تو کریں..... کیا سٹیشن جمے۔ ضروری یا بھین..... یا پھر ناچ کے ساتھ کوئی  
غزل وغیرہ.....

سنبل بانی دو گام میں چل دے تو سرور آجائے..... ناچ تو بعد کی بات ہے۔

راون سیٹھ..... بن پیسے بکنے لگا۔

دیکھو سیٹھ جی..... ہمیں بانی نہ کہو..... ہاں..... وہ پیشانی پر ہل ڈال کر بولی۔

جنداس بانی نے آنکھیں پھاڑیں۔

ہا..... کیا بانی بی کہوں..... ایسے کاموں میں تو بانی ہی چلے گا..... سیٹھ

راون کا لہجہ بڑا رہنہ سنا تھا.....

تمہیں کیا..... کوئی بانی کہے یا بانی بی..... اپنے کام سے کام رکھ..... جنداس بانی نے  
بری طرح سنبل کو ڈانٹ دیا۔

وہ ہنسن کو چاہتے غصہ ضبط کرتے کھڑی ہو گئی۔  
تھوہ ہوا.....

سیٹھ راون نے بڑی دلچسپی سے سنبل کی خوبصورت سندرجوان کو دیکھ کر کہا۔

شراب نہ چلے..... جنداس بانی حیرت سے بولی۔

نہیں..... آج کٹھیری تھوہ..... وہ سنبل کے سر لپا پر نظریں گاڑھ کر بولا۔

بہتر..... جنداس بانی گھردار فرشی غرارہ سنبھائی ہال سے باہر نکل گئی..... وہ رقص



زیادہ ہے سیٹھ جی۔ بانی عمریابے سنبل کی۔ پچاس لاکھ بھی کم ہے۔ وہ اپنی دکان چکانے لگی۔

کتنی عمر ہوگی سنبل کی۔ وہ بولا۔

میں کوئی پندرہ سولہ سن۔۔۔۔۔ ایسی عمر میں تو چھوڑی تاگن ہو دے سیٹھ جی۔۔۔۔۔ منو تاگن۔۔۔۔۔ جنداس بانی شس کر بولی۔

ہاں۔۔۔۔۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔۔۔ کسی کی نظر ٹھہری۔۔۔۔۔ سیٹھ راوان کے منہ میں ہال گیا۔

نظر تو بہتوں کی ٹھہری۔۔۔۔۔ پر جو رقم دے گالے جا دے گا۔۔۔۔۔ سنبل کے لئے سودا مہنگا نہیں ہے۔ سنبل تو لاکھوں میں ایک ہے۔ ایک ایک لاکھ کی تو آنکھ ہے اس۔۔۔۔۔ جنداس نے کہا۔

تمہارے پاس بس اب سنبل ہی ہے۔ سیٹھ نے کہا۔  
سنبل تو ایک ہی ہے۔۔۔۔۔ ویسے۔۔۔۔۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ جنداس  
چونک گئی۔

میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ سیٹھ ضرورت مند نظر آ رہا تھا۔۔۔۔۔  
کیوں۔۔۔۔۔ جنداس بانی کو حیرت ہوئی۔۔۔۔۔ سیٹھ نے پہلے ایسا اظہار بھی نہ کیا تھا۔  
بچے جوان ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں چلی گئی ہیں۔۔۔۔۔ میں  
نک ان کو ٹھوس کے چکر لگا رہا ہوں گا۔۔۔۔۔ سوچتا ہوں شادی کر لوں۔

اچھا تو آپ گھر آباد کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ جنداس بانی ارادہ مذاق بولی۔  
ہاں۔۔۔۔۔ کوئی لڑی ہے تو تیسرا دے دو۔ سیٹھ راوان نے کہا۔  
تہائی دور کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ جنداس بانی نے پھر کہا۔

ظاہر ہے۔۔۔۔۔ تہائی ہی دور کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ اب تہائی نہیں لگتا۔۔۔۔۔ سیٹھ  
اچھا خاصہ ضرورت مند اور تہائی کا ڈسا معلوم ہو رہا تھا۔

کیا ضرورت ہے شادی کی۔۔۔۔۔ تہائی ہی دور کرنا ہے۔۔۔۔۔ آجایا کیجئے۔۔۔۔۔ جنداس  
درجہ گندگی سے لتھڑی زبان بول رہی تھی۔ دولت کی ہوس نے بے غیرت بنا دیا تھا۔  
مجھے بیوی چاہئے۔۔۔۔۔ داشتہ نہیں۔ سیٹھ نے غصہ ہو نونوں میں دیا بانی۔

سیٹھ جی۔۔۔۔۔ اس عمر میں بیوی کون دے گا۔۔۔۔۔ داشتہ تو مل جائے گی۔ جنداس بانی

ہاں سے بولی۔

تم کو شش تو کرو۔۔۔۔۔ بہت لڑکیاں ہیں تمہارے پاس۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں کو شش کروں گی۔۔۔۔۔ اگر مل بھی گئی تو چالیس پینتالیس کے لگ  
ملک ہوگی۔ جنداس بانی نے سیٹھ راوان کی عمر دیکھ کر بات کہہ دی۔

میں عورت سے نہیں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ ظالم تاروی۔۔۔۔۔ کو مل تاروی  
۔۔۔۔۔ جو میرا دل بھلا سکے۔۔۔۔۔ میرے من میں راج کرے۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ کسی بچی عمر کی  
روت سے میں شادی نہیں کروں گا۔۔۔۔۔ سیٹھ راوان نے انکار میں بری طرح گردن ہلائی۔

سیٹھ جی۔۔۔۔۔ ایک بات کہوں۔۔۔۔۔ وہ ہنسنے ہوئے بولی۔  
کہو۔۔۔۔۔ اور کھل کر کہو۔۔۔۔۔ سیٹھ نے فراخ دلی کا ثبوت دیا۔  
باہر آنا جانا ہوتا ہے آپ کا۔۔۔۔۔ کسی میم سے رچا لیں بیاہ۔۔۔۔۔ جنداس بانی نے خیال

لا کر کیا۔  
میم تو مل جاتی ہے۔۔۔۔۔ لیکن ہندوستانی عورت کی طرح وفادار نہیں ہوتی۔ اپنے بچہ کی  
لاش کے ساتھ جل نہیں مرتی۔۔۔۔۔ سیٹھ راوان نے بڑا برا سامنہ بنایا۔

اچھا۔۔۔۔۔ آپ من میں آس رکھئے۔۔۔۔۔ میں کو شش کروں گی۔۔۔۔۔ جنداس نے دلاسا  
دیا۔  
جیسے تم کہو۔۔۔۔۔ میں بھگون سے آشکارا ہوں گا۔۔۔۔۔ وہ ہال کے بڑے دروازے کی  
طرف بڑھ گیا۔

میں بھی خیال رکھوں گی۔ جنداس بانی نے دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔۔ اور واپس پلٹ آئی  
۔۔۔۔۔ اس کے من میں عجیب عجیب سوال و جواب کا تاننا بندھا ہوا تھا۔ اپنے سر کو جھٹکا دے کر  
وہ سنبل کے کمرے میں داخل ہوئی۔

سنبل اس وقت دی سی آر لگائے اپنی ویلہ پودیکھ رہی تھی۔  
بند کر اسے۔ جنداس نے جانتے ہی کہا۔

اب کیا ہو اچی جی۔۔۔۔۔ سنبل نے شن آف کرتے ہوئے کہا۔  
آج بھی راجا بھکار نہیں آیا۔۔۔۔۔ انتظار میں نہیں کر سکتی۔ جنداس بانی جھنجھلا کر بولی۔  
اس کا پتا بہت تیار ہے۔۔۔۔۔ آجائے گا۔۔۔۔۔ سنبل نے جنداس بانی کو اطمینان دلایا۔

وہ کٹھن کر گیا ہو اے۔ جنداس بانی نے کہا

ہاں..... کشمیر گیا ہوا ہے..... جلد آ جائے گا..... مجھ سے وعدہ کیا تھا اس نے.....  
سنبل نے گھبرا کر کہا۔

ایسے لوگوں کے وعدے کا کیا اعتبار..... ایک طوائف کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو بھی آئے  
ہے آپسے میں اپنا چہرہ دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ جنداس بائی حقیقت سے کبھی روگردانی نہیں کر لے  
تھی۔

تم ٹھیک کہتی ہو جی جی..... طوائف کی جوانی کا جام کتنے ہی ہاتھوں میں گردش کر  
ہے۔ ہم لوگ تو خود وہ پھول ہیں جسے ہر آدمی کیر بڑھ کر توڑ لیتا ہے۔ سنبل خاصی اداس لگ  
رہی تھی۔

کیا کہتی ہے تو..... تیری جوانی کو جام کب بننے دیا میں نے..... وہ آئے گا۔ میری اہلی  
ہو گی قیمت دے کر تجھے لے جائے گا۔ جنداس بائی کو سنبل کی بات اچھی نہ لگی۔

اگر اس کے پاس تیری منہ مانگی قیمت نہ ہوتی تو..... سنبل نے بے ساختہ کہا۔  
ہو گی کیوں نہیں..... دہلی میں ہمارا سیوک رام کا بڑا نام ہے..... اتنی رقم اس سے  
لے لو چند نکلوں کے برابر ہے۔ جنداس بائی نے لاپرواہی سے منہ چلایا۔

وہ تو کشمیر میں رہتے ہیں۔ سنبل نے کہا۔  
یہی تو تجھے علم نہیں..... کشمیر کے علاوہ زیادہ کاروبار ان کا دہلی میں ہے۔ جنداس بائی نے

معلومات سنبل کی ساعت میں ڈالی۔  
اچھا..... سنبل حیرت سے بولی۔

ہاں.....  
جنداس بائی نے بڑے تفاخر سے سینہ پھلایا..... جیسے سارے ہندوستان کی خبر رساں  
یہی ایک عورت ہو۔

انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل ہوتی رہیں..... وہ دل کے پت کھولے دروازے  
نظر میں جمائے راہنمائی کا خطر رہی..... سارا دن یونہی گزر گیا۔ آس بھر زارش میں ڈوبا  
گئی..... آنے والا نہ آیا..... وہ طویل پریشان کنے میں لوٹ آئی۔

میں کہتی ہوں چھوڑو اس ہر چال کا خیال..... جنداس بائی نے اندر آتے طعنہ دیا۔  
جی جی..... کیا کہہ رہی ہے تو..... سنبل نے اداس چہرے کو جنداس بائی کی طرف گھم  
کر کہا۔

میں غلط نہیں کہہ رہی..... چند دنوں سے تو رقص نہیں کرتی..... دوسری لڑکیاں  
بھی ہوئی ہیں..... ان کو تنخواہ دیتی ہوں..... کئی لوگ تیرا ناچ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جنداس  
بائی نے یوں کہا جیسے سنبل نے کوئی سنگین جرم کا ارتکاب کر لیا ہو۔  
تو کیا کہنا چاہتی ہے..... سنبل اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میرا مطلب ہے تم راجہ کا خیال دل سے نکال دو..... وہ تجھ سے وفا نہیں کرے گا۔  
پہل پھول کارس چوسنے والا بھورو ہے..... جنداس بائی نے اپنی زندگی کا تجربہ بیان کیا۔  
اس کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوا کہ وہ وفادار نہیں..... سنبل نے کہا۔

ماتھے پر تو سوائے تقدیر کی لکیروں کے اور کچھ نہیں ہوتا..... انسان کا چلن بتاتا ہے کہ  
وہ کیا ہے۔

جنداس بائی نے سامنے بڑے دروازہ کو لبھو سے دیکھا..... جس کی گھنٹی بڑی دیر سے بج  
رہی تھی۔

جی جی..... یہ آواز تو راجہ کی ہے۔ سنبل نے کان کھڑے کر لئے۔  
دیکھتی ہوں..... وہ اٹھ گئی۔

اور میں اس وقت خاص ملازم لندن داخل ہوا۔ راجہ جی آئے ہیں۔ لندن نے کہا۔  
اچھا..... بھگوان تیرا شکر..... میری آشا پوری ہو گئی..... سنبل سنہری ساڑھی کے  
پلو کو سینیتی باہر کی طرف بھاگی۔

سنبل..... راجہ کا اندر داخل ہوا۔  
راجہ جی..... وہ بے ساختہ محبت کی پیاسی راہنما سے لپٹ گئی۔

راجہ نے جنداس بائی اور لندن کی موجودگی کا اثر لے بغیر سنبل کو لپٹا لیا۔  
راجہ جی..... آپ بڑے وہ ہیں..... بڑی راہنما کھائی آپ نے..... وہ اداسے دگر بائی

سے علیحدہ ہوتے ہوئی۔  
میں مصروف رہا ہوں۔ دراصل ہم لوگ دہلی شفت ہو رہے ہیں۔ راجہ کا اندر اور سنبل

بڑے ہل میں ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔  
اچھا ہوا آپ دہلی شفت ہو گئے۔ کشمیر تو دور ہی بہت تھا۔

جنداس بائی نے ایک آبرو کاٹھا کر راجہ کا سر ہا کو دیکھا۔ شاید وہ جانتا چاہتی تھی کہ  
لوٹ کس جیب میں ہیں.....

آوی دل سے دور نہ ہو پائی جی..... راجہار نے سنہل کی طرف دیکھا۔  
لڈن..... راجہ کے لئے لپھی چائے لاؤ۔... سنہل نے سامنے کھڑے لڈن کو کہا۔  
ابھی لایا سرکار..... لڈن لمبے لمبے ڈگر بھرتال کے چھوٹے دروازے سے نکل گیا  
پائی جی..... یہ لیجئے..... راجہار نے تیس لاکھ کے نوٹ جنداں پائی کے سامنے ڈ  
کر دیے۔

دیکھا جی جی..... میں تباہ کتنی تھی۔ راجہ جی ضرور آئیں گے۔  
سنہل نے بڑی چاہت سے راجہار کی طرف دیکھا۔  
راجہار نے سنہل کی طرف دیکھا۔ اب کیا خیال ہے راجہ جی..... جنداں پائی نے کہا۔  
آپ تیاری کریں..... میں کسی دن آؤں گا..... راجہار کھڑے ہوتا ہوا بولا۔  
کسی دن..... آج کیوں نہیں..... سنہل حیران رہ گئی۔  
جنداں پائی نے بھی حیران ہو کر آنکھیں پھاڑیں..... اس نے ویسے بھی محسوس کر  
تھا کہ راجہار چپ چاپ ساگ رہا ہے۔  
مجبور ہی ہے سنہل..... پھر کتنی..... رقم دے دی ہے..... اب انکاری کی محف  
نہیں..... وہ دھیسے لٹھے میں بولا۔  
آخر بات کیا ہے..... آپ اس لگ رہے ہیں..... سنہل نے اپنا سر مر  
راجہار کے شانے پر کھرا۔

پلیا بہت تیار ہیں..... وہ کئی دنوں سے ہسپتال میں ہیں..... اگر وہ ٹھیک ہو گئے تو  
لے جاؤں گا..... ورنہ کچھ دن..... وہ سنہل کو دیکھ کر بولا۔  
ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... راجہ جی..... سنہل امانت ہے آپ کی..... جب جی  
لے جائیے گا۔ جنداں پائی نے ہنس کر راجہار کو یقین دلایا۔  
میں جلد آؤں گا..... وہ باہر نکل گیا۔  
افسردگی سے سنہل نے جنداں پائی کی طرف دیکھا۔  
جی جی..... ایک بات کا غم میرے من کو کھا رہا ہے۔ سنہل نے جنداں پائی کے شانے  
ہاتھ رکھا۔  
کوئی غم نہ کر..... بھگوان بھلی کریں گے سنہل نے جنداں پائی کے چہرے پر عجیب  
چمک دیکھی۔

جی جی..... کیا سوچ رہی ہو..... سنہل حیران ہو کر بولی۔  
یوں لگتا ہے جیسے ٹھاکر سیوک رام مہمان ہے سنہار کا..... جنداں پائی نے قیاس آرائی  
لی۔  
مہمان..... کیا وہ بہت تیار ہے۔ سنہل بولی۔  
بہت تیار ہے..... دل کا پرائمر ایس ہے..... بڑا دورہ پڑا تو اوٹھ کر وایا ہسپتال میں۔  
جنداں پائی نے شاطرانہ انداز میں کہا۔  
تمہیں کیسے پتہ چلا۔ وہ چوکی  
میری بڑی بھجری ہے..... جس دن سے راجہ آنے لگا ہے..... میں اس دن سے اس  
ٹی نوہ میں تھی..... جھوٹ نہیں بولا اس نے ہے وہ دولت مند پٹاکا بالک۔ جنداں نے  
اس سے پان کی گلوڑی منہ میں رکھی۔  
سنہل خاموش رہی..... وہ جنداں پائی کی چالاکی کو شکاری پر حیران بھی تھی..... اس  
ورٹ نے تمام جیون دوسروں کی دولت سینے میں گزاردی۔  
چائے آگئی پائی جی..... لڈن ٹرائل سجا کر لے آیا۔  
اب کیا فائدہ..... وہ تو چلے گئے۔ سنہل کو غصہ آ گیا۔  
میں چلے گئے..... لڈن وہیں ساکت ہو گیا۔  
لے آؤ..... ہم پائی لیں گے..... جنداں پائی نے کہا اور لڈن نے بنا کر سب کو چائے پلا  
لی۔

سیوک رام رخصت ہو گئے۔ آج رتن محل کا بہت بڑا نام دنیا سے رخصت ہو گیا۔  
اماؤں کے اندر آمدنیوں کی چنگھاڑ..... ماحول کی شوریدہ سری..... جیسے آکاش ٹوٹ  
افرش دہلی پر آن رہا ہو..... سیوک رام کی موت کوئی معمولی انسان کی موت نہ تھی۔ ان  
سے محل کے ہر شخص نے مختلف امید باندھ رکھی تھی..... کشمی دیوی کا چاہنے والا ہر بات  
پر سر تسلیم خم کرنے والا بیٹی..... شفقت والفت کا محمد..... رتن اور راجہار کے لئے  
موت کا پیکر..... اور درپن جس نے چاہت اور انس کی دولت ہی ان سے پائی تھی..... یوں  
نہا تھا جیسے درپن اور پوجا کے اوپر سے سناٹا بنایا گیا ہو..... کشمی من مانی کرتا تھا وہ.....  
اب وہ خود ہی چھوٹک چھوٹک قدم پر کھٹکتا تھا..... راجہار بھوکے چپٹے کی طرح اس کو دیکھتا  
..... اور سوال کرنے کی کوشش کرتا۔

میں کس طرح تمہاری بات مان لوں..... کشمی دیوی نے درپن کے چہرے کو دیکھا جس پر محبت احساس اور ذمہ داری کا عکس نمایاں نظر آ رہا تھا۔  
دیوی جی..... رتی بی بی کو بہت بخار ہے..... ملازمہ نے فوراً نذر آکر کہا۔  
ہمار..... وہ تپ انھیں۔

uRelax..... میں دیکھتا ہوں..... درپن نے کہا۔  
تم سے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ..... وہ بے جان سی صوفے پر گر گئیں..... چھوٹ چھوٹ  
وہیں..... درپن برق رفتاری سے رتن کے کمرے میں داخل ہوا..... کب سے بخار  
..... درپن نے بے ہوش پڑی رتن کے ماتھے کا پتھو کر ملازمہ سے کہا۔  
ہمار کو تو کئی دن ہو گئے ہیں بابو جی..... ملازمہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

مجھے بتایا ہی نہیں..... وہ افسردہ سی بولا۔  
رام جی کی ارجمندی اشیے بی بی کی طبیعت عجیب تھی..... ملازمہ نے درپن کے پشمرہ  
سے کو دیکھا۔

رتی..... رتی..... آنکھیں کھولو..... چلوں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں.....  
ہانے بڑی محبت سے رتن کے بالوں کو درست کیا۔  
درپن..... فون کرو..... ڈاکٹر! میں بلاؤ..... کہاں جائے گی اس قدر بخار میں رتی  
..... کشمی دیوی اندر داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

Ok Mama..... وہ باہر نکل گیا۔  
..... کشمی دیوی رتن کے پاس بیٹھ گئیں گاڑی کی آواز پر دوچونک گئیں..... ڈاکٹر..... اس  
جلدی..... کشمی دیوی حیران رہ گئیں۔

نہیں دیوی جی..... راج بابو..... ملازمہ کی آواز میں گھبراہٹ پوشیدہ تھی۔  
ہوں..... کشمی دیوی خاموش کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔  
..... راجکار اندر داخل ہوا۔

کیا کر رہے ہو تم..... تمہیں تو یہ بھی احساس نہیں کہ ہم سب پر کیا کیا..... پڑی ہے.....  
بی بی دنیا میں مست ہو تم..... کشمی دیوی کے انداز میں ترشی اور بے زاری تھی۔  
..... پہلی بات تو یہ کہ میرے احساس کرنے سے کیا ہو گا..... راجکار چپٹہ سی  
لوں جیسوں میں ہاتھ ڈالے ملازمہ کی پشت سے ہوتا ہوا کشمی دیوی کے پاس آ گیا۔

کاش میں رام جی کی چٹائیں محل مرتی..... میں کیوں زندہ ہوں..... صوفے کی  
پر سر رکھے رانی کشمی دیوی نے خود سے کہا۔ رام جی..... کیوں چھوڑ گئے آپ  
کے سہارے زندہ رہوں گی..... میری راہ کے کانٹے کون پنے گا..... میر.....  
آسانیاں کون پیدا کرے گا..... وہ صوفے پر چہرہ کے بلک بلک کے روتی رہیں.....  
سکایاں کمرے کے ماحول میں ارتعاش پیدا کرتی رہیں..... پوری کائنات کا نظام چمکا  
برہم ہو گیا..... اکاش نوٹ کر اُٹھ رہا ہو۔  
..... جانی بچائی آواز نے ان کو چوکھایا.....  
درپن..... تم..... وہ آنسوؤں کے درمیان بولیں۔

آپ رورہی ہیں..... درپن قریب آ گیا۔  
کیا کروں..... آج میں اپنے آپ کو بے بس سمجھ رہی ہوں..... میرے ہاتھوں  
میری بادشاہت چھن گئی ہے..... میں نہیں دست ہو گئی ہوں..... وہ کھڑے ہوئے  
بولیں۔

ایسا مت سوچنے..... بابا ہم میں موجود ہیں..... آپ کی سلطنت قائم ہے.....  
کچھ آپ کا ہے ماما..... اس طرح دل برداشتہ ہو کر تو بابا کی روح اداس ہو جائے گی  
درپن نے نہ چاہتے ہوئے بھی کشمی دیوی کے سفید رزے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔  
درپن..... وہ آہستہ سے ہتھیلیاں اٹھا کر بولیں۔  
جی ماما..... وہ بڑی اپنائیت سے بولا۔

رام جی مجھے ایک دورا ہے پر چھوڑ گئے ہیں..... کو نسا راستہ اختیار کروں..... وہ جتنی  
درپن کے چہرے پر ڈالتے ہوئے بولیں۔  
جوراستہ آپ کو آسان نظر آتا ہے وہ چن لیئے..... درپن نے کہا۔  
اور دوسرا..... دوچونکیں..... لگا ہوں میں تجس تھا۔

وہ میرے لئے چھوڑ دیجئے..... میں ہموار کر لوں گا..... کوئی راہ پر خار نہیں ہو  
کس راہ کی بات کرتے ہو..... رام جی کی عدم موجودگی راہ پر خار سے کم نہیں.....  
کے الفاظ میں حد درجہ کرب چھپا ہوا تھا۔  
میں نے کہا نا..... بابا کو اپنے پاس تصور کیجئے..... وہ دنیا سے اوجھل ہوئے ہیں.....  
ہمارے احساس سے نہیں..... وہ ہمارے پاس ہیں..... درپن نے کہا۔

نہ ہو تاقلا۔  
 رتی..... اٹھے کہ بیٹھو..... ڈاکٹر صاحب جہیں دیکھیں گے..... درپن کسی کی بھی  
 اور جوگی کا اثر لے بغیر رتن کو بٹھا کر خود بیٹھ گیا۔ اس طرح رتن کی کمر درختار سے جتنی  
 باتیں درپن کے سینے سے نکل لگائے ہوئے تھی۔  
 کشمی دیوی پر سکون کھڑی رہیں..... ملازمہ ڈاکٹر کے دوسری طرف بیگ پکڑے  
 لڑی رہی..... اور راجکار دونوں بازو پشت کی طرف باندھے دیکھتا رہا۔  
 ڈاکٹر کینڈی نے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد کچھ دوائیاں نکھیں اور درپن کی طرف  
 مایا۔

ڈاکٹر صاحب کوئی خطرناک بات تو نہیں ہے۔ کشمی دیوی گھبرا اٹھیں  
 Dont worry .. NO No..... صرف صدمہ کا اثر ہے..... میڈیسن ابھی  
 انکوائیں..... مسٹر درپن..... ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں اعصاب پر زیادہ اثر ہوا  
 ہے۔ درپن ڈاکٹر سے پٹ لے کھڑا ہو گیا۔ اور کشمی دیوی رتن کے پاس بیٹھ گئیں۔  
 آئیے..... وہ ڈاکٹر سے بولا۔

ڈاکٹر کینڈی نے حسب عادت مریض کو دیکھا..... اور اپنا بیگ درپن کو پکڑا کر خود  
 اٹھ ہی باہر نکل گئے۔  
 دیکھا..... کچھ دیکھا آپ نے ماما..... راجکار بڑے سرکش انداز میں گویا ہوا۔  
 کیا..... وہ رتن کو لٹاتے ہوئے بولیں۔  
 نہ ہی ڈاکٹر نے مجھ سے بات کی اور درپن کی نظر میں تو میری حیثیت ہی کیا ہے..... وہ  
 لاکر نہیں مالک ہے۔ وہ حمل سا گیا۔

دیکھو..... راج..... میں بہت پریشان ہوں..... کسی دقت اس مسئلے پر بات کریں  
 گے..... کشمی دیوی نے جیسے گزارش کی ہو..... وہ مجبور ضرور تھیں لیکن راجکار کی  
 ذہیت کو متواتر بھی چاہتی تھیں..... درپن کی حیثیت ایسی نہ تھی..... جس کو فراموش کیا  
 ہا ملتا..... کاش راج می کے ہوتے ان باتوں کا خیال کر لیا جاتا۔ کیا واقعی درپن کی وجہ سے  
 راجکار کا حق تلف ہو رہا ہے..... نہیں نہیں ایسا نہیں ہے پوری جائیداد کا وارث راجکار

وہ عجیب عجیب سوچوں کے احمقہ سمندر میں غوطہ زن تھیں..... ان کی سمجھ سے یہ بات

کیا مطلب ہے تمہارا..... کشمی دیوی پلٹ کر غصیلے انداز میں بولیں۔  
 میرا مطلب ہے کہ آپ سب کا احساس کرنے والا وہ ہے..... مسلم کا بچہ.....  
 زبردست نظر سے بولا۔  
 دیکھو..... یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے..... رتی بہت تیار ہے..... کشمی دیوی  
 نرم پڑ گئیں۔  
 ان حالات میں ایسا ہی ہو جاتا ہے..... آخر پپا رتی سے محبت بھی بہت کرتے تھے۔  
 پتا کا غم تو ہو گا۔ وہ لا پرواہ سا بولا۔  
 تم سے نہیں کرتے تھے..... کشمی دیوی نے کہا۔  
 کرتے تھے..... اتنا نہیں جتنا درپن سے۔ وہ پھر شتر بھونے لگا۔  
 بکواس بند کرو..... درپن کو مت بچ میں لایا کرو۔ کشمی دیوی کو اچھانہ لگا۔  
 کیوں نہ لاؤں..... وہ میری جگہ لے رہا ہے..... حق چھین رہا ہے میرا..... وہ  
 آواز میں بولا۔

یہ تمہارا وہیم ہے.....  
 وہیم نہیں ہے..... جتنی پر اپنی ہے..... ساری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔  
 وہ سیاہ و سفید کا مالک ہے..... بلکہ..... اس کے دستخط کے بغیر آپ روپیہ نہیں نکلوا  
 ..... دھڑیل میں غرایا۔

میرا علیحدہ اکاؤنٹ ہے۔ کشمی دیوی نے راجکار کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔  
 میں بزنس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ جیسے پھٹ پڑا۔  
 تمہارے پاپا ایک عرصہ بیمار رہے ہیں..... کاروبار درپن ہی سنبھال رہا ہے.....  
 ہے لیکن دین تو اسی نے کر تاقلا۔ کشمی دیوی حقیقت بیان کرنے پر اتر آئیں۔  
 اور اسی لین دین میں وہ سب پر قابض ہو جائے گا۔ راجکار نے اپنے اندر جھپی  
 غلاطت ظاہر کی۔

ایسا نہیں ہے..... وہ اتنی ہی تنخواہ وصول کرتا ہے..... جتنی تمہارے پاپا نہ  
 مقرر کر تھی۔ کشمی دیوی نے پلٹ کر رتن کی طرف دیکھا۔

اور درپن ڈاکٹر کینڈی کو لے کر اندر داخل ہوا۔ درپن نے کینڈی اور پھر راج  
 طرف دیکھا..... لیکن اس نے بلانے کی جرات نہ کی..... وہ خود کبھی راجکار سے کو

بالا تر تھی کہ کیا کریں یا نہ کریں..... راہنما لاپرواہ، عیاش، عیش پرست، فضول و  
نوجوان تھا..... انجان بن کر اس کو ساری چاندیا اور بزنس کا پتھر کل نہیں بتایا جاسک  
..... اور درپن جس کی خوبیوں اور وفاؤں سے منہ نہیں موڑا جاسکتا..... وہ سیوک را  
زندگی میں بھی سب بزنس کا اختیار ضرور رکھتا تھا..... لیکن اس نے کبھی اپنے آپ کو وا  
یا مالک تصور نہیں کیا تھا۔ اس بارے میں تو کشمی دیوی بھی مطمئن تھیں..... البتہ  
اپنے بیٹے پر اعتماد نہیں تھا..... بیٹا ہونے کے ناطے راہنما کی محبت سے مخرف م  
تھیں لیکن اس کی ناجائز بات ماننا بھی اس اصول میں شامل نہ تھا..... جو اصول انہوں  
بنائے تھے۔

سوچوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ رام جی مستقل کشمی دیوی کو پریشانوں  
سپرد کر چکے تھے..... جتنی آسائش اور بے فکری میں زندگی گزار رہی تھی..... وہ رام  
موت کے بعد اتنی ہی دکھی اور پریشان ہو گئی تھیں۔

☆ ○ ☆

مل میں جان لیوا سنا تھا۔ فضا کی بوجھل سانس ارد گرد کے ماحول کو اور بھی افسردہ بناری  
اس سناٹے میں شام کے پانچ بجتے کو آئے تھے..... چائے کا آخری گھونٹ حلق سے  
را کشمی دیوی نے کپ واپس تپائی پر رکھ دیا..... آہ..... رام جی..... مجھ میں جینے کا  
ملہ نہیں..... میں تو اس یقین کے ساتھ جی رہی ہوں کہ آپ کے پیار کا ایک خزانہ میرے  
موجود ہے۔ وہ سوت سی گئیں..... ہوا کسرد جھونکا ان کی روح تک کو محض کر گیا.....  
ماما..... دوسری طرف سے درپن نے ان کو چونکا دیا۔ وہ سیاہ ڈز سوٹ میں لمبوس کتنا  
دلک رہا تھا..... کشمی دیوی نے درپن کو اپنی طرف آتے نظر بھر کر دیکھا..... ماما.....  
خاند میں یہاں بیٹھی ہیں..... خیریت ہے نا..... وہ قریب آ گیا۔

ایسے ہی۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکیں۔

مٹنے اندر..... میں آپ کے لئے قبوا بجھواتا ہوں..... وہ سامنے بیٹھ گیا۔

نہیں..... چائے پی سے میں نے..... وہ محض سا کہہ گئیں.....

لمبک ہے..... دیسے کشمیری قبوا اپنے میں حرج ہی کیا ہے.....

افسے آپ..... ٹھٹھلگ جائے گی ماما..... وہ زبردست اسیٹ کے ساتھ کہنے  
را کشمی دیوی انکار نہ کر سکیں..... وہ ہی تو ان کا خیر خواہ تھا۔ وہ کھڑی ہو گئیں.....

ماما اور اینٹیک روم میں آجائیے..... درپن نے کہا۔

ہاں کون ہے..... وہ پلٹ کر بولیں۔

اجے اور سنبلی بھی آئے ہوئے ہیں..... گوتم اور سونیا بھی ہے اور وہ رتی کی دوست بولا  
وہ مسکرا کر بولا۔

اور رانی..... وہ سوچ کر بولیں۔ درپن کی ترتیب وار گردان پر ہلکا سا متہم ہوئیں۔

نی تو نہیں ہے..... شاید اپنے کمرے میں ہو۔ وہ ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا۔

لمبک ہے..... میرے کمرے میں ہی قبوا بجھواتا..... کشمی دیوی کا دل کی ہنگامے میں

ہا چھائی کیا..... بھگوان انہیں شائق دے..... وہ سامنے قد آدم سیوک رام کی تصویر کو لپک کر بولیں۔

ایک دم پردا اٹھا اور درپن کپ لئے داخل ہوا۔

اما..... لیجئے..... دیر ہو گئی..... دراصل تمام ملازم ذمہ کی تیاری میں مصروف تھے..... میں خود بٹکا لایا ہوں..... دیکھئے..... وہ کپ کشمی دیوی کے ہاتھ میں تھماتے

..... لا..... Thank You..... بیٹا..... وہ کپ پکڑتے بولیں۔

راجہمار تھر آلود نظروں سے دیکھتا رہا..... لیکن کشمی دیوی کے سامنے زبان بند رہی۔ آپ اس کے بعد آرام کیجئے..... کھانا تیار ہوتے ہی اطلاع پہنچ جائے گی آپ کو..... اوجڑی چاہت سے کشمی دیوی کو دیکھتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے..... وہ کپ کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پہلے بولیں۔ اور درپن باہر نکل گیا۔ درپن ہماری زندگیوں میں زیادہ غل نہیں ہونے لگا۔ پہلے تو ایسا نہ تھا..... راجہمار نے

ہال کیا۔

حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں..... اس کے بنا چارا بھی نہیں۔ وہ تہوا پیچے بڑے

مہمان سے بولیں۔

یعنی کپ درپن اتنا ضروری ہو گیا ہے ہمارے لئے..... وہ زہر خند لگا ہیں دروازے کی طرف ڈال کر بولا..... جہاں سے ابھی پردا اٹھا کر درپن باہر گیا تھا۔

آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو..... کھل کر بات کرو..... وہ کپ چٹائی پر رکھتے بڑے

مطمئن میں بلند آواز میں بولیں۔

او ہو Mama Relacs..... سوری..... وہ نرم بڑ گیا۔

تم کس لئے آئے ہو..... کشمی دیوی ہسنا کر بولیں..... وہ جاتی تھیں کہ وہ بغیر کسی

اے سے ان کے پاس نہیں آسکتا۔

مجھے کام ہے آپ سے..... وہ نظریں کشمی دیوی کے چہرے پر ٹکا کر بولا۔

بولو..... کیا کام ہے..... جلدی کو.....

مجھے کچھ رقم چاہئے..... وہ لاپرواہ سا سونے کی پشت پر ہاتھ رکھتے بولا۔

اس دن راجا کچاں ہزار تم نے لئے..... اور آج..... کیا کرتے ہو اس رقم کا..... وہ لہجہ تو

شرکت کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

Ok Mama..... وہ سر تسلیم خم کرتے بولا۔

اور وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

اما..... اندر آتے راجہمار نے کہا۔

آؤ..... کیسے آئے ہو..... کوئی کام ہے..... وہ جھکے جھکے انداز میں اپنی مسحری لینے کے انداز میں بیٹھ گئیں۔ کیا بغیر کام کے نہیں آسکتا۔ وہ مسکراتا ہوا سونے پر بیٹھ گیا۔ تم جب بھی آتے ہو..... کوئی نہ کوئی مسئلہ لے کر آتے ہو..... وہ بڑی تیزی

اٹھ کر بولیں۔

مجھے مسئلوں سے دو چار کر دیا گیا ہے..... وہ ہالوں کو درست کرتے بولا۔

آج بھی کسی مسئلے کے لئے آئے ہو..... اگر بے توجہ رہیں سے ڈسکس کرو۔ کشمی

جھلا کر بولیں۔

میں درپن سے ڈسکس کروں..... اپنے ملازم سے..... وہ اپنی دانست میں درپن اپنے قدموں تلے روندتا ہوا بولا۔ اس کو ملازم کہنا..... اس کی محبت انیت اور وفا کی تو

ہے۔ کشمی دیوی جوش میں آ گئیں۔

اچھا..... یہ بات ہے..... جادو چل گیا مانا اس کا..... راجہمار نے آنکھیں اٹھ

زبردست غصیلے اور طنز بھرے لہجے میں کہا۔ تم مجھے کیوں نہیں..... میری لاکھوں نوٹ

کے باوجود وہ بیٹوں کی طرح میرے غم میں شریک رہتا ہے..... مجھے اواس دیکھتا ہے

پریشان ہو جاتا ہے..... میں مجبور ہو گئی ہوں..... وہ آخری جملہ ادا کرتے سر ہکا

خاموش ہو گئیں۔

اور میں کون ہوں..... وہ کھڑا ہو گیا۔

تم بیٹے ہو میرے..... تمہیں اپنی کوکھ سے جنم دیا ہے میں نے..... تم نے کبھی

بن کر میرا خیال نہیں رکھا..... تمہاری بہن اس قدر بیمار رہی..... تم نے اس کی ایک عیادت نہیں کی..... وہ اس کے سر لپا کو دیکھ کر بولیں۔

میں تو بات ہے..... روز ناول سے ہی اس کی موجودگی میں میری نفی کرتی رہی ہے..... بھی اس کا دم بھرتے تھے۔

خاموش رہو..... خبردار اس قدر برے لہجے میں رام جی کا ذکر کیا۔ انہوں نے در

ایک راج ..... تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہو ..... اپنے پتا کی دولت کو یوں ضائع نہ  
..... وہ صلح کن انداز اپنا گئیں .....  
ضائع کب کر رہا ہوں ..... ضرورت کے لئے مانگ رہا ہوں ..... دوسرا اٹھا کر خفیف سا

اپنے اکاؤنٹ سے کیوں نہیں نکلاتے ..... کشمی دیوی کو یاد آیا۔  
نمبر اکاؤنٹ ..... ہاں ..... دیکھا جائے گا ..... بس آج آپ مجھے تیس ہزار کا چیک  
..... دیں۔ وہ اب بے باک ہوا جا رہا تھا۔

دیوی بی گھانا تیار ہے۔ ملازمہ نے اندر آتے کہا۔  
ہلو آرہے ہیں۔ اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔ آؤ کھانا کھاؤ۔ وہ باہر نکل  
لیا۔

اور وہ ہاتھ متارہ گیا اور پاؤں پچھتا ہوا باہر نکل گیا۔  
کون روک سکتا ہے وقت ریٹنا رہا۔ ..... کشمی دیوی حالات کا پانا پلٹا دیکھ کر حیران تو  
..... تھیں ..... سیوک رام کے اس سنار سے جاتے ہی راجکار نے آنکھیں بدل لی  
..... ان کی موجودگی میں وہ دب کر بات کرتا تھا۔ ..... اور اب کھلم کھلا بخرا پر اتر آیا

..... درپن نے سارے کاروبار کو سنبھال دے رکھا تھا۔ گوان کو راجکار ہی عزیز تھا لیکن کیا  
..... کالی دیوی پر خون کے چڑھاوے چڑھانے کے بعد ناگ دیو تانے اپنے سارے  
..... نے نوازا تھا۔ ..... وہ کسی حالت میں بھی راجکار کو فراموش نہیں کر سکتی تھیں .....  
..... رام جس قدر من کے ایلے اور پو تر تھے بیٹا اتنی ہی من کی میل رکھتا تھا۔ ..... شامی

..... کے جیون سے غائب تھی ..... وہ درپن سے بلا واسطے کا بیر رکھتا تھا۔ درپن اگر کام کرتا  
..... تو ان ہی کے لئے کرتا تھا۔ ..... تنخواہ کے علاوہ اس نے کبھی زیادہ لینے کی ضرورت محسوس  
..... کی تھی۔ اس پر بھی وہ اس کے اور تن کو روپوں جاکے لئے بہت کچھ لے آتا تھا۔ درپن سادہ

..... ہمارے ضرور توجواں تھا۔ جس سے کسی برائی کی توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ وہ کئی مرتبہ  
..... اٹھا کر سمجھا سکتی تھیں کہ درپن کے لئے جو دوسرے اور اندیشے تھے ان میں ہیں ان کو  
.....

..... میں کیسے بے اندیشہ نکال دوں ..... وہ سیاہ و سفید کا مانگ ہے ..... ایک دم پلٹ کر  
..... نظر لے کہا۔

ترش اپنا گئیں لیکن بعد میں دھیمی پڑ گئیں۔  
..... اس دور میں اس رقم کی دلیجو ہی کیا ہے۔ اور پھر میں ٹھا کر سیوک  
..... رام کا اکلوتا بیٹا ہوں ..... وہ بڑی لے میں مجھ کو بلا۔

..... تمہیں معلوم ہے ..... ٹھا کر سیوک رام نے دن رات مشقت کرنے کے بعد یہ دوا  
..... حاصل کی ہے ..... تمہاری عیاشیوں کے لئے نہیں ..... وہ دوبارہ بستر پر بیٹھ گئیں۔  
..... اچھا۔ اب پھر پیسے مانگ رہا ہے بھائی ..... رتن آچل انگلیوں پر مروڑتی دالہ

ہوئی۔  
..... کجوا بند کر ..... وہ جگ آکر بولا۔  
..... ایک دن بھائی نے میں ہزار کا چیک درپن سے لیا تھا۔ وہ بے اختیار یاد کر  
.....

..... درپن کے باپ کا مال نہیں ہے ..... احسان نہیں کرنا چھ پر ..... وہ غرا کر بولا۔  
..... تمہارے باپ کا تو ہے ..... کیوں برباد کر رہے ہو اس دولت کو ..... کشمی دیوی  
..... بنی کے عالم میں بولیں۔

..... اور وہ سانپ بن کے بیٹھا ہے میرے باپ کی دولت پر ..... نفرت کی ایک لہر راج  
..... کے جگر کو جلا کر رکھ کر گئی۔  
..... سانپ بن کر نہیں بیٹھا ..... سارا کاروبار سنبھال رکھا ہے اس نے ..... بے اندہ

..... درپن کی حمایت میں رتن کے منہ سے نکلا۔  
..... دیکھا ..... اب اس کی بے جا طرف داری کرنے لگی ہے یہ۔ وہ دانت کچکا کر رتن  
..... طرف بڑھا۔

..... وہ کشمی دیوی کی طرف دوڑی۔  
..... راج ..... خبردار ..... رتی کو کچھ کھاتو نے ..... کشمی دیوی نے بلند آواز سے کہا۔  
..... رتن کو ساتھ لپٹالیا۔ میں اس کے منہ سے درپن کی طرف داری پسند نہیں کرتا۔ وہ ہاں  
..... کر بولا۔

..... چچی بات تو کڑی لگے گی۔ وہ کشمی دیوی کی اوٹ میں پھر بولی۔  
..... ..... تم چپ کر روتی ..... کشمی دیوی نے رتن کو خاموش کر  
..... میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں ..... وہ راجکار کے پاس سے گزر کر باہر نکل گئی۔



تہمارا وہم ہے۔ کشمی دیوی نے کپ کو داپس ٹرائی پر رکھا۔  
وہم نہیں ہے ماما..... حقیقت ہے..... وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ راجبھار نے دور بنا  
نظروں سے دیکھا۔

رتن درپن کی ہاؤس میں جمویتی شریہ انداز میں آ رہی تھی۔ دیکھا..... اب رتی،  
کہیں..... بچی نہیں ہے یہ..... وہ شکایتا بولا۔

کچھ نہیں ہو گا..... ابھی رتی میں بیٹھا ہے۔ درپن شریف نوجوان ہے۔ یہ بچہ  
ہے..... دیکھا آپ نے..... رتی کو گھنٹیاں بولارہا ہے راجبھار نے بھر کہا۔  
کشمی دیوی کھل کھلا کر ہنس دیں.....  
جب درپن نے رتی کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کشمی دیوی کے سامنے گھاس پٹا  
دیا۔ اسے منع کر لیجئے ماما..... میں ہار دوں گا اسے..... درپن اپنے کار کو ٹھیک کر تا بولا۔  
رتن ہنستی ہوئی پکڑے مہماؤتی سامنے کرسی پر بیٹھ گئی.....  
کیا ہوا..... کشمی دیوی کو معلوم تھا کہ ضرور کوئی بڑی شرارت ہی کی ہو گی۔ آج

اس نے ٹائزر سے ہوا نکال دی ہے..... وہ اچھا بولتا۔  
تم پرانا ٹائزر بدلواؤ کیوں نہیں لیتے..... وہ چپک کر بولی.....  
دیکھ لیں ماما پلیز..... اس کو منع کرویں..... وہ بڑے ہی شریف انداز میں بولا۔  
کہیں جارہے تھے..... کشمی دیوی نے کہا۔  
بک جا رہا تھا..... بابا کے کاغذات تھے بک میں..... وہ پرسکون بولا۔  
راجبھار کو کچھ رقم چاہئے..... کشمی دیوی نے کہا۔  
اور راجبھار سراپا جل کر راکھ ہو گیا..... وہ یہ پسند ہی نہ کر تا تھا۔ کتنی رقم۔ وہ حیرت  
سے بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

رتن ٹرائی پر سے چائے بنا کر پیتے گئی۔  
بہی کوئی جیس ہزار..... وہ راجبھار کو دیکھ کر بولیں۔  
مجھے میں ہزار نہیں چاہئے۔ وہ بے ساختہ بولا۔  
اور کتنے راجی راجی سمجھا..... کیا کرتے ہو اتنے پیسوں کا..... ماما..... کئی ہزار لے چکا۔  
درپن سے..... رتن تنھک سے کپ رکھ کر ایک دم بولی۔  
تم چپ رہو..... وہ طیش میں بولا۔

اگر طرف چل دیں۔

اور رتن سوچتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔ بستر پر بیٹھے وہ راجکار کے بارے میں سوچتی رہی..... کسی کام میں جی نہیں لگ رہا تھا..... نہ ہی کتاب اور رسالہ اچھا لگ رہا تھا..... رتن نے کلاک نے شب کے آٹھ بجائے اور وہ چونک اٹھی..... دروازہ کھلا.....

..... رتن بھٹاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

تم آگئے..... اتنی جلدی..... وہ حیران ہو کر بولی۔

آئیائیں..... لیکن تم نے جو ہونا..... وہ اکڑتا ہوا بولی۔

بڑے گرم نظر آ رہے ہو..... فیر پچر دکھاؤ..... وہ درپن کی غبی پکڑ کر بولی۔

چھوڑو..... درپن نے ہانڈ جھٹک کر چھڑا لیا۔

کیا بکواس ہے کیا ہوا ہے تمہیں..... وہ چلا کر بولی۔

مجھے حیرت ہو رہی ہے..... تمہارے من میں اتنی بات نہ سما سکی..... وہ جوش سے آریب آ کر بولی۔

کوئی بات..... وہ بکسر جیسے بھول گئی۔

راجکار کی..... وہ بولا۔

اوا چھا..... بس میرے منہ سے نکل گیا..... شاکر دہ.....

معلوم ہے تمہیں..... اما کو سن کر کتا دکھ ہو گا..... میں تو سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں کہ

کس طرح اما کو کتاؤں..... وہ افسردہ ہو گیا۔

تمہیں بتانا تو پڑے گا۔ وہ دسا گی سے بولی۔

تم نے اما کا تجس بڑھا دیا ہے..... میں کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ سوچنا ہوا کر سی پر

بنے گیا۔ چند لمبے دوڑوں خاموش رہے..... ماحول خوف ناک حد تک اداس تھا.....

درپن..... رتن نے سراٹھایا۔

کہو..... وہ سوچ میں ڈوبا ہوا ابھرا۔

میرا خیال ہے تم اما..... کو سب کچھ بتا ہی دو..... وہ صاف گوئی پر اتر آئی۔

تمہارا مطلب ہے کہ میں اما کو صاف صاف بتا دوں کہ راجکار نے ایک طوائف سے

شادی کر لی ہے..... جو درپن کی معروف نانک کی بیٹی ہے۔ درپن ہمت نہ پا رہا تھا۔

ہاں..... دروز روز کے مرنے سے بہتر ہے کہ ایک مرتبہ ہی اس زہر کو پی لیا جائے۔ وہ

ان کے اکاؤنٹ میں اب کچھ نہیں ہے اما..... درپن نے اتنی سی خبر لکھی دیوی کو، دی۔

او..... جھگوان..... اتنا پیہ کہاں اڑایا تم نے..... جو اٹھتے ہو..... یا..... وہ رکتیں.....

میں ریس میں پا گیا..... وہ بغلیں جھانکنے لگا۔

یہ لو..... درپن نے چپک کاٹ کر رتن کو تھمایا۔ بس یہی ملے گا..... آئندہ امید رکھنا..... وہ پکڑاتے ہوئے بولی۔

کو اس بند کرو..... جھپٹا مار کر اس نے چپک جھپٹا اور گاڑی کی طرف تیز رفتاری چل دیا۔

تم میری گاڑی لے جاؤ درپن..... وہ ڈبے ڈبے بولیں..... راجکار نے انہیں زندہ زمین میں گھاڑ دیا تھا..... آخر کسی بات ہے..... جس کے لئے وہ تم کو دواؤں پر

راہے..... کس مجبوری کا تہیہ ہے۔

اچھا اما اجازت..... وہ کھڑے ہوتے بولا۔

ہاں..... جاؤ..... وہ آہستہ سے بولیں..... جیسے گھر سے کنوئیں سے آواز آئی ہو۔ وہ دیا.....

درپن نے گاڑی شارٹ کی اور محل کے گیٹ سے نکل گیا۔

رتنی..... لکشی دیوی نے کہا۔

جی اما..... وہ چوچکی..... اور ایک دم لکشی دیوی کی طرف پلٹی..... کیا بات ہے..... لکھی نے کہا۔

..... لکھی نے کہا۔ وہ چوچکی..... اور ایک دم لکشی دیوی کی طرف پلٹی..... کیا بات ہے..... لکھی نے کہا۔

مجھے زیادہ نہیں معلوم..... درپن بتاؤ گانا آپ کو..... وہ اٹھتے ہوئے بولی..... ہوں..... لکشی دیوی نے عدال سے انداز میں اپنا سر کر سی پشت پر نکال دیا۔ اما.....

ایسی بات نہیں ہے..... آپ پریشان مت ہوں..... وہ چپچٹا رہی تھی کہ ایسے ہی بات دی.....

یوں لگتا ہے جیسے راج نے کوئی بڑا کھیل کھیلا..... لکشی دیوی کی چھٹی حس تیز ہوئی..... وہ جانتی تھیں کہ راج کے چور ٹھیک نہیں ہیں.....

آپ اندر چلیں..... رتنی نے قریب جا کر محبت سے کہا۔ وہ خاموش اٹھ کر اپنے کمرے

Don worry..... کچھ نہیں ہو دیوی جی کو..... ٹھیک ہو جائیں گی۔ ڈاکٹر کیڈی نے حراسا پریشان رتن کو دلا سا دیوار آلہ اٹھ نکال کر کشمی دیوی کا اچھی طرح ہلکاپ کیا۔ ڈاکٹر نے آلہ واپس رکھتے درپن کی طرف دیکھا.....  
ڈاکٹر کوئی ایسی بات..... درپن زبردست فرائش میں بولا۔  
نہیں نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... دیوی جی کے دل پر اچانک کسی صدمے کا اثر ہوا ہے..... رام جی کا غم ہے ان کو..... درپن اور رتن نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... (مانا نے ساری باتیں سن لی ہیں)

دونوں کے دل بار بار اسی بات کو دہرا رہے تھے..... (مانا نے سن لیا ہے) مسٹر درپن..... یہ میڈسن ابھی منگوا لیں..... اور ان کو کافکا دے دیں..... ٹھیک ہو جائیں گی ڈاکٹر کیڈی سفید کافز درپن کے ہاتھ میں تھما کر باہر نکل گئے..... درپن جلدی جاؤ..... ہائے رام..... وہ بری طرح گھبرا کر بولی۔

تم گھبراؤ نہیں..... جا رہا ہوں نا..... ابھی گیا..... ابھی آیا..... وہ رتن کو بھی پریشان نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ باہر نکل گیا.....

ہائے رام..... رتی بیٹی..... کیا ہو گیا..... دیوی جی..... پوچھا گھبراہٹی ہوئی اندر داخل ہوئی.....

معلوم نہیں پوچھا..... اچانک ہی ایسا ہو گیا..... پوچھا کشمی دیوی کی پانی چرنوں کے باں بیٹھ گئی..... اور کچھ لمبے ہی گزرے تھے کہ درپن لوٹ آیا.....

مانا..... بیٹے..... منہ کھولنے..... درپن نے بڑی تیزی کے ساتھ ودائی پانی میں حل کی اور کشمی دیوی کے ہونٹوں سے لگادی.....

مانا..... درپن اور رتن کے ہونٹوں سے ایک ساتھ نکلا۔ کشمی دیوی نے آنکھیں کھولیں۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا..... وہ درپن کو بڑی اپنائیت سے دیکھ کر بولیں۔  
مانا..... کیا ہو گیا تھا آپ کو..... درپن نے بڑی محبت سے کشمی دیوی کے ہاتھ کو تھام لیا۔

ایک طوفان تھا جو میری ہستی کو زیر و زبر کر گیا..... وہ انتہائی اداس لہجے میں بولیں.....

اتھ کر درپن کے پاس آگئی۔

نہیں..... یہ سب کچھ مانا کے گوش گزار کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ بے بس ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اور جب مانا کو اچانک معلوم ہو گا تو ان کے من میں طوفان اٹھے گا..... تم مانا کی جا سے بھی واقف ہو..... وہ بڑی حساس ہیں..... رتن نے بڑے خلوص سے درپن شانے پر ہاتھ رکھا۔

درپن نے لازوال محبت کے تحت اپنا بھاری ہاتھ رتن کے نازک کومل ہاتھ پر رکھا۔  
اقرار میں گردن ہلائی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ دونوں کوئی اور بات کرتے..... پردے کو کھینچنے کی حد پرے ہٹا کر کوئی دھڑام سے قالین پر گر آ.....

مانا..... درپن اور رتن برق رفتاری سے لپکے..... کشمی دیوی بے ہوش ہو با تھیں.....

مانا..... میری جان..... مانا..... درپن رتن تڑپ کر درپن کی طرف دیکھ بولی.....

مانا..... چلیز..... ہوش کریں..... کیا ہوا ہے..... درپن نے کشمی دیوی - چہرے کو اپنے گود میں رکھتے ہوئے کہا.....

مانا..... رتن جتنی..... ملازم اکٹھے ہو گئے..... کیا ہو گیا دیوی جی.....  
دیوی جی..... ہائے رام..... دیوی جی کو بھگوان شاشی دے۔ ملازمین کی چیخ و پکار.....

درپن نے کشمی دیوی کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لٹایا اور لحاف اوڑھ لیا۔  
آپ سب لوگ جائیں..... مانا کو اور گھبراہٹ ہوگی۔ درپن کے کہنے سے سب ما باری باری جانے لگے۔

میں ڈاکٹر کیڈی کو فون کر تا ہوں..... درپن نے دیکھا کہ کشمی دیوی نے رتن کی آ

میں سر رکھے آہستہ سے گہرا سانس لیا تھا۔

ہاں..... جلدی کرو..... رتن نے کہتے ہوئے کشمی دیوی کا چہرہ اچوم لیا۔  
چند لمبے بھی نہ گزرے تھے کہ ڈاکٹر کیڈی ملازم کے ساتھ داخل ہوا.....  
ڈاکٹر انکل..... مانا کو کیا ہو گیا۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ نے..... درپن نے کہا۔  
ہاں..... میں نے سب کچھ سن لیا ہے..... جو تم چھپانا چاہتے تھے..... لکشی! بڑی نقابہ سے ہو لیں۔ رتن صرف خاموش دیکھتی رہی۔  
ماما..... آپ تو بڑے مضبوط اعصاب کی مالک ہیں..... پھر..... ہاں بیٹیا یہ میرے اعصاب سے کہیں طاقتور تھا..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ٹھاکر سیوک راہ کو اتنا بیٹا ایسی مری ہوئی حرکت کرنے لگا۔ وہ نہ حال ہی آنکھیں بند کرتے ہو لیں۔  
پوچھنے والے نگاہیں درپن کے چہرے پر ڈالیں..... جس کا مطلب تھا کہ کیا سوچا گیا۔ درپن نے نگاہوں ہی نگاہوں میں پوچھا کہ چپ رہنے کو کہا۔  
آپ ٹھیک ہو جائیں ماما..... سب ٹھیک ہو جائے گا..... رتن نے لکشی دیوی کے درست کئے۔  
جو ہونا تھا وہ ہو چکا..... آپ کو اپنا خیال رکھنا ہو گا..... پلیز ماما..... ہماری خاطر آپ ہماری کائنات کا محور ہیں..... درپن نے بے پناہ انسیت اور چاہت کے تحت لکشی دیوی پر جھکتے ہوئے کہا۔  
بیٹا..... کاش تم نے میری کوکھ سے جنم لیا ہو تا..... وہ بایس انداز میں درپن کو دیکھ کر ہو لیں۔  
میں ہوں تا آپ کا کوکھ سے جنم نہیں لیا تو کیا ہوا..... میں بابا اور اس کے احساس لمحہ لمحہ جنم لیتا ہوں..... میری رنگوں میں بابا کی محبت، شفقت اور وفا کا خون شام ہے..... میں آپ کا ہوں..... محبت کے لازوال جذبے کے تحت درپن نے لکشی دیوی کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا دیا اور گراں قدر مہر محبت ثبت کر دی۔  
لکشی دیوی کو ایک باہمت عظمت و جلال کی ہیکر اور مضبوط اعصاب کی مالک تھیں۔ بڑی سے بڑی بات کو انہوں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا لیکن راجبھار کی اس حرکت وہ ٹوٹ کر رہ گئیں تھیں..... راجبھار کی اس حرکت سے ان کا بھائی چھوٹ رہا تھا..... کی دیرینہ خواہش تھی کہ راجبھار کی دلہن صرف شیشیل ہو..... شیشیل ہی راج محل کی نے..... لیکن سارے خواب تھنہ رہ گئے۔ راجبھار نے پوری برہمن برادری کے منہ پر اپنا زمانے دار تھپڑ رسید کر دیا تھا..... تکبر و نخوت کی فلک بوس دیواریں زمین بوس ہو گئیں..... وہ اپنے آپ کو قابل نفرت خیال کر رہی تھیں..... ایسا اونچا خاندان

ہاک رام کے سپوت کا یہ گھناؤنا فعل..... وہ سوچوں کی دہلیز پر خیالات کی اڑیاں بڑھ کر باہل ہو گئی تھیں..... انہوں نے مسلسل چپ سادھ لی تھی۔ ایک ہی سوال ان کو زخمی کرنے کے لئے کافی تھا کہ ستوش کو کب جواب دے گی..... بھائی جس نے اس قدر محبت دی..... اس کے چھوٹے سے چوڑے حق کو کبھی فراموش نہیں کیا تھا۔ اس طرح کہہ دے کہ اس کے ادبش بیٹے نے ایک بدنام زمانہ سنبھل بانی سے شادی..... سری نگر میں بات بچنے کے کم امکانات تھے..... اب تو وہی ملے مہتم تھے..... لوں بلکہ سیوک اور لال بہادر دونوں برادر یوں میں ہر وقت آنا جانا رہتا تھا..... چپ نہیں سکتی..... وہ یہی سوچ سوچ کر باہل ہو رہی تھیں..... کیا ہو گا..... شب آنا ہی چھتے تھے..... محل کے تمام لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کامروں میں چلے گئے۔ وہ لکشی کی کاپٹ کھولے بے معنی آسٹری تہائی کا زہر چرات رہی تھیں..... رام مجھے کیوں چھوڑ گئے آپ..... وہ لا، کو سنبھلا دے کہ سیدھی ہوئیں..... گیٹ راجبھار کی داخل ہوئی..... ان کی نظر کراک پر پڑی..... اس وقت دس کا عمل ہو گا سوائے راجبھار کے اور کون ہو سکتا..... کتنے کی طرح جھوٹے والے ہارن سے انہوں نے اندازہ لگالیا کہ یہ راجبھار کی..... عادت کی طرح اس کا معیار بھی گھٹا تھا..... ہر حسب عادت گاڑی پورچ میں رک کر خود گول کئے ہوئے سینی بجاتا اپنے کی طرف بھاگ گیا پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولے اس نے لکشی کی اور کوٹ ہال کی پینک پر پھینکا.....  
راجی..... وہ ایک دم بیٹا.....  
ماما آپ..... اس وقت؟..... دروازے میں لکشی دیوی کو کھڑے دیکھ کر وہ حیرت و حیرت کے عالم میں ہی طرح طرح چمک گیا۔  
ہاں..... ایک عرصہ گزر گیا ہے تمہیں دیکھے ہوئے..... سوچا کل شاید ملنا ہو کہ ناہو

سویت ماما..... دراصل آج کل Busy رہتا ہوں..... کوئی علیحدہ بزنس کر رہے..... لکشی دیوی نے چھپا ہوا نظر کیا۔  
بزنس..... کروں گا..... لیکن ابھی نہیں..... ٹائم نہیں ہے.....  
وقت اور دولت ملے تو بزنس ضرور کروں گا۔ وہ لا پر وای سے کسی پریشنا ہو ابولا۔

مجھے شیش سے شادی کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ وہ باکمال ڈھٹائی سے بولا۔  
ایا..... کیا کہہ رہے ہو تم..... وہ رطہ حیرت میں اتر گئیں۔

اگر آپ چاہیں تو شیش سے شادی ہو سکتی ہے۔ میں تیار ہوں وہ پھر بولا۔  
ہرگز نہیں..... اس کے لئے ایک شرط ہے۔ وہ معنی خیز انداز میں سوچنے لگیں۔  
شرط..... کیسی شرط..... جنہیں سنبل کو چھوڑنا پڑے گا۔ وہ ڈوبنے کو نکلے گا سہارا کے  
وہ اہی یہ حربہ آزمانا چاہتی تھیں۔

یہ نہیں ہو سکتا..... میں سنبل کو بیچ چندہ میں کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کے  
لڑا میں چنگی شامل تھی۔  
تو وہ جنہیں چھوڑ دے گی۔ وہ طنز کے بھرپور تیر چھوڑ کر مسکرائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ماما  
وہ مجھ سے محبت کرتی ہے.....

طوائف محبت نہیں سودا کرتی ہے..... تم ساڈ کتنے میں سودا کیا تھا۔ وہ کھڑی ہو گئیں

ماما..... پلیز..... مجھے اور پریشان مت کریں..... وہ جھنجھلا کر بولا۔

ایک بات کان کھول کر سن لو..... اس عورت کو محل میں لانے کی بجائے ہرگز نہ کرنا  
اگر ایسا ہوا تو..... وہ شدید پیش میں باہر نکل گئیں.....

ہنہ..... وہ زور سے واپس پلٹا..... اپنے اندر عقلی آہٹ کو نکالنے کے لئے اس نے  
اپنی طاقت سے کرسی کو ٹھوکر ماری..... اور ایک کراہ کے ساتھ پٹک پر بیٹھ گیا.....

نام شب کروٹ بد لئے گزری..... لمحہ لمحہ وہ ڈھٹا بھرتا ہوا..... وہ سنبل سے شدید محبت  
کر رہا تھا۔ کسی پل سکون نصیب نہ ہوا تو شراب کی بوتل الماری سے نکالی اور ایک ہی سانس  
میں چڑھا گیا..... دیکھا ایک زوردار پٹکی لے کر دم سے بستر پر گر اور وہ ہوش ہو گیا۔

کشمی دیوی حالات کے سمجھنے میں ڈوبتی جا رہی تھیں..... راجکار نے ان کو ہمیشہ کے  
لئے دکھوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔ سیوک رام نے اپنے جیون میں کبھی کشمی دیوی کو ان

ہائیڈروں کے سپرد نہیں کیا تھا..... وہ ہمیشہ کشمی دیوی کو ٹھن شین سے دور رکھتے اور ان کو  
ظہول قسم کی سوچوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور اب..... کون ان کے دکھوں کا دوا

رے گا..... رام..... رام جی..... وہ اٹھ کر رام مورتی کے سامنے ہاتھ یک کر  
لے لیں..... اور آئسو بھائی رہیں..... رام جی میں تنہائی کی کڑی دھوپ میں کھڑی

کھانا کھا آئے ہو کہیں سے..... کشمی دیوی نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔  
جی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا.....

کشمی اس کے سامنے آرام کر سی پر بیٹھ گئیں..... ماما..... آپ کو نیند نہیں آ  
جہائی لیتے ہوئے بولا۔

جس ماں کے جوان بیٹے کے ایسے بچھن ہوں..... ان ماؤں کی نیند اڑ جایا کرتی  
دھیمے انداز میں بولیں..... بیٹے کی سر شیشی بڑی تکلیف دہ تھی۔

آپ کہنا کیا چاہتی ہیں..... وہ ایک دم کھڑا ہو گیا  
میں نے جو سنا ہے..... وہ درست ہے..... مجھے جواب دو۔ وہ جوش میں بولیں۔

کیا سنا ہے آپ نے..... وہ بری طرح چونکا..... مجھے پاؤں پر کسی زہر پلے کیڑ۔  
کاٹ لیا ہو۔

یہی کہ تم نے سنبل بانی طوائف سے شادی کر لی ہے..... وہ اونچی آواز میں بولیں  
ٹھیک سنا ہے آپ نے..... وہ نظریں چراٹا ہوا بولا۔ لیکن اس کے رویے میں

نہیں تھی۔  
تمہاری آنکھوں کا پانی ڈھل چکا تھا..... تنہیں اتنا ہی خیال نہ آیا کہ تم کس کے

.....  
اپنے ڈھب سے زندگی گزارنے کا مجھے کوئی حق نہیں..... یہی میرے اختیار میں  
زوج ہو کر اختیار پر زور لگا کر بولا۔

اپنے ڈھب سے زندگی گزارنے کے لئے تمہیں صرف سنبل بانی نظر آتی۔ یہ  
تمہارا..... اتنی بڑی برہمن برادری میں کیامت دکھاؤ۔ وہ بے ہوش ہی بیٹھ گئیں۔

وہ میری پسند تھی..... اس لئے میں نے شادی کر لی..... برادری..... ہنہ۔  
بے باک انداز میں بولا لیکن نفرت کا پہلو شامل تھا۔

تمہاری شادی میں شیش سے کرنا چاہتی تھی..... کتنی سندر لڑکی ہے شیش  
دیوی کو دکھ ہوا.....

سندر تو وہ بھی ہے..... وہ بولا۔  
لیکن شیش جیسا اعلیٰ خاندان اور فہم و ادوار کی مالک نہیں ہوگی۔ کشمی دیوی۔  
بنجور دیکھا..... جس پر کوئی اثر نہیں تھا۔

ہوں..... ناگ دیوتا میری مدد کیجئے..... مجھے شاکر دیجئے..... وہ بہت دیر اسی کسب  
حالت میں یوں ہی ناگ دیوتا مورتی اور رام مورتی کے سامنے ہاتھ بٹھکتی رہیں..... آ  
کے رخصتوں پر سے پھسل پھسل کر ان کی سفید ساڑھی کے دامن میں گرتے رہے  
چاروں جانب عفریت منہ پھاڑنے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راجکمار اتار کر جائے گا۔  
ابھی انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔ ایک صحرا ختم ہو تا ہے تو دوسرا صحرا شروع ہو جا  
..... وہ لکھ لکھ جتنی ریت میں دھنسی جا رہی تھیں.....

وہ حراساں دیکھتی رہیں..... بادل چھٹ کر دھواں ہو چکے تھے.....  
بھیرا ہٹ کی اذیت کم ہو چکی تھی..... وہ مایوس پلٹ کر دیکھتی ہیں..... شب بھرا  
دو بج چکے تھے..... دیرائیاں سیٹ کر دھکوں کی چادر اوڑھے لٹ گئیں..... لیکن  
کہاں اور اشکوں کا سیلاب پھوٹ کر رخصتوں پر بہتا رہا اور کوسوں دور..... کوئی خدا  
کے غبار میں پکار رہا تھا..... دیوی..... دیوی جی.....

☆ ○ ☆

گگ..... میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں..... خوش کرنا چاہتا ہوں..... وہ اس کے پاس  
لگا۔

میرا کچھ بولے کو جی نہیں چاہتا..... وہ خواہ مخواہ مجھے کے پھول توڑ توڑ کر گھاس پر  
لٹی جا رہی تھی۔

ادھر دیکھو..... مجھ سے Share کرو..... آخر بات کیا ہے..... درپن نے رتن کو  
وں سے تمام کر اپنی طرف کر لیا.....

درپن..... جب ضبط کا چارہ نہ رہا تو وہ درپن کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی  
ارے..... ضرور کوئی بات ہے..... رتنی..... تمہیں..... بھگوان قسم..... بتاؤ

درپن نے اسے اپنے ساتھ لپٹا کر دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کئے۔ وہ  
اں بھی مصیبت کے ساتھ سسک سسک کر رو رہی تھی..... رتنی..... بولو نا.....

لہو..... میں تمہاری پیاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا..... بتاؤ..... وہ بڑی  
اے سے اسے بہلاتے ہوئے بولا..... اور وہ رو رہی..... سسکتی رہی..... وہ مصموم

ما کی سسکیاں سن کر پاگل سا ہو گیا۔  
رتنی..... بتاؤ..... نا..... تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے..... لہا کی وجہ سے پریشان ہو

..... وہ محبت کے لازوال جذبے کے تحت رتن کے بالوں کو سلکھا کر بولا۔

درپن..... وہ سیدھی ہو کر بولی۔

ہاں..... بولو..... کیا بات ہے..... وہ پیار سے بولا۔

تمہیں معلوم ہے..... بھائی نے کیا کیا..... وہ درپن کے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

بھائی نے شادی کر لی ہے..... اس بات سے پریشان ہو..... وہ مسکرا کر رتن

چہرے پر پشیمے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں سے صاف کرتے بولا۔

تمہیں حیرت نہیں ہوئی۔ وہ بھی حیران رہ گئی..... درپن پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے..... ٹھیک ہے اس نے شادی کر لی۔ وہ باہر

ہے..... زندگی تو اس نے گزاری ہی ہے نا..... درپن نے یوں ظاہر کیا جیسے کوئی بات

ہوئی ہو..... اور نہ ہی وہ رتن کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ راجہا نے اچھا نہیں کیا۔

رتن کی ہنسی جان پر ایسے پرانے خیالات کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

دیکھو درپن..... اس نے ماما سے بھی نہیں پوچھا..... پچیسے سے کسی بری عورت

شادی کر لی..... وہ اپنی معصومیت سے بھرپور ادا کے ساتھ درپن سے بولی۔

پہلے اس نے کبھی کوئی بات پوچھی ہے ماما سے..... جواب پوچھنے گا..... وہ اسے

دیکھ کر بولا۔

ہاں..... اس پر طرہ یہ کہ عورت بھی اچھی نہیں ہے..... بڑی بری ہے.....

اپنی آنکھیں میاڑ کر بولی۔

کوئی برا نہیں ہوتا..... حالات انسان کو اچھا یا برا بناتے ہیں..... وہ اس کے دل کو

خیالات سے صاف کرنا چاہتا تھا..... جو اس کے لئے تکلیف دہ ہوں..... وہ رتن کو کسی

حوالے سے دکھ دینا چاہتا تھا۔ بہت دیر دونوں ایک دوسرے کے سہارے بیٹھے نا،

رہے..... آخر کار رتن کے دل کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو چکا تھا۔

درپن..... وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

کہو..... فوراً نہہر تن گوش ہو گیا۔

ماما اب اور بھی چپ رہنے لگی ہیں..... کسی کے کام میں دخل ہی نہیں دیتیں

رتن نے ایک اور پریشان کن حالات کا اظہار کیا۔

ابھی زخم تازہ ہے نا..... آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی..... اس نے بھر دلا سا

کہا..... تمہیں کوئی بات سنجیدہ نہیں نظر آتی..... وہ چوہنگی.....

طر نہیں..... محسوس نہیں ہوتی..... وہ شریہ انداز میں رتن کی غلطی بتاتے بولا۔

ہو..... چلو ہی سہی..... تمہارے دل کو کوئی بات بری نہیں لگتی..... وہ بھر

ب کچھ بیگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... اس سے بہتری کی آثار کھو..... وہ

ادبازاں بڑی سی رام چندر کی موردی کو دیکھ کر بولا۔

تمہیں برا کیا لگتا ہے..... وہ مسکرا دی۔

برہنات جو تمہیں تکلیف دے..... اور تمہاری آنکھ میں آنسو..... وہ بڑی چاہت

تھی کہ خسار آگین سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں کی جھار میں سے جھاک کر بولا۔

سنا آ رہی ہے..... رتن نے دور درخت کے نیچے سے آتے دیکھ کر اپنے آپ کو سیدھا کر

آہات ہے بسلا..... درپن چونک کر استفسار کے لیے تھیں بولا۔

ہا نہنی چوک سے مہمان آئے ہیں باوسر کار.....

انہی بیٹا ہوں گی..... رتن نے خیال ظاہر کیا۔

ہاں جی وہی..... ان کے ساتھ ایک عورت کو مل رہا ہے..... بسلا نے کہا۔

کو مل رہا..... سو نیا تو نہیں..... وہ بولی۔

معلوم نہیں جی..... بسلا نے لاطعلی کا اظہار کیا۔

ماما کہاں ہیں..... انہیں خبر کر دو..... درپن نے کہا۔

وہ ان کے پاس..... بس آئی ہے والی ہیں..... بسلا بولی۔

ان کے پاس..... ماما کی طبیعت ٹھیک تو ہے.....

درپن بڑے دکھ سے بات کاٹ کر بولا۔

ماما ٹھیک ہی نہیں رہیں..... اس پر ستم یہ کہ دل کی بات ظاہر نہیں کرتیں..... رتن

بے اضطراب سے بولی۔

تم ڈانٹ کر دم میں بٹھاؤ..... رتی آ رہی ہے..... درپن پلٹ کر بسلا سے بولا۔

بسلا واپس لوٹ گئی..... جاؤ وہ لوگ تمہارے منتظر ہوں گے..... درپن نے کہا۔

تم بھی آؤ..... وہ اٹھا کر بولی۔

نہیں..... وہ مسکرا کر انکار کی صورت میں بولا۔





رہی کے لئے میں نے کبھی سوچا ہی نہیں..... اے توری کو بہن کہتا ہے..... وہ شیشی کی طرح آجے پیار کرتا ہے..... دیے بھی بھول اے کہ اس کی عمر رتی سے بہت زیادہ ہے۔  
 ناشی دیوی نے حقیقت بیان کر دی۔  
 اے کی نسبت ظہرائی کہیں..... ٹیٹا بالی کی کھال اتارنے پر تلی ہوئی تھیں۔  
 نہیں..... وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جانا چاہتا ہے..... ابھی اس کا شادی کا کوئی لداوہ نہیں ہے۔

بھیا سنستوش کی طرح باہر سے پسند کرے۔ ٹیٹا نے کہا۔  
 یہ تو بھگوان کو معلوم ہو گا..... سنستوش بھیا کی شادی تو بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی  
 ..... یہ بھی اچھا ہو اگر آٹھ ماہ میں سنستوش..... اگر اور کوئی ذات ہوتی تو شاید میری راج ماتاند  
 مانیں..... کاشی دیوی کو اس وقت بیگم جواہر لعل شند سے یاد آنے لگیں۔  
 چند لمبے دونوں خاموش رہیں..... ماحول بڑا سہما سہما لگ رہا تھا.....  
 کشمن..... ٹیٹا چونک کر آگے بھگی۔  
 کاشی دیوی نے سوچوں کی اٹھہ گہرائیوں سے ابھر کر سر اٹھایا..... میں بھی تمہارے  
 پاس من کی آٹھ پھری کروانے آئی ہوں۔ ٹیٹا نے لہجہ عاجزانہ بنالیا۔  
 کیا مطلب ہے تمہارا..... کاشی دیوی کو کچھ کلکا۔  
 رتی تو پورن ناشی کا چاند ہے..... مجھے دے دو..... گو تم رتی کی جوڑی بہت اچھی رہے  
 گی۔

ٹیٹا نے ہمت کر کے کبھہ دیا۔  
 تمہاری بات بھی درست ہے..... گو تم اچھا تو جوان ہے..... کاشی دیوی نے کہا۔  
 پھر ارادہ ظاہر کروانا..... ٹیٹا جلدی تھی..... دوری کو کھوتا نہیں چاہتی تھی۔  
 ابھی وقت نہیں ہے ٹیٹا..... رام جی کی برسی قریب آ رہی ہے..... دوسری بات کہ  
 میرا ایک ہی تو بھائی ہے..... ان سے پوچھنا بھی ضروری ہے۔ کاشی دیوی نے مجبوری ظاہر  
 کر دی۔

ٹھیک ہے..... تم سنستوش بھائی سے مشورہ کر لو..... لڑکیاں اندر آنے کے بعد باتوں  
 کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ملازم نے خرائی میں انواع و اقسام کی مزے دار چیزیں پیش کی  
 تھیں.....

ہاں..... ٹیٹا تم ٹھیک ہی کہتی ہو..... لیکن رام جی کے بن میرا جیوں بے معنی ہا۔  
 ہے۔ کاشی دیوی کا جیسے اس سنسار سے جی بھر گیا ہو۔  
 تمہیں سنسار سے جی لگانا پڑے گا..... بھی تم نے بہت کچھ کرتا ہے۔ ٹیٹا نے کاشی  
 کے جذبے کو ہوا دینا چاہی۔ ٹیٹا نے محسوس کیا کہ کاشی دیوی بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔  
 تم ٹھیک کہتی ہو ٹیٹا..... میں بیزار رہنے لگی ہوں..... کسی کام میں جی ہی نہیں  
 کاشی دیوی نے مجبوری ظاہر کی۔  
 ابھی وقت نہیں ہے ایسا سوچنے کا..... ہماری مجبوری ہمارے پیچے ہیں۔ ٹیٹا نے کہا۔  
 ہمیں بچوں کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ کاشی دیوی نے جیسے ٹیٹا سے ہار مان لی ہو۔  
 ہمیں اپنے بچوں کے لئے کچھ کرنا چاہئے..... ٹیٹا نے کہا۔  
 کیا کریں..... مہرہ الٹ گیا ہے۔ ٹیٹا..... راجکار نے مجھے بہت فراموش کیا ہے۔  
 دیوی کے چہرے پر پاپو کی کے انگٹ سامنے لہرانے لگے۔  
 ہاں..... سنا تو میں نے بھی ہے..... ایک طوائف کو شریک حیات بنانے کی بجا۔  
 ..... کہیں شریف برہمن کی لڑکی کو پسند کر لیتا۔ بے شک غریب ہوتی..... ٹیٹا  
 آہستہ سے کہا۔

ہمارے ہاں باہر شادیاں کب ہوتی ہیں۔ میں رتی کے پاس جارہی ہوں۔ ٹیٹا نے جاتی۔  
 کو دیکھا اور دوسری طرف کاشی دیوی کی طرف مخاطب ہوئیں۔  
 نئی پود..... ایسا ہی کر رہی ہے..... اب تو شور لڑکیاں برہمن لڑکے پسند کرنے  
 ہیں۔ ٹیٹا نے بڑے رکیک انداز میں کہا۔

رام..... رام..... کاشی دیوی کے ساتھ ٹیٹا نے بھی کانوں کو ہاتھ لگایا۔  
 اب کیا سوچا..... ٹیٹا دوبارہ گویا ہوئی۔  
 میں تو بھیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی..... راجکار کے لئے شیشی کو لانا چاہا  
 تھی میں۔ وہ اپنے الفاظ میں تشکی کا عنصر لا کر بولیں..... شیشی کو بہو بنانے کی ان کو کس نہ  
 خواہش تھی..... شیشی ہر لحاظ سے لاکھوں میں ایک تھی..... کاش راجکار اس  
 موتی کی قدر کرتا۔

کاشی..... کیا سوچ رہی ہو..... رتی کے لئے سوچا کچھ..... ٹیٹا آہستہ آہستہ  
 موضوع کی طرف بڑھ رہی تھی۔

بھگوان نہ کرے..... آپ کو کچھ ہو..... میں تو اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں..... کہ آپ کی صحت کیوں گر رہی ہے۔ وہ فکر مند نظر آئے لگا تھا۔  
بالکل ٹھیک ہے درپن..... باہر چلیں گے۔ میں بھی جاؤں گی نا..... وہ درپن کا شانہ ہلا بنا۔  
ہاں ہاں..... غم بھی چھوٹی..... تمہاری زبان کا بھی چیب اپ کرنا..... نہ صرف تیرے زیادہ پیسے ہی سے ماما..... رتی نہیں..... بس جتنی رتی ہے..... وہ سب رتن کو پڑاتے کشمی دیوی نے ہوا۔

دیکھا..... ماما..... منع کریں..... مجھے تنگ کرتا ہے..... میں زیادہ بولتی ہوں۔  
رتن نے کشمی دیوی سے شکایت کیا۔  
کشمی دیوی نے ہنس کر دینا کو دیکھا۔  
اچھا ماما..... اجازت..... درپن کھڑا ہو گیا۔  
بھیکو..... چائے اور لے لو..... کشمی دیوی کی پانیت سے بولیں۔  
درپن..... چپیں لے لو..... بڑے مزے کے ہیں۔ وہ پلیٹ درپن کی طرف بڑھاتے ہوئی۔

بس رتی..... اب محتاج نہیں ہے..... تم کھاؤ..... سو نیا کو دود..... وہ معذرت خواہی کے انداز میں بولا۔  
دیکھو تو سہمی..... کتنے مزے دار..... کھاؤ..... لے..... وہ پلیٹ اس کی طرف بڑھا کر تحکم آمیز لہجے میں بولی۔  
اچھا بھئی..... جان نہیں چھوڑو گی..... وہ ایک ٹکڑا چھس اٹھا کر بولا۔  
اب جاؤ..... رتن نے جیسے اجازت دیدی۔ اس معصوم شرارت پر سو نیا بھی بیٹے بغیر نہ رہ سکی۔

Thank You Sir.. وہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔  
ایک بات کہوں Feel محسوس نہ کیجئے گا..... دینا سے ضبط کرنا محال تھا۔  
کوئی بات..... بے تکلف کہو۔ وہ جانتی تھیں کہ سوائے درپن کے اور کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ وہ درپن کا دخل ازل سے ہی پسند نہیں کرتی تھیں۔  
درپن کچھ زیادہ با اختیار نہیں ہو گیا..... اہل محل پر..... دینا کے انداز میں طنز کی جھین

اور سے داد..... آئی..... خاندان بڑا ہوشیار ہے آپ کا..... سو نیا نے کہا۔  
خاندان نہیں..... درپن سے ساری چیزیں مشکوئی تیرے میں نے..... کہتے ہوئے وہ دروازے سے باہر بھاگی۔

درپن..... آ جاؤ..... بڑی مزے کی چائے ہے..... تم بھی پیو..... وہ باہر کی ملازم سے باتیں کر رہا تھا..... وہ ہاتھ کے اشارے سے آئے کا اشارہ کرتے بولا۔  
جلدی آؤ..... ٹھنڈی ہو جائے گی چائے..... اور وہ چکوریوں بھی..... وہ اونچی آواز میں بولی۔

آ رہا ہوں..... آ رہا ہوں..... بابا..... درپن نے بوڑھے ملازم کے شانے پر ہاتھ مارا..... اور لمبے لمبے ڈگ بھر تانلا مگر دوش میں آگیا۔  
اونچی آواز میں مت بولا کرو..... گھبراہٹ ہو جائے گا۔ وہ شریانداز میں رتن کو ڈانٹ کر بولا۔

کچھ نہیں ہوتا..... تم آؤ..... وہ اس کے بازوؤں میں جمو لیتی اندر داخل ہوئی..... اس کی عادت جو تھی.....

مستے..... مستے..... درپن نے باری باری دینا اور سو نیا سے کہا۔  
مستے..... سو نیا نے آہستہ سے جواب دیا..... لیکن دینا نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ وہ رتن کے پاس جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔

کہاں تھے..... صبح سے جھپٹ دیکھا نہیں..... رتن اور سو نیا مل کر چائے بناری تھیں..... اور دینا نے معنی خیز نظریں کشمی دیوی کے سوالات کو سمجھنے کے لئے گھمانا شروع کر دیں۔

میں تو آج جلد لوٹ آیا تھا..... بابا کی برسی کے لئے انتظامات کرنے تھے..... اس کی لست بنا رہا تھا۔ وہ ایک نظر میں سب کے چہرے پڑھ چکا تھا۔  
ہوں..... رتن نے سب سے پہلے کپ ٹینا کو پھر کشمی دیوی..... بعد میں درپن کو دیا۔ وہ مسکرا کر کشمی دیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

میں آپ کو باہر لے جاؤں گا..... وہیں تمام ٹینٹ ہوں گے..... دینا دیکھ رہی تھی کہ کشمی کس قدر انہماک سے درپن کی طرف متوجہ تھی..... مجھے کوئی خاص بیماری تو نہیں ہے..... وہ مسکرا کر بولیں۔

تھی۔

درپن با اختیار نہیں ہے بیٹا..... لیکن ہمارا دائرہ حیات اس کے مرکز پر گھومتا ہے۔۔۔۔۔ درپن کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لکشی دیوی نے صاف صاف الفاظ سے بیان کر دیا۔ وہ کیوں؟ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ سوال کرنے سے نہ چونکیں..... سارے محل کو درپن نے سنبھال رکھا ہے آئی..... پیپا کے ہوتے ہوئے بھی وہ سب کچھ کرتا تھا۔ رتن نے ایک دم کہا۔ آپ نے خود اسے با اختیار کیا ہوا ہے..... اب اس کے بغیر گزارہ نہیں آپ کا۔ بیٹا ناگوار گزار۔

کونسا کام ہے جو درپن نہیں کرتا..... اب ہم درپن کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لکشی دیوی جیسے بے بس لگ رہی تھیں۔

کیوں نہیں کر سکتے..... رتن کی شادی کر دیجئے..... اور ولاد کو سب سوپ دیجئے۔ آئی..... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں..... میری شادی..... سوینا سنا تم نے..... اس کے ساتھ ہی رتن محل کھلا کر ہنس دی..... کیوں نہیں بیٹی..... ایک دن تو پیپا کے گھر جانا ہے..... بیٹا نے رتن کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھا۔

جانے بھی دیں..... سونیا کی شادی کریں..... میں تو ملاک چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔۔۔ وہ بڑے مستحکم انداز میں بولی اور برتن سینے لگی۔

اچھا..... لکشی اجازت دو..... لیکن سوچنا جو میں نے کہا ہے..... ہوں..... اور جب بات کسی طور پر ٹھیک نشتانے پر نہ پہنچی تو دونوں ماں بیٹی اپنی جی روائہ ہو گئیں۔ رات کو کھانے کی میز پر دونوں کی ملاقات ہوئی۔ گوتم کہاں ہے۔ بیٹا نے ملازم سے کہا جو برتن رکھ رہا تھا۔

وہ کھانا باہر کھائیں گے سرکار..... ملازم نے کہا۔

کیوں..... بتایا کچھ نہیں..... بیٹا نے کہا۔

ان کے دوست ہیں ناپال سنگھ..... ملازم کو یاد آیا۔

ہاں..... اسے کیا ہے..... بیٹا چونکی

انہوں نے بلایا ہے دعوت پر..... ملازم نے کہا۔

ٹھیک ہے..... بیٹا نے ڈھنگے میں سے سالن نکال کر ڈھنگا سونیا کی طرف بڑھایا۔ مئی..... ایک دوپہا میں ڈیڑی آنے والے ہیں..... سونیا نے حلق سے نوالہ نکل کر کہا۔ یہی تو میں چاہتی ہوں کہ ان کے آتے ہی گوتم کا سلسلہ حل ہو جائے۔ بیٹا نے گلاس میں اٹلٹھ کیا۔ کیسے حل ہو گا..... درپن کی موجودگی لکشی آئی کے ہاں میری سمجھ میں نہیں آتی..... سونیا نے حیرت سے کہا۔

What..... بیٹا نے چونک کر کہا۔

یہ تو سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ سیوک محل میں ملی کر جوان ہوا ہے..... اور جو اختیار دینے لگے ہیں..... ان کی سمجھ نہیں آ رہی۔ بیٹا سوچنے لگے۔

مئی..... ایسا تو نہیں کہ وہ رتن کو درپن کے ساتھ بیٹا چاہتی ہوں..... سونیا نے خیال پیش کیا۔

ایسا نہیں ہو سکتا..... لکشی ایسی بھی بے نکلی عورت نہیں..... ایک مسلمان کے بچے کو برہمن کی بیٹی دے دے..... میں نہیں جانتی..... بیٹا کے الفاظ میں نفرت کا پہلو شامل تھا۔

ایسا ہو بھی سکتا ہے..... پوچھاں نے اس کی پرورش کی ہے۔ سونیا کا ٹھک دور نہیں ہو سکتا تھا۔

ہرگز نہیں..... اولاد تو وہ بلند خان کشمیری کی ہے..... لکشی ایسا ہرگز نہیں کر سکتی۔ بیٹا کو مکمل یقین تھا۔

دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ سونیا نے پانی کا آخری گھونٹ حلق سے اتار کر گلاس رکھ دیا۔

سونیا..... تم نے تو پریشان کر دیا..... یہ بات مجھے بھی پریشان کن لگتی ہے..... ویسے بھی گوتم رتن کو دل سے پسند کرتا ہے۔

سونیا نے سنجیدگی سے کہا۔

گوتم کی خواہش کو میں رد نہیں کر سکتی۔ بیٹا نے کہا اور سامنے آتے ملازم کو دیکھا جو قبوے کی طشتری لا رہا تھا۔

• مطلب نکل جانے کے بعد ختم..... مائی ڈیز..... تمہارے لئے تو میں نے اپنے کو  
مہلپ کیا ہے..... اپنے سے بہتر کوئی نوجوان میرا، اماد نہیں بن سکتا..... ٹیٹا نے بڑے  
فہم واداسے اپنا دایاں لکھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا۔

وہی مئی درپن کی Personality بھی بت ہے..... بڑی پروقار قد و قامت کا  
اہل ہے صرف پرستش ہے..... اس کی حیثیت کچھ نہیں..... آخر کو تمام جائیداد کوشی  
ہی اور راجہ جگدر کی ہے..... وہ تو بس ملازم ہے..... ٹیٹا نے کہا۔

باند خان کشمیری ہونے کی وجہ سے درپن کا فوجی تاریک ہے..... یہی بات ہے.....  
ہمیں تو اپنا لوسیدھا کرتا ہے..... ٹیٹا نے منہ کر کہا۔

مئی..... اس طرح تو گدھے کو باپ بناتا ہے گے..... اس کے ساتھ ہی دونوں ماں بیٹی  
لفٹ شاف قبہہ لگا کر نہیں دے۔

مئی..... مئی..... میرا خیال ہے گو تم..... کیا..... ٹیٹا نے کہا۔  
آجاؤ..... سونیا نے اندر سے ہی بولی..... یہ یہ گو تم کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ آتے  
ہیں..... وہاں پر..... غصے م..... ٹیٹا نے ہنس کر اپنے پاس بیٹھنے کا اشار کیا۔  
..... Thank you  
تہو ابو گے..... ٹیٹا نے کہا۔

کیا بار فکشن..... سونیا نے کہا۔  
ہت اچھا..... کشمیر جنت نظیر ہے..... یونہی نہیں مسلمان پیچھے پڑے ہوئے.....  
گو تم نے کہا۔

بھی وہ کشمیر کو اپنے ملک کا حصہ سمجھتے ہیں..... سونیا نے کہا۔  
خواتون..... کشمیر بھارت کا ٹوٹا انگ ہے..... ان کا حصہ ایسے ہی..... گو تم اونچی  
آواز میں بولا۔

یہ کشمیری اور مجاہدین سکون سے نہیں بیٹھتے..... آزادی کے نعرے لگا لگا کر بھارت کی  
معیشت ڈاؤن کر دی ہے ان لوگوں نے..... سونیا پھر افسوس سے بولی۔

Right..... سالانہ ایسٹیمینٹ اور استعمال ہو رہا ہے لیکن کشمیری شس سے منبہ ہو  
وہ..... جوجی میں آئے کریں..... لیکن کشمیر ہم نہیں دیں گے..... گو تم نے جوں  
سے کہا۔

جاؤ..... سونیا نے اس کا ہاتھ سے پٹری کی پکڑ کر درمیانی آرائشی میز پر رکھی۔  
ایک بات جو تشویش طلب ہے..... اس نے مجھے ذہنی نشین میں جتا کر دیا ہے..... ٹیٹا نے  
سوچتے سوچتے کپ بونٹوں کو لگا دیا۔

میں باقی سو..... آپ درپن نے ہا اختیار ہونے پر پریشان ہیں..... سونیا نے قیاد  
لایا۔

یہ تو ہے..... لیکن رتن کا اس قدر بے تکلف انداز کہ ہمارے سامنے بھی اس کا پیرا  
خام کرکان میں نہ چائے کیا کہہ رہی تھی..... ٹیٹا کو رتن کی اس حرکت سے شکایت تھی۔

یہ ایسی بات نہیں ہے مئی..... جس کو مسئلہ بنایا جائے..... درپن دس بارہ برس اس  
سے بڑا ہے..... رتی اس کی گود میں کھلی ہے..... ہر ت مانوس سے اس سے..... کوئی بڑی  
بات نہیں ہے..... سونیا کے لئے یہ کوئی ایسی بات نہ تھی۔

یہ بھی درست ہے..... ایلی کو رتن سے بہت عرصہ دونوں کی پرداخت کی ہے.....  
اس وقت بھی درپن کے ہا نہیں رہتی تھی..... ٹیٹا کا لہجہ پھر تشویش طلب تھا۔

او ہو ماما..... مت ایسی باتیں سوچیں..... سیوک محل میں بچے کون تھے.....  
درپن یا ہم بھی کبھی کھار چلے جاتے تھے..... رتن کو درپن سے کبھی ملتی تھی..... راجہ

..... اس وقت بھی الگ تھلگ رہتا تھا۔ سونیا نے ایک ہی سانس میں رنج ہو کر ٹیٹا کی تسلی  
کر دی۔

سونیا..... میرا ایک مشورہ ہے..... اگر ایسا ہو جائے تو..... ٹیٹا نے گہری سوچ سے  
ابھر کر کہا۔

کیا..... سونیا چو کی۔  
تمہیں درپن کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرنا ہوگی..... ٹیٹا نے سونیا کو بغور دیکھا۔

وہ کیسے..... ٹیٹا نے انہیں کھولیں اور کپ کو دایں فرسے میں رکھ دیا۔  
میں چاہتی ہوں کہ رتن سے زیادہ وہمہاری ذات میں دلچسپی لے..... ٹیٹا کی خود غرضی

عروج تک پہنچتی دیکھ کر سونیا کھل کھلا کر ہنس دی۔  
کیا مطلب کہ میں درپن سے محبت کا ٹانگ کیوں..... Imposible ممکن.....

تم نے صرف ٹانگ کیلنا ہے..... حقیقت نہیں..... ٹیٹا نے ہنس کر کہا۔  
اگر وہ حقیقت سمجھ بیٹھا تو..... سونیا پھر ہنس دی۔

او جو درپن ہے۔ تیرا تھا۔

..... بلکہ رتن اسے اپنا برب سے۔ تم سننے کی بات کر رہے ہو۔ میں  
تجربہ دار ہوں ہے..... کچھ بند نہیں کرتی۔ وہ معصوم بچوں کی طرح اس کے شاہ۔ پھر  
اگر ہو گیا تو..... گوتم بولا۔  
اس کا بندوبست میں نے کر لیا ہے۔ لا۔

نک دم بولی۔

Ok Mamā..... وہ اپنی چیٹ پر تھکیں  
کے کان میں یہ بات ڈالی ہے کسی نے۔ وہ

رہی..... ذرا الگ۔ تم نے دیوانہ بنا دیا ہے۔

ہاں کر..... حیرے حسن کی کہیاں میرے جیون کی عمارت۔

نکب آئے گا..... محبت تو تھی..... لیکن اب تو تیرے بن رہا۔

ہنی صورت اسے کاٹنی میری تہذیب اڑا رہی ہے..... ایک کراہ کے ساتھ اس نے  
اٹلی.....

اور وہ شب بیدار رہنے لگا..... محبت کے مارے کو نہ جین آئے نہ موت آئے..... کئی  
ہو اسی طرح گزر گئے..... رتن نے اس کے اضطراب میں زیادتی پیدا کر دی تھی۔ آخر  
نہ دن دل بے قرار کولے سیوک محل چل دیا..... گاڑی سے اتر سیدھا رتن کے کمرے میں  
اٹل بولا۔

رتی..... وہ آٹھنے کے سامنے بیٹھی رتی کو بال سنوارتے دیکھ کر مجھد سا ہو گیا..... اس  
نے دراز گیسو کمرے پھسل کر کوہوں تک لہرا رہے تھے..... (رتی تو اس قدر حسین ہے)

اپنا وہ سوچ کر آگے بڑھا.....  
گوتم..... تم..... اس وقت..... رتن نے پلٹ کر دیکھا..... اور برش کو ایک

دف رکھ دیا.....

کیا میں اس وقت نہیں آسکتا۔ گوتم آگے بڑھا.....

گوتم..... تم میرے کمرے میں دستک کے بغیر آئے گے..... رتن کھڑی ہو گئی۔

تو کیا ہوا..... ہم آئندہ ایک ہونے والے ہیں..... اس پر مجھے تمہاری آگیا کی کوئی

مذرت نہیں.....

..... شیریں ہمارے نہیں ہیں..... وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں..... سونیا بولی۔

میری ماما جی کتنی تھیں اسی طرح جائیں گے اگر پاکستان آزاد کروایا مسلمانوں نے۔

بڑا خون خرابہ ہوا تھا..... سونیا کو دیکھ کر مینا نے کہہ دی سب محمد علی جناح کا کیا دھرا۔

..... حیرت ہے..... اتنی بڑی تحریک چانے کے بعد بھی اس نے ایک دن.....

ایک گھنٹہ جیل نہیں کاٹی..... سونیا نے اپنی معلومات ظاہر کی.....

بہت بڑا سیاست دان تھا وہ..... اور وہ اقبال..... ایسا شاعر تو دنیا کے کسی خطے میں.....

نہیں ہوا..... اور نہیں ہوگا..... گوتم نے حقیقت کو جھٹلانا پسند نہیں کیا۔

تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو..... مطلب کی بات کرو..... مینا نے جھنجھلا کر کہا۔

مطلب کی یہ بات کہ اپنے پیارے بھیا کے لئے ہم نے رتی کو جن لیا۔ سونیا نے فہم

لگایا.....

کیا..... رتی کو میرے لئے..... ابو جہلان..... گھنٹیں تھیں آپ کشی آئی کے بار

..... خوشی کے مارے کو تم اچھلا جیسے دیوانہ ہو گیا ہو..... او مانے گاؤ..... وہ دونوں

مضیاں بھیج کر چلایا.....

مینا نے گوتم کی بے گلی اور زبردست چاہت کو مد نظر رکھتے ہوئے سونیا کو دیکھا.....

ممنی..... گوتم کو مایوس نہیں کیا جاسکتا..... وہ زبردست چاہت کے اظہار کے ساتھ

گوتم کو دیکھ کر بولی۔

ایسا وہی نہیں سکتا۔ گوتم گوتم ہے..... درپن نہیں..... جسے معمولی خواہش کے

تقدیر پہنچا رہے۔ مینا کے لہجے میں تکبر و نخوت اور ظالمانہ فرعونیت جھلک رہی تھی۔

او ماما..... وہ دن میرے جیون کا عظیم ترین دن ہوگا..... جب حسن کے آکاش کا

ستارہ میری جھولی میں ہوگا..... جسے رتن کہتے ہیں..... وہ مسرت کے بھرپور اظہار

لئے کھڑا ہو گیا۔

جہگوان سے آشاد رکھو..... ایسا ہی ہوگا..... مینا نے کہا اور پرسکون انداز میں اس

ترشیدہ بالوں کو جھک کر ایک طرف کیا اور لیٹ گئی۔

ماما..... بڑے پراسرار انداز میں گوتم نے مینا سے کہا..... سونیا اپنے کمرے میں جا

دی۔

اب کیا ہے۔ مینا ریٹ کر ناپا جاتی تھی۔

بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

میں جھوٹ بولوں گی..... اپنے بارے میں..... تم سننے کی بات کر رہے ہو..... میں یہ سنا تھا کسی کانام بھی پسند نہیں کرتی۔ وہ معصوم بچوں کی طرح اس سے شہ۔ پاس نہ ہوں۔

تم نے کس سے سنا۔ وہ آہستہ سے بولا۔

گوتم آیا تھا..... اس نے کہا۔..... وہ ایک دم بولی۔

آجے کی کہہ دیا وہ گا۔ وہ ٹال دیا۔

ہر لڑکھیں..... ایسے نہیں..... ضرور اس کے کان میں یہ بات ڈال ہے کسی نے۔ وہ

ہاتھوں کو یاد کرتے واقعات تلاش کرنے لگی۔

نہیں نیٹا آئی ہے تو اس سے بات نہ کی ہو۔ وہ سوچ کر بولا۔

میرا تو خیال ہے۔ ماما کو پتہ ہو گا۔ وہ بولا۔

درپن..... وہ اور قریب آ گئی۔

ہوں..... وہ بولا۔

تم ماما سے بات کرو۔ میں گوتم سے شادی نہیں کروں گی..... میں بات کروں

ماما سے۔ دیوانی لڑکی..... ایسی بات اس طرح نہیں کی جاسکتی..... وہ رتن کی

ب۔ چہرہ کے افرورگی سے بولا۔

میں کہہ دوں گی..... گوتم..... کبھی بھی نہیں..... وہ سینہ تان کر بولی۔

نہ..... یہ غلط نہ کرنا..... ماما تو پہلے ہی بیمار ہیں..... ان کو دکھ ہو گا۔ بے ساختہ

ہن نے رتی کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

تو میں کیا کروں..... خاموش تر شاہی بنی رہوں..... وہ جھلا کر بولی اور بے کلی میں

اپنے کے گریبان کو کھینچا.....

چند دن خاموش رہو..... میں کوئی موقع تلاش کر کے ماما سے بات کروں گا۔ وہ سوچتے

دے بولا۔

مجھے معلوم ہے..... تم کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتے..... میں تو حیران ہوں کہ

لہارے من میں کوئی بات بری نہیں لگتی..... وہ پھر پھر مدہی بولی..... جیسے ابھی رونے

لکھی.....

لو تم کی طرف بڑ..... وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں.....

میری ماما جی کبھی تمہیں اسی طرح جانیں گوا کر پاکستان آ کر..... وہ مسرت سے ہرچہ راہ

بڑا خون خرابہ ہوا تھا..... سو نیا کو دکھ کر مینا نے کہا۔ یہ سب.....

..... حیرت ہے..... اتنی بڑی تحریک چلانے کے بعد..... وہ بے ساختہ گوتم کے ہاتھ

ایک گھنٹہ بیل نہیں کاٹی..... سو نیا نے اپنی معلومات سے آگ پرستے لگی..... جسے وہ شعلوں!

بہت بڑا سیاست دان تھا وہ..... اور وہ اقبال..... جھوٹ..... وہ دروازے کا پر د اچھا

نہیں ہوا..... اور نہیں ہو گا..... گوتم نے.....

تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو..... سب ہو چکی تھی.....

مطلب کی یہ بات کہ اپنے پیارے ہی چلا کر بولی.....

لگایا.....

..... دوسرے کمرے سے وہ ایک دم باہر نکلا..... درپن.....

وہ کلسا کی طرح درپن کے بازوؤں میں جھول گئی..... کیا ہو گیا..... کسی نے کچھ

وہ اپنے بازوؤں کے حصار میں رتن کو اندر لے آیا.....

تم نے سنا..... وہ..... وہ تیز تیز سانسوں کے زیر و بم کو قابو میں کرنا

بولی.....

ہاں..... ہاں..... کیا..... میں نے تو کبھی نہیں سنا..... وہ لا علمی سے بولا۔

وہ پتہ ہے کیا کہنے آیا تھا۔ لچکوں کے درمیان رتن نے کہا۔

روانہ اندر کر دیتی..... مجھے تکلیف ہوتی ہے..... وہ محبت سے رتن کے رخساروں

آنسو صاف کرتے بولا۔

اگر سدا کا روٹا میرے پلے پڑ گیا تو..... وہ بڑی بڑی سرخ انگارہ آنکھیں پھیلا کر بولی۔

بھگوان نہ کرے..... تم سدا ابھی مسکرائی رہو۔ وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے بولا۔

تمہارے بھگوان..... میں مری جاؤں گی..... گوتم سے شادی ہرگز نہیں کروں گی۔

کیا..... وہ بری طرح بیچا تھا..... یوں جیسے آکاش سے دھرتی کی سنگلاخ چٹانوں پر کی

نے اسے دے مارا ہو..... اس کے جسم کا ہر ٹکڑا ٹکڑا پکار کر رتن کی بھیک مانگ رہا ہو.....

رتن نے گہری نظروں سے دیکھا۔

رتنی..... یہ تم نے کیا کہہ دیا..... کس سے سنا..... کیا یہ سچ ہے..... اسے اپنی

فی..... یہ لوگ جتنا گارشتہ باہر کبھی نہ کرتے تھے..... ان کا بیوگ صرف اپنوں کے ہم  
دل لوگوں سے ہی بندھا ہوتا ہے۔ دولت ان کے گھر کی ٹوٹی ہوئی ہے..... ہر رات ان کی  
دلہائی ہوتی ہے.....

ماں..... کیا سوئے لگیں..... درپن نے کہا۔

یہ سوچیں اب چون کے ساتھ ساتھ چلیں گی..... رتی نے اپنی محبت کے چال میں  
بہکا کر ہر نکلنے کاراستہ ہی نہیں چھوڑا..... ہم ایسے قفس میں گرفتار ہیں جہاں سے نکلتا  
شہار ہے..... اور وہ خاموش نہ جانے کہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ خود کلاہی کرتی رہیں..... بہت  
دیر دونوں حالات کا تانا بانا بننے رہے..... رتی سے دونوں شدید محبت کرتے تھے۔ لیکن  
توہمت جدا جدا تھی۔ درپن اپنی محبت کے اظہار کے لئے بہت ضرور تھا لب کشائی  
سارے حالات کو روز بروز بر کر سکتی تھی..... وہ سن چکا تھا کہ ہندو مسلم ایک دوسرے کے متر  
نہیں ہو سکتے..... وہ بلند خان کا بیٹا تھا..... اس کی تعہد بین عرصہ ہوا سیوک رام اور لالہ  
کھپتے رائے نے کر دی تھی..... اس پر طرہ یہ کہ بھون نگھ نے اس کی صورت سے اندازہ  
لگا لیا تھا کہ وہ بلند خان کشمیر کی کا بیٹا ہے..... یہ وجہ تھی جو باسیوک رام اسے کشمیر چھوڑنے  
کو کہتے تھے..... اب جبکہ کشمیر چھوڑ دیا ہے تو اس نئی مصیبت نے گھر دیکھ لیا ہے۔ گوتم اس  
کے حواس ٹھیک کرنے پر دوسرے تیسرے دن محل میں آجاتا تھا..... لالہ کارویہ بھی پہلے  
سے کہیں نرم از شفقت آمیز تھا۔ وہ محبت کے اپنے مقام پر کھڑا تھا جہاں سے وہ اپنی چاہت کا  
اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لب بستر دل ویراں کے کہاں خانے میں محبوب کی تصویر  
تجائے پوچھا گئے جارہا تھا..... وہ خیالات کے دشت کو عبور کرتے کرتے نہ جانے کہاں پہنچ  
گیا.....

پوچھا کی روح لرز مچی..... ماضی فلم کی ریل بن کر اس کے سامنے گھوم گیا..... بلند خان  
کا خوبصورت بچہ لہجے صاف محل حسن ووجاہت میں یکسا..... وہ خان و حلی میں دلہن بنی  
پھولوں کی نازک پتھر چھو گھٹک کی اودھ میں وسیع و عریض خوبصورت آرائشی ڈرائنگ روم  
سے ملحقہ کشادہ خواب گاہ کو دیکھ رہی تھی جو بلند خان کی خواب گاہ تھی..... بلند خان کشمیر کا  
معزز ترین انسان تھا..... لاکھوں کا مالک اور لاکھوں ایکڑ اراضی کا واحد ذمہ دار..... اس  
کے کئی بیٹوں اور انکھروں کے باغات تھے۔ کشمیر میں اس کا بڑا نام تھا..... وہ زبردست  
حریت پسند تھا..... جب سے اس نے مجاہدین کے ساتھ مل کر آزادی کا نعرہ بلند کیا تھا۔

درپن کی جان..... کہہ دوں گا..... ابھی سے جذباتی ہونے کی کیا ضرورت  
..... وہ رتی کے شانے پر محبت سے چھکی مارتے ہوا۔

اس وقت کہنا..... جب کھیل ختم ہو جائے گا..... چہری اتر تھی گوتم کے  
جائگی..... تم دیکھتے رہنا..... وہ اضطرابیت کے عالم میں درپن کے شانے سے ہٹ  
..... اور وہ خاموش رہا۔

او ہو..... رتی..... کیوں اپنے من میں فضولیات کو جگہ دے رہی ہو..... پتہ  
ہوگا..... میں سنبھال لوں گا نا..... وہ دل کے زخموں کو دبا کر رتی کو تسلی دینے لگا.....  
درپن..... میں مر جاؤں گی..... ویٹنا..... ہاں..... وہ بچوں کی طرح ہلک  
روئے لگی..... روتے روتے اس کی ہچک بھگ لگی.....  
رتی..... او بھگوان..... وہ اس کو اپنے قریب کرنے لگا۔

بس رہنے دو..... رو کو ماما..... وہ انھی.....  
بٹھو رتی..... وہ اس کو پکڑنے کے لئے پکا.....  
نہیں..... جاری رہی ہوں..... آج ہی ماما سے بات کرنا..... وہ ہچکیوں کے درم  
سبک سبک کر رتی بھاگ گئی.....

رتی..... اندر آتے پوچھنے حیران حیران سے دیکھا..... کیا ہوا..... درپن  
..... پوچھنے درپن کو اداس ملول دروازے میں کھڑے دیکھا..... جھگڑا ہو گیا.....  
اس طرح کیوں رو رہی تھی..... پوچھنے سبزی کی ٹوکری ایک طرف رکھتے اپنے بکر  
بالوں کو درست کیا۔

میرے خیال میں رتی پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ وہ اپنے اداس حواس مجتمع کرتے ہوا۔  
کیا مطلب ہے تمہارا..... کس قیامت کی بات کر رہے ہو..... پوچھنا اندر آتے ہو لی  
اس نے سن لیا ہے کہ ماما اس کی شادی گوتم سے کرنا چاہتی ہیں۔ درپن نے کہا۔  
ٹھیک ہے..... ماما سے ملانے کے لیے ہاتھ..... وہ بڑی افسردگی اور اضطراب  
کیفیت کے ساتھ بولی۔

اس بات کا گوتم سے کیا واسطہ..... درپن نے کہا۔  
ہے نا بیٹے..... ایک بیٹا ہی تو دیوی جی کی تم پہلے ہے۔ برہمن برادری میں ایسا  
ہے جو رتی کا سوال کر سکے..... پوچھنا جوازل سے اچھی طرح سیوک رام کے اصولوں کو

بہنو ملٹری اس کی جان کے درپے ہو گئی تھی۔ اسی دشمنی کی وجہ سے بھون سنگھ نے اس گھر پر حملہ کر کے اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی اور بہن کو شہید کر دیا تھا۔ اس شادی کو چند سال ہی ہوئے تھے۔ درمیان میں یہ بات بخفی پر گئی تو اس کی ماں شاہ بانہ نے مشورہ دیا۔

بلند بیٹے۔۔۔ کب تک تنہا رہو گے۔۔۔ شادی کر لو۔۔۔ بوڑھی ماں کے نوٹے پھوٹے الفاظ کی مضبوطی کو جان چکا تھا کہ اب بھی اس کا گھر آباد کرنا چاہتی ہے اور آگن میں پھول کھانا چاہتی ہے۔ لیکن یہ ماں کی خام خیالی تھی۔ ماں نے یہ کہا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ میری بات کا جواب دو۔۔۔ پھر نہ جانے کب ملاقات ہو۔۔۔ شاہ بانہ بڑے عاجزانہ انداز میں بولیں۔۔۔ ان کے الفاظ میں خواہش حد درجہ تھی اماں۔ کیا جواب دوں۔۔۔ کچھ نہیں سوچتا۔ بلند خان بے بس نظر آ رہا تھا۔ ایسا مت سوچو بیٹا۔۔۔ میری بات مان لو۔۔۔ زر غونہ اچھی لڑکی ہے۔۔۔ اور پرورش کی بہن ہے۔ شاہ بانہ نے بلند خان کو زرخونہ کی طرف مائل کرنا چاہا۔

اماں۔ میں ایک سپاہی ہوں۔۔۔ اپنے وطن کے لئے جان، مال اور خاندان کی بازی لگانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔۔۔ حالانکہ میں پروشہ سے بھی شادی کے حق میں نہیں تھا۔۔۔ بلند خان حد درجہ طویل ہو گیا۔۔۔ خدا عذاب نازل کرے ان بھارتی بھیریوں پر۔۔۔ میری بہو اور بیٹی کو کس بے دردی سے قتل کیا۔۔۔ اے میرے خدا غرق کر ان کو۔۔۔ مظلوم کی دلاوری تو ہی کرنے والا ہے۔۔۔ وہ پروشہ اور اپنی بیٹی کی یاد آتی ہے۔۔۔ جس۔۔۔

اماں۔ حوصلہ کریں۔۔۔ آزادی ان معصوم جانوں کے خون سے لکھا جانے والا ہے۔ یہ قریبائیاں رنگ لائیں گی۔ باہر گولہ پھینکے کی آواز آئی اور بلند خان تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

بیٹھے رہو۔ جب تک مجھے کوئی شبت جواب نہ دے۔۔۔ تمہیں نہیں جانے دوں گی۔۔۔ ماں کے حکم کے سامنے وہ سر تسلیم خم کر چکا تھا۔۔۔

کہئے۔ وہ محبت سے ماں سے بولا۔۔۔ زر غونہ سے شادی کر لو۔ وہ ایک دم بولیں۔۔۔

ٹھیک ہے کر لوں گا۔۔۔ باپ اور دادا زور زور سے جھنجھکے۔۔۔ خدا حافظ اماں۔۔۔

اوں۔۔۔ وہ بڑی سرعت کے ساتھ دیوار پھلاگ گیا۔۔۔

بلند خان۔۔۔ ہم نے اس رات کی تباہی میں ادھر آتے دیکھا ہے۔

اماں نے شاہ بانہ سے کہا۔۔۔

ہاں بھوت بولتے ہو۔۔۔ ایک عرصے سے میں اپنے بیٹے کی صورت کو ترس رہی ہوں۔۔۔ میرے سارے خاندان کو تم نے ناراض کیا۔۔۔ اب کیا۔۔۔ وہ آنسو بہاتے بولیں۔

نظر نہ کرو۔۔۔ بلند خان کہاں ہے۔۔۔ وہ ملٹری افسر چلا کر بولا۔

مجھے نہیں معلوم۔۔۔ ساری حویلی میں تلاش کر لو۔۔۔ چل جائے تو لے جانا۔ وہ

حوصلے اور صبر سے گویا ہوئیں۔

ملٹری افسر نے سپاہیوں کو ساری حویلی کو اپنی نگرانی میں لے کر ہر کمرے میں

پہلچر چھان بین کرنے کے بعد واپس لے کر۔

NO SIR۔۔۔ کچھ نہیں۔ وہ مظلوم اور بے بس عورت دیکھتی رہ گئی۔۔۔

ملٹری افسر بوڑھے ملازم کو دھکیل کر چلے گئے۔۔۔ اور جاتے ہوئے نوجوان ملازم کو

اماں۔ شاہ بانہ ان کے جانے کے بعد جگہ سے گر گئیں اور ہلک ہلک کر خدا سے

مدد کے لئے دعا مانگنے لگیں۔

اے خدا۔۔۔ کشمیر آزاد کر دے۔۔۔ بھارتی بھیریوں کے تسلط سے کشمیر آزاد کر

اللہ ہماری سن لے۔۔۔ اے خدا۔۔۔ وہ روتی جا تھیں تھیں۔۔۔ حویلی کے ملازم

مادامہ فرما سمندر کو دیکھتے اور خود بھی اپنے زخموں سے آنسو صاف کرتے رہے۔

ہر ایک دن رات کے چپقلے پھر بی بی خاموشی اور اسراریت کے ساتھ زر غونہ اور بلند

کا شاہ بانہ اور وفادار ملازم حسین کے سامنے کلاچ پڑھا دیا گیا۔۔۔ سب خوشیاں تاریکی

ماں پر کر رہ گئیں۔۔۔ رات کے چند پھر گزار کر بلند خان اپنی مخصوص راہ داری سے

نہٹ ہو گیا۔۔۔ اس کے بعد چند ہی پار آیا ہو گا کہ ملٹری کو خبر ہو گئی کہ رات کی تاریکی

بلند خان آتا ہے۔۔۔ وہ رات کس قیامت کی رات تھی جب چاکا ایک سال بعد حویلی

ماں پر نکلتے ملٹری نے اسے گولی کا نشانہ بنایا۔۔۔ آخری سانسوں کے درمیان اس نے اپنی

مادر کو آنے والے وفادار بہنو ملازم کا کلوںاتھ کر کہتے کہتے کہا۔۔۔ زر غونہ اور بچے کو سیوک

م کے پاس لے جاؤ۔۔۔ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے دم



اور چند دن حافظ کے گھر تنہائی کا زہر چاقی رہی..... ایک دن ہاتھ میں اخبار پکڑے  
ہائی نے کہا.....

یہ اشتہار ہے۔ اس میں سیوک رام کی حویلی میں اس کے بچے کو ایک آیا کی  
امت ہے..... اگر چاہو تو تم وہاں نوکری کی کوشش کر لو برہمن ہے لیکن اچھا آدمی ہے  
جہاں ہی عزت محفوظ ہے گی.....

ہاں..... ہاں..... میں وہاں آیا کی نوکری کر لوں..... پر..... وہ سوچنے لگی..... کیا  
..... حافظ ہی نے چوک کر کہا۔

ان پکڑوں میں کہاں وہ مجھے نوکری دیں گے۔ وہ اپنے گھیر دار فرار اور کاڑھی ہوئی  
اضنی کو دیکھ کر مایوسی سے بولی۔

فرغہ..... سفید ساڑھی تجھیں میں دوں گا..... میری بیوی جو ہندو غور توں کی  
از میوں پر چنٹ ڈال کرتی تھی..... جب سے بنگالے شردوے ہوئے ہیں چند ساڑھیاں پڑی  
ما..... وہ بڑے کرب سے بولے۔

اور آپ کی بیوی..... وہ بھی بیٹوں کے ساتھ چلی گئی..... دل کی مریض تو وہ تھی ہی  
..... زرغونہ نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا..... کتنا دکھی ہے یہ انسان..... وہ اپنی بیٹکی پلکیں  
مال کرنے لگی۔

اور پھر وہ پوچا جن کراہہ..... یعنی کہ درپن کی پرورش کرنے لگی..... آنسو لڑھک  
دھک کر اس کے رخساروں کو تر کر رہے تھے۔

پوچا ہاں..... درپن بے چین و مضطرب قریب آگیا۔ رورہی ہیں آپ..... اماں  
مجھے نہیں بتائیں گی..... وہ افسردہ صورت پوچا کے قریب آگیا۔

کچھ نہیں بیٹا..... ماضی یاد آگیا تھا۔ پوچا جانے آچل سے رخسار صاف کئے۔ کتنا دکھی ہے  
ماضی..... مجھے بتائیں ماں..... میں دکھ سمیٹ لوں گا اماں..... دودو زانو پوچا کے قریب  
بٹھ گیا۔

نہیں ماں کی جان..... تیری موجودگی سے دکھ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ مسکرا دی۔  
ماضی کو بھول جاؤ پوچا بھانا..... میرے ہوتے کوئی دکھ آپ کے پاس نہیں پھٹے گا.....  
تو زندہ رہے..... یہ دکھ کیا چیز ہیں..... پوچا جانے درپن کو بڑی محبت بھری نظر سے

دیکھا۔

اور کالو ناتھ حویلی میں پہنچا..... ایک کھرام بچا ہوا تھا۔ ہر طرف دروناک آہوں  
سینہ چھلکی کر دیا تھا۔ اتنے ہنگامے کے باوجود بھی سناٹا تھا۔ حویلی کا مگن خون سے لہہ  
ترپتے ملازم سسک سسک جان دے رہے تھے..... شاہ بانو نے بیٹے سے نکلے خون کو ا  
سے دیا اور جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ کالو ناتھ نے بیٹے کو اٹھایا اور گر تازہ تازہ  
سے نکل گیا..... زرغونہ دیوانہ وار عزت بچا کر کالو ناتھ کے تعاقب میں بھاگی.....  
رات کی ڈروانی خوفناک دہشت زدہ تاریکی میں وہ راستہ کھو گئی۔ قدم قدم پر دل دھلادینے  
شور..... ایک خوفناک غریبیت پتھکارتے پتھکارتے اڑو حوں کی طرح اس کا تعاقب کر  
تھی..... چاروں جانب گھپ اندھیرا اور ہواؤں کا شور..... خزاں رسیدہ پتوں  
چر مراہٹ..... وہ سہاوینے والے دھاکوں کے شور سے جھپٹی چھپائی تھنی جھاڑیوں میں  
لپٹی۔ ایک مسجد میں داخل ہوئی..... اس وقت منیچا پانچ کا مکمل تھا..... حافظ صاحب  
نوجوان نشیمری لڑکی دیکھ کر حیران ہوئے۔

بیٹی تم کون ہو.....

حافظ جی..... میں بلند خان کی بیوی ہوں..... خدا کے لئے مجھے کچھ دن پناہ دے دیجئے  
..... وہ گڑگڑا کر بولی۔

بلند خان..... آؤ آؤ بیٹی..... محفوظ تو یہاں کوئی کشمیری نہیں..... آ جاؤ اندر.....  
دیکھو..... کسی کو علم نہ ہو..... وہ اسے ڈرتے ڈرتے اندر مسجد میں لے گئے.....

بلند خان کو مار دیا ملٹری نے..... وہ گہری سانس لیتے ہوئے  
جی..... میرے سارے خاندان کو قتل کر دیا ہے..... میرا بچہ..... وہ سک

.....  
حوصلہ کر دو..... میرے کام لاؤ بیٹی..... میرے دو جوان بیٹوں کی لاشیں کل ملز  
نے میرے سامنے شمشک کی ہیں..... دیکھو میں زندہ ہوں..... زرغونہ نے بالوں کو درسا  
کیا.....

بابا..... اب کیا ہو گا..... میں کہاں جاؤں گی..... جیسے کا کوئی راستہ نہیں ہے.....  
بڑے کرب سے بولی۔

خدا خود ہی راستہ بنادے گا..... تم چند دن میرے گھر میں رہو..... لیکن معلوم نہ  
.....

چھوٹی بی بی..... میں نے وفا کی آتش پرستی میں کی نہیں آنے دی۔ آج موقع ملا تو چلا

اوا کلاوا تھ..... تم برے پو تر ہو..... تم جیسا وفادار انسان کہاں ہو گا۔ وہ بڑی احسان

الی سے دیکھنے لگی..... صاحب زادے آپ کو کھولے..... آج اس راز سے پردہ بھی اٹھ جائے تو اچھا ہے۔ کالو

نے درپن سے کہا۔

درپن حیرت و استعجاب کے عالم میں بڑھا..... اور بریف کیس کھول دیا۔

ارے..... ایک دم دیوانہ وار اس میں بڑی ہوئی بلند خان اور زر غور کی عروسی تصاویر

مالی۔

اماں..... آپ..... یہ آپ کی تصویر ہے..... اور یہ بلند خان..... اور..... میں

نہیں ہوں..... آپ بتائیے..... میں کون ہوں..... وہ ترپ کر کالو تھ کے قریب چلا

آپ..... بلند خان کے بیٹے ہیں..... اور چھوٹی بی بی..... جسے پو جاکہتے ہیں..... بی

لار غور ہے..... آپ کی حقیقی اماں..... آپ میری ماں ہیں..... اور میں بلند خان کا بیٹا

ہوں..... وہ چلا تھا..... اور بے ساختہ پو جاکو لینا دیا۔

ہاں بیٹے..... میں تمہاری حقیقی ماں..... تمہیں جنم دینے والی..... اور بلند خان تیرا

اپ ہے..... میرا بچہ ہے..... میرا بیٹا..... میرا جگر، میرے دل کا ٹکڑا..... بے

گن ہو کر پو چلا..... درپن کی خوبصورت پیشانی کو چوم لیا۔

آپ نے کئی تک مجھ سے چھپائے رکھا..... لیکن آپ کی محبت سے مجھے کبھی کبھی یہ

لگن ہوتا تھا کہ کیا واقعی پو جاں میری ماں نہیں ہے۔

میرے بیٹے..... تیری محبت ہی تو چلتی تلواردوں کے سائے میں مجھے یہاں لے کر آئی

تمی..... بھگوان سیوک رام کو شوق..... وہ دل سے بولی۔

چھوٹی بی بی..... اپنی امانت دیکھ نہیں..... میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں..... کالو تھ

ہلا۔

دیکھ لوں گی..... تم بیٹھے رہو..... رات کا کھانا کھاے بغیر تم نہیں جاؤ گے۔ وہ

انہایت سے بریف کیس میں رکھی تصاویر اور زیورات کو الٹ پلٹ کرتے ہوئی دل دکھ اور

اماں..... بھگ کر درپن نے پو جاں کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

فرن ٹرن..... باہر والے دروازے پر کال بیل کی آواز پر دونوں چونکے۔

کون..... یہاں تو کوئی نہیں اس دروازے سے آیا میں دیکھتا ہوں..... وہ لپکا

اور گیسٹ کے پاس ایک بوڑھے سیاہ ہندو کو دیکھا.....

خستہ.....

خستہ..... درپن نے جوابا کہا۔

کس سے ملتا ہے آپ کو۔ درپن نے کہا۔

اپنی ماما کو کہو کہ کالو تھ آیا ہے..... وہ بولا۔

ٹھیک ہے۔ وہ اندر چلا گیا۔

پو جاں..... کوئی کالو تھ ہے..... آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

کالو تھ..... وہ سہمی سی بولی..... درود کی ایک ٹھیس اٹھی..... اور ترپ اٹھی

ہاں..... ڈرائیونگ روم میں ٹھہرا..... میں آتی ہوں..... وہ بولی۔

اور سزا جی درست کرتی ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کالو تھ..... وہ عالم

میں وہیں رک گئی۔

درپن حیرت زدہ سا کھڑا رہا۔

ہاں..... چھوٹی بی بی..... پر نام..... کالو تھ بڑے ادب سے بولا۔

کالو تھ..... تم..... کہاں تھے اسنے برس.....

میں بمبئی چلا گیا تھا..... جب آقا جانہ رہا تو رہنے کا کیا فائدہ میں تو اسی وقت ہی کٹر

چھوڑ گیا تھا..... کالو تھ نے درپن کی طرف دیکھا۔

جانتے ہو..... یہ کون ہے..... پو جانے کہا۔

محسوس تو ہو رہا ہے..... یہ وہی بچہ ہے جو میں رات کے سنانے میں سیوک رام جی کی

دے کر گیا تھا..... بھگوان نے کتنا سزا رہنایا ہے اس کو..... بالکل آقا بلند خان جیسا.....

درپن نے پچھلی بیٹی جی بھوں سے کالو تھ اور پو جاکو دیکھا..... یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔

پو جانے ایک بریف کیس کو دیکھا جو کالو تھ اپنے ہاتھوں میں چکڑے ہوئے تھا۔

یہ آپ کی کچھ چیزیں جو میں بعد میں سمیٹ کر لایا تھا..... میرے پاس پڑی تھیں.....

کیا ہے..... پو جانے لپک کر بریف کیس پکڑا.....

رام کی بڑے پوتے..... میں جب آتا..... مجھے ضرور انعام سے نوازتے..... وہ یاد ہے بولا۔

میرے جیون میں سارے رنگ بابائے بھرے ہیں..... کیا بات تھی ان کی..... درپن سیوک رام کو دل سے یاد کیا۔

واقعی درپن جی..... بلند خان بہت اچھے آدمی تھے..... کالونا تھ نے کہا۔  
کالونا تھ..... تھوڑی دیر کے بعد پو جاندر آتے بولی۔ کالونا تھ نے آنکھیں اٹھائیں  
آخری وقت تم نے جو بلی دیکھی تھی۔ وہ بڑے کرب سے کالونا تھ کو کچھ کر بولی۔  
ہاں جی..... میں چھپتے چھپاتے مچا تھا..... جو بلی کو تالا لگا کر چابی رام جی کو دے دی تھی.....

پچیس سال گزر گئے ہیں..... خاک اڑ رہی ہوگی..... پو جاحد درجہ طول ہو گئی.....  
جو بلی کو چھوڑ دینے..... کاش باز نہ رہتے..... وہ بڑے دکھ سے بولا۔  
بھگوان جو چاہیں کریں..... انسان کا کوئی دوش نہیں ہے..... کالونا تھ نے کہا۔  
بہت دیر یوں ہی اوروں پر ہوا کی باتیں ہوتی رہیں..... تینوں ہی افسردہ رہے۔  
کالونا تھ درپن اور پو جاکے اصرار پر چند دن رہا پھر واپس بہتے چلا گیا.....

☆ ○ ☆

کرب سے گفتہ اور ٹکلیں آنسوؤں سے بوجھل.....  
درپن نے نیک بڑا فریم اٹھا کر بخور دیکھا اس میں زر غوثہ دلہن بنی بلند خان کے بہادر  
جیشی تھی۔

نگاہوں نے اس تصویر کو چوم لیا..... میں بلند خان کا بیٹا ہوں۔ بڑے قفاخرے.....  
نے دیکھا۔ پو جاحد یورات دیکھ رہی تھی..... کالونا تھ..... وہ بولی.....  
جی بی بی کالونا تھ پیٹھے پیٹھے چو لگا۔  
یہ لو..... اس زیور کو اپنی بیٹیوں کو پہنا دینا..... میرا خیال ہے تمہاری بیٹیاں ضرور  
ہوں گی۔

بیٹی تو میری ایک ہے..... بی بی..... یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔ وہ پو جاکے ہاتھ میں  
زیورات پکڑے دیکھ کر بولا۔ تم نہیں بولنا..... یہ لو..... وہ سونے کو دیوٹ جو کر  
نیش کی ہزار کے ہوں گے کالونا تھ کو پکڑاتے بولیں۔

بی بی..... یہ آپ کیا کر رہی ہیں..... اتنا زیور..... وہ سکتے میں آگیا۔  
تمہاری محبت وفا کے آگے تو یہ سب بیچ ہے..... میں تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں.....  
اس لئے تمہیں لینے ہوں گے۔ وہ میز پر اس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

بی بی..... یہ بہت زیادہ ہیں..... صاحب زادے منع کیجئے تا بی بی کو وہ درپن سے اجازت  
کر لگے۔

کوئی بات نہیں..... آپ رکھ لیں..... اماں کے پاس بہت ہے۔ درپن نے قریب  
سے چمڑے کا ایک اٹھایا..... یہ ٹھیک ہے..... کالونا تھ اس میں رکھ لو..... درپن نے  
خود ہی زیورات اس میں ڈال دیئے۔

اماں..... آپ کھانے کا بندوبست کریں..... پھر جی بھر کے بابا کی باتیں کریں  
گے..... درپن اور اس ہو گیا۔

ٹھیک ہے..... دودن رہو میرے پاس..... جانا ہے..... وہ جاتے جاتے بولیں۔  
دیوی جی کو پتہ نہ چل جائے۔ کالونا تھ خرخرہہ ہو گیا۔

انہیں کون سی یاد رہا ہے..... پھر اوروں کو بہت کم آتی ہیں۔ پو جاتلی دیتے باہر نکل گئی۔  
رام جی تو عدم سدھارے..... دیوی جی کا کیا حال ہے۔ کالونا تھ کو افسوس ہوا۔

بتا رہی تھی..... بابا کے بعد ان کو چین نہیں آیا۔ درپن نے کہا۔

امت کرتے ہوئی۔

مندر..... اماں مسجد کیوں نہیں..... اب تو ہم..... تم ٹھیک کہتے ہو..... ہم اس  
ات بھی مسلمان تھے..... جب میں تمہاری وجہ سے محل میں آئی تھی۔ وہ ایک دم  
حکاک کر ہوئی۔

پھر..... وہ چونکا۔

پھر..... اس بات کو چھپائے ہی رکھا..... اور وہی ہندو طریقہ اپنایا..... مبادہ  
محل جانے پر یہ لوگ مجھے تم سے جدا نہ کر دیں..... پھر بیگوان اسے جہنم رسید کرے  
..... وہ کون ہے..... بھون ٹکھ..... جانی دشمن ہے ہمارا..... سوچنے کے بعد وہ بن  
نار دیتے ہوئی.....

اماں..... اگر کہیں تورتی کو بتا دوں..... کہ آپ میری ماں زر غوثہ ہیں۔ وہ مسرت  
سے انداز میں پوچھا کہ اپنے حصار میں لے کر بولا۔

نہ..... نہ..... نہ کرنا..... کلشی دیوی کی ذفن شدہ نفرت کہیں پھر نہ سر  
والے..... تیرا دکھ نہیں دیکھا جا۔ نہ گا..... بیٹا..... درپن نے کہا۔ پوچا کی  
ہاں آسوؤں سے لبریز تھیں..... جس میں التجا بھی تھی..... اور راز کو خفیہ رکھنے کی  
لواست بھی..... اس کی مانتا تڑپ رہی تھی.....

نہیں اماں..... آپ بے فکر رہیں..... کیا ضرورت ہے..... میں نے تورتی کے  
نے میں یو جی کہہ دیا تھا۔ وہ پوچا سے معذرت خواہ تھا۔

رتی معصوم اور نا بچھ ہے..... انجانے میں اس سے بات نکل بھی سکتی ہے۔ ٹھیک  
میرا خیال ہے آ رہی ہے..... وہ محن میں دیکھ کر بولا۔

رتی چلی اور تیری لہرائی ادھر ادھر دیکھتی آ رہی تھی.....

اماں..... یہ پاگل ہے..... اس کی بات کا یقین نہ کریں..... دیکھ لوں گا.....  
ماغور..... چور..... ایک تو چوری اور پھر سینہ زوری..... وہ بلند آواز میں رتی کو  
نے کے لئے بولنے لگا..... پوچا جانے ہلکی سی مکان کے ساتھ اندر آتی رتن کو دیکھا

ہاں..... یہ مجھے کہہ رہا ہے..... کیا چرایا اس کا میں نے..... میں تو بس یہ

مل جاتی ہوں.....

درپن..... پوچا جانے ساڑھی کے پلو سے ہاتھ پوچھتے درپن سے کہا۔  
جی اماں..... وہ فاکوں میں الجھا ہوا ایک دم چونکا۔ کالو تاحس قدر اچھا آدی لاف  
پوچا حیرت سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

ہاں اماں..... اٹھو اور بڑے توہر قوم اور مذہب میں لوگ ہیں..... لیکن  
مذہب کے حوالے سے تو یہ آدی بہت ہی اچھا نکلا..... پوچا جانے کہا۔  
کوئی دھرم برائی کی ترغیب نہیں دیتا..... پاپ تو ہر انسان کا خود کردہ فعل ہے اماں  
ہوں..... پوچا خاموش رہی۔

چند سیکنڈ ماحول پر سکون رہا..... پوچا جانے کیا سوچتی رہی..... بغور اس  
درپن کے خوبصورت چہرے کو دیکھا..... جس پر ہمیشہ سے بلند خان کی شبیہ جھلکتی تھی  
اماں..... کیا دیکھ رہی ہیں..... وہ بولا۔

تم میں تیرے پتا کو دیکھ رہی ہوں..... وہ ٹٹکیں ہی ہو گئی۔  
کیسا تھا میرا پتا..... تصویر تو اب میں نے دیکھ لی ہے۔ درپن کی آنکھوں سے روشنی  
پھوٹ رہی تھی۔

بالکل تیری طرح..... تو آہنے کے سامنے اپنے آپ میں اپنے پتا کو دیکھ لے.....  
پوچا جانے آنکھیں صاف کیں۔

ایسا تھا میرا پ..... وہ ایک دم اٹھ کر ڈرینگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو گیا۔  
بالکل تیری طرح..... بھون نے تجھے ان کی طرح بنانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی  
..... وہ کھڑی ہو گئی۔

بیٹھیں نا اماں..... اور باتیں کریں..... وہ پوچا کو شانوں سے پکڑ کر بٹھاتے  
..... بولا۔

نہیں..... آج مندر جاؤں گی..... بہت دن ہو گئے ہیں..... وہ ساڑھی کا آنچل

یقین تو ہے..... لیکن..... اتنی چاہت..... کبھی دیکھی نہ سنی..... وہ ہنس دی  
اب دیکھ لینا..... سن تو لیا..... وہ آگے جھک کر بولا.....  
ہاں..... درپن..... تمہیں کیا بتاؤں..... بچپن سے ہی تمہاری محبت نے میرے من  
نہا جگہ لے لی ہے..... تیرے بنام کو کشتابی نہیں ملتی..... وہ چاہت بھری نگاہیں درپن  
لے چہرے پر ڈال کر بولی.....  
دیکھو رتی..... محبت مجھے ہی کرنا..... یہ مت دیکھنا کہ میں کون ہوں..... وہ جیسے  
پہنسی ہو گیا.....

مجھے صرف درپن چاہئے..... تم جس کے بھی ہو..... میرے ہو..... وہ بڑے ہی  
مطمئن انداز میں درپن کے ہاتھ کو ہار اپنی آنکھوں کو لگا کر بولی..... پوچھا جائے لے  
لی تھی.....

درپن نے ایک دم اٹھ کر کڑے پکڑ لی..... اماں آجائیے..... وہ رے رکتے ہوئے  
آ رہی ہوں بیٹا..... پوچھا ہر جلی گئی.....  
میرا خیال ہے تیرے پسند کی ضرورت کوئی چیز جیتی ہوگی..... وہ آتی پوچھا دیکھ کر بولا.....  
لو بیٹی..... تمہارے لئے..... ڈش پکڑاتے پوچھانے کہا.....  
سمو سے..... اور وہ بھی بھرے ہوئے..... اور اور چٹنی..... وہ بھنکارے دار منہ  
انہاں دیش ڈش پکڑ کر بیٹھ گئی.....

تینوں پاس پاس بیٹھ گئے..... اور مزے مزے کی باتوں کے ساتھ چائے ختم ہو گئی.....  
جب سونا اور ڈشکا کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو ایک دم کشمکش دیوئی سے سنتوش نے ملنا  
کر سمجھا..... وہ سفید سا مٹی سا ہوتے جیسے لباس پہنے ہوئے دراز ہالوں کا خوبصورت سا  
اجائے سنتوش کے ہاں روانہ ہو گئیں..... آج انہوں نے اکیلے ہی جانا بہتر سمجھا..... شاید  
ان کے سامنے کھل کر بات نہ ہو سکے.....  
لمتے بھیا..... وہ صوفے سے اٹھتے ایک دم بولی.....  
سنتوش رہو..... سنتوش نے بڑے کرب ناک انداز میں کشمکش دیوئی کے سر پر ہاتھ

اب کچھ مجھ سے روٹھ گئے ہیں بھیا..... میرا سب کچھ جن رام جی لے گئے ہیں  
اس سے پوچھو بیٹا..... میں کچن میں جا رہی ہوں.....  
درپن منہ بسورے کھڑی سے باہر دیکھتا رہا..... درپن..... کیا کم ہو گیا تیرا.....  
درپن کے پاس آکر بڑے نرم لہجے میں دریافت کرنے لگی.....  
کیا کم ہو گیا..... تو تو نے تو تیرا یاد کر دیا..... کچھ نہیں چھوڑا میرے پاس.....  
کچھ لوٹ کے لے گئی..... وہ جھگڑا انداز میں بولا..... ادھر کچن میں پوچھا ہنس دی.....  
ہیں..... ہائے رام قسم..... میں نے تو تیری کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا.....  
یوں بیٹھی..... یوں جلی گئی.....  
اجہاجی..... جھوٹ تو کوئی آپ سے کچھ..... ہاتھ لگایا..... تو جھین کے لے.....  
ہے..... کچھ نہیں رہنے دیا میرے پاس..... سب اڑا کر لے گئی..... بس خالی.....  
خبرہ..... وہ نفا میں ہو ٹھوٹے سے بھونٹنے والی ہنسی کو دہاتے انگلیوں کو لگا کر کہا.....  
بول.....  
کو اس تو کرو..... کیا چاہیہ..... مجھے بھی پتہ تو چلے..... وہ گرم ہو گئی.....  
تو نے..... بتاؤں..... وہ بولا.....  
ہاں ہاں..... جلدی بتاؤ..... درپن نے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر رتہ  
بہت قریب کر لیا..... سنو.....  
وہ اپنے ہونٹ اس کے کانوں کے پاس لے گیا.....  
اب بولو بھی..... وہ انداز خود پیردی کے عالم میں اس کے قریب ہو گئی.....  
میرا دل..... اس کے ساتھ ہی درپن نے اسے پوری طاقت سے پہنچ لیا.....  
ہائے رام درپن..... وہ درپن کے سینے میں ہی منہ چسپا کر لاج سے دوہری ہو گئی  
ر تو..... تو نے مجھے اپنا چیمو نہیں رہنے دیا..... مجھ سے مجھے چھین لیا..... تو  
براسے..... وہ ہنس دی.....  
بس یونہی ہنسی رہا کرو..... تیرے چہرے پر اداوی اچھی نہیں لگتی..... درپن  
بڑے ہی پیار اور چاہت کے ساتھ رتن کے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹایا اور  
پاس کر سی پر بٹھا دیا.....  
درپن..... کیا تو مجھے اتنا چاہتا ہے..... وہ حیرت زدہ سی مسکرا دی.....  
تجھے یقین نہیں آتا..... وہ بولا.....

نہار..... وہ تو ستر سال کی عورت نظر آتی ہے..... بچپانی نہیں جاتی..... سنٹوش  
الوسو ہو رہا تھا۔

ہائے رام..... دکھاری نمود کھناری..... اسے بھی مرد کی بے وفائی مار گئی.....  
مت..... مردوں کے ہی دکھ ہیں..... لیکن نوعیت جدا جدا ہے۔ کشمی دیوی اداس  
کہ میں بولیں۔

ابھما..... بات کرو..... دکھ سکھ تو جیون کے ساتھ ہی چلتا ہے..... وہ بات کا رخ  
لیٹے بولے۔

میں تو آپ کے پاس آئی تھی کہ اب میں کیا کروں..... راجبھار نے بدنام زمانہ  
ارت سے شادی کر کے مجھے آپ سے بھی شرمندہ کروایا..... کشمی دیوی نے بغور  
اٹل کو دیکھا۔

مجھ سے..... راجبھار کا اپنا فعل ہے..... تمہارا اس میں کیا دوش..... وہ حیران ہو  
اٹے۔

میں اس کے لئے شیشل جاہتی تھی..... شیشل میرے من کی سیوا تھی..... کشمی  
کی انفرہ ہو گئیں۔

ایما مت سوچو..... تمہارا کوئی اور بیٹا ہو تا تو شیشل اس کی دلہن بنتی..... بھگوان کو  
منظور تھا..... کوئی دشواش من میں لانے کی ضرورت نہیں..... سنٹوش کھلے دل کے  
لی تھے۔

آپ نے شاکر دیا نا..... وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولیں

او ہو..... کشمن..... ہمارے من میں تو ایسی کبھی موج بھی نہیں آئی.....  
ما معلوم ہے میرا یو اور وسیع القلب اور کثیر النظر ہے..... وہ ہنس دیئے۔

کابھائی..... وہ خوش ہوتے بولیں۔

اگلے بج..... تم کسی قسم کا فکر نہ کرو..... ہماری محبت تمہارے لئے جوں کی توں  
وہ بے لوث انداز میں بولے۔

Thank You..... بہت شکریہ بھائی..... مجھے فخر ہے اپنے بھائی پر..... وہ  
کے لازوال دیئے اپنی آنکھوں میں روشن کرتے بولیں۔

من خوش رہو..... تمہارے بسیا کی بیٹی آشا ہے۔ وہ مسکرا کر کشمی دیوی کے سر پر

کشمی دیوی نے ٹیک ہٹا کر آنکھیں صاف کیں.....  
جینا جی سیوک رام کو بھگوان لے گئے..... جنہیں ہم روک نہ سکتے تھے.....  
دوش بھی کیا تھا نا..... سنٹوش پاس بیٹھے خاصا غزدہ لگتے تھے گئے۔

بس یہی چنگاری رہتی ہے..... اس بڑے سنسار میں اکیلے رہ گئی ہوں..... وہ  
تربے سے بولیں۔

اپنے آپ کو مت اکیلے جان سمجھو..... تیرا بھائی تیرے ساتھ ہے..... تمہیں  
ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... دل کی بات کہہ نہ مجھ سے..... وہ بڑی چاہت  
کشمی دیوی کو دیکھ کر بولے۔

اسی لئے تو آئی ہوں..... کشمی دیوی بولیں۔  
رہی کو نہیں لے کر آئی..... وہ چونکے۔

اسے تائے بغیر آئی ہوں.....  
کیوں؟.....

اس لئے کہ اس کے روبرو کھل کر بات نہ ہو سکے گی..... ضروری مشورہ کر:  
کشمی دیوی نے ٹیک لگائی۔

یہ ایک دن آئی تھی..... سنٹوش نے کشمی دیوی کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔  
پھر تو آپ کو ساری بات کاظم ہو گیا ہو گا..... کشمی دیوی چونکیں۔

ہاں..... لیکن میں تمہاری زبانی سنا چاہتا ہوں..... سنٹوش نے کہا۔  
بھیا..... بھائی اٹھا کہاں ہیں..... آئی نہیں ہے..... کشمی دیوی حیرت زدہ

میں بولیں۔

کو تیا سے ملنے گئی ہے..... رگو کی موت کا کو تیا پر زیادہ اثر ہو گیا ہے.....  
سنٹوش نے کہا۔ رگو کو تو شراب نوشی نے مارا ہے۔ زیادہ پی کر اس کے اعصاب

ہو گئے تھے۔

رام..... رام..... کشمی دیوی نے انتہائی نفرت سے کانوں کو ہاتھ لگایا۔  
کو تیا تو یوں لگتا ہے جیسے مر گئی کہ راکھ ہو..... موت کی منتظر ہے جیسے

بولے۔  
کیسی ہے..... پیار رہے گی ہے۔ کشمی دیوی بولیں۔

’کی نہ کہنے والی بات کی چھایا کھ کر وہ حیران رہ گئی۔

رتی درپن سے زیادہ مانوس ہے..... بلکہ بچپن سے اب تک اس نے صرف درپن کو دیکھا ہے..... سنٹوش نے جیسے کشمی دیوی کے گوش گزار بنایا۔

یہی میں محسوس کر رہی ہوں..... کہیں رتی اور درپن ایک دوسرے کو پسند تو نہیں لاتے..... بلکہ وہ کرتے ہیں..... کشمی دیوی نے سوچ کر کہا۔

میں نے رتی کی آنکھوں میں وہ چمک دیکھی ہے..... اس کی معصوم چمپیر چھٹاڑ میں تہن کی چاہت کا عنصر لکھا ہے۔

میں بھی محسوس کرتی ہوں..... کہ رتی دلچسپی رکھتی ہے..... کشمی دیوی اقرار سے ہار نہ کر سکیں۔

درپن اچھا نوجوان ہے..... سلیبی ہوئی طبیعت کا مالک..... سنٹوش کھوٹے گئے۔ وہ مسلمان بھی تو ہے..... اور ہندو مسلم کا میل نہیں ہو سکتا بھیا..... جیسے کشمی

ہی کو درپن کے مسلمان ہونے کا افسر ہو اہو۔

یہی میں بھی سوچتا ہوں..... اگر درپن ہندو ہو تا تو رتی کا جوڑ تھا..... لیکن..... امن..... سنٹوش ایک دم چونک گئے۔

دیکھو..... درپن نے پرورش تو پوجا کی گود میں پائی ہے..... اس کا طرز تمدن سارا ادا ہے.....

اس سے کیا ہوتا ہے بھیا..... بلند خان کو کون نہیں جانتا..... وہ باقی تھا..... اور دی ملری اس کی شکل و صورت سے آشنا ہے..... کشمی دیوی نے مجبوری ظاہر کی۔

لوگ جانتے ہیں کہ درپن بلند خان کا بیٹا ہے۔ سنٹوش نے کہا۔

اور کیا..... ایک تو درپن کی صورت ہو بلکہ بلند خان سے ملتی ہے..... وہ عام نظر بلند خان کی شبیہ ہی نظر آتا ہے..... میرا دل نہیں مانتا..... وہ مجبور سر کو انکار لاتے بولیں۔

پراہم ہے..... تم رتی سے گوتم کے بارے میں بات کرو..... سنٹوش نے کہا۔ رتی ہوں کہ اگر رتی نے انکار کر دیا تو مجھے ٹپس آجائے گا..... اور ہماری بہن انکار کی عادی نہیں..... سنٹوش نے ہنسنے ہوئے کشمی دیوی کی بات مکمل کر دی۔

جی ہاں..... وہ ہنس دیں.....

ہاتھ رکھتے ہوئے۔

کشمی دیوی نے ہاتھ پکڑ کر آنکھوں کو لگا لیا۔ میرے پاس بیٹھا آئی تھی۔

وہ ملازم کو دیکھ کر بولے جو انتہائی قیمتی ٹرائل میں انواع و اقسام کی چیزیں رکھے چاہتا تھا۔

رکھ دو بابا..... میں بناتی ہوں چائے..... کشمی دیوی بوڑھے خانم سے ٹرائل بینڈل پکڑ کر اپنے قریب کرتے بولیں۔

سکھی رہو..... بیٹا..... بوڑھا محبت سے دیکھتا ہر نکل گیا۔

چند لمبے دونوں خاموش رہے۔

لپچے..... کشمی دیوی نے کپ سنٹوش کے سامنے رکھا..... اور دوسرا خود لے کھاؤ..... سب تمہارے لئے ہے.....

بھیا..... اب کہاں وہ وقت..... مجھ سے کچھ بھی نہیں کھایا جاتا..... کشمی نے مسکراتے ہوئے معذوری کا اظہار کیا۔

کوئی بات نہیں..... ملازم پیک کر دے گا۔ سنٹوش نے کہا اور کشمی دیوی مکمل کھاؤ پس دی۔

وہ بغور دیکھ کر افسردہ ہو گئے۔

بھیا..... کیا دیکھ رہے ہیں آپ..... کشمی دیوی کو حیرت ہوئی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بہن بستی کتنی اچھی لگتی ہے..... کشمیں..... تم خوش کرونا..... ہو گیا سو ہو گیا..... سنٹوش نے جیسے انتہائی کیے خوش رہوں بھیا۔ میرے جیون میں اب خوشی کہاں۔

ایسا مت سوچو..... اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔ سنٹوش نے کہا میں رتی کے لئے بہت پریشان ہوں..... بیٹا گوتم کے لئے اسے بانگ رہی ہے کہ رتی کے لئے بعد ہے..... کشمی دیوی نے تشویش ناک انداز میں کہا۔

میرے پاس بھی بیٹانے یہی کہا تھا کہ وہ گوتم کے لئے رتی ہی کو پسند کرتی ہے..... ٹھیک ہے..... گوتم ہر لحاظ سے رتی کے ہم پلہ ہے۔ عزت دولت سب کچھ ان کے پاس..... لیکن وہ خاموش ہو گئے۔

کیا مطلب..... آپ رک کیوں گئے۔ کشمی دیوی کو کھکا..... سنٹوش کے چہرے

وہ کو بتا سے ملنے گئی تھی..... شیشیل اور اے کے بغیر سوتا سوتا محل لگتا ہے۔ کشمی  
 اپنی اپنے کمرے میں داخل ہوتے بولیں.....  
 رتی..... وہ پلٹ کر رتی کو پکاریں..... جو جاری تھی.....  
 بی ماما..... رتن چہرے کو موڑ کر بولی.....  
 میرے کمرے میں آؤ..... کہاں جاری ہو..... کشمی دیوی نے ذرا تلخ انداز میں

درہین کے پاس ماما..... اس نے شام کو آنے کا کہا تھا۔ وہ بڑی معصومیت سے بولی۔  
 نہیں جاتا..... میرے کمرے میں آؤ..... تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔  
 مجھ سے..... وہ تذبذب کے عالم میں کشمی دیوی کے ساتھ اندر چلی گئی.....  
 بیٹھو..... کشمی دیوی نے کہا۔  
 جہیں معلوم ہے ناکہ میں بیمار رہتی ہوں..... وہ چند لمحوں پر ٹھہر کر بولیں۔  
 علاج ہو رہا ہے نا آپ کا..... درہین کہتا تھا ماما بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔ وہ  
 پیشان کی ہو گئی۔

ہاں..... علاج تو ہو رہا ہے..... لیکن روح کا کھانا کون مندل کرے گا۔ وہ بڑے  
 اکھ سے بولیں۔  
 کیوں ماما..... ایسی دل کھنی کی باتیں تو نہ کریں..... وہ بڑے مضطرب انداز میں  
 کشمی دیوی کے پاس بیٹھ گئی.....  
 میرے جیون کے دھوپ ڈھلتی جا رہی ہے بیٹی..... حیرے پاپا کی موت نے میرا اندر  
 مہلتی کر دیا ہے..... چند برس بیت گئے..... پھر بھی یوں لگتا ہے چند سے کی بات ہو۔  
 ان کی روح میرے آس پاس ہی رہتی ہے..... کشمی دیوی حد درجہ بھری ہوئی لگ رہی  
 تھیں..... یوں جیسے اپنے بدن کی کرپیں سمیت رہی ہوں..... جسم کا شیش محل ٹوٹ  
 چکا ہو۔

پاپا کی یاد تو محل کے کونے کونے میں بکھری ہوئی ہے..... پاپا بھولتے نہیں ہیں۔ رتن  
 مولو پریشان ہو گئی۔  
 میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ وہ بولیں۔  
 کیا..... وہ ایک دم خوفزدہ ہو گئی۔

بھائی..... میرا خیال ہے میں رتی کی دجائے درہین سے بات کروں..... کشمی  
 نے ترکیب نکالی۔  
 ٹھیک ہے..... ایسا کر کے دیکھ لو..... درہین ضرور رتی کو سمجھا دے گا۔  
 سنٹوش نے کہا۔

رتی اس کی بات بھی مانتی ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔  
 کوشش کر لو..... ایک بات ہے..... درہین کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.....  
 لیکن رتی کو کسی بھی رشتہ کے لئے مجبور ہرگز نہ کرنا۔ وہ خاموش کھڑی ہو گئیں.....  
 آپ کب آئیں گے..... بھائی ایشا کو لائیے کسی دن..... وہ جانے کے موا  
 بولیں۔

رات کو چلی جانا..... رتی کو فون کر کے بلا لیتے ہیں..... سنٹوش نے کہا۔  
 نہیں بھائی..... چلتی ہوں اب..... بچوں کا فون آیا..... کشمی دیوی نے کہا۔  
 ہاں..... شیشیل اکثر فون کرتی ہے..... برطانیہ میں اس کی پسندیدہ یونیورسٹی  
 داخلہ مل گیا ہے..... اے بھی ٹھیک ہے۔ وہ بڑے قفاخر سے بولے  
 اچھا کیا..... بھگوان کی دیائے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں گے دونوں بچے.....  
 دیوی سنٹوش کے ساتھ چلتے چلتے بولیں..... گاڑی قریب آچکی تھی..... ڈرائیور نے  
 دروازہ کھولا..... اور کشمی دیوی بیٹھ گئیں..... وہ سوچتے سوچتے واپس پلٹ آئے۔  
 کشمی دیوی گاڑی سے اتر کر غلام کر دوش سے ہوتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل  
 .....  
 ماما..... ماموں کے ہاں گئی تھیں..... مجھے کیوں نہیں ساتھ لے کر گئیں..... وہ  
 ہوئی کشمی دیوی کے پاس منہ بسورتے ہوئے کھڑی ہو گئی.....

تمہارے ماموں سے ضرور بات کرنی تھی..... وہ ساتھ ساتھ چلتی ہوئی بولیں  
 میرے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ رتن نے کہا۔  
 نہیں بیٹا..... تمہارے سامنے کرنے والی بات نہیں تھی..... آج تو ایشا بھی  
 تھی..... تمہارے ماموں اکیلے ہی تھے محل میں..... کشمی دیوی جیسے صفائی پڑ  
 رہی تھیں۔  
 ایشا آئی تھیں انہی تھیں۔



اس وقت کیوں آئی ہو..... مانے نکال دیا گھر سے..... اگر نکال دیا تو اچھا  
 آ جاؤ میرے پاس..... وہ آخر خیر ہو گیا۔  
 اور بن..... مانے کہا ہے..... کہ میں شادی کر لوں..... رتن بخیدگی سے بولی۔  
 شادی..... کس سے..... درپن کے بیروں تلے سے زمین نکل گئی۔  
 تو نہیں بتایا..... ویسے مانا..... درپن کا جھمی حس بیدار  
 ملی تھی..... لیکن وہ ابھی زبان پر لانا نہیں چاہتا تھا..... وہ اندازہ تو لگا چکا تھا۔  
 رتی..... مجھے بتاؤ بیٹی..... آخر بات کیا ہے..... پوچھا رت آتے بولی۔  
 درپن خاموش اسے دیکھ رہا تھا۔ قوت گویا جیسے سلب ہو چکی ہو۔  
 پوچھا..... ماما میری شادی کر دینا چاہتی ہیں..... وہ آہستہ سے بولی..... جیسے کشمی  
 کی کا شکوہ کر رہی ہو۔  
 شادی تو ہر لڑکی کی ہوتی ہے..... اس میں ایسی پریشانی کی کیا بات ہے۔ پوچھا درپن کو  
 اُمردہ دیکھ چکی تھی۔  
 پوچھا..... شادی ہو جائے تو لڑکی بیٹا کے ساتھ دوسرے دیس چلی جاتی ہے نا  
 .. وہ بولی۔  
 ہاں بیٹی..... ایسا ہی ہوتا ہے..... راجہ مہاراجے بھی اپنی بیٹیاں گھر میں نہیں رکھ  
 تے..... سنسار کی ریت ہے بیٹی..... درپن خاموش کھڑا تھا۔  
 لیکن..... میں..... تو نہیں جانتی نا پوچھا..... وہ درپن کو دیکھ کر بولی۔  
 کیوں پوچھا چوکی۔  
 درپن تو یہاں سے نا..... اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں گی..... وہ درپن کے چہرے کو  
 مسرت واپس کا مرقع بن کر دیکھنے لگی..... وہ بت بنا سے دیکھتا رہا۔  
 درپن..... تمہارے پاس رہوں گی نا میں..... وہ بے خودی کے عالم میں درپن کے  
 شانے ہلاتے بولی۔  
 بہت دیر ہو چکی ہے رتی..... چل تجھے محل چھوڑ آؤں..... وہ سیدھے سادے  
 الفاظ میں رتی کا چہرہ ادکھ کر بولا۔  
 ہاں..... بیٹاری تو چھوڑ آؤ..... شب کے نونچ بچے ہیں۔ پوچھا سانسے آؤ پر اس  
 کاک کو دیکھا۔

اس سے پہلے کہ میرے جیون کی شام ہو جائے..... تیرا گھر آباد ہو جائے۔ کشمی  
 دیوی نے معصومی رتن کو بغور دیکھا..... جس کا چہرہ انتہائی دلکش اور جاذب نظر لگا  
 ہے..... وہ تروتازہ گلاب کے پھول کی طرح نظر آ رہی تھی..... اس کے رخساروں  
 چھوٹے والی شفق میں آکاش کا سورج ڈوتا نظر آ رہا تھا..... یوں جیسے کمرے کا ماحول ابا  
 گوں ہو جائے۔ کیا دیکھ رہی ہیں..... اپنی طرف مھورتی کشمی دیوی کو پر سکون انداز میں  
 دیکھ کر رتن نے کہا۔  
 کتنی پیاری ہے میری بیٹی..... بھگوان تجھے سکھی رکھے۔ کشمی دیوی نے ہاتھ بڑھا کر  
 رتن کے بالوں کو سنوڑا.....  
 میں..... آپ کبھی ہیں نا..... اور وہ..... درپن جب بھی جھگڑا کرتا ہے.....  
 یہی کہتا ہے میں بہت بری ہوں..... لڑتی رہتی ہوں اس سے..... ماما نصیحتیں بہت کرتا  
 ہے۔ بس پڑھتے مرادری لال بناتا ہے..... اس کے ساتھ ہی وہ ہنس دی۔  
 وہ ضرور تمہیں کوئی اچھی بات ہی کہتا ہو گا..... کشمی دیوی بھی ہنس دیں.....  
 کیا معلوم..... کیا کیا باتیں کرتا ہے..... رتن ہنس دی.....  
 آپ کیا کہتے والی ہیں ماما..... بتائیں نا..... رتن نے اصرار کیا۔  
 بیٹی..... میں جانتی ہوں کہ تمہاری شادی کر دی جائے..... کشمی دیوی ایک  
 بولیں۔  
 شادی..... ہائے رام..... ماما..... وہ انگلیوں پر آجھل لپٹتی کمرے سے بھاگ گئی۔  
 پتلی..... وہ اس کی معصومانہ اداسے مسکراتی ہوئی اپنے بستر پر لیٹ گئیں..... اور  
 وہ جھپٹ بھٹ پانی پانی مغربی باغ کو عبور کرتی درپن کے پاس پہنچ گئی۔  
 ٹھک ٹھک..... پوچھا..... دیکھو..... واپس آگئی ہے رتی.....  
 بھگوان بھلا رکھیں..... اپنے کمرے سے پوچھا گیا۔ اور بھاگ کر ایک دم درپن سے  
 دروازہ کھول دیا۔  
 رتی..... اتنی رات کو..... واپس آگئی..... کیا ہوا..... وہ رتن کو اپنے قریب  
 کرتے بولا۔  
 اندر آؤ..... بتاتی ہوں..... وہ درپن کے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔  
 بڑی جگت میں درپن نے دروازہ بند کیا اور لپک کر اندر داخل ہوا۔ جلدی بتاؤ گی

چلو..... درپن نے رتی کا بازو پکڑا اور محل کی طرف چل دیا۔  
 چلو..... اندر کمرے میں۔ درپن نے رتی کو اندر جانے کو کہا۔  
 آ جاؤ نا..... غمبیر کے پلے چانا..... وہ پلٹ کر بولی۔  
 نہیں..... تم چلو..... سو جاؤ جا کر..... وہ چلا..... لا تعداد آشاؤں کا.....  
 ایک ایک قدم سو من کا.....  
 درپن..... وہ پھر اس کی طرف آئی۔  
 تم چپ کیوں ہو..... وہ درپن کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔  
 کچھ نہیں..... تم جاؤ اندر..... صبح ملیں گے..... جاؤ شاہاش وہ بچوں کی طرح.....  
 اسے پکار کر بولا۔

اچھا..... وہ بادل خواستہ اسے دیکھتی ہوئی اندر چلی گئی۔  
 اور وہ لئے ہوئے جواری کی طرح پلٹ آیا.....  
 آگئے..... بیٹا..... پوچھا ابھی تک صحن میں کھڑی تھی.....  
 ہاں..... اماں..... اسے چھوڑ آیا ہوں۔  
 وہ دست روی سے پوچھا کہ تم اپنے کمرے میں سی آگیا۔  
 مجھے وہ شواش ہے کہ بیٹا نے کوئی پتھر چلایا ہے۔ پوچھا نے بیٹھے ہوئے کہا۔  
 میرا خیال ہے مانا گو تم کے لئے کہہ رہی ہوں گی۔ وہ سوچ کر بولا۔  
 کیا..... پوچھا نے چونک کر کہا۔

بیٹا آگئی ہے گو تم کے لئے رتن کو پسند کیا ہے۔ درپن نے کہا۔  
 رتن تو ایسا بھول ہے جس کو کون پسند نہیں کرے گا۔ پوچھا جھجھکی سے بولی۔  
 پوچھا..... اب کیا ہوگا..... آپ نے رتی کے تیور دیکھے۔ درپن نے کہا۔  
 ہاں..... وہ درپن کی طرح بوکھلائی ہوئی ہے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ پوچھا گورتی رہا تھا۔  
 اماں..... ماماں جائیں گی۔ وہ بولیں جیسے ڈوبنے لگا ہو۔  
 گو تم کے لئے۔ وہ بولیں۔

ہاں..... خیال ہے بیٹا..... سوائے گو تم کے اور اہل محل کے ہم پہلہ کون ہے.....  
 پوچھا نے غصہ سا سانس لیا۔  
 لیکن وہ تو گو تم کو پسند نہیں کرتی۔ درپن بولا۔  
 رتن کے پسند کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے..... کشمیری دیوی کی مرضی ہے  
 پوچھا نے درپن کے چہرے پر ہلکا کرکٹ دیکھا..... وہ ٹوٹا ہوا نظر آ رہا تھا..... جیسے  
 اس سے دھرتی پر کسی غیر مرئی طاقت نے منہ بٹھا دیا ہو۔ اور اس کا وجود ہزاروں کھڑوں کی  
 ذرت میں کائنات میں سمٹ جائے۔ وہ چاہے بھی تو متحد نہیں ہو سکتا تھا۔  
 وہ صرف دیکھتا رہا..... سانس..... بے حس و حرکت برف کے تودے کی طرح۔  
 بیٹا..... لیٹ جاؤ..... اور سونے کی کوشش کرو..... پوچھا نے جین بے قرار دل  
 کی تڑپ دیکھ کر ہار ہٹ گئی۔

نیند کہاں ہے اب میری آنکھوں میں..... رتی تم کیا جان لیو! خبر سنا گئی ہو..... میں  
 اب تمہاری جدائی کیسے برداشت کروں گا..... رتی..... وہ حواس باختہ سائستہ پر گرا  
 اور آنکھیں موند لیں..... لیکن ذہن پکتے چھوڑے کی طرح رستا رہا..... دل کی ہر  
 دھڑکن کے ساتھ رتن چاروں جانب اس کو حصار میں لئے ہوئے تھی..... جنم لینے ہی  
 اس نے صرف رتن کو دیکھا تھا۔ رتن اس کے قلب و جگر پر پوری طرح قابض تھی.....  
 تمام شب اس نے تڑپ کر گزار دی..... اگر وہ جین کھو بیٹھا تھا تو کیا رتن نے جین پنا  
 لیا ہوگا.....

ہرگز نہیں..... وہ بھگوان کی مورتی کے پاس جاتے ہی تڑپ تڑپ کر رو دی.....  
 بھگوان..... مجھے پتا لیجئے..... میرا تو بس درپن ہی ہے..... میں اس بن نہیں جیوں  
 گی..... مر جاؤں گی اس بن..... بھگوان میری آشا کو امرت بنا دیجئے..... میں گو تم  
 کے ساتھ شادی نہیں کروں گی..... وہ بھگوان کی مورتی کے سامنے روتی رہی.....  
 بگھتی رہی..... نہیں..... میں تو بس درپن کو پیار کرتی ہوں..... وہ ہی میرا ہے.....  
 درپن تمہیں رام قسم..... بھولنا نہیں مجھے..... وہ خود سے ہی ہم کام رہی..... جہاں  
 اسے اپنے آپ میں درپن نظر آ رہا تھا.....

دن یوں ہی پرلگ کر پیچھی کی طرح اڑتے رہے۔ حالات کی ڈور طویل سے طویل تر  
 ہوتی رہی..... وہ شب و روز خاموش درپن سے جدائی کے غم میں گھلتی رہی..... کسی  
 دنوں سے وہ کشمیری دیوی سے بھی نہیں ملی تھی..... کشمیری دیوی اس کی اداسی کو اچھی  
 طرح سمجھتی تھیں۔ اپنے کمرے میں صوفے پر دراز ضروری کاغذات کی جانچ پڑتال

ماہ ساندھ چلے آئے اے دیکھ کر بولیں۔

بس بھئی نا..... کہ میں نے اپنی پسند سے شادی کر لی..... وہ پھر عہد ادب پار کر گیا۔  
لبچے میں سرکشی تھی۔

تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا..... اس محل میں شیش کو ہی ہونا چاہئے تھا۔ وہ امید  
بھرے لبچے میں شکست شکست نظر آنے لگیں۔

میں کب انکار کر رہا ہوں..... لے آئیے شیش کو..... وہ کمال ڈھٹائی سے بولا۔  
بکواس بند کرو..... تم جس قابل تھے..... تمہیں مل گیا۔ کشمی دیوی بڑے ریک  
انداز میں منہمک ہوئیں۔

کیا مطلب؟ وہ چونکا

مطلب یہ کہ تمہیں ایک اچھی لڑکی کی بجائے طوائف کی ضرورت تھی..... تمہیں  
مل گئی..... بس..... اور کیا چاہئے..... دسترخوان لہجہ اختیار کر گئیں۔

اما..... کیا طوائف اور لڑکی میں فرق ہے۔

وہ ہنس دیا۔ شادی کشمی دیوی کی باتوں میں اسے رقابت کا عکس نظر آرہا تھا۔  
بہت فرق..... طوائف ایک ایسا جام ہے..... جو کتنے ہی ہاتھوں میں گردش کرتا

ہے۔ وہ ایسا خود رو پھول ہے جسے ہر راہ گیر ہوا کہ توڑ سکتا ہے..... وہ ایک سر راہ جھمرا  
ہے۔ جس سے ہر بیا ساری بیاس بچھا سکتا ہے.....

اما..... چپ ہو جائیے۔ میں اس قدر تحقیر برداشت نہیں کروں گا..... مجھے  
میرے حصے کی تمام جائیداد دے دی جائے۔ وہ تن گیا۔

ہر گز نہیں..... تمہارے پاس ایک فیکٹری ہے۔ بہت ہے۔ وہ جوش میں کھڑی  
ہو گئیں.....

میں..... میں..... درپن کو قتل کروں گا..... نہیں چھوڑوں گا اس کو.....  
راجکار..... وہ دل تمام کر دو بارہ بیٹھے گئیں..... ان کی آواز ان کے حلق میں اٹک گئی۔

اما.....

رتن نے آتے ہی کشمی دیوی کو سہارا دیا..... اما..... کیا ہو گیا ہے آپ کو.....  
بھائی کو دے دیں سب کچھ..... وہ کھڑا اٹھتا ہوا.....

کیوں دے دوں اس کو..... تیرے ہاتھ کتنی محنت سے اس کا رو پار کو آگے بڑھایا

کرتے نہیں ایک دم خیال آیا اور فوراً کمال بیل پر اٹھ کر رکھ دی۔

دیوی جی ملازمہ مودب ہاتھ جوڑے داخل ہوئی۔

راجکار..... اپنے کمرے میں ہے..... اسے کہو..... ہم نے بلایا ہے۔ کشمی  
نے سخت انداز میں کہا۔

بہتر سرکار۔ ملازمہ لوٹ گئی۔

اور دوسرے لمحے راجکار داخل ہوا۔ آپ نے بلایا اما۔ وہ سامنے صوفے پر بیٹھ  
ہوئے بولا۔

ہاں..... میں نے تمہیں بلایا ہے۔ وہ صوفے کی پشت پر ٹیک لگا کر بولیں۔

فرمائیے..... کیا حکم ہے۔ وہ مسکرا کر بولا۔

طوائف کی ساحتی سے باہر نکلے ہو کہ نہیں۔ کشمی دیوی نے بنور اس کی طرف  
دیکھا۔

اما..... وہ میری جتنی ہے..... میں اس قسم کی گفتگو کم از کم اپنی جتنی کے لئے پہ  
نہیں کروں گا۔ وہ ایک برواٹھا کر بڑے باغیانہ انداز میں بولا۔ جس میں ناگواری بھی شامل  
تھی۔

تم شاید یہ بھول گئے ہو کہ کس سے مخاطب ہو..... کشمی دیوی کچھ تھرا سی گئیں۔

اما..... میں نے آپ کو پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے اپنے ڈھب سے جیون گزارنے  
دیں.....

اپنے ڈھب سے زندگی گزارو..... تمہیں کون منع کرتا ہے..... کشمی دیوی چلا کر  
بولیں.....

تو پھر کیا مسئلہ ہے..... مجھے ہر بار مار چر کیوں کیا جاتا ہے۔ میرے تمام حقوق  
غصب کروائے گئے..... مجھے اپنا حق چاہئے..... وہ اصل موضوع کی طرف آگیا۔

کیا تم حق مانگ رہے ہو..... شرم آتی چاہئے تمہیں..... کشمی دیوی طیش میں  
بولیں۔

شرم..... کس بات کی..... کیا میں سیوک رام کا سپوت نہیں ہوں..... بتائیے  
..... وہ پاؤں پیچ کر بولا۔

تم سیوک رام کے سپوت ہو..... لیکن تم نے مجھے بہت نراش کیا ہے۔ وہ بڑی

کشمی دیوی نے احسان مند لگا ہوں سے درپن کو دیکھا..... اور ماضی ایک تصویر کی  
بل بن کر اس کی نگاہوں میں پھر نہ لگا۔

یہ نوجوان..... کتنا پوچھ رہے..... ماضی میں اس قدر خالص سلوک اس کا محل میں آیا  
و تھا..... وہ میرے سامنے سہا سہا رہتا تھا..... پھر بھی اس قدر محبت..... ہے  
اٹ چاہت..... میری کوکھ سے جھم لینے والا میرا ہمدرد اور نمکسار نہیں ہے..... اس  
ہو، رام جی نے پرورش کیا ہے..... پوچھا کہ گود میں پرورش پائی ہے۔ یہ بلند خان کا اچھا  
ہے..... بلند خان بھی رام جی کا ہمدرد نمکسار تھا۔ وہ عجیب عجیب خیالات میں اتنی  
ذات طے کر گئیں کہ ان کو احساس ہی نہ رہا کہ وہ کہاں ہیں.....

جب رتی اور درپن اس پر جھگڑے ہوئے تھے.....  
..... اب سانس کیسا آ رہا ہے..... درپن نے کہا۔  
اب ٹھیک ہوں..... درپن جینا..... جاگھر چلیں..... وہ بڑی چاہت بھری نظر  
پن پر ڈال کر بولیں۔  
رتی کہاں ہے..... وہ بولیں

رتی..... ابھی تو یہاں تھی..... رتی..... وہ پلٹا..... کمرے سے نکل کر باہر آیا  
..... اس نے پورا سے ٹپک لگائے رتی کو روتے دیکھا۔

دیوانی ہو گئی ہو..... ماما ٹھیک ہیں..... آؤ..... وہ اپنے ہاتھوں سے رتی کے  
نہاروں پر سے ہنسنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوا..... اس کی تسکین بند گئی تھی۔  
بس..... خاموش..... جنہیں معلوم ہے..... تمہارے اس طرح رونے سے ماما کو  
کہ ہوگا..... وہ درپن کے شانے سے لگی بلک بلک کر رو دی..... بس چپ.....  
بچے یوں نہیں روتے ہیں..... وہ بڑے بزرگ کی طرح اس کے چہرے کو اپنے  
ہاتھ لاکر محبت سے رنسا روں پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے ہوا۔

آؤ..... دونوں اندر چلے گئے۔  
دوہری تھی رتی..... تو پاگل ہے..... ابھی تو جنہیں..... کشمی دیوی بڑے دکھ  
..... دونوں ہاتھ پھیلا کر رتی کو ساتھ لپٹاتے بولیں۔  
..... مت ایسی باتیں کریں..... کیا ہے..... اچھی سہلی تو ہیں..... وہ جاہ.....  
..... کہ کشمی دیوی کو مطمئن کرنا چاہتا تھا..... تاکہ کہ جو ڈاکٹر کیڈی اس رات بڑا

ہے..... میں ان کمزور ہاتھوں میں دے دوں..... وہ ہانپ رہی تھیں۔  
وہ سب برباد کر دے گا..... ایک فیکٹری کا دیوالیہ نکال دیا ہے اس نے..... تمہارا  
کیا خیال ہے سارے کاروبار کا دیوالیہ نکال دے..... وہ سانسوں کے زیر و بم میں آہستہ  
آہستہ بولیں۔

..... آپ چپ کریں.....  
رتی..... کیا ہو ماما کو..... اس نازک وقت میں درپن کو دیکھ کر کشمی دیوی نے جیسے  
سکون کا سانس لیا ہو۔  
..... طبعیت ٹھیک نہیں ہے آپ کی..... وہ کشمی دیوی پر جھک کر بڑی محبت اور  
اپنائیت سے بولا۔

مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو درپن..... مجھے سانس رک کر آ رہا ہے..... وہ اچھا آئیز  
لے جی میں بولیں۔  
رتی نے درپن کی طرف دیکھا..... اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔  
یو قوف ہو تم..... کیا ہے ماما کو..... کچھ بھی..... نہیں شین ہے..... وہ رتی کے شانے پر  
تھپکی مار کر بولا۔

..... درپن..... ماما.....  
راجہ کو میں نے اندر سے نکلے دیکھا ہے..... وہ بڑی غلت میں تھا..... درپن نے  
پلٹ کر.....  
..... درپن..... ماما کو سانس کیسے آ رہی ہے..... وہ چہرہ صاف کرتے ہوئی۔

تم بہت پریشان ہو..... میں ماما کو ابھی کیڈی کے پاس لے جا رہا ہوں..... چلو  
.....  
..... درپن..... میں..... مرد رہی ہوں..... کسی باتیں کرتی ہیں..... درپن نے  
محبت سے ہنر پو..... جذبے کے تحت کشمی دیوی کو بازوؤں پر اٹھایا اور گاڑی تک لے گیا۔  
کمرے سے پورا چنگ ملا زمین کی ایک لمبی قطار بھلوان سے دھاگو تھی.....  
میں چل لوں گی جینا..... وہ راستے میں بولیں۔  
..... نہیں..... ماما..... جب آپ کا بیٹا زندہ ہے تو پھر..... کیوں آپ دکھ کہیں  
..... وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹاتے بولا۔

تم کیا کیا share کرو گے..... یہاں دکھوں کے انبار لگے ہوئے ہیں..... اک  
 لہ دھوپ میں نہ ختم ہونے والی مسافت..... میرا جیون خوفناک عفریت کا شکار ہے  
 ..... بیٹا.....  
 ان کی آنکھوں سے آنسو لڑھک لڑھک کر رخساروں پر بہتے رہے..... جن کو رتن  
 پہلی اودھنی میں سموتی رہی۔  
 دودن اسی طرح گزر گئے..... ڈاکٹر سے اجازت لے کر درپن لکشی دیوی کو محل  
 باہر لے گیا..... ڈاکٹر نے دون اور گزر جانے کے بعد آنے کا کہا تھا..... وہ ڈاکٹر  
 کیڈی کی ہدایت کے مطابق وقت مقررہ پر ڈاکٹر کیڈی کے پاس پہنچ گیا۔  
 دیوی جی..... کیسی ہیں آپ..... کیا Feel محسوس کر رہی ہیں..... ڈاکٹر نے بیٹھنے کا  
 اشارہ کرتے کہا۔

اچھا feel کر رہی ہیں..... درپن نے دیکھا..... ڈاکٹر کیڈی نے اپنے میز کی  
 اراٹے سے ایک فائل نکالی.....  
 شٹ آچکے ہیں دیوی جی کے..... مسز سیوک رام..... ٹیٹ تسلی بخش نہیں  
 ہیں۔ ڈاکٹر نے مجبور کہا۔  
 جی..... ماما ٹھیک تو ہو جائیں گی نا..... وہ بری طرح تڑپ گیا۔  
 God is great..... وہ سب کچھ کر سکتا ہے..... اس کے اختیار میں ہے۔  
 ڈاکٹر کیڈی نے سادہ سے چہرے کے ساتھ اپنی طرف سے درپن کو مطمئن کرنا چاہا۔  
 ڈاکٹر..... ماما کو بیماری کیا ہے..... وہ پراصرار انداز میں بولا۔  
 سننا چاہتے ہو..... ڈاکٹر نے کہا۔  
 سننا چاہتا ہوں..... آخراں کو آرام کیوں نہیں آتا..... علاج میں تو کوئی کمی نہیں  
 آپ بتائیں نا..... بتائیں ڈاکٹر..... وہ ڈاکٹر کیڈی کا شانہ ہلاتے ہوئے بولا۔  
 مسز سیوک رام کو پیچھڑوں کا کینسر ہے۔  
 کینسر..... وہ چلا اٹھا.....

میں نے ابھی تک اس بات کو چھپانے رکھا تھا..... آپ مریض سے چھپانے رکھیے  
 ..... بیماری ایسی ہے کہ سننے ہی مریض آدمی زندگی سے تھک دھو بیٹھتا ہے۔  
 ٹھیک ہے ڈاکٹر..... کیا اگر ماما کو باہر لے جایا جائے تو..... وہ ڈوہتے ڈوہتے ابھرا۔

ڈگری پانہ ہے..... کچھ نہیں بتا رہا..... ضرور ماما کو خاص بیماری ہے..... وہ آہ  
 آہستہ برف کے تودے کی طرح کھیل کر اس قدر کزور نہ ہو جائیں۔  
 تم مجھے نراش نہیں کرتے..... درپن..... میں جانتی..... میری سانس کی ڈا  
 جگہ جگہ سے شکستہ ہے..... کسی وقت بھی ٹوٹ سکتی ہے۔ انہوں نے آنسوؤں  
 اٹھنے والے سیلاب کو روکنے کے لئے چہرہ دوسری طرف کر لیا.....  
 اف..... یہ وہ عورت تھی..... جس نے بھی شکست قبول نہیں کی تھی.....  
 کر درپن نے لکشی دیوی کے کزور سفید ہاتھ کو چوم لیا۔  
 ڈاکٹر کیڈی کے اندر آتے ہی درپن اور رتن دونوں ایک ساتھ کھڑے  
 گئے۔

God is great..... (خدا بڑا ہے) دیوی جی..... دل چھوڑ دیا.....  
 کیڈی مسکرا کر بولے۔

نہیں ڈاکٹر..... ماما ایک مضبوط سسٹم کی مالک ہیں..... درپن نے کہا۔  
 مجھے معلوم ہے..... دیوی جی مضبوط اعصاب کی مالک ہیں..... ان میں ضبا  
 ..... اور ہونا بھی چاہئے..... ڈاکٹر کیڈی نے درپن کو بے نور دیکھا.....  
 ڈاکٹر..... میں ٹھہر جانا چاہتی ہوں..... لکشی دیوی نے بوریٹ محسوس کی۔  
 دودن اور درپن کا پناہ لے گا..... چٹوڑا بن جائیں..... ڈاکٹر کیڈی نے خاموش بیٹھی  
 کو دیکھا۔

ڈاکٹر..... مجھے بیماری کیا ہے؟ لکشی دیوی نے چہرے کو ڈاکٹر کی طرف کرتے کہا۔  
 آج کوئی بیماری نہیں..... صرف معمولی معمولی باتوں کو اپنی لائف کا حصہ بنا  
 ہیں..... یہ ہی بیماری ہے آپ کو..... آپ سو جیتی بہت ہیں..... ڈاکٹر نے مسکرا  
 کہا۔

رام جی مجھے..... ان لا محدود سوچوں کے حوالے کر کے خود عدم سدھا رہ گئے۔  
 وہ حد درجہ افسردہ ہو گئیں۔

ماما..... مجھے بتائیے نا..... میں آپ کے تمام دکھ لینے کو تیار ہوں.....  
 سوچیں ہیں..... کیا میں share نہیں کر سکتا..... بیٹا ہوں آپ کا..... وہ  
 وہ گارڈ کے ساتھ بولا۔

ماما کو کچھ نہیں ہوگا..... صرف مین شین برداشت نہیں کر سکتیں..... جنہیں  
طہم ہے نا..... بابا کو..... ماما کی..... کبھی کوئی بات در نہیں کرتے تھے..... درپن  
نے کہا۔

میں تو بات ہے..... بھائی کے رویے نے ماما کو زیادہ پریشان کیا ہوا ہے۔ رتن نے  
کہا۔

راجکار کی بات کو ماما سنجیدگی سے مت نہیں..... دودھی بولا۔

کیا کریں..... ماما کو اپنی بات منوانے کی عادت ہے..... بابا کہاں ٹالتے تھے ماما  
بات..... راجکار کیا کہتا ہے۔ درپن کو کھٹکا۔

اس نے کیا کہا ہے..... وہی روز روز کا قصہ..... درپن زبان روکتے رتن کو دیکھ  
اٹھا۔

اس دن بھی میں نے محسوس کیا تھا کہ جھگڑا ہے ماما سے۔ درپن نے کشمی دیوی کو  
بجھا۔

وہ اب اور کچھ کہتا ہے..... جسے ماما پسند نہیں کرتیں..... رتن نے بالوں کو بٹاتے  
کہا۔

کیا کہتا ہے اب وہ..... دوسری فیکٹری کی بات کرتا ہوگا..... پچلی کا تو دیو ایہ نکل  
ایا..... فیکٹری سے زیادہ قرض ہے..... درپن نے افسوس ناک انداز میں کہا۔

وہ اپنے جے کے جائیداد لیتا چلتا ہے..... جو ماما نہیں مانتیں..... رتن نے کہا۔  
حصہ..... ساری جائیداد کا وہ واحد مالک ہے..... بابا کی جتنی پرانی ہے..... وہ

لی اس کا حق دار ہے۔ صاف دل دو ماگ کے مالک درپن نے کہا۔  
اور تم..... رتن کو حیرت ہوئی۔

میں تو ملازم ہوں..... گویا نے مجھے سب کچھ دے کر مختار اعلیٰ تو بنا دیا تھا.....  
یہن میں جسے دار نہیں ہوں۔ درپن مسکرا دیا۔

کھانا گ گیس کار۔ ملازمہ نے آکر کہا۔  
چلو..... رتی..... کھانا کھائیں..... وہ بازو سے پکڑ کر رتن کو اٹھاتے بولا۔

ماما..... وہ بولی۔  
ماما بال نکل ٹھیک ہیں..... کال تیل ان کے پاس ہے..... ضرورت ہوئی تو جالیں

کوئی فائدہ نہیں..... یہاں بہت اچھا علاج ہے..... بلکہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر  
کہا۔

ڈاکٹر..... ماما کی سانس کو ٹوٹا نہیں چاہیے..... وہ انتہائی دیکھی انداز میں بولا۔  
اوپر والا سب کچھ کر سکتا ہے مسٹر درپن..... ڈاکٹر درپن کے ساتھ ہی کھڑا ہو

.....  
ایک بات اور ضروری ہے..... مسز سیوک رام کو مین شین سے بچانا ہے.....  
تسم کی پریشانی ان کے پاس بھٹکنے نہیں پائے..... ڈاکٹر نے بڑی سختی سے ہدایات بنا

کیں۔  
جس..... ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ واپس پلٹ آیا..... گاڑی سے اتر کر سیدھا  
دیوی کے کمرے میں خاموش داخل ہو گیا..... کیسی طبعیت ہے..... دودھ پے پاؤں ان

داخل ہوتے ملازمہ اور ایک طرف طول و مضطرب رتن سے بولا۔  
دیکھ لو..... رتن نے کہا۔

درپن گہری نیند سوئی ہوئی کشمی دیوی کے پاس چلا گیا۔ بہتر لگ رہی ہیں.....  
نے کہا۔

بھگوان بھلی کریں..... جو دیوی جی کو شانتی ملے..... ملازمہ ملانے کہا۔  
بس بھگوان سے دعا کرو۔ رتن نے کشمی دیوی کی آتی جانی سانس کو دیکھ کر کہا۔

درپن..... تم نے کچھ کھایا..... رتن کو خیال آیا کہ تین دن سے وہ ہسپتال اور  
میں سرگرداں ہے۔ کھانا پکون کہاں کھایا ہوگا۔

مجھے بھوک نہیں..... تم نے کچھ کھایا۔ فوراً درپن نے کہا۔  
رتی بی بی نے کچھ نہیں کھایا..... صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا..... ماما فوراً بولی۔

کیا..... تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا..... ماما..... وہ جانی مایا کو پکارا..... اس دن  
چھ بیٹے والے ہیں..... تم ڈرائیگ روم میں کھانا لگاؤ..... اور سب ملازمین کو کبوتر

کھانا کھائیں..... وہ جانتا تھا کہ جب تک دیوی جی کھانا نہیں کھائیں گے گھر کا  
ملازمہ پہلے کھانا نہیں کھا سکتا۔

اچھا درپن بابو..... بھگوان شانتی دے۔ وہ لاکھ لاکھ شکر کرتی باہر نکل گئی۔  
درپن..... ماما ٹھیک ہو جائیں گی نا..... وہ بڑے کرب ناک انداز میں بولی۔

وہاب ٹھیک ہیں..... آپ چٹانہ کیجئے گا..... سو رہی ہیں۔ درپن نے کہا۔  
 اے دو..... رتن نے موبائل کو پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ رتی بیٹی.....  
 اب ہیں نا..... وہ رتن کی آواز پہچان کر بولے.....  
 بھوان کی دایا سے وہ ٹھیک نظر آتی ہیں..... لیکن آپ ایک کام کریں۔ وہ بولی۔  
 درپن نے کان کھڑے کئے..... کام..... کہو..... میرے بچے..... کیا کام ہے  
 سنشوش چوک گئے۔  
 ماموں..... گو تم ڈرائیگ روم میں بیٹھائے..... اس کو فون کیجئے کہ وہ کس سے ملنے  
 دے..... ماما ٹھیک نہیں ہیں..... وہ بڑے عاجزانہ انداز میں بولی۔  
 بیٹی..... تمہارا مقصد کیا ہے۔ سنشوش اور اک رکھتے تھے۔  
 وہ آپ سے ملنے چلا جایا کرے..... جب تک ماما ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ وہ منت  
 کرے لکھے میں بولی۔  
 ٹھیک ہے بیٹی..... تم کشن کا خیال رکھو..... درپن کو فون دو..... وہ ادھر سے  
 اے۔

ماموں سے بات کر دو..... درپن خاموش صرف باتیں سن رہا تھا  
 لو..... وہ فون پکڑ کر گویا ہوا۔ درپن  
 جی ماموں..... میں ڈاکٹر کیڈنی سے ملتا تھا.....  
 ماموں..... میں..... آپ سے ملوں گا..... فون میں اس قدر طویل بات نہیں ہو  
 سکتی..... وہ ایک دم بوکھا کر بولا۔  
 ٹھیک ہے..... کسی وقت آ جاؤ..... تم سے کچھ باتیں بھی ہو جائیں گی۔ ٹھیک ہے۔  
 درپن فون رکھنے کی آواز آئی۔

بابو جی..... وہ ادھر ہی آرہے ہیں۔ ملازمہ آتے ہی بولی۔  
 گو تم..... درپن حیرت سے بولا۔ رتن نے بڑی ناگواری سے دیکھا.....  
 بیلا..... رتی..... گو تم اندر داخل ہوتے بولا۔  
 درپن ڈرائیگ روم میں چلو..... میں کشمیری قبو لے کر آتی ہوں۔ رتن نے کہا۔  
 نہیں بھی نہیں..... میں ڈرائیگ روم میں نہیں جاؤں گا..... البتہ آخنی کے  
 فرے میں جایا سکتا ہے۔ وہ بے تکلف ناہیں رتن کے خوبصورت سرخ و سفید چہرے پر

گی۔ وہ رتن کو بازو سے پکڑ کر ڈرائیگ روم میں لے گیا۔  
 درپن نے ایک پلیٹ رتن کے سامنے رکھی اور دوسری اپنے سامنے.....  
 تمہارے ساتھ ہی کھالوں گی۔ وہ اپنی پلیٹ کو برے سر کاٹے بولی۔  
 ٹھیک ہے..... اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں..... وہ مسکرا کر اپنی پلیٹ اس  
 پاس سر کاٹے بولا۔ وہ بھی ہنس دی۔  
 لو..... میرے ہاتھ سے کھاؤ..... درپن نے لقمہ بنا کر رتن کے چھوٹے دہا  
 کی طرف بڑھایا..... رتن نے بڑی محبت سے درپن کا بڑھایا ہوا لقمہ منہ میں رکھ لیا۔  
 دونوں نے ہستے ہوئے کھانا ختم کر لیا۔  
 رتی بی بی..... گو تم باو آئے ہیں۔ ماما نے چپاتی رکھتے ہوئے کہا۔  
 کون ملے گا ان سے..... ماما ٹھیک نہیں ہیں..... میں مل نہیں سکتی..... درپن  
 سے ان کو چڑ ہے۔ وہ ماموں کے ہاں پلے جایا کریں..... رتن رنج ہوتے بولی۔  
 مایا..... گو تم باو کو ڈرائیگ روم میں بٹھاؤ..... کہو..... درپن آ رہا ہے۔  
 درپن نے کہا۔

درپن آ رہا ہے..... یا سیلاب آ رہا ہے۔ رتن ہنس دی۔  
 مایا چلی گئی۔ تم دیکھنا انارام سنتے ہی وہ چلا جائے گا۔ درپن نے گلاس رکھتے ہوئے کہا۔  
 وہ بڑا صیٹ ہے..... مجھے ملے بغیر نہیں جائے گا..... وہ جھلائی گئی۔  
 تو حرج کیا ہے..... چند لمحوں میں ملنے کیا برائی ہے۔ درپن فراخ دل سے بولا۔  
 نہیں ملنا مجھے اس سے..... تم جاؤ..... میں نہیں جاؤں گی..... وہ اٹھتے ہو۔  
 بولی۔

ارے رے..... کھانا تو کھا لو..... مجھے چھوڑ کے کہاں جا رہی ہو..... ایک،  
 پک کر درپن نے رتن کے بازو کو پوچھا۔  
 تم کہہ دو..... ماما تو پیار ہیں..... تم کس سے ملنا چاہتے ہو۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔  
 وہ ایک دم چوک گیا۔ موبائل کی ٹھنٹی بج رہی تھی۔  
 ماموں جان..... درپن بول رہا ہوں..... وہ ہنس کر نوالہ نگل کر بولا۔  
 کشن کی طبیعت کیسی ہے..... میں ہسپتال کے بعد تم سے ملا ہی نہیں..... دوسرا  
 طرف سنشوش نے ازراہ معذرت کہا۔

لیکن میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی..... اپنے بیٹے کی خواہش کو عملی جامہ پہنانا  
لزامہ داری ہے۔ وہ بڑے مستحکم ارادے سے ہنس دیں..... ان کی مسکراہٹ میں  
ماکی زبردست خواہش شامل تھی..... شاید گوتم سے بھی زیادہ..... می..... مجھے  
لگوں میں جیل نظر نہیں آتا..... گوتم کے چہرے پر ناامیدی کے سائے قہر ہے

جنہیں اس قدر نراش ہونے کی ضرورت نہیں..... بھگون سے آشاکھو..... رتن  
دلہن بنے گی۔ وہ گوتم کے شانے پر ہاتھ رکھتے بولیں۔

مجھے یقین نہیں آتا می..... وہ بڑا کمزور نظر آ رہا تھا..... اور پاس بھی..... تمہیں مجھ  
بہن نہیں رہا اپنے مقدر پر..... بیٹانے گہری سوچ سے ابھر کر اپنے تراشیدہ بالوں کو  
میں رتن کو کھونا نہیں چاہتا..... لیکن میں اپنے مقدر سے بھی پریشان ہوں۔ وہ اس

نشدت نشدہ سالگ رہا تھا۔

میں تمہارا مقدر بدل دوں گی..... رتن تمہاری ہوگی وہ دانت چیس کر بولی۔

اگر آئی کشمی نہ مائیں تو..... وہ بولا۔

نہ ماننے والی تو بات ہی نہیں..... رتن تمہارے نام لکھی جا چکی ہے اور درپن.....  
اور رتن کی ہوا کو نہیں چھو سکتا.....

ابھی تک تو وہ اہل محل کی تمام ہواؤں کو چھو رہا ہے..... گوتم نہ ہنسنے ہوئے کہا۔

جس ہوا کی بات میں کر رہی ہوں..... وہ درپن نہیں چھو سکتا..... بیٹانے کہا۔

کیوں می..... درپن کشمی آئی کو پسند بھی بہت ہے..... اور سب ان کو پیار بھی  
ت کرتے ہیں۔

ان سے کیا مطلب؟..... بیٹانے کہا۔

یعنی پوچھا..... وہی دونوں..... محل والے ان کو پسند کرتے ہیں تم کشمی کی  
دوری کو محبت کا نام دے رہے ہو..... بیٹانے مسکرا کر کہا۔

جبوری..... کیسی جبوری می..... گوتم نے چونک کر کہا۔

بیٹا..... جائیداد کی جبوری..... کا دوبارہ کو سنبھالنے کی جبوری..... بیٹانے اصل  
سامنے رکھ کر گوتم کی پریشانی دور کرنا چاہی لیکن رتن کی بے خودی جو وہ درپن کے لئے

ڈال کر بولا۔ ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... رتن نے کہا۔  
تو کیا..... وہ ملنا پسند نہیں کرتیں۔ وہ بھرا کر کے موڈ میں تھا۔

ایسا نہیں ہے..... ڈاکٹر نے زیادہ بولنے اور سنے جلنے سے منع کیا ہے۔ درپن  
جان چھڑاتا چاہی.....

رتن بی بی..... دیوی جی ملاری ہیں..... ملازمہ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا  
ملانا بلایا۔ وہ ہلکے پھٹکے ہی کشمی دیوی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

میرا خیال ہے مجھے اب آئی سے ملنا چاہئے۔ گوتم آگے بڑھتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے..... دونوں کشمی دیوی کے کمرے میں داخل ہوئے۔  
نستے..... آئی..... کیسی طبیعت ہے..... گوتم داخل ہوتے بولا۔

بھگوان کا کمر ہے..... ٹھیک ہوں..... ملازمہ نے قیمتی آرائشی گاؤ نکلی  
دیوی کے پیچھے رکھ دیا۔

آپ کی بہت ضرورت ہے آئی..... وہ معنی خیز گفتگو کرتے بولا۔  
کشمی دیوی صرف ہنس کر رہ گئیں۔

بابو جی..... یہاں لے آؤں..... باڈرائنگ روم میں..... ملازمہ مایانے کہا۔  
بابو جی..... یعنی کہ ڈرائنگ روم میں..... گوتم نے چونک کر ملازمہ کو دیکھا۔

مجھے اجازت دیجئے..... گوتم کھڑا ہوا گیا۔  
بھوویار..... درپن نے بے تکلف انداز میں کہا۔

پھر سہی..... وہ تیز رفتاری سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔  
ریسور رکھتے ایک دم سے وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

اتنی جلدی لوٹ آئے..... محل میں رتن نہیں تھی..... بیٹانے حیرت ہوئے کہا۔  
تھی..... مگر نہ ہونے کے برابر..... وہ تھکا تھکا سا بیٹھ گیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... بیٹانے جھلا کر پوچھا۔  
وہ مجھے..... کوئی اہمیت نہیں دیتی..... پہلے تو کبھی بول لیا کرتی تھی..... اب

سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی۔ وہ بڑی ناگواری سے بولا۔  
درپن کا جادو سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ بیٹانے قیاس آرائی کی۔

شاید..... ایسا ہی ہے۔ گوتم نے صوفے کی پشت سے ٹپک لگائی.....



دیکھ چکا تھا..... اسے دل سے کون نکال سکتا تھا۔

یہ سب چیزیں ہوں گی مہمی..... لیکن کشمی آئی جس انداز سے اسے اپنے قرینہ رکھتی ہیں..... اس سے اندازہ تو یہی ہوتا ہے کہ وہ رتن کو کہیں درپن کے حوالے نہ دیں۔ گو تم نے کہا۔

رام..... رام..... یہ کیسی بات کرتے ہوء کیا کشمی دیوی اتنی جاہل ہے کہ رتن مسلم کے بیٹے سے پیار ہو سکے..... ترپ کر بیٹا نے کانوں کو ہاتھ لگائے..... زبردست نفرت کا اظہار کیا۔

درپن کی پرورش تو چو جاہل نے کی ہے۔ گو تم اچھی طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا..... تمہارا کیا خیال ہے..... کہ پوجا کی آغوش میں پرورش پا کر درپن برہمن برادر کے قافلہ ہو جائے گا..... ہرگز نہیں..... بیٹا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

گو تم خاموش رہا..... اسے اپنی ناک کی باتوں میں حقائق کی روشنی نظر آ رہی تھی دل کے اندر جو سوسے اندیشے گھر کر چکے تھے ان کو نکالنا اس کے بس کی بات نہ تھی..... جیون کی سب سے بڑی خوشی صرف رتن تھی۔ رتن اس کی خوشیوں کا..... گو مہمی کے الفاظ میں خاصی صداقت ہے..... وہ اپنی بات منوانے میں خاصہ رکھتی ہیں..... لیکن درپن ایک ایسی چٹان ہے جس کو ہٹانا آسان نہیں.....

کیا سوچ رہے ہو..... اپنے کمرے میں جاؤ..... اور آرام کرو..... بیٹا جان! تھی کہ وہ رتن کے بارے میں سمجیدہ ہو چکا ہے..... جا رہا ہوں مہمی..... میں کسی دن تھی فیصلے کے لئے کشمی کے پاس جاؤں گی دوسرے دروازے سے باہر نکل گئیں۔

لیکن گو تم کو چین کہاں.....

وہی ہی اضطراب، ہے جتنی بے قرار

☆ ○ ☆

ماما..... آپ نے بلایا..... درپن مودب انداز میں اندر داخل ہوا۔

کشمی دیوی نے پانی کے بلوریں گھاس کو ہونٹوں سے الگ کیا اور قریب ہی تپا کر رکھ دیا۔

..... ٹھنکو..... وہ اپنے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئیں۔

Thank you..... وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

ماما..... کیا دیکھ رہی ہیں..... وہ آنکھیں چرا کر دیکھتی کشمی دیوی کو دیکھ کر بولا۔

تم بہت اچھے ہو بیٹا..... یہی وجہ تھی رام کی تمہیں چاہتے تھے۔ کشمی دیوی نے سیوک

ام کی قد آدم تصویر کو ہینکلی آنکھوں سے دیکھا۔

بابا کو بھگوان شانتی دیں..... ان جیسا انسان کسی جنم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ افسردہ ہو

لہا۔

شاید بھگوان کو بھی ان کی ضرورت تھی..... بابا آپ کو خوش دیکھنا پسند کرتے

تھے..... کم از کم ان کی روح کو تو دیکھ سکتے کریں..... وہ بے بہت محبت اور غلو ص سے بولا۔

کیا کروں بیٹا..... ان کو بھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے..... وہ صوفے کی پشت سے

لہک لگا کر بولیں۔

ہم کہاں بابا کو بھولے ہیں ماما..... وہ بھولنے والے نہیں تھے..... وہ پیار سے کشمی

دیوی کو دیکھ کر بولا۔

میں اپنے آپ کو ان کے بغیر دھرتی کا بوجھ سمجھے لگی ہوں..... لیکن کیا کروں.....

جن میرے جیون کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ انہوں نے گہری نظروں سے درپن کو دیکھا

..... بیٹے بھرنوں کی طرح شفاف نظر آ رہا تھا۔

کمزوری..... رتن..... وہ آکاش پر روشن چاند کی طرح ہے۔ جس کے نور سے اس

گل کا کارزار حیات چل رہا ہے۔

وہ پیاب کہہ گیا۔ جنہیں معلوم ہے..... اسے ایک دن اپنے گھر بھی جانا ہے.....

وہ کہہ گئیں..... کونسا گھر۔ اس کا دل حلق سے اٹھل کر باہر آ گیا۔

پلکے..... اس کی شادی نہیں کر دے..... اپنی رتن کو سہاگ کا جوڑا نہیں پہناؤ گے  
لکشی دیوی نے درپن کے تاثرات دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ اسے بہت افسوس ہو رہا ہے۔

ہاں..... آپ ٹھیک کہتی ہیں..... رتن نے اپنے گھر جانا ہے۔ وہ دھمکے لے کر  
مسکرایا۔

نیتا بار بار آتی ہے..... گوتم اچھا لڑکا ہے..... پھر ہماری بی بی برادری برہمن،  
تعلق رکھتا ہے..... لکشی دیوی کہتی رہیں اور وہ خون کے گھونٹ حلق سے اتار تارہا۔

آپ نے رتی سے بات کی۔ وہ بولا  
کی قسمی..... پھر..... وہ تپا.....

وہ نہیں مانتی..... چلا چلا کر روئے گی..... تمہیں معلوم ہے اس کا بچپنا گیا نہیں  
ضد ہی بہت ہے۔ لکشی دیوی افسردہ ہو گئیں۔

مان جائے گی..... شروع شروع میں یوں ہی ہوتا ہے۔  
درپن نے دل پر پھر رکھ کر کہا۔

اس کے باریاتی کی ہر بات مانتے تھے..... لاڈ پیار میں پروان چڑھی ہے..... مٹا  
مانے گی۔ لکشی دیوی جانتی تھیں کہ رتی کس قدر اکھڑے۔

آپ بے فکر رہے..... میں اسے راضی کر لوں گا..... مان جائے گی..... وہ ال  
بھوک لکشی دیوی نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھا.....

کاش..... تم بلند خان کے بیٹے نہ ہوتے..... میں ہر قیمت پر رتن تم سے زیادہ  
..... وہ سوچتی رہ گئیں۔

نہیں ماما..... مجھے آفس جانا ہے..... اور چند دنوں کے لئے شے جانا پڑے گا.....  
کیوں؟.....

مزہ دوروں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے..... دیکھتا ہوں..... جا کر..... وہ دروازہ  
کے پاس جا کر چلا.....

تمہارا ہوں کی بات ہو گئی..... لکشی دیوی نے کہا۔  
یہ بات نہیں ہے..... اچھے لوگوں میں کچھ شرمندہ لوگ ہوتے ہیں..... جو سکون  
نہیں بیٹھے دیتے۔

ہوں..... یہ بات تو ہے..... اور ہاں..... درپن..... وہ کچھ یاد آتے چو نکلیں۔  
بی ماما..... وہ بھی ایک دم بولا۔

آج ڈاکٹر کیڑی سے نام نہیں لیا ہوا تھا۔  
اوسوری ماما..... میں بھول ہی گیا..... چلے..... آپ تیار ہو جائیے میں گاڑی نکالتا  
ہوں۔ وہ ایک دم بولا۔

لیکن تم نے تو..... وہ بولیں۔  
یہ کام سب سے ضروری ہے..... ویسے اب طبعیت کیسی ہے۔ وہ قریب آ گیا۔

کافی افاقہ ہے..... وہ مسکرا دیں۔  
چلے..... بھگوان آپ کو شافی دے..... آپ ٹھیک ہوں گی تو مجھے بھی سکون ہوگا۔

ابا ہر نکل گیا۔  
میت کے اندر گاڑی داخل کرتے اس نے دیکھا کہ لکشی دیوی اور درپن جارہے تھے  
..... اور رتن نہیں ہے..... مسرت و انبساط میں بھرپور اظہار کے لئے اس نے مکہ  
ٹھیکر پر مارا..... اور گاڑی پورچ میں روک دی۔

گھر..... کوئی نہیں گوتم باؤ۔ گیٹ پر کھڑے پہرے دار نے مودب کہا۔  
رتی تو ہے نا۔ وہ سانسے فلک بوس محل کی عمارت کو کچھ دیکھ کر بولا۔

وہ ہو سکتی ہیں..... پہرے دار نے کہا۔  
ٹھیک ہے..... وہ لمبے لمبے ڈبے بھر تا..... رتن کے کمرے کی جانب چل دیا۔

بیلو..... رتی..... اجازت..... وہ خالص ہندوستانی انداز میں جھک کر بولا۔  
گوتم..... وہ ایک ہاتھ سے کیٹ کو ٹیپ سے نکالتے ہوئے۔

میں گوتم..... پچپنا نہیں کیا۔ تم نے..... وہ الہانہ لچے کے ساتھ اس کے قریب آ گیا۔  
کیوں نہیں..... پچپنا کیوں نہیں..... ہماری بیل کی ملاقات ہے کیا۔ وہ ٹیپ کو بند کرتے

کر سی پر بیٹھ کر بولی۔  
تمہیں اب تو اور پچپنا چاہئے..... وہ سانسے بے تکلف بیٹھتا ہو بولا۔

اب کوئی خاص بات ہے۔ رتن نے کہا۔  
بالکل خاص بات..... ہمارا سفید ہو چکا ہے۔ وہ بڑی خوشی سے بولا۔

سفید..... تمہارے ساتھ..... میں نے تمہارے ساتھ کوئی پرکار نہیں کیا۔ وہ

مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے..... بس وہ پلایا سے محبت کرتا تھا اور کرتا رہے گا..... ہمارے راتوں میں آنے والے تمام کانٹے..... اس نے اپنی آنکھوں سے پچے ہیں..... بگ بگ بھواریا کیے اس نے..... وہ دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ سمجھ کر بولی..... وہ بڑی چاہت سے بولی۔

تم سب اس کے حشر میں قید ہو..... اس نے اپنی محبت و وفاداری کا ڈھنگ رچا کر تم کو خرید لیا ہے۔ وہ بڑا درست اشتعال انگیز لہجے میں غرایا..... دیکھو گو تم..... میں تمہارا بھی احترام کرتی ہوں..... اگر تم درپن کے بارے میں ایسی دلی چھالو گے تو جہیں صاف ہرگز نہیں کروں گی..... وہ سچ پا ہو گئی۔ کیا..... کیا..... تم اس کی برائی سننا پسند نہیں کرتی..... وہ حیرت و استعجاب کے لہجے میں بولا۔

نہیں..... وہ یو تاپا سے محبت کا..... اس سے سب پیار کرتے ہیں۔ اس میں بھی درپن کا اضافہ ہے۔ وہ بولا۔

مفاد..... اس میں کیا مفاد ہے اس کا..... رتن نے جھلا کر کہا۔ یہ دولت..... عزت شہرت کا دوبار..... جس پر وہ ناگ بن کر بیٹھا ہے..... اس کو ہر ذرا نہیں چاہتا..... گو تم نے کو شش کی کہ کوئی کڑور پیلو رتن کے سامنے رکھا جائے۔ جہیں غلط فہمی ہے..... درپن کیا گزرا نہیں ہے..... بابا اس کے ہتھ کی تمام جائیداد کے حوالے کر گئے تھے.....

درپن نے ایک پردہ اٹھایا۔ اس پر بھی وہ محل میں رہ رہا ہے۔ گو تم نے یہ بھی جانا چاہا۔ گو وہ حصہ محل سے ملحقہ ہے..... لیکن اس کی جائیداد کا حصہ..... اچھے وقتوں میں بلند خان نے یہ جو ملی ہمارے ساتھ ہی خرید کر چھی..... رتن نے مہذب الفاظ کے ساتھ اس کو یقین دہانی کروائی۔

گازی کی آواز آئی..... میرا خیال ہے اما آگئی ہیں۔ وہ بولی۔ اور گو تم نے اٹھ کر ایک نظر درپن سے باہر ڈالی..... وہ کشمی دیوی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں حفاظت و اراقتار رکھا رکھی نظر نہیں آیا۔ گو تم بیٹھے ہوئے بولا۔ مجھے کوئی شے بڑے پیکے نہیں گھرے گئے ہوئے..... رتن اداس..... لہجہ میں بولی۔

چوکی..... پریکار سے کیا ہو تا ہے..... بیڑوں کا بھی فیصلہ ہے۔ وہ نہیں دیا..... جیسے ساری کا کا..... کنٹرول میں کر رہی ہو۔ بیڑوں کا فیصلہ..... ماننے کہا تم سے۔ وہ درط حیرت میں اتر گئی۔

ماننے کہا..... انکل سنو ش بھی مان گئے..... بہت جلد ہماری شادی ہو جائے گی..... میں تمہارا بچی..... تمہارا بیٹھوان بن جاؤں گا..... وہ محبت و چاہت کے مہر پر جذبے کے تحت دونوں بازو پھیلا کر بولا۔ بیٹھوان..... تم ہوش میں تو ہو..... ایک انسان بیٹھوان کیسے بن سکتا ہے..... کھڑی ہو گئی۔

اودان ناری..... بچی بیٹھوان ہو تا ہے..... تم سمجھتی کیوں نہیں..... وہ مسکرایا میں نہیں باتی..... بیٹھوان کو سجدہ کرتے ہیں..... اٹھا جیتے ہیں اور بچی تو انسان..... انسان اور بیٹھوان کا کیا جوڑ.....

تم درپن کے ساتھ رہ کر اپنے دھرم سے باقی ہو گئی ہو..... گو تم میں سے سامنے رکھی رام جی کی مورٹی کا مٹھا نکلا..... میں اپنے دھرم سے باقی نہیں ہوئی..... جہیں دشواش ہو گیا..... وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

کیا..... تم میرے ساتھ شادی کرو گی..... وہ نرم لہجے میں بولا۔ ہرگز نہیں..... وہ چلا کر بولی۔

یہ تمہارا وہیم ہے..... جہیں ہر حال میں مجھے بچی کے روپ میں ماننا ہو گا..... تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آئی کی زبردست خواہش ہے۔ وہ اسے یقین دلانے کے لئے جھکا.....

ہنہ..... وہ نا پسندیدگی کا بھرپور اظہار کے لئے منہ دوسری طرف پھیر کر بولی۔ او ہو رتی..... رتی..... جہیں اس بات کا اندازہ کیوں نہیں کہ مسلمان کبھی ہندو کا دنا دار نہیں ہوتا..... یہ ستر نہیں ہوتے۔ گو تم نے نفرت دلانے کے لئے ایک اور حربہ استعمال کیا۔

کون مسلمان..... درپن..... وہ پلٹ کر بولی۔ ہاں..... وہ کسی ہندو کا نہیں بلند خان کا بیٹا ہے..... وہ بلند آواز سے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... تم بے بس کیوں ہو گئے ہو..... مجھے کوئی تم سے جھین کے لے جائے گا۔ وہ تپ کر اٹھی  
ہاں..... ماننا تمہارے لئے گوتم کو پسند کر لیا ہے۔ وہ بولا۔  
کو اس کرتے ہو تم..... لاما میری مرضی کے خلاف ایسا نہیں کر سکتیں..... درپن  
نہیں کر سکتیں۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ بیٹش میں ان سی آنکھیں انگارہ ہو گئیں۔  
ایسا ہو چکا ہے درپن کی جان..... گوتم میرا جگر نکال کر لے جائے گا..... وہ دیکھ کر  
دوڑ میں بولا۔

نہیں..... نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا..... میں..... میں صرف تمہاری ہوں.....  
لو کھولتے ہیں نے جھینیں دیکھا ہے..... تمہارے بنا کوئی دوسرا میرے جیون میں داخل  
نہیں ہو سکتا..... سنا تم نے..... رتن نے درپن کے گریبان کو نوچ لیا۔  
میں لاما کو صاف صاف کہہ دوں گی..... گوتم ہرگز میرا جیون سنبھال نہیں سکتا۔  
نہیں..... رتنی..... ایسا مت کرنا..... جھینیں معلوم ہے..... لاما کو کس قدر دکھ ہو  
اوپر پہلے ہی لایت سے گزر رہی ہیں۔ وہ افرورگی سے بولا۔  
لایت سے..... لاما..... اب ٹھیک تو ہیں..... وہ سن ہی ہو گئی۔  
ہاں..... دیکھنے میں وہ ٹھیک نظر آتے ہیں۔ وہ دوسری طرف چہرہ کرتے افسردہ ہو گیا۔

درپن..... تم کچھ چھپا رہے ہو..... بتاتے کیوں نہیں۔ رتن نے ایک ہاتھ سے درپن  
پر اپنی طرف کیا۔

کچھ نہیں..... دراصل لاما کو سانس کی تکلیف ہے نا..... اگر ان کو کوئی تکلیف دہ بات  
لی گئی تو ان کو دکھ ہو گا۔ وہ بظاہر مطمئن انداز میں کہتا ہوا اور وہ خاموش سنی رہی۔  
جھینیں معلوم ہے..... راجکار کا دکھ ان کا سکون تباہ کر گیا ہے۔ اور اب اگر تمہاری  
بے سے انکار سنا تو..... وہ اس کو اصل راستے کی طرف لانا چاہتا تھا۔  
تم چاہتے ہو کہ میں چپ چاپ اس چٹائی میں جاؤں۔ رتن نے دیران نگاہیں تباہ حال  
ہن پر ڈالیں۔

اس کے سوا کوئی چارہ نہیں..... وہ دور صحرا کے گردو غبار کے گولے میں ڈوبتا ہجرتا ہجرتا  
رتن کو اس کی آواز بڑی دور سنانے سے رہی تھی۔

اس میں بھی درپن کا کیا دھرا نظر آتا ہے۔ گوتم بولا۔  
تمہارا خیال ہے کہ بھائی درپن کی وجہ سے باہر رہتا ہے..... ایسا ہرگز نہیں ہے  
وہ عیش و عشرت کے لئے باہر رہتا ہے..... کثیر شراب نوشی اسے یہاں رہنے نہیں  
..... سمجھتے تھے..... وہ بیٹش میں آگئی۔  
رتنی..... لکشی دیوی اور درپن داخل ہو۔  
لانا آگئیں..... رتنی نے کہا۔  
میں اب چلتا ہوں..... درپن کو کچھ کر گوتم نے جانے کے لئے قدم اٹھائے۔  
بٹھو یار..... چائے آرہی ہے..... بیٹھ جاؤ..... درپن با احتیاط انداز میں مسکرا  
بولا۔

No Thank you..... وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔  
یہ دور کیوں بھانکتے تھے۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے بولا۔  
اس کا خیال ہے کہ تم اس کا حق غصب کر رہے ہو۔ رتن نے غصہ کر درپن کے بالوں  
بڑے شریر انداز میں بٹھو دیا۔  
کیا کرتی ہو..... ان کو قابو میں رکھو..... وہ محبت کے زوال جذبے کے تحت رتن  
دونوں ہاتھوں کو چوم کر بولا۔ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔  
اب میرے پاس جواب کے لئے الفاظ نہیں..... وہ بخور رتن کی محو خواب آنکھوں پر  
جھانک کر بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا.....  
مطلب ظاہر ہے کہ وہ میری کائنات چھیننا چاہتا ہے..... میرے سنبھال کو اپنی مٹھی  
بن کر ناجا چاہتا ہے..... وہ جھینیں لے جانا چاہتا ہے..... درپن بے اختیار لپکا..... اور پورا  
طاقت سے رتن کو اپنے ساتھ بھیج لیا اور دیوانہ وار اس کی پیشانی کو چوم لیا.....  
درپن..... کیا بات ہے..... تمہاری محبت میں اتنی اضطرابیت ہے کہ قرار کی اور ترم  
..... میں نے کبھی محسوس نہیں کی..... وہ درپن کی گردن میں اپنی بازوؤں کو محال کرے  
اسے جکڑ کر بولی۔  
شاید آج سے پہلے میں نے اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ انتہائی کمر  
سے نظریں رتن کی نظروں میں گاڑتے ہوئے بولا۔

بہت دن گزر جانے کے بعد جب درپن کے چہرے پر مسکراہٹ کا نشان تک نہ دیکھا تو  
اپنے کی پھر دیکھ کر تو تیش ہوئی..... شام کو داہنی پر بریف کیس لئے سیدھا اپنے  
ہاٹ میں گھر گیا۔

پتا..... پوچھا جادل ہوئی..... یوں سمیت پتنگ پر اوندھے لئے دیکھ کر وہ پریشان سی  
ل۔

درپن بیٹے..... کیا بات ہے..... سیدھے ہو جاؤ..... وہ پتا سے درپن کے اچھے  
کو سنوارتے ہوئے بولی۔

کی ماما..... وہ سیدھا ہو گیا۔

پتا..... پوچھنے سارے سنسار کی ویرانیاں درپن کی آنکھوں میں دیکھیں..... اس کی  
لہجے کے لال ڈورے پھیلے ہوئے تھے، اور انہیں خاصی متورم نظر آرہی تھیں.....  
سے جہاں کا کرب..... اف..... پوچھا جادل ٹوٹ گیا۔ میں کاشے سے جیسے لگے۔

میں تمہارا دکھ جانتی ہوں..... لیکن سوائے صبر کے اور کوئی چارائیں..... وہ خود بے بس  
آری تھی..... میں نے تو زہر کا پیالہ پی لیا ہے..... اور وہ صبر نہیں کر رہی..... وہ کہیں مر  
ئے..... اس کی تپ نہیں دیکھی جاتی..... ماں..... کیا کروں میں..... وہ بے  
ہو کر بولا۔

اما ہے اب کی طرح تپ کر پوچھاں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اپنے جذبات  
رو میں کرنے کی کو شش کر دو..... میں رتی کو جانتی ہوں..... اس کا سن گوتم کو  
نہیں کرے گا۔ پوچھا بھی افسردہ ہو گئی۔

اور اتنا جانتی ہے..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا..... اس کا بلک بلک کر رونا.....  
اور آج کو زخمی کر رہا ہے..... یوں جیسے میرے زندہ بدن میں میری کھال ادھیڑتی ہو  
وہ بے چین و مضطرب پھر لیٹ گیا۔

نہیں رتن کے سامنے ثابت قدم رہنا ہو گا..... اگر تم کسی لمحے بھی کر دے پڑھئے تو وہ  
بلا نہ کرے گی۔

ب کو شش تو کر رہا ہوں..... وہ بے بسی کے عالم میں ناچیں اٹھا کر بولا۔

میں کھانا ڈال تمہارے لئے..... وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

موم نہیں ہے۔ وہ کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

میں..... تمہارے بن مر جاؤں گی..... درپن..... ایک بات کہوں۔ وہ منہ  
اس کے پاس آئی۔

کہو..... مجھے کہیں لے چلو..... ہم یہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔

پاگل ہو تم..... جس خاندان کی عزت کے لئے میں نے ساری عمر گزار دی  
سیوک رام کو جیون بھر پتا کا درجہ دیا..... کیا اس کے ناموس کی آنجھانی ہونے کے  
مگدگی تھیں زوہ دھیر بٹاؤں..... نہیں..... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ اس کے پہلے  
لگ کر سستی رہی..... بچوں کی طرح بگڑی رہی.....

میرا تو کام تم سے محبت کرنا ہے..... تم ہمہ وقت میرے پاس ہو..... میں کسی  
تمہیں فراموش نہیں کر سکتا..... شادی ضروری تو نہیں..... محبت یوں بھی ہوتی  
لیکن وہ روتی رہی..... اس کی بچک بندھ چکی تھی۔ لپانی پو..... شاباش..... درپن نے  
کو بٹھا کر پاس سے گھاس اٹھا یا اور اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

شہر میں بہت بڑی سرکس آئی ہوئی ہے..... دیکھنے چلیں..... وہ گھاس کو ایک طرف  
بولا۔

رتن نے صرف انکار میں سر ہلایا..... اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

کیوں نہیں..... ماما سے پوچھ کے چلتے ہیں..... چائے آگئی درپن باہر..... غرائی  
مایا چائے لے آئی تھی۔

Very Good..... ماما..... تم نے بہت اچھا کام کیا..... چائے کی زبرد

طلب..... ہر قسم کی تھی۔

رتن صرف دیکھ رہی تھی..... ہر قسم کے جذبات سے عاری چہرے لے۔

کیا بات ہے..... رتی بی بی بدوری ہیں کیا..... ماما نے رتن کی متورم آنکھوں کو دکھ  
کہا۔

ماما کی وجہ سے پریشان ہیں

بھگوان دیوی جی کو شائقی دے..... اب تو وہ اچھی لگ رہی ہیں..... ماما نے ہاتھ ج

اپنی طرف سے رتن کو مطمئن کرنا چاہا۔

مایا..... شہر کے برتن لے جانا۔ وہ بولا۔

بہتر سرکار باہر اور ماما باہر نکل گئی۔

مگ اور آنکھوں کی کھٹکتی نہ جانے کہاں غائب ہو چکی تھی..... وہ بیٹی کا دکھ جانتی  
..... لیکن اس دکھ کا کوئی مداوا نہیں تھا..... درپن ہر طرح سے اچھا نوجوان تھا لیکن  
شادی رتی سے نہیں ہو سکتی تھی..... ہندو مسلم ایک دوسرے کے مٹر نہیں ہو سکتے  
..... صدیوں سے ان کی دشمنی چلی آرہی ہے اور پھر شادی..... ایک ہندو لڑکی کی شادی  
انہی مردوں کے ساتھ ہو سکتی ہے..... ہمارا دھرم قبول نہیں کرتا..... سیوک رام کی بیٹی  
..... مسلمان کے ساتھ..... بہت بڑا پاپ ہے..... رام..... رام..... وہ ایک دم جیسے  
..... ہی گئیں..... تیری باریک سلاخ اس کے دماغ کو چیر گئی.....

..... آپ نے پایا تھا.....

رتی نے چند سیکنڈ کشمی دیوی کے خاموش سوچوں میں مصروف چہرے کو دیکھا پھر جرات  
فم خوش ہوتا..... کشمی دیوی نے کہا.....

..... میں..... بہت خوش ہوں..... کیوں آپ کو کیا خیال آگیا..... میں تو خوش ہی رہتی  
..... ماہ و زبردستی مجسم ہو مٹوں سے بالوں کو پشت کی جانب گر کر اکڑولی.....

..... میں نے تیرے ان رے ربہ جلوں سے اندازہ لگا لیا ہے کہ تو کیسی ہے..... کئی دنوں سے  
..... ابھی اچھی طرح نہیں کھا رہی..... کشمی دیوی نے اپنی تمام تر توجہ رتن کی طرف مبذول کر

لایا محبت بولتی ہے ماما..... کھانا تو میں کھاتی ہوں..... البتہ درپن بازار سے میری  
کی چیزیں جو لے آتا ہے..... وہ میں پسند کرتی ہوں..... سارا دن ان کو کھاتی رہتی  
..... وہ کشمی دیوی کی تسلی کے لئے محبت کا سہارا لینے لگی.....

پھر تیرے چہرے پر پہلے جیسی کھٹکتی کیوں نہیں ہے..... تیرے گالوں کی وہ رنگت  
نہیں ہے..... سب سے اہم بات کہ اب تم درپن سے لڑتی بھی نہیں ہو..... وہ تمہاری  
فرہنگ کی میرے پاس شکایت نہیں بھیجی کرتا..... کشمی دیوی نے نڈھال ہو کر گاؤ  
سے نکل نکالی.....

..... رتی صرف ہاتھوں کو ایک دوسرے میں بکڑ کر مروڑتی رہی..... کشمی دیوی سانس  
..... روک کر دیکھ رہی تھی.....

..... ایسی کوئی بات نہیں ہے..... درپن تو مصروف رہتا ہے..... رتن نے یقین

..... مج بھی سوائے ایک کپ چائے کے کچھ نہیں کھایا..... کب تک ایسا ہو گا.....  
..... بیٹے کی پریشانی دیکھ کر خود افسردہ ہو گئی.....

..... دل نہیں چاہتا..... وہ پھر کرٹ بدل کر بولا.....

..... دیکھو بیٹا..... پیٹ سے دشمنی اس مسئلے کا حل نہیں ہے..... دال چاول پکائے؟  
..... تمہارا سا کھانا..... ماں کی جان..... پوچھا لیت گئی.....

..... کاش جان و دل دے کر تجھے پالوں..... یہ سودا بھنگا نہیں ہے رتی..... وہ رتی  
..... آدم تصویر جو سامنے آویزاں تھی..... دیکھ کر بڑبڑایا.....

..... نہ جانے اس نے کچھ کھایا ہے کہ نہیں..... پایا اندر داخل ہوئی..... نیم گرم.....  
..... خوبصورت کپ کشمی دیوی کے پاس سبک سیاہ میز پر رکھا.....

..... وہ بٹلی.....

..... پایا..... کشمی دیوی نے کہا.....

..... جی دیوی جی..... پایا فوراً بٹلی.....

..... رتی نے کچھ کھایا.....

..... وہ کچھ نہیں کھائیں..... صرف ایک دو مرتبہ چائے پی ہے..... وہ بھی تیز  
..... دودھ کا تو تھن کرتی ہیں..... رتی بی بی..... پایا نے فوراً سب کچھ گوش گزار کر دیا.....

..... رتی کا بڑا..... کشمی دیوی کا دل کٹ کر رہ گیا.....

..... ابھی لاتی ہوئی دیوی جی..... پایا بھگم بھگم رتی کے کمرے میں پہنچی.....

..... رتی بی بی..... دیوی جی بلاری ہی ہیں..... پایا نے کہا.....

..... تم نے ضرور کچھ کہا ہو گا..... رتی ایک دم بستر سے اٹھ کر بولی.....

..... نہیں جی نہیں..... میں نے..... میں نے کیا کہا تھا..... پایا خود افسردہ ہو گئی.....

..... یہی کے میں نے کھانا نہیں کھایا..... رتی کشمی دیوی سے خوفزدہ تھی.....

..... انہوں نے پوچھا تھا..... میں نے کہا صرف پی ہے..... پایا نے گج گج کہہ دیا.....

..... جاری ہوئی..... رتی آہستہ آہستہ کشمی دیوی کے کمرے میں پہنچ گئی.....

..... ماما..... وہ پرداسر کاٹے آہستہ سے بولی.....

..... رتی..... آؤ بیٹا..... ادھر آؤ..... وہ کپ واپس رکھتے بڑی محبت سے رتی سے  
..... جو چند دنوں میں خزاں رسیدہ پھول کی طرح مر جھا چکی تھی..... اس کے رخسار.....

اپن کو کچھ کر نہیں دیں۔

تمہارے ساموں کی سند کسی سے کم تو نہیں۔ کشمی دیوی نے بھائی کو دیکھا۔

تمہاری محبت ہے میری لاڈلی بہن ویسے درپن کافی فریڈ ہے۔ درپن نے ہنس کر چہرہ چمکا

لکھن..... جی بھائی۔

راجکار کو بہت دن ہو گئے دیکھے ہوئے..... باہر رہتا ہے کیا۔ سنوٹش نے حیران ہو کر

کہا..... ہم برہن ہیں۔ ہمارے ہاں ذات بات کو خاص طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ہم لوگ تو

دھرم کے شوروروں کو لڑا کر دینا پات بچتے ہیں۔ اور درپن تو مسلمان ہے..... کشمی

نے رتن کے دل سے ایسے خیالات کو صاف کرنا چاہا۔ جس میں درپن موجود ہو۔

وہ خاموش سنتی رہی۔

تم بولتی نہیں ہو..... میری بات کا جواب تو دو۔ وہ عاجزانہ لہجے میں بولیں۔

کیا بولوں ما..... تمام راستے بند ہیں..... نجات کا کوئی روزن میری طرف

کھلا۔ رتن نے درپن سے باہر دیکھا.....

سب بھول جاؤ..... بھگوان اتنا جیون عطا کر دیں..... جو میں تیری ڈولی سجاؤ

..... کشمی دیوی کے رخساروں پر آنسو لڑھک لڑھک کر ان کا دامن بھگونے لگے۔

ما..... ایسی باتیں مت کریں..... رتن میں رو دوں گی۔ وہ چہرے پر ہاتھ ر

سبک اٹھی۔

تیرے رخصتی کے وقت میری کیا حالت ہو گی..... تمہاری جدائی کے تصور

کا ناپ اٹھتی ہوں۔ کشمی دیوی نے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

دن ایک ایک کر کے گزر گئے..... گوتم کے ساتھ رتن کی نسبت بچی ہو گئی.....

اس وقت تک شادی طے ہونے میں تاخیر کی گئی جبکہ ٹینا کے شوہر بے بال انگلینڈ سے

نہیں آ جاتے اور اے شیشل کے ساتھ نہیں لوٹ آتا..... شادی کی تمام تر ذمہ

درپن کے سپرد تھی..... اور کرتا بھی کون..... سنوٹش کاروبار میں اس قدر مصروف

کہ انہوں نے خود درپن کو سلیکٹ کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ درپن بیٹے تمہارے پاس ہر

کے اختیار ہیں..... بس تم ہماری بہن اور بیٹی رتن کی پسند کا خیال رکھنا۔ کشمی

دلانا چاہا۔

میں جانتی ہوں..... تم دونوں ہمیشہ سے ایک ساتھ رہے ہو..... تم نے صرف

درپن کو ہی دیکھا ہے..... اسنے بھی تمہارے جذبات کا احترام کیا ہے۔ لیکن میں.....

مجبوری کی دیوار دھرتی سے آکاش تک بلند ہے۔ وہ ہم نہیں گرا سکتے۔ کشمی دیوی بے بس

آنے لگی۔

رتن نے صرف کشمی دیوی کے چہرے کو دیکھا۔

ہم برہن ہیں۔ ہمارے ہاں ذات بات کو خاص طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ہم لوگ تو

دھرم کے شوروروں کو لڑا کر دینا پات بچتے ہیں۔ اور درپن تو مسلمان ہے..... کشمی

نے رتن کے دل سے ایسے خیالات کو صاف کرنا چاہا۔ جس میں درپن موجود ہو۔

وہ خاموش سنتی رہی۔

تم بولتی نہیں ہو..... میری بات کا جواب تو دو۔ وہ عاجزانہ لہجے میں بولیں۔

کیا بولوں ما..... تمام راستے بند ہیں..... نجات کا کوئی روزن میری طرف

کھلا۔ رتن نے درپن سے باہر دیکھا.....

سب بھول جاؤ..... بھگوان اتنا جیون عطا کر دیں..... جو میں تیری ڈولی سجاؤ

..... کشمی دیوی کے رخساروں پر آنسو لڑھک لڑھک کر ان کا دامن بھگونے لگے۔

ما..... ایسی باتیں مت کریں..... رتن میں رو دوں گی۔ وہ چہرے پر ہاتھ ر

سبک اٹھی۔

تیرے رخصتی کے وقت میری کیا حالت ہو گی..... تمہاری جدائی کے تصور

کا ناپ اٹھتی ہوں۔ کشمی دیوی نے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

دن ایک ایک کر کے گزر گئے..... گوتم کے ساتھ رتن کی نسبت بچی ہو گئی.....

اس وقت تک شادی طے ہونے میں تاخیر کی گئی جبکہ ٹینا کے شوہر بے بال انگلینڈ سے

نہیں آ جاتے اور اے شیشل کے ساتھ نہیں لوٹ آتا..... شادی کی تمام تر ذمہ

درپن کے سپرد تھی..... اور کرتا بھی کون..... سنوٹش کاروبار میں اس قدر مصروف

کہ انہوں نے خود درپن کو سلیکٹ کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ درپن بیٹے تمہارے پاس ہر

کے اختیار ہیں..... بس تم ہماری بہن اور بیٹی رتن کی پسند کا خیال رکھنا۔ کشمی

ہی بھیا..... اس کا تو مجھے بھی دکھ پہنچتا ہے۔  
 غم..... اب آگے بھگوان اچھا کرے..... تم ذہن پر درود رکھ دینا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔  
 ہارے ہیں آپ۔ کشمی دیوی نے دیکھا۔  
 خیال ہے اب جانا چاہئے میں پھر آؤں گا۔ ستوش نے کشمی دیوی کے سر پر ہاتھ رکھا۔  
 بھیا..... آثار اور بچوں کو جلد لے آئے..... رونق رہے گی۔ کشمی دیوی نے محبت  
 کیا۔  
 ضرور کیوں نہیں..... بس اسے اور شکیل آلیں..... ہم سب تمہارے پاس شفقت ہو  
 گئے..... وہ عیار سے بولے اور ہاں پر نکل گئے۔  
 کشمی دیوی نے صوفے کی پشت پر سر تکا لایا..... اور ان کا ذہن ارد گرد کی سوچوں کا محور  
 بن چکا تھا۔  
 دیوی جی برق لے جاؤں۔ بابا اندر آتے ہو لی۔  
 ہوں۔ لے جاؤ..... کشمی دیوی جھک کر سیدھی ہو گئیں.....  
 ستوش..... وہ پولیس۔  
 جی دیوی سر کا۔  
 راجا بکار کو بلاؤ.....  
 بہتری۔ بابا برق افکار کا چل دی  
 چند لمحے گزارنے کے بعد راجا بکار دروازے پر نمودار ہوئے  
 اجازت ہے ماما..... وہ پرداسر کاٹے بولا۔  
 اجازت..... اپنی ماما کے کمرے میں کشمی اجازت بیٹھے۔ وہ بڑی محبت بھری نظر ڈال کر  
 لیں۔  
 ماما..... اگر اجازت نہیں تو صرف درپن کو..... وہ طرے کے حیروں کی بو چھانڈ کر تا  
 در آ گیا۔  
 بیٹہ جاؤ وہ مختصر پولیس۔  
 Thank you..... وہ بیٹھے ہوئے غیرت کا انداز اپنا گیا۔  
 تم میرے بیٹے ہو..... زیادہ وقت گھر میں رہا کرو..... جہاد کی ضرورت ہے۔ وہ  
 لیں۔

اور کوئی ضروری بات..... درپن نے کہا۔  
 میرا خیال ہے شتا کے لئے ایک بڑا رانی ہار بنالو تو اچھا ہے۔ کشمی دیوی نے بیٹا کی  
 زیورات کا اندازہ لگایا۔  
 ماما..... دونوں ماں بیٹیوں کو دس دس توٹے کے مکمل سیٹ بنا دیئے ہیں۔  
 درپن حیرت سے بولا۔  
 رہنے دو کشمن..... بہت ہے۔ ستوش بولے  
 نہیں بھیا..... میں چاہتی ہوں کہ رتی کی ساس ہونے کے ناطے خوش ہو جائے۔  
 دیوی کی آنکھوں میں چمک سی بڑھ گئی۔  
 تو پھر درپن بیٹا..... دونوں ماں بیٹی کے رانی ہار بنالو..... ستوش نے کہا۔  
 چلو ٹھیک ہے ماموں..... جیسے آپ کہیں۔  
 ہاں..... کشمی دیوی نے اقرار میں گردن ہلائی۔ وہ باہر نکل گیا۔  
 کشمن..... درپن کتنا شفاف انسان ہے..... اس کے من میں کسی کے بارے  
 میں رانی نہیں ملتی۔  
 ستوش نے پسندیدگی سے کہا۔  
 اب تو سب کچھ درپن کی وجہ سے ہے..... کاروبار..... گھر سب اس نے سنبھال  
 ہے..... میں کئی مرتبہ سوچتی ہوں..... رام جی کے بعد کون تھا جو ذوق نیا کو سہارا  
 کشمی دیوی افسردہ ہو گئیں۔  
 درپن تمہارے گھر کے لئے تیار کا کام دے رہا ہے۔ ستوش بولے  
 میرا جیون کرنی دیواری طرح ہے..... بعد میں نہ جانے کیا ہو.....  
 اچھی ہو جاؤ گی۔ اتنا اچھا علاج ہو رہا ہے..... دل مضبوط رکھو۔  
 (مسٹر ستوش مسز سیوک رام کو پیچیدوں کا سرطان ہے..... مسٹر درپن کو علم.....  
 ..... آپ ان سے بات نہ کیجئے گا.....) وہ سر لاپاز کر رہ گئے جب ڈاکٹر کینڈی کے الفاظ  
 کی ساعت سے ٹکرائے۔  
 کیا سوچنے لگے۔ کشمی دیوی نے کہا۔  
 کچھ نہیں..... درپن کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اگر بندو دھرم رکھتا تو ایسا اچھا  
 ہاتھ سے نہ جاتا۔ وہ جان بوجھ کے بات کا رخ پلٹ گئے۔



ہاقت را بھکارا کانداز شد یہ تا گوارنگ رہا تھا.....

لما..... میں تو..... وہ بھکاتے ہوئے بولا۔

میں چاہتی ہوں..... اور چاہتی بھی نہیں ہوں کہ اب جانید ادا کا بیوہ ہو جائے.....

یہ بعد آنے والے سے نہ جانے کیسے ظالم ہوں۔ وہ بولتی رہیں اور لکشی دیوی کا چہرہ دیکھتا

ان..... تمہیں معلوم ہے تمہارا لایا اپنے جیون میں ہی ساری جانید ادا کو تقسیم کر چکے تھے.....

ہاقت..... آپ پھر درپن کا ذکر کریں گی..... وہ بات کاٹ کر بولا۔

کو اس بند کرو..... اس کا ذکر کیسے نہ کروں..... وہ پتھر ہے اس گھر کا..... سب

لہلا ہوا ہے اس نے..... اگر وہ نہ کرتا یہ سب کچھ..... کون کرتا..... مجھے کون سنبھال

میں مر رہی ہوں..... میرا خیال رکھتا ہے..... میری ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ

سانس لیتا ہے..... تم کہتے ہو اس کا نام نہ لوں..... وہ ہاپ رہی تھیں..... جیسے ایک

نول راستہ کھلیں گزار پکڑ ڈی پر لے کیا ہو..... وہ لا پراہ سادیکتا رہا..... اسے اب

لکشی دیوی کے پاس آنے کی جرات نہ ہو رہی تھی۔

تمہارے پاس ایک جینٹری تو ہے نا۔ وہ سانس پر قابو پاتے بولیں۔

وہ صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

ہاتی تمہارا حصہ..... کسی دن درپن تمہیں دے دے گا..... میں تمہیں مکمل حصہ دے

اں گی..... کیوں کہ بعد میں کسی جھڑے کا احتمال نہ رہے۔ میں پسند نہیں کروں گی کہ

وہ بعد تم درپن سے حیر رہ سکوں.....

Thank you..... وہ مسکرا کر بولا۔

کیا خیال ہے اپنی بہن کا خیال رکھو گے..... تمہیں تو عیاشیوں سے ہی فرصت نہیں ملے

..... وہ زہر خنہ مسکرات ہوئیں پر بکیرتے ہوئے بولیں۔

یہ کی بھی درپن پوری کرے گا..... وہ کمری کو غور کر مارتا تیز رفتاری سے باہر نکل گیا

اے بے غلی اضطرابیت سے ترچے ہوئے انہوں نے اپنا سر تکیے پر گرایا اور آنکھیں موند لیں۔

لیکن کیوں؟..... کیا رکھا ہے اس گھر میں..... پھر میری ضرورت..... ہنس

وہ طعنا نہ دیا۔

تمہاری بہن کی شادی ہے..... ایسے وقتوں میں بھائی پاس ہونے چاہئیں۔ وہ بغور

سرکش بیٹے کا چہرہ دیکھتیں رہیں۔

لما..... میں نے کہا نا..... اس گھر کو میری نہیں..... درپن کی ضرورت ہے۔ اور

موجود ہے آپ کے پاس..... میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

تم اس کا ہاتھ بٹاؤ..... بھائی ہے تمہارا..... لکشی دیوی را بھکار کے دل سے عدالت

کا کاٹنا کانا چاہتی تھیں۔

بھائی..... کسی باتیں کرتی ہیں آپ..... وہ میرا بھائی کیسے ہو سکتا ہے پھر ایک مسلم

زادہ..... وہ نفرت کے ریک لہجے میں بولا۔

یہ خیال دل سے نکال دو۔ اس کی پرداخت ہندو دھرم میں ہوئی ہے اور ہندو عورت کی

گود میں پلا بڑھا ہے وہ..... دشمن نہیں ہے تمہارا..... وہ ہمارا ہے..... وہ آخر میں ہوں

سب کا چنر بلند آواز میں..... جیسے تھک چکی ہوں۔

کچھ بھی ہے..... وہ میرا ہسر نہیں ہے..... آپ نے اور پاپا نے اسے اس قدر مصل

دے رکھی ہے کہ اب وہ پورا ہوا اختیار ہے اور..... وہ آنکھیں کھول کر کچھ کہتے کہتے رک

گیا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو..... آج اس کا فیصلہ ہو ہی جائے تو اچھا ہے۔ لکشی دیوی روز روز کی

جبک جبک ختم کرنا چاہتی تھیں۔

میں اپنے حصے کی جانید اولیتا چاہتا ہوں..... وہ ڈر گئے لگا تھا۔

اچھا تو یہ بات ہے..... ٹھیک ہے..... تمہارا جو حصہ نکلتا ہے..... تمہیں دے

جائے گا۔ لکشی دیوی نے سینے پر ہاتھ رکھا اور لیٹ گئیں اور گہرے گہرے سانس لے

گئیں..... جیسے سانس کی ڈوری ٹوٹنے لگی ہو۔

پانی..... پانی لیجئے نا..... را بھکار نے ایک دم لپک کر پانی کا گلاس لکشی دیوی

ہوئیں سے لگا۔ وہ کوٹھن پینے کے بعد گلاس انہوں نے واپس تپائی پر رکھا۔

اب کیسی طبیعت ہے۔ وہ بولا۔

میں ٹھیک ہوں..... تم فکر نہ کرو..... صرف جانید ادا کی بات کرو..... لکشی دیوی

بولی۔

میں نے جنہیں حوالے نہیں کیا..... تمہارا جد ہوتا گیا میرا نصف بدن سولی پر لٹکایا گیا ہے..... میں تمام شب کانٹوں پر بسر کرتا ہوں..... نہ نیند آتی ہے اور نہ چین..... رتی میں کیا کروں..... ماما کی وجہ سے وہ چٹاب مغرب رتی کو لپٹا کر بھوٹ کر رو دیا..... چیسے ضبط کے سارے بند منڈ ٹوٹ گئے..... وہ موم کی طرح گرمی عشق سے پگھلا جا رہا تھا وہ اس سے لپٹی بلک بلک کر رو دی.....

تم نے..... درپن ایسا کیوں کیا..... وہ چہرہ اٹھا کر درپن کے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ رہی۔

میں نے نہیں کیا..... تمہارے دھرم نے ایسا کیا ہے..... مجھے قبول نہیں کیا تمہارے دھوم نے..... لیکن میری دعا کونستے ہو..... اور میں باپا کا حق تک ادا کر رہا ہوں..... مجھے تم سے محبت ہے..... اور یہ ضروری تو نہیں کہ محبت میں شادی لازمی ہے..... اور بھی دکھ ہیں زمانے میں وہ رتن کا دلکش چہرہ اپنے ہاتھوں میں تمام کر آنسوؤں کے درمیان رک رک کر کہہ گیا.....

درپن..... وہ ایک دم چہرہ صاف کرتے ہوئی۔

کیا؟..... درپن نے آنکھیں اٹھائیں۔

مجھے اب بھی روک لو..... کہیں لے جاؤ..... میں ہر حال میں تمہارے ساتھ رہتا چاہتی ہوں..... آؤ کہیں دور چلے جائیں..... جہاں یہ دنیا والے ہم تک نہ پہنچ سکیں..... وہ اس کے شانے پر سر رکھنے ہوئی۔

نہیں..... درپن کی جان..... تم عزت ہو باپا کی..... تمام ہندو برادری کی..... اور میں ہرگز یہ نہیں چاہوں گا کہ سیوک رام کی عزت پر کوئی انگلی اٹھائے..... ان کے ناموس کی حفاظت میرا فرض اولین ہے..... وہ محبت کے بے پناہ جذبے کے تحت بولا.....

میں کیا کروں..... یہ دل کہیں ٹھہرنا نہیں ہے..... تم سے دور جانے کا تصور میری رگ دہ چن شتر چار ہا ہے..... وہ بے سہارا اپنے کی طرح اس کے شانے سے چٹ گئی۔

دیکھو رتی..... میرے پاس وہ الفاظ تو نہیں جو جنہیں یقین دلا سکیں کہ مجھے تم سے کس قدر محبت ہے..... جنہیں کاٹنا بھی چاہے تو میں شرب جاتا ہوں..... اور اب مجھے دوسروں کے حوالے کیوں کر رہے ہو..... درپن..... مجھے سمیٹ لو..... نہ جانے دو

جوں جوں شادی کے دن قریب آرہے تھے ان کی ہستی سے قطرہ قطرہ کوئی خون نچڑھتا..... ان کے آسمان کے تمام ستارے ماند ہو رہے تھے..... آج رتن کو ملے کئی دن بچے تھے..... اس کی صورت کو ایک دن نہیں دیکھتا تھا تو بے چین ہو جاتا تھا اور آج اس کو کو دیکھ کر کئی دن ہو گئے تھے..... کیسے جاتا مغل مہالوں سے بھر اڑا تھا..... اسے تو کام ہی فرصت نہیں مل رہی تھی..... رتن کو وہ ایسے دیکھتا..... اپنے آپ کو مشینی پرزہ طرح فٹ کرتے کام میں جتا ہوا تھا۔

اس وقت شب کے سات بج چکے تھے..... ضروری امور سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں بی لوٹ آیا..... دروازہ کھولتے ہی وہ بوچکا سارہ گیا۔

رتی..... تم یہاں..... وہ حیرت زدہ سا آگے بڑھا۔

درپن..... وہ اس کے سینے سے گلی سسک سسک کر رو دی۔

کیا ہوا..... کسی نے کچھ کہا۔

درپن اسے بازو کے حصار میں لے کر پٹک پر بیٹھ گیا۔

او ہو..... بھئی رونا بند کر دو..... وہ اپنے ہاتھ سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا.....

یہاں میرے آنسو پونچھ لو گے..... اور وہاں..... وہ بڑے کرب سے ہوئی۔

تم باگھل ہو..... خبردار وہاں ایک آنسو بھی خالی کیا..... وہ محبت سے اسے ڈانڈ

بولی۔

میرا اختیار نہیں ہے..... درپن..... میں تم سے دور نہیں رہ سکتی..... وہ پھر اس شانے پر سر رکھنے رو دی۔

ان آنسوؤں کو روک لو رتی..... اور کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے اور میرے

میں کب ہے..... وہ کرب ناک آواز سے بولا۔

پھر تم نے کیوں مجھے اس کے حوالے کیا..... وہ آنسو بھری آنکھوں کو درپن کو

ہاں..... گوتم کی دلہن..... سیوک محل کی بیٹی آشا ہے۔ سارے دکھ سمیٹ کر بولا.....

اور پھر ایک دن وہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گوتم کی دلہن بن کر اس کے ساتھ سرسارل سدھار گئی۔ وہ دل تمام کر رہ گیا۔ پورے سنسار میں اس جیسا کوئی نظر نہ آیا۔ اپنے ارد گرد یوں جیسے کائنات نام کردہ بن چکی ہو..... اس نے حالات سے سمجھوتہ کرنا سیکھا تھا۔ آج بھی وہ سمجھوتہ ہی کر رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے دوسروں کے حوالے کیا..... اپنے جسم کا ایک حصہ گوتم کو دے دیا..... وہ یوں جیسے اپنا جہنم ہو گیا ہو..... رتی اس کی مسکرائش چمک کر لے گئی تھی۔ وہ صرف شکایت کرے تو کس سے کرے..... کوئی اور درد و غمگینا نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں نے رتن کا تڑپا دیکھا تھا۔ وہ سنسار میں ساموں اور لکشی دیوی ماما سے لپٹ کر بیک بیک کر رہی تھی..... اس کے اس طرح ٹوٹ کر رونے سے کائنات خرا اٹھی تھی..... پوچھا جان لے اسے اپنے سینے میں بھر لیا لیکن اس کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا..... اس کی رخصتی کا منظر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ ایک زلزلہ جو جنت کرنے والے فطرت کی عمارت سار کر گیا اور وہ رخصت ہوئی..... سب تہہ دہلا ہوا گیا۔ ایک ظالم جو جنت کے سمندر کو زیر و زبر کر گیا۔

وہ ایک محل سے اٹھ کر دوسرے محل میں چلی گئی تھی..... یوں جیسے کسی منغل شہنشاہ کا خوابا ہوا تاج محل۔ رام جی کی مور کی کاٹھا کھینچنے کے بعد رتن کو پھولوں کی بج پر بٹھایا۔ اور گوتم نے بڑی بے کلائی کے ساتھ رتن کا ٹھونڈ پلٹ دیا..... بھگوان نے تجھے کتنا سندر بنایا ہے رتن..... تمہارے حسن کا جو بن پورے سنسار کو حسین بنا رہا ہے۔ گوتم بھی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دونوں ہاتھوں کی اوکھ میں رتن کے چہرے کو تمام کر دیکھتا رہا.....

میں ماضی میں اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کو فراموش کر رہا ہوں..... تم اور درپن میرے ساتھ کر رہے تھے..... اور تمہیں وہی محبت دوں گا جس کا تمہیں حق ہے..... وہ لرز گئی.....

رتی..... گوتم تمہارا بچہ ہے اس سے وہی سلوک کرنا جو ہندوستانی عورت کا شیوہ ہے۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کچھ کہنا چاہتی ہو۔ گوتم نے رتن کے باوقفی ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھ دی۔

مجھے..... وہ احتجاج کرتے جیسے منہ بھرے لہجے میں بولی..... تم سمجھتی کیوں نہیں رتی..... میری پان سمجھو حالات کی نزاکت کو..... وہ ہے کے انداز میں رتن کے شانے کو تمام کر دلا۔ وہ غل حال ہی پھر اس کے ہاتھوں پر سر رکھے رودی..... میں ماما کو کسی قسم کا دکھ نہیں چاہتا..... ماما ہمارے پاس شاید..... وہ دکھ اور تکلیف سے رتن کے بالوں پر چڑھ کر رو دیا۔ کیا ہے ماما..... بتاؤ نا..... وہ تڑپ اٹھی..... وہ خاموش رتن کا چہرہ دیکھتا رہا..... اس کی نگاہیں رتن پر مرکوز تھیں۔ درپن..... ماما کو کیا ہے..... بولتے کیوں نہیں..... اس نے درپن کو پوری طاقت سے بلایا۔

کچھ بھی نہیں..... میرا مطلب کہ وہ شدید بیمار ہیں..... ان کو سانس کی تکلیف..... ہو سکتا ہے کوئی جان لیوا صدمہ ان کو اور تکلیف نہ دے..... وہ بھوت کا سہارا لے ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

ہاں..... یہ بات تو ہے..... تم خوش رہو گی نا..... تو وہ بہت خوش ہوں گی..... طرح ان کو سکون ملے گا..... ان کے من کو آشتی ملے گی..... عمر بڑھ جائے گی ان کی نصیحت بھرے لہجے میں بولا۔

وہ اس فوجان کے جو صورت ظالم چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی فداؤں کو ایک ایک کے یاد کرتی رہی..... کیا ساری قربانیوں کا ٹھیکہ تم نے لے رکھا ہے..... وہ پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔

کیا دیکھ رہی ہو۔ وہ چونک کر بولا۔

تمہیں..... جس کے چہرے پر خود غرضی کی ایک حکن بھی نظر نہیں آتی۔ وہ بولی۔ تمہاری محبت میری غرض ہی تو ہے..... وہ بڑے کرب سے مسکرایا۔

محبت..... وہ حیرت زدہ رہی بولی۔

ہاں رتی..... محبت صرف شادی تک محدود نہیں ہوتی..... چاہنے والے محبوب حال میں بیمار کرتے ہیں۔ اس کے ارادے کا استحکام رتی کو چھٹکا گیا۔ چاہے..... تمہاری محبت گوتم کی دلہن بن جائے۔ دیولی۔

میں نے کوئی انہونی بات تو نہیں کہہ دی۔ رتن مسکرا دی۔

میری کہاں ہے تاکہ محل ہو آئیں..... چند دنوں کے لئے۔

وہ بیٹھ گیا وہاں لے جاؤں..... جہاں وہ ہے..... جو مجھے.....

ہاں..... یہ کوئی حیران کن بات تو نہیں..... وہ آنکھیں کھول کر حیرت سے بولی۔

کیا ضرور ہے..... چند دن ہوئے سب لوگ تو آئے تھے۔ گوتم نے یاد دلایا۔

منویش ماموں اور ان کے اہل خانہ..... ماماک آئیں تھیں۔ رتن نے اسے یاد دلایا۔

رات کو چلیں گے۔ چند منٹ بیٹھیں گے آجائیں گے۔ وہ بڑی خلالت سے بولا۔

میں بیسایے بھی ملنا چاہتی ہوں..... بلکہ سب سے..... وہ دیران نظرس ڈال کر بولی۔

ہوں..... جانتا ہوں ان سب میں کون کون شامل ہے..... ہے بالیسی بات..... وہ

چاند چھپے ہوئے زہر کو اگل کر بھر پور طہر کرتے بولا۔

گوتم..... میں ایسی تنگدہرگز پسند نہیں کرتی..... آئندہ خیال رکھئے..... وہ شروع

لیں بیچا ہوئی اور بعد میں نرم پڑ گئی۔

سوری..... سوری..... رتی..... تمبا..... ہے..... خیال رکھوں گا۔ وہ کسی خیال کے

ت عزامت آمیز لہجے میں نرم پڑ گیا۔

رتن نے غصے خیز نظروں سے گوتم کو دیکھا۔

نہ جانے کیوں..... میں اس خیال آسن سے نہیں نکال سکتا۔ وہ مجبور نظر آرہا تھا۔

کیا سارا جیون یہ فتنہ میرے من کو زخمی کر رہا ہے گا..... وہ آنکھوں سے بہتے دالے

ن کو ضبط کرتے بولی۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں میرے بیٹے بہو میں۔ ٹیٹانے آتے ہی کہا۔ رتن کی متورم آنکھیں

ٹوٹتی کاباحت تھیں

کچھ نہیں آئی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی

گوتم..... رتن پریشان کیوں ہے..... ٹیٹانے اپنی چھٹی حس کے ذریعے محسوس تو کر

لا تھا۔

رتی کل چاہتا چاہتی ہے..... چند دنوں کے لئے۔ گوتم نے کہا۔

چند دنوں کے لئے..... ابھی سے..... ٹیٹانے تیزی چڑھائی۔

ایک ماہ ہو گیا ہے آئی..... میں ماما کے پاس رہنا چاہتی ہوں..... رتن نے جرات سے

وہ صرف آنکھیں میچا کر رہ گئی۔

جو شخص میرے کمرے کے دروازے پر نہیں ہلک سکتا تھا..... اب وہ میری آئی

مالک بن چکا ہے..... بھگوان بن گیا ہے۔ اس کے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات آرہے

تھے۔

جہیں حیرت ہو رہی ہے شاید..... یہاں میری جگہ درہن کو ہونا چاہئے تھا..... گرا

نے کہا۔

رتن نے بے چین نظریں گوتم کے چہرے پر ڈال دیں

I am sorry..... وہ شرمندہ سا لگتے لگا۔

رتن بے کل مضطرب لہجے میں چہرہ چھپانے کی طرح رو دی۔

رتی..... بھی صاف کر دو..... اتنا مجھے میں بات منہ سے نکل گئی..... ایسی غلطی

روز تو سڑی ہوتی ہیں۔ وہ معذرت خواہ نظر آ رہا تھا۔ گوتم نے بڑی اکتاہٹ سے کہا۔

ایک دم دونوں بڑبڑاے گئے۔ لڑکیوں نے بلا بول دیا..... اور تمام شب ان کی مذا

مکی۔

دونوں ہی دھمکتی اور پارٹیوں میں کٹ گئے..... ٹیٹا کا حلقہ احباب بہت وسیع

..... ذرا ان ہنگاموں سے فرصت ملی تو شادی کو ایک ماہ ہو چکا تھا۔ رات کے کھانے

دونوں اپنے کشادہ آرائشی کمرے میں آگئے..... ذرا رات کو آنے کے سامنے بیٹھے ٹیٹا

فرسے میں رکھے رتن نے گوتم سے کہا جو لباس اور جوتوں سمیت لیٹ چکا تھا۔ تھک گئے

وہ پلٹ کر بولی۔

تمہارے ساتھ مجھے حسیں کا احساس نہیں ہوتا..... گوتم نے اس کی طرا

پلٹ کر کہا۔

ایک بات کہنا تھی۔ وہ اپنے دروازوں کو کھول کر بکھر کر بولی۔

وہ دھوئیں سا ہو گیا..... ساری کائنات اس کی حسین زلفوں میں سمٹی نظر آ رہی تھی

ایک نہیں سو بات کہو۔ وہ دھوئیں سا ہو گیا۔

بہت دن ہو گئے ماما سے ملے..... کل چند دنوں کے لئے ہو آئیں۔ وہ رکے

بولی..... چاہتی تھی کہ گوتم جانے سے گریز کرتا ہے۔

کیا؟..... گوتم کے توجہ فوراً بدل گئے۔

دیکھو بیٹی..... چند دنوں میں تم بھی مون کے لئے باہر جا رہے ہو..... اپنے موڈ کو اچھا کر رکھو..... بھول جاؤ..... سب باتیں..... بیٹانے جیسے پیچھے لےجے میں کہا اور انداز بدل گیا۔

آئی..... بیٹا کمرے سے نکل گئی..... وہ دکھڑی رہی..... اور ہاں..... اپنی حالت درست کرو..... کوئی ملنے مارنے والا ہی آ جاتا ہے..... ایسے اڑاؤ اور سواہی ہوگی..... وہ پلٹ کر بولیں پھر پلٹ گئیں۔  
دو موٹے موٹے آنسو لڑھک کر رتن کے رخساروں سے بہہ کر اس کے دامن کو بھگو گئے۔

بہو بیگم..... بہو بیگم..... دوپٹن باؤ آئے ہیں۔ ملازم نے اندر آتے ہی کہا۔  
دوپٹن آیا ہے..... وہ بے قرار بے اختیار باہر کی طرف بھاگی جیسے قفس توڑ کر پتھیں نکل آئے..... دوپٹن غلام کر گوش کا زینہ چڑھتے ٹھٹھکا۔

دوپٹن..... وہ دوپٹن دار اس سے پلٹ گئی..... اور بری طرح رونے لگی..... رتی..... تم ٹھیک تو ہو..... ایک بازو کے کوتاہ صدمہ میں لے کر وہ خود حوصلہ گیا۔  
ڈرائنگ روم میں آجائے باؤ سرکار۔ ملازم نے موڈ کہا۔

وہ روتی رہی..... ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے دوپٹن نے رتن کے سر پا کو بنوڑ دیکھا

ماما..... تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں۔ وہ اپنے خون ہونے والے دل کے ٹکڑے سمیٹ کر نکلیا۔ اس کی حالت سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ خوش نہیں ہے..... میں تمہیں لینے آیا ہوں..... تیار ہو جاؤ..... وہ دکھ نظر رتن کے چہرے پر ڈال کر بولا..... اس کو یہ احساس ہو چکا تھا کہ رتی خوش نہیں ہے۔

یہ لوگ جانے نہیں دیتے..... وہ بے بسی کے عالم میں دوپٹن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

نہیں جانے دیتے..... تم ماما سے بھی نہیں مل سکتی..... وہ پریشان ہو گیا۔  
ممتے..... آئی..... اچانک بیٹا کو اندر آتے دیکھ کر اس نے موڈ کہا.....  
بھنحو..... وہ اندر داخل ہو گئیں۔

Thank you..... وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

کام لیا۔  
اتھارہ بیس سال تم وہاں رہی ہو..... اب اپنے گھر میں جی لگاؤ..... بیٹا بیٹا جذبات سے واقف تھیں۔

تو کیا بھی نہ جا سکو گی۔ وہ ماپس ہی دکھائی دینے لگی۔  
کیوں نہیں..... صبح لے جاؤ گو تم..... تمام دن رہو..... رات کو بے کر آ جاؤ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولیں۔  
آئی..... رہنے میں کیا حرج ہے..... وہ پلٹ کر منت بھرے لہجے میں بولی..... وہ چاچکی تھیں۔

مجھے نہیں جانا..... وہ دل موس کر رہ گئی۔  
دیکھو تاریکی تمہاری جدائی ماما سے بھی برداشت نہیں ہوتی..... سب تم سے کہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔

وہ خاموش بیٹھ گئی..... چنانے سے سر پھوڑنے سے بہتر ہے خاموش رہا جائے بغیر خون کے آنسو رو رہا تھا..... وہ جان چکی تھی کہ یہ لوگ کس وجہ سے اسے محل نہیں دیتے..... کیا یہ جانے نہ دیں گے..... کیسے کیسے خیالات نے اس کے ذہن کو پرانہ..... وہ کیوں نہ پریشان رہی..... شاید یہ پریشانی اس کا مقدر بن چکی تھی وہ ہمہ وقت رہنے لگی..... اس نے بننا سنوڑنا بھی کم کر دیا تھا..... دروازہ کھلا..... بیٹا داخل ہو کر رتن..... بیٹانے دیکھا وہ آج صندرو پوچا پات کے لئے نہیں گئی تھی..... اور اسے ایسی اپنی ساس کے چروں کو چھو تھا..... تم ابھی تک بستر پر پڑی ہو۔ بیٹانے انداز میں کہا۔

ہاں..... آئی..... طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔  
جب سارا دن بند کمرے میں گزرتے گا تو طبیعت ٹھیک رہ سکتی ہے تو پھر کیا کر دل وہ بے بسی بولی۔

گھر کے کاموں میں حصہ لو..... دل بھل جائے گا۔ بیٹانے طنز کیا۔  
وہ ہالوں کو ہٹا کر خاموش بیٹھی رہی۔  
بیٹا اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔  
حصہ کیسا حصہ..... باورچی کو چھٹی کروادیتے..... رتن جل کر بولی۔

لگا۔

تم اس کا پیچھا چھوڑ دو..... اب رتی کی شادی ہو چکی ہے..... نہ جانے کبھی..... وہ حسب  
ت چلا کر تمام ادب گنگٹو فراموش کر گئیں۔

نیا آئی..... میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں..... لیکن جب بابا اور ماما کی بات آ  
ئے تو میں برداشت نہیں کروں گا..... وہ رتن کر بولا۔

رتن کا ماتھا ٹھکا..... چہنیں نہیں معلوم شوہر کے بغیر رتن کیسے تمہارے ساتھ چلی  
..... گو تم اس بارے میں کس قدر حساس ہے..... جانتے ہو..... تم جاؤ۔ وہ سرکش  
دل میں کر بولیں۔

نہیں..... میں رتی کو لے کر جاؤں گا..... ماما بہت بے چین ہیں اس کے لئے..... اور  
ابھی اتنے دن ماما سے دور نہیں رہی۔ وہ بھند ہو گیا۔

درہن..... تم جاؤ..... میں آ جاؤں گی..... تم جاؤ..... تا..... وہ آنسوؤں کے  
سماں درہن سے بولی۔

ہاں ہاں..... جتنی مومن جاتے ہوئے مل لے گا کبھی سے..... رتن ساتھ ہو گی۔ ٹیٹا  
ہوا سے بولی.....

ہاں..... درہن میں آؤں گی..... تم جاؤ.....  
رتی..... ٹیٹا چلائی..... جی آئی..... وہ بولی۔

درہن اما کو غصے کہتا..... گو تم کے ساتھ میں آؤں گی..... رتن نے معاملہ رفع دفع  
رہا چاہا..... تم چلو اپنے کمرے میں..... خود ہی چلا جائے گا..... ٹیٹا نے رتن پر غم  
ہاتے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کے لئے کہا..... وہ ضبط نہ کر سکی..... اتنی بے  
اسی مجبور تو وہ بھی بھی نہ تھی..... وہ سانسے کھڑی سسک اٹھی۔

میں کہتی ہوں جاؤ..... چلی جاؤ..... یہاں سے..... ٹیٹا نے طیش میں رتن کو بازو سے  
پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلا..... آئی..... وہ دل کے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے  
ڈپ اٹھا.....

بہنہ..... ٹیٹا باہر نکل گئی۔

اور وہ دایوس لٹا ہوا دایوس محل لوٹ گیا۔ جیسے ہارا ہوا جواری.....

رتی..... تم بھی بیٹھو..... وہ افسردہ رتی کو کھڑے دیکھ کر بولا۔

نہیں..... میں تمہارے لئے چائے لاؤں..... وہ لپٹ کر بولی۔

ارے نہیں..... تم بیٹھو..... مجھے جلد جانا ہے..... دوسرا آؤ..... وہ رتی کی  
سے مغلوب ہو کر بولا۔ وہ ٹیٹا کے پاس ایک طرف بیٹھ گئی۔

کیسے آئے ہو..... ٹیٹا نے ایک ابرو چڑھا کر کمال عیاری سے کہا.....  
ماما نے بھیجا ہے..... رتی کو لینے آیا ہوں..... وہ ملتا چاہتی ہیں..... وہ مسکرا کر  
دیکھ کر بولا۔

گو تم کھڑے نہیں ہے..... ٹیٹا نے کہا۔

گو تم یہی سمجھ گئے ہوئے ہیں..... رتن نے کہا۔

کب آتا ہے انکا..... درہن فوراً بولا۔

کوئی پتہ نہیں درہن! تم مجھے ماما کے پاس لے جاؤ..... میں جاؤں گی..... رتی  
پر اصرار بھرے لہجے میں کہا۔

یونہی..... چہنیں گو تم کی اجازت کے بغیر کیسے بھیج دوں..... ٹیٹا بے ساختہ بولی۔  
ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ رتی کو یاد کر رہی ہیں..... درہن نے کھڑے

کہا۔  
کبھی کی طبیعت تو اب ایسی ہی رہے گی..... کوئی اور بھانہ کرو..... ٹیٹا زور

سفاک لہجہ اختیار کر گئیں۔  
آئی..... بھگوان سے ڈریے..... بیماری پر کسی کا اختیار نہیں..... درہن کو

گیا.....  
دیکھو..... دونوں جتنی مومن کے لئے باہر جا رہے ہیں..... جاتے ہوئے آئیں۔

کے لئے..... ٹیٹا نے پرسکون انداز میں کہا۔  
لیکن میں رتی کو اب لے کے جاؤں گا..... ماما رتن کے بغیر بڑی اداس ہیں آؤ

رتی کو میرے ساتھ جانے دیجئے..... وہ اصرار کرنے لگا۔  
کیسے جانے دوں..... گو تم کے بغیر میں ہرگز نہیں جانے دوں گی..... ٹیٹا کے

پر فرعونیت ناچ رہی تھی۔  
میں نے کہا..... ماما سے مل لے..... میں ایک گھنٹے میں چھوڑ جاؤں گا۔ وہ اصرار

لمکٹ لو گے۔ وہ کپ میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

نہیں ماں..... کچھ نہیں..... چائے کا ایک گھونٹ حلقی سے اتار کر بولا۔

ہند لے منظر کر پو جا پشتری میں چائے اور لے آئی۔

نہیں اماں..... بس..... واہبی پر۔ وہ کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

ٹھیک ہے..... ساری بات دیوی جی کے گوش گزار کر دیتا۔ پو جانے اپنے لئے کپ بنایا

وہ باہر والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ غلام گردش سے گزرتے وہ ٹھٹھکا۔

راستے میں رتن کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر ٹھٹھکا..... دل دھک سے رہ گیا.....

م خود بخود ہی اٹھ گئے۔

رتنی..... وہ داخل ہوتے ہی بڑبڑایا..... کمرہ سنسان پڑا تھا..... وہ جس طرح چھوڑ گئی

..... اس کے کپڑے..... جو تے..... رنگین زرد اور سفید پنگ سے لٹک رہی تھی۔

فوری طاقت نے اسے پکارا..... لیکن وہ کہاں تھی..... اوڑھنی کو اٹھا کر اپنی آنکھوں

وہ ٹوٹوں سے لگایا..... پھر واپس صوفے کی پشت پر نکلا دیا..... یوں جیسے ابھی آئے گی

اسے پکارے گی..... وہ گھبرا کر باہر نکل آیا۔

اماں..... وہ جاتی ملازمہ مایا کو پکارا

جی بابو سرکار..... وہ کھڑی ہو گئی۔

رتنی کے کمرے کی صفائی کون کرتا ہے۔ وہ بولا۔

میں کرتی ہوں درین سرکار۔ مایا گھبرا کر بولی۔

تو کیا رتنی کے جاتے ہی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئی ہو۔ وہ خفا خفا بولا۔

جن میں بابو سرکار..... بس وقت نہیں..... میں کے دیتی ہوں..... وہ بوکھلائی ہوئی

آئی۔

ابھی صفائی کرو..... اور روز ایک مرتبہ کر دیکھ لیا کرو..... مت سوچو وہ یہاں نہیں

ہے..... وہ ہے..... ہمارے آس پاس..... وہ کہتا ہوا کشمی دیوی کے کمرے کی طرف

اٹھ گیا۔

اماں..... وہ دروازے میں ہی پکارا..... وہ مسلسل کھانسی رہی تھیں..... سانس غیر

وازن تھا.....

اماں..... کھانسی ہوئے کشمی دیوی نے بیسی پکلیں اٹھائیں۔

گازدی سے اتر کر وہ سیدھا پو جانماں کے ہاں پہنچا۔ آگے..... رتنی ٹھیک تھی..... نہ!

تھی اپنے گھر..... ایک ہی سانس میں پو جانے لگی سوال کر لے۔

ٹھیک تھی وہ۔ وہ خاموش چپ چاپ سناٹھ گیا۔

بیٹا..... کیا بات ہے..... تم پریشان نظر آرہے تھے..... کیا رتنی اپنے گھر میں نہ!

نہیں ہے۔ وہ درپن کے چہرے سے اندازہ لگاتے ہوئے بولیں۔

پو جانماں..... وہ سہا سہا سا لگ رہا تھا۔

بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو۔ پو جانے سبزی ایک طرف رکھ دی۔

میں نے رتنی کو بھی اتارے بس نہیں دیکھا..... چٹنا آج..... وہ دھکے دل کی چیخ،

بے بس..... کیا مطلب ہے تمہارا..... تم لینے گئے تھے..... پو جا چک گئی۔

بیٹا آئی نے نہیں آئے نہ دیا۔ وہ بولا۔

کیوں..... تم نے کہنا تھا کہ دیوی جی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ بولی۔

کہا تھا..... سب کچھ کہا تھا۔

پھر.....

لیکن اس سنگ دل پرائر نہیں ہوا۔ وہ بولا۔

کہتی کیا تھی..... پو جا کادل دھک سے بیٹھ گیا۔

وہ میرے ساتھ رتن کو بھیجی ہی نہ جانتی تھیں..... درپن کو افسوس ہو رہا تھا۔

تم کہتے تاکہ مجھے مانے بھیجے۔ پو جانے کہا۔

کہا تھا..... رتنی نے منے منی کی..... میں نے جلد واپس لانے کا وعدہ بھی کیا۔

لیکن وہ نہیں مانی..... بلکہ شس سے مس نہیں ہوئی۔ افسردہ صورت ٹیک لگا کر بیٹھے

انداز میں لیٹ گیا۔

دیوی جی سے ملے..... پو جانے کہا۔

نہیں..... میں بہت نہیں پارہا..... وہ افسردگی سے بولا۔

پھر بھی بتانا تو ہو گا..... پو جانے کہا۔

اماں..... ایک کپ چائے بنا دیئے..... وہ تھکا تھکا سا بولا۔

ابھی لاتی ہوں۔ وہ چن کی جانب چلتے چلتے بولی۔

جلدی جلدی چائے بنا کر وہ درپن کے لئے باہر لے آئی۔

ہے۔ کشمی دیوی نے درپن کے چہرے پر ویرانی دیکھ کر کہا۔  
 کیا خیال ہے میں رتی کو فون نہ کروں۔ وہ مسرت بھرے لہجے میں بولیں۔ نہ جانے  
 ایا چادر ہاتھارتی سے ملنے کو.....  
 ضرور کیجئے..... وہ جھکا اور کشمی دیوی کو قریبی میز پر سے ریسور چھما دیا۔  
 ہلو..... ہیلو..... کشمی دیوی نے کئی مرتبہ کہا۔  
 Bell چاہی تھی اٹھا کوئی نہیں رہا۔ وہ بولیں.....  
 ہلو..... کون..... ایک دم دوسری طرف سے آواز آئی۔  
 ہلو..... تم..... کہاں ہو بھی..... کوئی خبری نہیں  
 رتی کو بلا دو..... میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ کشمی دیوی بولیں۔  
 رتی تو گھر پر نہیں ہے۔ دوسری طرف سے بیٹا نے کہا۔  
 گھر پر نہیں ہے..... کہاں ہے۔ کشمی دیوی نے درپن کی طرف دیکھا۔  
 بھوت..... ملا بھوت ہے یہ..... یہ عورت بھوت بولتی ہے۔ وہ بولا۔ اسے غصہ آ

یہ لیجئے..... اب سکون سے سانس لیجئے..... برق رفتاری سے درپن نے ہیلر کا  
 دیوی کے ناک کو لگایا۔ کشمی دیوی نے انتہائی احسان مند لگا ہوں سے درپن کو دیکھا۔ وہ ہا  
 بیٹھا رہا.....  
 چند سیکنڈ گزر جانے کے بعد جب سانس بحال ہوئی تو انہوں نے ہیلر کو اتار کر ا  
 طرف رکھ دیا۔  
 اب کیسی طبیعت ہے۔  
 ٹھیک ہوں..... تم سناؤ..... رتی سے ملے..... وہ بیٹھتے ہوئے دروازے کی طرف  
 دیکھتے ہوئے بولیں۔  
 ملا تھا..... وہ مختصر سا بولا۔  
 تمہارے ساتھ نہیں آئی..... کشمی دیوی کے انداز میں اس آس پوشیدہ تھی۔  
 نہیں..... وہ بولا۔  
 کیوں..... بیٹا نے شاید نہیں آنے دیا۔ کشمی دیوی بیٹا کی تیز طرار طبیعت سے دان  
 تھیں۔  
 نہیں ماما..... گوتم گھر پر نہیں..... اور اس کی عدم موجودگی میں رتی کا آنا، ل  
 ناپسند تھا۔  
 چند لمحوں کے لئے لے آتے..... میں اسے دیکھ تو لیٹی..... وہ بڑے کرب  
 بولیں۔  
 میں نے کہا تھا کہ رتی کو تھوڑی دیر کے بعد واپس چھوڑ جاؤں گا..... وہ جیسے خود  
 گار تصور کر رہا تھا۔  
 پھر بھی نہیں مانی..... وہ عورت ہی ضدی ہے۔ کشمی دیوی کو بیٹا پر غصہ آنے لگا۔  
 آپ ریٹیکس رہیں..... وہ ایک دم کشمی دیوی کو خبردار کرنے لگا۔  
 مجھے یاد پڑتا ہے..... میں نے رتی کو موبائل دیا تھا۔ کشمی دیوی نے ذہن پر زور دیا۔  
 وہ شاید اس معصوم سے لے لیا گیا ہے۔ وہ بولا۔  
 رتن خوش تو تھی..... کشمی دیوی کے من میں شک کا کانا بھیجے لگا۔  
 ٹھیک تھی..... وہ نظر چا کر بولا۔  
 اگر ٹھیک ہوتی تو تم اس قدر غراش نہ لو تھئے..... تمہارے چہرے پر اوا سی چھا

کشمی دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔  
 ہاں ہے رتی..... میرا مطلب کہ کہیں گئی ہوئی ہے۔ کشمی دیوی بولیں۔  
 نہیں..... تمہیں تو معلوم ہے..... گوتم اسے باہر چھانے لے گیا ہے۔ بیٹا نے کہا۔  
 اب باہر سے لو میں گے وہ تو..... کشمی دیوی نے عاجزانہ انداز میں کہا۔  
 ہوں..... کیشن تمہیں کس بات کی پریشانی ہے..... تمہیں معلوم تو ہے کہ نئی نئی  
 ہوئی ہے..... بچوں کو سیر پھانے سے ہی فرصت نہیں..... بیٹا نے لا پر واہ سالجہ اپنا  
 کشمی دیوی کی بات کاٹ دی۔  
 ہلو..... میں رتی کے لئے بہت پریشان ہوں..... میں ایک گھنٹے تک درپن کو.....  
 نہیں..... اسے مت یہاں بھیجتا..... دوسری طرف سے بیٹا نے بات کاٹ دی۔  
 ہلو..... درپن کیوں نہ آئے..... کشمی دیوی کو ناگوار گزرا۔  
 اس کہہ دینا کہ اسے مت یہاں بھیجتا..... میں خود گوتم کے ساتھ رتی کو تمہارے ہاں  
 دل کی..... بیٹا نے فون بند کر دیا۔  
 ہلو..... بیٹا نے فون بند کر دیا۔ کشمی دیوی ٹوٹنے دل کے ساتھ ریسور



رکھتے ہوئے بولیں۔

ماما..... پیلز لٹ جائیے..... آجائے گی رتی..... گوتم لے آئے گا..... درہنا  
ٹسلی دینا چاہی۔

مجھے دنیا کی باتوں میں بغاوت ملی ہو آتی ہے۔ کشمی دیوی نے کہا۔

بغاوت..... کشمی بغاوت ماما..... وہ چونگی.....

ان کو رتی چاہئے تھی..... رتی کے عزیز واقارب سے انکو کوئی سروکار نہیں۔ رتی،  
لوگوں سے دور رکھنا چاہتی ہے بیٹا..... کشمی دیوی نے کہا۔

اپنی چاہت اور خلوص کا جو تانک کھیلنا تھا وہ جھوٹ تھا۔ درپن بولا۔

ہاں..... وہ جھوٹ تھا۔

ماما..... گوتم احساس کمتری کا شکار ہے۔ درپن نے کہا۔

مجھے معلوم ہے بیٹا..... یہ اس کا وہم ہے..... اگر وہ ایسا سوچتا ہے تو کشمی دیوی

اور اک رکھتی تھیں..... وہ جان چکی تھیں کہ درپن کیا کہنا چاہتا ہے۔

میں تو چاہتا ہوں رتی جہاں بھی رہے سمجھی رہے..... اس نے آج تک کوئی دکھ

دیکھا..... بابا کو تو بھگوان لے گئے..... اس میں انسان کا دوش نہیں ہے۔ وہ غمزدہ سا

مجھے تم پر فخر ہے بیٹا..... رام جی تم سے بہت خوش تھے..... تم نے اپنی وفام

نہیں آنے دی..... اپنی خاندانی عظمت کا ثبوت پیش کر دیا بیٹا..... کشمی دیوی۔

محبت سے درپن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ماما..... مجھے اپنے مقدر پر فخر ہے..... اگر میں یہاں نہ ہوتا تو آج زندہ رہنے سے

کوئی ٹھکانہ تلاش کر رہا ہوتا..... یا ملٹری میں کا غلام ہوتا..... آپ نے مجھے زندہ

سلیقہ سکھایا ہے..... میرے لئے کتنے تقاضا کی بات ہے کہ کاروباری مطلقوں میں لوگر

سیوک رام کے حوالے سے جانتے ہیں..... اور جب لوگ مجھے سیوک رام کا بیٹا

پکارتے ہیں تو میرا سر فخر سے تن جاتا ہے..... ماما..... مجھے صرف آپ کی محبت

اور کچھ نہیں..... بڑی اضطرابیت سے وہ جھکا اور کشمی دیوی کے نازک ہاتھوں

فیتہ وار کٹی ہوئے دے دیئے۔

افسوس را بیکار میری کھوکھ سے جنم لینے والا تم ساریوں نہیں نکلا۔ وہ چھتہ سائے کی

پر کھڑی ایک تک درہچے سے باہر دیکھتی رہیں۔ ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ..... رانی

ہا نہیں ماما..... درپن نے مطمئن کرنا چاہا۔

کشمی دیوی اس نوجوان کو دیکھتی رہیں..... جس کے ہاتھ پر کبھی ناگوار چمکن انہوں نے

نہ دیکھی تھی..... وہ اچھی بات سوچتا اور محسوس کرتا۔ اچھا ماما آگیا دیجئے..... پھر ملیں

گئے۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

جاؤ..... آرام کرو..... وہ بڑے پیارے بولیں۔

☆ ○ ☆

.... وہ جوش سے بولا۔

ایک دم دروازہ کھلا..... تم اس کو اپنے محل میں کیوں نہیں لے جاتے..... جب یہاں  
ہے گی تو چرستار ضد کریں گے۔ جندوں بانی زوردار آواز کے ساتھ اندر آتے ہوئے  
لے جاؤں گا..... بس کچھ عرصہ درکار ہے..... وہ سوچتا ہوا بولا۔

کیا مطلب؟.....  
جائیداد کا پتھر چل رہا ہے..... خیال ہے..... میرے نام ہو جائے تو سنبل کو اپنی کوٹھی  
میں لے جاؤں.....

کوٹھی..... ہائے راجہ جی..... ہماری کوٹھی ہوگی..... دیوئی جی مان جائیں گی۔ سنبل  
نے جندوں بانی کی طرف دیکھ کر زبردست چاہت کا اظہار کیا۔ کیوں نہیں مانے گئیں.....  
آخر کو وہ جائیداد راجہ بابو کی توبہ..... ساری نام لگا دیں..... آپ ہی مالک ہیں۔  
جندوں نے پرہوس گانے ڈال کر کہا۔

راجہ نے لالچ کی ماری اس عورت کو دیکھا جو برسوں سے دوسروں کی دولت پر  
غور و سرگرمی تھی۔

نن سے کلاک نے شب کے نو بجائے..... کھانا لاؤں آپ کے لئے..... سنبل نے  
کہا۔

نہیں..... صرف کشمیری تہوہ..... وہ صوفے پر بیٹھے تھکے تھکے انداز میں بولا۔  
ابھی لائی..... سنبل پازیب کے چھتا کے سے ایک دم اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی جندوں  
آلی باہر نکلی۔

سنو..... سنبل..... دونوں کچن میں داخل ہو گئیں۔  
تم چلو..... سنبل نے خاتماں کو جانے کے لئے کہا۔  
جارہا ہوں..... خاتماں باہر نکل گیا۔

دیکھو سنبل..... تمہیں ایک ضروری بات بتا دوں..... جندوں بانی اس کے کان کے  
پرپ مد کرتے ہوئے۔

کبھی ضروری بات اماں.....  
یہ جو ہے نارا ایکمار..... ہاں..... ہاں..... آگے بول..... کیا بات ہے.....  
جندوں بانی کے پر اسرار انداز سے سنبل کو حیرت ہوئی۔

..... وہ جوش سے بولا۔

ایک دم دروازہ کھلا..... تم اس کو اپنے محل میں کیوں نہیں لے جاتے..... جب یہاں  
ہے گی تو چرستار ضد کریں گے۔ جندوں بانی زوردار آواز کے ساتھ اندر آتے ہوئے  
لے جاؤں گا..... بس کچھ عرصہ درکار ہے..... وہ سوچتا ہوا بولا۔

کیا مطلب؟.....  
جائیداد کا پتھر چل رہا ہے..... خیال ہے..... میرے نام ہو جائے تو سنبل کو اپنی کوٹھی  
میں لے جاؤں.....

کوٹھی..... ہائے راجہ جی..... ہماری کوٹھی ہوگی..... دیوئی جی مان جائیں گی۔ سنبل  
نے جندوں بانی کی طرف دیکھ کر زبردست چاہت کا اظہار کیا۔ کیوں نہیں مانے گئیں.....  
آخر کو وہ جائیداد راجہ بابو کی توبہ..... ساری نام لگا دیں..... آپ ہی مالک ہیں۔  
جندوں نے پرہوس گانے ڈال کر کہا۔

راجہ نے لالچ کی ماری اس عورت کو دیکھا جو برسوں سے دوسروں کی دولت پر  
غور و سرگرمی تھی۔

نن سے کلاک نے شب کے نو بجائے..... کھانا لاؤں آپ کے لئے..... سنبل نے  
کہا۔

نہیں..... صرف کشمیری تہوہ..... وہ صوفے پر بیٹھے تھکے تھکے انداز میں بولا۔  
ابھی لائی..... سنبل پازیب کے چھتا کے سے ایک دم اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی جندوں  
آلی باہر نکلی۔

سنو..... سنبل..... دونوں کچن میں داخل ہو گئیں۔  
تم چلو..... سنبل نے خاتماں کو جانے کے لئے کہا۔  
جارہا ہوں..... خاتماں باہر نکل گیا۔

دیکھو سنبل..... تمہیں ایک ضروری بات بتا دوں..... جندوں بانی اس کے کان کے  
پرپ مد کرتے ہوئے۔  
کبھی ضروری بات اماں.....  
یہ جو ہے نارا ایکمار..... ہاں..... ہاں..... آگے بول..... کیا بات ہے.....  
جندوں بانی کے پر اسرار انداز سے سنبل کو حیرت ہوئی۔

ہاں..... راجی جی..... لیجئے توہا..... بڑے مزے کا ہے..... وہ دلچسپ انداز میں  
ہاں کی طرف بڑھاتے ہوئے۔

مزے کا تو ہو گا..... جب سہیل جی جائیں گی..... وہ اس کے ہاتھ سے کپ پکڑ کر  
اور سہیل نے ادا سے دلہائی سے نظریں پھیر لیں۔

راجی جی..... سہیل اٹھ کر راجہار کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

ہوں..... بولو..... وہ دھو ش سا ہو گیا۔

میں لے چلیں نا..... اب آپ کے بنائی ٹیبل بہتا..... وہ سرشار انداز میں راجہار  
ہٹانے پر سر رکھتے ہوئے۔

تمہارے بن میں خود اس رہتا ہوں..... لیکن مجبوریاں ہیں..... وہ کپ کو رکھتے ہوئے  
ا۔

مجبوریاں..... کیا آپ کے محل میں ہمارا داخلہ ممنوع ہے۔ اس نے جیسے راجہار کی  
مٹی رنگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

تمہار..... اما کو راضی کرنا ہو گا۔ وہ جھج بول گیا۔

راجی جی..... نیچے سہیل نے ہمت کی۔

آپ سے کچھ کہنا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

کہو..... کیا کہنا ہے۔ اکثر سہیل کی بات کا مقہوم راجہار کو کھٹک جاتا ہے۔

اما کہتی تھی کہ..... جائیداد نام کروالو..... راجہار نے فوریات مکمل کر دی۔

ہائے رام..... آپ تو واقعی بھگوان ہیں..... کیسے اندازہ لگایا۔ سہیل نے بڑے

ٹائمنڈ انداز میں راجہار کے شانوں کو دیا۔

یہی کہا ہے نا چنداں بائی نے..... بھشتی نہیں کسی کو وہ..... راجہار بے زاری سے بولا۔

سہیل نے صرف ہنس کر دیکھا۔

جب وقت آئے گا نام بھی کروں گے..... وہ مختصر سا بولا۔

اب کیا ہے۔ سہیل نے کہا۔

ابھی تو جائیداد کا حساب ہو رہا ہے..... اما..... میرے حصے کی تمام جائیداد مجھے دے

گی۔ وہ مسرت بھرے انداز میں پہلو بدل کر بولا۔

اما کہہ رہی تھیں کہ راجہار محل میرے نام کر دیں..... سہیل نے ایک دم کہا۔

ریش ہے ساری دہلی کا..... ٹھیک ہے اس نے تمہیں جتنی تو بایا لیکن اب جانے۔  
پہلے اسے نام کچھ لگوالے..... چنداں بائی نے سرگوٹی کی۔

سہیل نے حیرت سے آنکھیں کھولیں۔

میرا مشورہ ٹھیک ہے..... یہ جو دولت مند ہوتے ہیں..... کسی کے جن نہیں ہوتے

..... اور پھر راجہ جیسا جوان..... جس کی نظر کسی ایک پھول پر کھنک نہیں..... بلبل کی

طرح ہر خصوصیت پھول کا پچا رہی ہے۔ چنداں نے ریش زاووں کی فطرت کو ظاہر کر دیا۔

تم ٹھیک کہتی ہو اماں..... اس کی خاطر..... میں نے سب کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں۔

.....

ہاں..... اب تو بھی کچھ جائیداد اپنے نام لگوالے..... وہ کوٹھی جس کی وہ بات کر رہا تھا

..... اور وہ فیکٹری..... تیرے نام کر دے چنداں بائی کے منہ میں پانی آ گیا۔

اتنا کچھ اماں..... ابھی تو دیوی جی نے اس کے نام کچھ نہیں لگایا..... سہیل نے کہا۔

سب گئے گا..... دیوی جی کا راجہ کے سوا اور کون ہے..... سب کچھ راجی جی کا تو ہے۔

چند اں مطمئن تھی۔

اماں..... تمہیں معلوم تو ہے وہ جو ہے..... کیا نام ہے اس کا..... سہیل ذہن پر زور

دیتے ہوئے۔

وی۔ در پر..... چنداں کو یاد آ گیا۔

ہاں..... اس کے اختیار میں ہے سب کچھ..... سہیل کو تشویش ہوئی۔

وہ تو طامز ہے..... مالک تو راجہ ہے نا۔ چنداں نے سہیل کو تسلی دلائی۔

ہاں..... یہ بات تو ہے۔

ہائے رام..... ایک دم پچتے ہوئے بائی کو اتار کر برتن میں اندھا۔

جلدی کرو..... وہ منتظر ہو گا۔ چنداں باہر آ گئی۔

وہ نیم دراز سانا تکیں سامنے میز پر رکھے..... نہ جانے کیسی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ اور

بوٹوں کو بلارہا تھا۔

لیجئے..... توہا حاضر ہے۔ سہیل بڑے خوشگوار موڈ میں فیکٹری رہتے ہوئے بولی۔

بہت دیر لگا دی..... وہ سیدھا ہاتھ تو بولا۔

اماں باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے پھر کہا۔ وہ قیافہ شامی میں مابہر تھا۔

ات کا اعلان کر رہا تھا۔

بھئی جانا ہے مجھے..... ملتا ہے کسی سے۔ وہ دو قدم آگے ہڑتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے اگر مجبوری ہے تو جائیے..... میں منتظر رہتا ہے آپ کا..... وہ اٹھلا کر

لی۔

دیکھو..... سنبھل کر..... ہمیں سب خبر ہوتی ہے۔ وہ باہر نکلنے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے

لا۔

ہائے رام کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اب تو آپ کے ہاں..... وہ مسکرا کر بولی۔

اور راجکار نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

میں نے سن لی ہیں سب باتیں..... وہ تمہارے نام کچھ نہیں کرے گا۔ جندناں بائی نے

لی کو واپس آتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

اماں..... اس نے انکار تو نہیں کیا۔ سنبھلنے جندناں بائی کے ہمدرد جلدی کرے میں

لی۔

بھری جان اس نے اقرار بھی نہیں کیا۔ جندناں بائی خالص کاروباری لہجے میں بولی۔

ابھی تو اس کے نام کوئی چیز نہیں ہے۔ سنبھل نے صفائی پیش کی۔

سب کچھ ہے اس کے پاس..... وہ بہانے بنا رہا ہے۔ جندناں بائی کمال ہوشیاری سے

و کھڑا کر کے بولی۔

اماں..... یہ سچ ہے..... ابھی وہ درپن لڑکا ہے نا..... وہ حساب کتاب کر رہا ہے۔

لی نے کہا۔

یہ درپن ہے کیسا چیز..... اس نے تو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جندناں بائی سوچنے لگی۔

سیوک چائیہ او کو درپن نے ہی سنبھالا ہوا ہے۔ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔ سنبھل

اماں کو یقین دلانا چاہا۔

ٹھیک ہے..... بھلا ایک ملازم کے اس قدر اختیار..... کہ راجہ جی خود اس کے

ناہیں۔ جندناں بائی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

اسی بات نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے..... سنبھل نے گہری سوچ کے ساتھ اپنے

نا فرارے کو ایک طرف کرتے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس سے ملنا چاہو گی..... جندناں بائی نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئی..... اور تمہاری اماں سنبھلی گئی ہے۔ راجکار تڑپ کر الہ

..... مجھے زلزلہ آ گیا ہو۔

ہم نے کچھ کہہ دیا راجہ جی..... سنبھل راجکار کے گلے سے تیر دیکھ کر سہم گئی۔

اتنا برا عمل..... تمہارے نام..... وہ گرج دار آواز میں بولا۔

کیا..... ہم اس عمل کے قابل نہیں..... محبت کرتے ہیں آپ سے..... وہ آنکھوں

میں آنسو بھرتے بولی۔

او ہو..... سنبھل..... تم سمجھتی کیوں نہیں ہو..... جو کچھ ہمارا ہے وہ تمہارا

ہے..... سمجھا کر دنا..... وہ سنبھل کو اپنے قریب کرتے بولا۔

سمجھ لیا..... آپ ہمیں اپنا ہی نہیں سمجھتے..... وہ منہ مسور کر دھوے دھوے انداز میں

بولی۔

اچھا اچھا..... من میلانہ کر دو..... کچھ نہ کچھ تمہارے نام ضرور کروں گا..... وہ اے

یقین دلاتے بولا۔

اب کیا ہے۔

ارے بھئی ابھی تو میرے نام کوئی چیز نہیں ہے..... ساری پراپرٹی کا حساب کتاب بند

دونوں میں ہو جائے گا۔ وہ سنبھل کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔

وہ..... وہ جو ہے نا..... درپن نامی..... آپ کا ملازم..... چرپ کر جائے گا سب کچھ

..... سنبھل نے کہا۔

ایسا نہیں ہو سکتا..... ویسے وہ ایسا فراڈیہ ہے بھی نہیں۔ راجکار نے کہا۔

کیوں نہیں..... دولت اور جائیداد بڑے بڑے پنڈتوں کو راہ سے گمراہ کر چکی ہیں۔

سنبھل نے گزشتہ کسی خیال کے تحت کہا۔

نہیں..... درپن سے مجھے دشمنی ضرور ہے..... لیکن میں اس پر ایسا اہرام نہیں لگا سکتا

..... وہ ایسا نہیں ہے۔ راجکار نے ٹھاک کی طرف دیکھا۔

ایسی کیا بات ہے اس میں..... وہ دشمن بھی ہے..... اور اس پر اعتماد بھی..... حیرت

ہے۔ سنبھل نے حیرت سے کہا۔

خیر چھوڑا قے کو..... مجھے چلنا چاہیے..... وہ تیار ہو گیا۔

اتنی رات کو..... صبح چلے جائیے..... وہ ٹھاک کی طرف دیکھ کر چونکی..... جو نصف

سر..... مس سنبل ملنا چاہتی ہیں۔ اس کی جیکر فری نے اطلاع دی۔

مس سنبل..... وہ حیرت سے بولا۔

وہ یہاں پہلی مرتبہ آئی ہیں..... آپ سے ضروری ملنا چاہتی ہیں۔

بچہ دو..... وہ کھو یا کھو یا سا سوئے لگا..... کہیں رتی..... نہیں نہیں..... وہ جس

ہا میں ہے۔ اسے کون اکیلے آنے دے گا..... پھر کون ہے..... وہ سوچتا رہا..... کہ

لہ سر ملی دو کش آواز اس کی ساعت سے ٹکرائی۔

ہیستے..... درپن جی..... وہ سر کو جھکا کر خالص ہندوستانی انداز میں ہاتھ باندھ کر

ہیستے..... وہ احرام لگتا رہ گیا..... کیونکہ عورت کا احرام واجب تھا۔

تشریف رکھنے بلیر..... وہ سامنے بیٹھے کا اشارہ کرتے خود بھی بیٹھ گیا۔

Thank you..... سنبل نے نہایت شائستگی کا اظہار کرتے ہوئے دلربائی انداز میں

نہاؤئے کہا۔ پھر ایک دم انہی..... Beautiful..... کس قدر سندر ہے آفس آپ کا

اونٹنی رام..... رام چندر کی مورٹی..... وہ قریب جا کر ہاتھ میٹھتے ہوئے واپس آئے

..... وہ صرف دیکھتا رہ گیا..... اتنی بے باک لڑکی اس کی نظر میں آج تک نہ گزری

لہا مے..... کیسے آتا ہوا۔ وہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

پھر اتام لیلی ہے..... میں اپنی کچھ جائیداد فروخت کرنا چاہتی ہوں وہ ظاہر داری کا لہادہ

ہنگی تھی۔

توں فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی..... باہر جاری ہیں۔ وہ معمولی سا حتم

ایلی ہی بات ہے۔ سنبل نے بنورہ درپن کے سراپا کو دیکھا..... حسن و وجاہت میں وہ یکسا

اتاقا..... جیسے تاج محل..... وہ اس قدر وجہ..... مردانہ وجاہت اس کیسے کسی

لہ میں نہ دیکھی تھی۔

انہم ایسا کام نہیں کرتے..... البتہ میں آپ کو کسی معقول پر اپنی ڈیڑے سے ملوادوں گا

براہ راست بات چیت ہو سکتی ہے۔ درپن نے ریورس نہ لگایا۔

کیا پسند کریں گی..... چاہئے یا کافی..... وہ بولا۔

جی تو چاہتا ہے ایسے بھاگوان کو دیکھو جو اتنا زردوش ہے..... سنبل نے کہا۔

اسی زردوش کی وجہ سے راجہ جی زردھن ہو گئے ہیں۔ جندال بانی کو افسوس ہونے لگا۔

زردھن نہیں اماں..... نر جلا کاوشی (یہ ہندوؤں کا ایک جہوار ہے) پر راجہ جی میر۔

لے زیورات کا سیٹ لے کر آئے تھے۔ سنبل نے یاد کروایا۔

ایسے رئیس زردھن ہوتے ہیں..... یہ زیورات تو معمولی چیز ہے..... جندال بانی نے

لاپرواہی کا اظہار کیا۔

اور ہاں..... سنبل..... کوکھی کے بارے میں بات ہوئی۔ جندال بانی

جیسے ایک دم یاد آیا۔

ابھی نہیں..... سنبل نے کہا۔

کبھی بھی نہیں..... وہ بھی تمہارے نام کچھ نہیں کرے گا..... اور اگر ایسا ہوا تو

تمہیں اس کے ساتھ رحمت نہیں کروں گی۔ جندال بانی انخاموولی۔

آگئی فیسے میں..... ابھی سے نراش ہو گئی ہو..... کچھ دیر ٹھہر تو جاؤ..... سنبل کو مان

کی بات ابھی نہ لگی۔

اور کتنا انتظار کروائے گا..... ہمارا کام تو دینے لینے سے ہی بنتا ہے..... جندال بانی

نے اصلیت بیان کی۔

اماں..... اور کیا دے..... اتنا روپیہ تو دے دیا اس نے..... وہ زوج ہو گئی۔

کیا..... کیا دے دیا اس نے..... تمہاری قیمت دی ہے اس نے..... مجھ پر اح

نہیں کیا..... تمہارا اہندہ چھوڑنے سے مجھے نقصان ہوا ہے اب اس نے گانے پر

پابندی لگا دی۔ جندال بانی پیش میں نہ جانے کیا کیا بکری رہی۔

میں سوئے جا رہی ہوں..... سنبل لا جواب ہی باہر نکل گئی۔

کچھ لوں گی اس کو..... ہنہ..... راجہ جی کو..... دانت کچکا کر وہ ٹیک لگا کر بیٹھ

..... اور منہ میں ڈالی پان کی گھوری کو پچر پچر چبانے لگی۔ تمام شب یوں ہی گزر گئی۔

سنبل اپنے انداز سے کے مطابق سوچوں کے محور میں گھومتی رہی..... اور جندال با

دولت مند بننے کے چکر میں دہلی میں سب سے بڑے محل راجہ محل کا سودا کر

رہی..... انہیں سوچوں میں کئی دن اور راتیں گزر گئیں۔

اپنی خوبصورت آفس جینٹر کو گھما کر ریورس لگانا لگا۔

ابھی کبھی جانتا تھا..... جب سے اس نے رقم ہزاری..... اس وقت سے سب چھوڑ چھاڑ  
لیا نزل جتنی کے ہوئے۔ جوشی کو جیسے افسوس ہونے لگا تھا۔  
تمہیں کسی گیمانی نے مشورہ دیا تھا کہ ایسی عورتوں کے چکر میں پھنسو..... درپن  
بڑی سے بولا۔

ابنی..... بابو جی..... جوانی ظالم شے ہے..... شراب و طوائف انسان کو اندھا کر دیتی  
..... رام رام..... جوشی نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔  
غیر عورتوں پر نظر رکھنے کی بجائے گھر میں اپنی پوتر جتنی سے بنیاد کرو..... وہ تمہارے  
دلی وارث ہے..... تمہارا خیال رکھتی ہے۔ درپن نے بڑے بوڑھوں کی طرح کہا۔  
بہس بھول ہو گئی بابو جی..... میں نے اس کے چکر میں پھنس کر بڑی دولت گنوا دی  
..... وہ پچھتا رہا ہو جیسے۔

اب بھگوان سے شانتی مانگو..... وہ تمہیں معاف کریں گے۔ درپن نے کھڑے ہوتے  
کہا۔  
ہمارے ہیں آپ..... جوشی بھی کھڑا ہو گیا۔

کک چار بابو..... اگر دیر ہو گئی تو گھر ورتہ واپس..... وہ چایاں لہرا تا باہر نکل گیا۔  
وہ پرن بابو..... تیرے جیسا آدمی بھی ہندوستان میں نہیں ہو گا..... جسے کسی عورت  
انگلی ہی نہیں..... کاش تیرے جیسے سارے مرد ہو جائیں..... تو کسی ناری کا گھر  
انہ ہو..... وہ آفس سے باہر نکل گیا۔

دنک میں دیر ہو چکی تھی..... سیدہ حامل پینچا اور اندر داخل ہوتے ہی پوچھے کہ۔  
میا..... رتی کا دم تیرے فون آیا تھا..... تمہیں ملتا رہی تھی۔  
دلی کا..... کب..... وہ بریف کیس رکھتے ہی فون کی طرف لپکا..... چند لمحے گزرے  
..... تم خود کر کے دیکھ لو..... وہ پوچھا جاکر باتیں سننے ہی ریسور اٹھانے لگا..... کہ کھنٹی  
لگے۔ شاید رتی نے پھر فون کیا۔

بل..... رتی..... تم..... ساؤ کیسی ہو.....  
ایک ہوں..... تم نے کیسے پینچا..... دوسری طرف سے رتی نے گھر اسانس لیا۔  
تمہارے بے ربط سانسوں کا زیر و بم مجھے اپنی دھڑکنوں میں سنائی دیتا ہے۔ وہ فون کو  
ا کے قریب لاتے بولا۔

کچھ بھی نہیں..... وہ مسکرایا۔  
پھر بھی..... آپ کی پسند چلے گی۔ وہ بہترین مہمان نواز تھا۔  
چلیں کافی سہی..... وہ درپانی سے بولی۔  
کافی..... درپن نے کیسے ہی ریسور رکھ دیا۔  
کچھ لمحے گزر جانے کے بعد ملازم خوبصورت منظر کی میں کافی کی دو پیالیاں لے آیا۔  
لیجے۔ درپن نے ایک سے سنبھل کے سامنے رکھا دوسرا خود لے لیا۔ چند سیکنڈ نہ  
ماحول میں باتیں ہوتی رہیں..... کھاک نے دن کے ایک بجنے کا اعلان کر دیا۔

اجازت دیجئے..... میں چلتی ہوں..... Thank you  
درپن کھڑا ہو گیا۔  
ہائے..... وہ محبوبانہ انداز میں کہتی باہر نکل گئی.....  
سرکار..... جوشی نے اندر آتے درپن کو حیرت زدہ سا دیکھا.....  
آؤ..... مسٹر جوشی..... بیٹھو..... درپن نے ایک دم چونک کر کہا۔  
آپ جانتے ہیں اسے۔ جوشی تذبذب کے عالم میں بولا۔  
میں کیا جانوں گا بھئی..... ویسے میرا حلقہ احباب ہے۔ حلقہ خواتین نہیں.....

دیا۔  
پھر بھی یہ کیون تھی۔ جوشی نے تڑپنا چاہا۔  
کہانا..... میں نہیں جانتا۔ ویسے جائیداد فروخت کروانے کے چکر میں آئی  
درپن نے ازراہ ہمدردی کہا۔

یہ بڑی حرافہ عورت ہے..... چکر تو نہیں دے گئی۔ جوشی سنجیدگی سے بولا۔  
کیا..... تم جانتے ہو۔ درپن نے آگے جھک کر کہا۔  
یہ دلی کی مشہور و معروف طوائف..... سنبھل بانی..... آج کل اس نے کسی  
زاوے کو پھانسا ہوا ہے۔ جوشی بولا۔

ریٹس زاوے کو..... کیا نام ہے اس ریٹس زاوے کا درپن کے ذہن میں راز  
ہو لہو گھوم گیا۔  
معلوم نہیں..... شاہہ وہ اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہے۔ جوشی نفرت سے بولا۔  
تمہیں بڑی ناچ ہے..... اسے جانتے ہو..... درپن نے سرگوشی کی۔

ماما کیسی ہیں..... طبعیت کیسی ہے..... ٹھیک ہیں نا..... وہ ایک ہی سانس ہو گئی۔

ٹھیک ہیں..... تم کب ملو گی اس سے..... تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں..... بڑے دکھ سے بولا۔

تمہیں کیا بتاؤں..... میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے..... وہ جیسے سسک اٹھی۔ میں جانتا ہوں..... گھر آؤ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سلور پرین..... ماما تو تم یہاں لے آؤ..... مل لیں گی..... رتی بڑے خوش تھی میں بولی۔

میں ڈرتا ہوں کہ وہ پریشان ہوں گی..... دوسرے وہ اس قابل بھی نہیں کہ اسکی..... منع کر دیا ہے ڈاکٹر نے۔ وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

ٹھیک ہے..... چند دنوں میں ہم بنی مون کے لئے نیویارک جا رہے ہیں۔ وہ اداوار میں بولی۔

جاؤ..... لیکن خوش رہنا..... وہ بولا۔ ہاں..... بہت خوش..... تم تو جانتے ہو..... کوئی سی بات مجھے خوش کرتی۔

کون سی آواز اس..... وہ ایک دم ٹپ اٹھی..... گوتم..... گوتم نے ریور چھین کر واپس رکھ دیا۔

ہیلو..... ہیلو..... رتی..... یوں لگتا ہے..... گوتم نے ریور چھین لیا ہے درپن افسردگی سے واپس رکھتے ہوئے بولا۔

چھین لیا ہے..... پوچھا قریب کھڑی تذبذب کے عالم میں بولی۔ رتی کی آواز میں اضطرابیت اور خوف محسوس کیا ہے میں نے۔ وہ غصے اور غم سے

ہی کر سی پریشہ گیا۔ رتی اتنی غموں سے..... اپنی مرضی سے وہ فون بھی نہیں کر سکتی۔ پوچھا نے کہا۔

وہ شاید اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتی..... وہ میری وجہ سے اس کو ازیت دے رہا ہے..... میں جانتا ہوں ماما..... اس نے سنبھلنے سے شادی کی ہے۔

رتی کے لئے آستین کا سانپ ہے..... ڈسٹاپے اس کو..... کچھ لگتا ہے..... بے گلی اور اضطراب میں بے چین پوچھا بولا۔

میرے کام لو میرے بچے..... ظلم کو استحکام نہیں ہے۔ پوچھا نے درپن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

وہ ایسی اذیتوں کی عادی نہیں ہے..... اس نے بڑی آسائش اور آزادی سے زندگی کے انیس سال گزارے ہیں..... آپ کو یاد ہے..... بچپن میں ماما سے کتنا منع کرتی تھیں..... رابکار جھڑکتا تھا..... وہ پھر بھی میرے پاس آ جاتی تھی..... کبھی مانی تھی اس

لے بات کسی کی..... وہ بے قراری سے اٹھا بیٹھ پوچھا کو سمجھا رہا ہو۔ پوچھا نے بیٹے کو اس قدر ٹوٹا دیکھ کر اپنی آنکھیں صاف کیں۔ بھٹوان پر بھر و سار کھو

میرے بیٹے..... اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ پوچھا نے کہا۔ میں شکست تسلیم کر لوں..... کیا میں ہار گیا ہوں..... وہ ہنسی لگیں اٹھا کر بولا۔

ہار تو گئے ہو..... اور شکست تسلیم کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ پوچھا نے اس کا شانہ دیا۔

پوچھا..... اس کی دوری تو برداشت کر رہا ہوں..... لیکن جس قسم کا سلوک اس کے ساتھ ہو رہا ہے..... وہ میری برداشت سے باہر ہے۔ مجھ سے وہ اس قدر آزرہ نہیں

دیکھی جاتی..... وہ قفس میں ہے..... اپنے ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر وہ سسک اٹھا۔ حوصلہ رکھو..... میں تمہارے لئے چاہنے لاتی ہوں..... وہ اسے دلا سادے کر بچن

میں چل دی..... ٹرن ٹرن..... ابھی لپک کر درپن نے ریور کان کو لگا تھا کہ گوتم کی کخت و ترش آواز سن کر ٹھٹھکا۔

آئندہ رتن کو فون کرنے کی کوشش مت کرنا..... OK..... میں نے تو ہلکا بوجھ سے کیا تھا..... ورنہ..... وہ ایسا رویہ اپنا گیا جس سے رتن پر آجائے

آئے۔ ورنہ ورنہ کچھ نہیں..... ٹھک سے فون رکھ دیا.....

رتن اپنے کمرے میں جا چکی تھی..... تمہیں کیا مرہی سمجھا چکا ہوں کہ درپن سے رابطہ

فسم کر دو..... تم اب میری چٹی ہو..... درپن سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ چلا کر

بولا۔ گوتم..... میں..... میں.....

ہاں ہاں..... میں جانتا ہوں..... اس نے آئی کیلے تمہیں فون کیا تھا..... وہ مجھے  
..... مہی کو اطلاع کرتا..... تمہیں اس نے کیوں فون کیا..... وہ طیش میں بولا۔  
میں اسے منع کر دوں گی..... نہیں کرے گا وہ فون..... وہ آہستہ سے بولی۔  
اتنی بے بس لاچار..... وہ کب تھی..... صوفے کی پشت پر چہرہ بازوؤں میں چپا.....  
بلک بلک کر رودی.....

گوتم..... کیا بات ہے..... رتی کیوں رو رہی ہے..... ٹینا نے جاتے جاتے رتی کو  
آواز سن کر اندر آئی.....  
مہی..... میں نے کچھ نہیں کہا..... صرف منع کیا تھا کہ درپن تمہیں فون مت کر۔  
..... وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔  
وہ اس کا پیچھا پیچھو کیوں نہیں دیتا..... کیوں کرتا ہے اسے فون..... ٹینا اونچی آواز پر  
بولی۔

آئی..... اس نے ماما کی اطلاع دی تھی کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ وہ روتے روتے  
بولی..... وہ گھٹی گھٹی تھی کہ درپن نے اسے پچانے کے لئے یہی کہا کہ اس نے ماما کی طبیعت  
کا تباہ کیا۔

آئندہ خیال رکھو..... اور گوتم چند دنوں میں تم جانے والے ہو۔ تیاری کرو.....  
آنکھ کے اشارے سے اسے خاموش رہ۔ تاکہ کرباہر چل دی۔

☆ ○ ☆

وہاں نے اس سکوت کو توڑا۔

مہی..... چپ کیوں ہیں..... بھائی کی وجہ سے اداس ہیں۔  
ہاں..... بھگوان نے چاہا تو کل آئی جانے گا..... وہ دھیرے سے متہم ہو گئیں۔

بھائی کی رونق بہت ہے..... سوئیٹا نے جانے کی بیانیوں میں جیتی ڈالی۔  
وہ سب رونقیں اپنے ساتھ لے گیا..... ٹینا نے اداس لہجے میں کہا۔

کبھی ہم سے جدا نہیں ہوا..... اب آجائے گا..... کتنا خوش ہو گا۔ سوئیٹا نے فحش کر  
پالی ٹینا کے سامنے رکھی۔

اس نے تو خوش ہی ہونا تھا..... اپنے ڈیڑی سے ملنے کی خوشی پھر رتی اس کے ساتھ  
نہی۔

مہی..... رتی کی مالی کی بھینٹ پورے سنسار کو پالیا۔ سوئیٹا نے کہا۔

شام کی ملٹی روشنی پھیل چکی تھی۔ وقت تیزی سے گزر گیا..... ہردن ایک نیا سورج  
بے کر نکلا..... چاند بھی اپنی چاندنی سے کائنات کو منور کر تا رہا لیکن ان تین ماہ میں دل کی  
ہالی نہ تھی..... ٹینا حد درجہ اداس ہی رہتی..... لان میں کرسیاں بچھی ہیں.....  
الوں میں بیٹی بیٹھی ہیں..... ملازم کب سے چائے چھوڑ گیا تھا..... لیکن ٹینا خالی خالی  
ماہوں سے فضا کو دیکھ رہی تھی..... جس پرویانی ڈیرا بچائے تھی..... دروہ پار پرویوں لگ رہا تھا  
..... جیسے اداسیاں بال بکھرانے ماتم کناں ہوں..... یہ فضا سے تھیں کیوں بلند ہو رہی  
ہیں۔ ٹینا نے چونک کر سونیا سے کہا۔

چچین..... کیسی چچین..... آپ بھیا کی وجہ سے اداس ہیں نا..... آپ کو ہوا بھی  
ال لگ رہی ہے جیسے دستک دے رہی ہو۔ سونیا مسکرا دی۔  
فضا کو بام پر ماتم کناں تو اس نے بھی محسوس کیا تھا لیکن ٹینا نے کوئی جواب نہ دیا۔  
بہت لمبے دنوں خاموش رہیں کسی نے بھی اس جود کو ٹوڑنے کی کوشش نہ کی۔ آخر  
وہاں نے اس سکوت کو توڑا۔

مہی..... چپ کیوں ہیں..... بھائی کی وجہ سے اداس ہیں۔  
ہاں..... بھگوان نے چاہا تو کل آئی جانے گا..... وہ دھیرے سے متہم ہو گئیں۔

بھائی کی رونق بہت ہے..... سوئیٹا نے جانے کی بیانیوں میں جیتی ڈالی۔  
وہ سب رونقیں اپنے ساتھ لے گیا..... ٹینا نے اداس لہجے میں کہا۔

کبھی ہم سے جدا نہیں ہوا..... اب آجائے گا..... کتنا خوش ہو گا۔ سوئیٹا نے فحش کر  
پالی ٹینا کے سامنے رکھی۔

اس نے تو خوش ہی ہونا تھا..... اپنے ڈیڑی سے ملنے کی خوشی پھر رتی اس کے ساتھ  
نہی۔

مہی..... رتی کی مالی کی بھینٹ پورے سنسار کو پالیا۔ سوئیٹا نے کہا۔



ہاں جی..... باوجودی..... وہ عورت یہاں آگئی..... جس کو دیوی جی مٹھنے نہیں دیتی تھی..... ذرا برابر غم نہیں اس کو..... ایسا نہ کہو..... مایا..... وہ اب تمہاری مالکن ہے..... تمہیں اس کے ساتھ رہنا ہے۔

درپن نے دونوں بازو پشت کی جانب کرتے افسردہ سے ایک لہسا سانس لیا۔ ہائے رام..... باوجود کار..... وہ ہماری مالکن ہوگی..... آپ رتی بی بی کو لے آئیے گا..... مایا نے منت کی۔

ایسا نہیں ہو سکتا مایا..... رتی پر اب اور بھی زیادہ پابندیاں عائد ہو چکی ہوں گی..... بیٹا نے اس معصوم کا اندازہ حیات تنگ کر دیا ہے..... گوتم کی موت کی ذمہ دار اس بد نصیب کو تمہا جا رہا ہے۔ رتن کے چہرے پر ہوا یوں کی آڑنے لگیں۔

یہ سب تو جھوٹا معاملہ ہے..... رتن بی بی کا اس میں کیا قصور..... قریب سے لڑتے ایک بوڑھے ملازم راہندر تنگھ نے کہا۔ وہ صوفے پر نیم دراز بیٹھا تھا..... ایک دم پر اٹھا..... اور سنبھل داخل ہوئی۔

آپ..... ملکی..... اور پرن بھو چکا سارہ گیا۔ وہ اس وقت سنہری ساڑھی میں ملبوس قفل کے تمام ہتھیار سجائے داخل ہوئی۔ ملازم اسے دیکھ کر باری باری کھسک گئے۔

ملکی نہیں..... سنبھل..... وہ بے تکلف سامنے صوفے پر دراز ہو گئی۔ نام تبدیل کرنے کی وجہ۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز میں غیریت تھی۔ آپ بیٹھیں..... وجہ بعد میں بتا دی گئی۔ وہ بڑھ کر درپن کے بازو کو پکڑ کر بولی۔

مجھے دو چہروں والے انسان ایسے نہیں لگتے۔ ظاہر باطن ایک ہو جاتا ہے۔ درپن نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور باہر نکل گیا۔

درپن..... وہ پر لطف انداز میں اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں وہ بیٹھا تھا۔ ایک آوارہ حسن پرست عورت تھی..... درپن کی دلکش جوانی نے اس کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیا تھا۔ وہ اپنے حسن کا جال بچھا کر درپن کا دل موہ لینا چاہتی تھی..... لیکن ایسا نہ ہو سکا..... درپن نے عمل جانا نہ کر دیا تھا..... ویسے بھی اب تمام تر کنٹرول راہنکار کے اختیار میں تھا..... تمام قسم کی بندشیں ختم ہو چکی تھیں۔ کاروبار تقسیم ہو چکا تھا۔ رتی کے حصے کی جائیداد کے تمام

کاغذ درپن کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ہر قیمت پر وہ جائیداد رتی کو دے دینا چاہتا تھا۔ وہ یہ تو جانتا

ہاں..... خوش رہیں..... مجھے ہر حال میں گوتم کی خوشی چاہیے۔ بے سادہ سی دنیا کر کسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔ سوئیائے ٹیٹا کو دیکھا۔ ٹھیک ہوں..... دل ڈوب رہا ہے..... ناشتہ کیا آپ نے..... میرا خیال نہیں کیا..... سوئیائے ایک دم ہلکا کیا۔ جی نہیں چاہا..... وہ افسردگی سے بولی۔

یہ بات تو ٹھیک نہیں مئی..... آجائے گا نا بیٹا..... آپ نے ان تین مہینوں میں روگ لگایا ہے۔ اگر یہی بات تھی تو نہ جانے دیتیں۔ سوئیائے بوئے انس سے ٹیٹا کو دیکھا۔ فرن..... فرن..... فون کی کھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

فون سرکار..... ملازم نے تیز رفتاری سے فون ریسورسیت ٹیٹا کے سامنے رکھا۔ بڑی تیزی کے ساتھ ٹیٹا نے ریسور کو اچھالا۔ کیا..... جہاز کریش ہو گیا..... گوتم..... ایک فلک شکاف چیخ بلند ہوئی..... اور

دھڑام سے فرش پر گر گئی۔ مئی..... سوئیائے اس کو اپر جھکی..... مئی..... بیٹا بے ہوش ہو چکی تھی..... گوتم کی موت کی خبر دہلی میں پھیل چکی تھی اور رتی کا مجرمانہ طور پر بچ جانا ایک عجیب

غریب حادثہ تھا۔ کسی فنی خرابی کی وجہ سے طیارے میں آگ بھڑک اٹھی اور طیارہ تباہ ہو گیا۔ کاذمیر غیر آباد جگہ پر گر کر..... طیارے میں دو سو کے قریب مسافر سوار تھے جن صرف دس زندہ بچ سکے..... جن میں رتی بھی شامل تھی۔ قدرت کے عجیب کھیل چر رتی کو خواہش تک نہیں آتی تھی..... یہ خبر سیوک محل میں پہنچ چکی تھی.....

رتی بیوا ہو گئی..... اس کا سہاگہ اجڑ گیا..... درپن..... رتی کا خیال رکھنا۔ تیسرا اثر ان کو کہا نصیب نہ ہوا..... وہ نوٹے درخت کے تنادر تنے کی طرح گر گئی اور ہمیشہ ہمیشہ لے منہ موڑ گئیں..... کٹھنی دیوی کی موت نے سیوک محل کا شیرازہ حیات درہم برہم

دیا تھا..... ہر طرف ماحول میں سکسپا سنائی دے رہی تھیں..... درودیاو سے اوپر ٹپک رہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز واقعہ جو رونما ہوا..... وہ راہنکار کی دیدہ دلیری تھی اپنی ناگہانی دیوی کی موت اس کے لئے بہتر ثابت ہوئی..... وہ سنبھل کو محل میں لے آیا..... اور جب یہ خبر ملازمین نے درپن کو سنائی تو وہ سکھنے میں آ گیا۔

میں والی رتی آج اس قدر آزرہ ہو گئی..... کیا بیوہ عورت کو جیسے کا کوئی حق نہیں۔ نہیں... اگر گوتم موت کی وادی میں چلا گیا ہے تو اس میں مصوم رتی کا قصور..... کیا وہ اب بھی نہیں جانتی..... شور سے بھی زیادہ اچھوت ہو گئی۔

بابو سرکار..... ایک شخص ملنا چاہتا ہے... اپنا نام گوبی داس بتا رہا ہے۔ ملازم نے کہا۔ گوبی داس..... جیجیو جیجیو..... جلدی کرو..... وہ بے چین سا ہو گیا۔

بہتر سرکار اور چند لمحوں کے بعد گوبی داس داخل ہوا۔

میسے بابو جی..... گوبی داس نے اندر آتے کہا۔

میسے آؤ..... گوبی داس خیریت تو ہے..... کیسے آئے ہو۔ رتن کا افسردہ سراپا لی لی نگاہوں میں گھوم گیا۔

سب ٹھیک ہے سرکار..... گوبی داس خود بڑا پریشان لگ رہا تھا۔

پھر کیا بات ہے..... پلیز جلدی بولو..... میں انتظار نہیں کر سکتا..... سرکار گوتم بابو

ہم مدد چاہ رہے ہیں..... گوبی داس نے کہا۔

انتا عرصہ تو ہو چکا ہے۔ درپن بولا۔

آپ نے رتن بی بی کے بارے میں کیا سوچا..... گوبی داس کھل کر بات نہیں کر رہا تھا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو..... درپن نے کہا۔

میں ایک نوکر ہو سرکار..... لیکن دل کے اندر کوئی نرم گوشہ تو ہوتا ہے نا.....

رتن بی بی کو کہاں لے آئے..... وہ میری سہری کی طرح ہے۔ گوبی داس کے چہرے پر حد

دہ افسردگی چک رہی تھی۔

اب کسی سے رتی..... وہ بے چینی سے بولا۔

رتن بی بی بہت مشکل میں ہے بابو سرکار..... گوتم بابو کی موت نے مالکن کو نیم پاگل بنا

ہے..... وہ رتن بی بی کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔ گوبی داس بات کو دبا گیا۔

مارا ہو گا..... ضرور اس پر تشدد کیا ہو گا ان لوگوں نے..... وہ بے چین مضطرب کھڑا

کہا۔

کلی شاید گل دان سے چوٹ لگی ہے رتن بی بی..... وہ تو بروقت ڈاکٹر نے پٹی کر دی

بہت خون ہو گیا.....

اف..... گوبی بی بی میں کروں..... وہ لوگ میرا وجود دیکھنا پسند نہیں کرتے..... میں

تھا کہ رتی ایک عذاب میں مبتلا ہے..... گوتم کی بے وقت موت نے اس سے زندگی کی

آسائشیں جھین لی تھیں..... بیٹانے اس کا جینا دو بھر کر دیا تھا..... اس کی بندیا نوچ کر

لی گئی..... ایک عورت نے بڑھ کر اس کی چڑیاں توڑ دیں..... اس کے لباس کو

ساڑھی میں بدل دیا..... اس کے خوبصورت پاؤں جو تپسنے سے محروم کر دیئے گئے.....

اپنے دروازوں کو کھول سکتی تھی لیکن جواز نہیں کر سکتی تھی..... وہ ہنس نہیں سکتی

..... وہ کھل کے رو نہیں سکتی تھی..... بروقت اپنے کمرے میں بند رہنے کی وجہ سے

کی صحت پر اثر پڑ رہا تھا..... کوئل نازک وجود کی مالک تو وہ پہلے ہی تھی لیکن مسلسل

بیداری اور ذہنی لذت نے اسے بیمار بیمار سا بنا دیا تھا۔

کھانا لگاؤ..... صاحب کے مہمانوں کو اطلاع کر دو۔ بیٹانے ملازم سے کہا۔

بہت اچھا سرکار۔

سنو..... سو نیا کہاں ہے۔ بیٹانے کہا۔

وہ اور گھر کی تھیں..... ملازم زبان دبا گیا۔

اس کے کمرے میں تو نہیں گئی۔ بیٹانے کہا۔

ممی..... رتی کو بہت بخار ہے..... چپ رہی ہے وہ..... پلیز کسی ڈاکٹر کے پاس

جائیں اس کو۔ سونائے ڈرتے ڈرتے بیٹا سے کہا۔

تم اس کے کمرے میں گئی تھی..... اس اچھا گن کے پاس وہہ خوشی کی پوٹ.....

میرے بیٹے کو کھائی..... تم اس کے پاس گئی تھی..... وہ اچھوت ہو گئی ہے..... اس

سائے سے بھی تمہیں ڈرنا چاہئے..... وہ بیوہ ہے..... اس کا سہاگ اجڑ چکا ہے اپنا بچہ

گئی ہے..... وہ خود ناگن بن کر شوہر کو ڈس چکی ہے.....

ممی..... چپ کریں..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر یہ وقیانہ

خیالات ہیں آپ کے..... اس سے پہلے کہ سونیا سنبھلتی..... بیٹا بے ہوش کر سوتا

پر مگر..... حسب عادت پانی کے چھینٹے مارے..... ہوا دی..... ایک گھنٹے کے بعد نیند

گولی دے کر مگر ہی نیند ملا دی۔

آج آفس میں بھی اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ بیکر شری کا بی بیٹا کرک میز پر رکھ کر

گئی تھی۔ لیکن رتی کی تکلیف نے سکون و قرار جھین لیا تھا..... وہ اس سے محبت کرتا

..... اس کی تکلیف اس کے دکھ کو وہی محسوس کر سکتا تھا..... اس قدر محبت لاڈ میں پران

ساتھ درپن کی اوٹ میں ہو گئی۔

کس لئے آئے ہو۔ ٹینا اور قریبہ آگئی۔

میں رتن کو لے کر چارہا ہوں..... تمام ملازم جہاں کھڑے تھے ساکن ہو گئے۔  
اب کوئی میں پریشان سوئیہاں کھڑی تھی۔  
وہ درپن کے حصار میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔

کیا رشتہ ہے تمہارا اس کے ساتھ..... ٹینا گرج دار آواز سے بولی.....

میرا رتن کے ساتھ انوٹ کا رشتہ ہے..... جنم جنم کا ساتھ ہے..... وہ برہنہ ہوا ہے  
کہے کہ بولا.....

ٹینا نے قہر آلود نظر رتن پر ڈالی اور اپنے ہاتھ میں پکڑے ریوالور کو گھمایا۔

نہیں..... جنم جنم کا ساتھ نہیں ٹوٹا..... وہ سنسار کا ساتھ تھا..... ٹوٹ گیا۔ درپن  
دور ہو چکا تھا لیکن وہ رتن کو اپنی اوٹ میں کرنا ٹھٹھکا لیکن یہ جہنی عورت کوئی نہ چلا دے  
..... وہ اس دوزخ میں رتن کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

آپ کیا جانتی ہیں۔ درپن اونچی آواز میں بولا۔

تم اسے نہ لے کر جاؤ..... یہ گوتم کی ہے..... اور اسی کی رہے گی..... وہ خونخوار  
فروں سے رتن کو گھورنے لگی۔

نہیں..... نہیں..... میں جاؤں گی..... درپن مجھے لے جاؤ..... وہ رونے لگی  
..... میں یہاں نہیں رہوں گی..... درپن نے اسے اپنے عقب میں چھپایا۔

میں اسے جان سے مار دوں گی..... سوئیانے پلٹ کر ٹینا سے ریوالور چھیننے کی کوشش کی  
..... مہی کیا کر رہی ہیں آپ..... آپ کو پیٹہ ہے..... گولی لگ جائے گی۔

تو..... سوئیانے جھپٹ کر ریوالور چھین لیا۔

اور وہ دھڑام سے گری اور بے ہوش ہو گئی۔

درپن پلیز..... رتی کو چھوڑ جاؤ..... مہی تمہارے ساتھ رتی کو کبھی نہیں بھیجیں گی  
..... تم راجکار کو کہو..... رتی..... دیکھو..... مان جاؤ..... راجکار تمہیں لے جائے گا

..... سوئیانے رتی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے.....

اچھا درپن راج سے بات کر لینا..... وہ کہاں آئے گا..... آج تک اس نے کون سے  
نئے حل کئے ہیں..... وہ بھائی نہیں ہے۔ اور افسردہ ہے اپنے کمرے کی طرف چل دی

کیسے رتی کو لے کر آؤں..... راجکار..... وہ میری ہوا سے نفرت کرتا ہے..... میں کیا  
کروں..... درپن نے سر پکڑ لیا۔

آپ جائیں سرکار..... سب کچھ آپ نے کیا..... دیوی جی کو کس قدر بھروسہ تھا  
آپ پر..... رتن بی بی کو لے آئے گا..... کم از کم ان کی زندگی میں سکھ تو ہو..... گولی  
داس نے مشورہ دیا۔

میں جاؤں گا..... بعد میں دیکھا جائے گا..... میں چھین لوں گا رتی کو..... وہ جوش  
میں بولا۔

اسی وجہ سے میں آپ کے دفتر آیا ہوں..... محل میں نہیں گیا..... راجکار باہر ہی  
دہن بھی ہے..... کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے..... وہ سمجھ دار اور رک رکھنے والا شخص تھا۔

تم نے اچھا کیا..... درپن نے کہا۔

اب اٹھ گیاؤں میرے سرکار..... لیکن کسی کو میرے آنے کا علم نہ ہو..... میں چھپ کے  
ہوں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

بے فکر ہو..... ایسا نہیں ہوگا۔ درپن گولی داس کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔

گازی پورج میں کھڑی کرتے ہی وہ باہر نکلا.....

بابو سرکار وہ آپ..... ملازم نے کہا۔ وہ سامنے بالکونی پر کھڑے ویران حراساں رتی کو  
دیکھ کر ٹھٹھکا..... درپن..... وہ برقی رفتار سے زیدہ اتار کر درپن کے پاس آگئی۔

درپن..... تم آگئے..... مجھے معلوم تھا تم ضرور آؤ گے..... میں آج تمہارے  
ساتھ جاؤں گی..... یہ جاؤ..... وہ اہلاناہ دار اس سے لپٹ گئی۔

رتی..... تم اس قدر کمزور..... یہ چوٹ..... وہ اسے اپنا کر خود تپ اٹھا.....  
مجھے یہاں سے لے چلو..... چلو..... وہ نہ اپنے ہاتھ سے میرا اٹھا دیا..... میں نہیں

رہوں..... وہ بچوں کی طرح درپن سے لپٹ کر اچھا کرنے لگی.....  
گھبراؤ نہیں..... میں تمہیں لینے آیا ہوں..... بس رتنا نہیں..... وہ محبت کے

جذبے سے مرغوب اپنے ہاتھوں سے اس کے رخساروں سے آنسو صاف کرتے بولا۔  
درپن..... قہر سے قہر تھرائی ہوئی آواز..... جوش اور جنون سے لرزیدہ..... ٹینا

قریب آ رہی تھی.....

درپن..... یہ عورت مجھے مار دے گی..... مجھے چھپاؤ..... وہ ہڈیانی کیفیت کے

..... اور درپن مایوس لوٹ گیا۔

لیکن جین اس کی زندگی سے اٹھ گیا..... واپسی کی رات نہ جانے اس نے کس طرف غزازی۔ رتن کا دیکھی چہرہ..... اس کا بالک بلک کر اس کے ساتھ آنے کی ضد کرنا..... تمام شب بے چین رہا..... اگلی صبح اس نے راجنمار سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا۔ وہ آہستہ ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ملاقات کا اور کوئی بہتر مکان نہ تھا۔

مایا..... جاؤ راجنمار سے ہو..... درپن ملنا چاہتا ہے۔

ابھی کئی سارا..... مایا بھاگ گئی۔

چھوٹی سرکار..... درپن باو ملنا چاہتے ہیں۔ ڈرائیونگ روم میں..... مایا نے کہا۔

مجھ سے..... کیا کوئی خاص بات۔ وہ صوفے سے اٹھ کر حیران رہ گیا۔

مل لیجئے..... شاید کوئی کام کی بات ہو۔ اس کے پہلو سے اٹھ کر سنبلی نے کہا۔

ٹھیک ہے..... آ رہا ہوں..... وہ مایا کے بعد ڈرائیونگ روم میں بڑھ گیا۔

او..... آج کیسے آتا ہو گیا..... رئیس زاوے..... وہ طنزیہ مسکرایا۔

تم سے ضروری بات ہے..... اگر اجازت دو تو کہوں..... درپن نے اس کے طنز کا کوئی اثر نہ لیا۔

ضرور کہو..... آخر کوئی بات ہے..... جو رئیس زاوے کو میرے پاس آنا پڑا.....

تمہیں اس کا اندازہ تو ہے تاکہ رتی اپنے سرسرا میں بہت پریشان ہے۔ وہ افسردگی سے بولا اور راجنمار کے طنز کا کوئی ٹوٹ نہ لیا۔

پریشان تو ہوگی۔ شوہر کے جانا کی جیون ہے عورت کا.....

اگر شوہر عدم سمدھار جائے تو عورت کا کیا دوش..... روز روز کے مرنے سے بہتر تھا کہ وہ سچی ہو جائے۔ درپن جو شے بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا۔

رتی پر ظلم ہو رہا ہے..... اس کا اندازہ حیات تنگ ہے..... ٹینا آئی ہے اس کا بیٹا حرام کر دیا ہے۔ تم رتی کو محل واپس لے آؤ..... درپن نے اٹھا آئیز لیجے میں کہا۔

تم تو خود بڑے ہمدرد تنگسار ہو رتی کے..... لے آؤ تاکہ..... راجنمار نے کہا۔

گیا تھا..... انہوں نے میرے ساتھ بھیجے سے انکار کر دیا ہے..... درپن نے کہا۔

اگر تمہارے ساتھ بھیجے سے انکار کر دیا ہے تو میرے ساتھ بھی وہ نہیں بھیجیں گے۔

اگر کے الفاظ میں انکار کی بو آ رہی تھی۔

کیا..... کیا کہہ رہے ہو تم..... درپن حیران رہ گیا۔

تم جاؤ..... لے آؤ اس کو..... میں ٹینا آئی کے ہاں نہیں جاؤں گا..... وہ تمہارے کو بھیجتا چاہتی ہیں.....

کیوں..... درپن نے کہا۔

میری انا کا مسئلہ ہے..... وہ ہمیشہ سے وہ لوگ تھے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اب میں بے سانسے نظرس نہیں جھکا سکتا..... وہ انزیمیا۔

رتی تمہاری بہن ہے..... اسے اس جہنم سے اُٹال لاؤ..... وہ احتجاجا بولا۔

تم جاؤ لے آؤ..... تمہیں کون روک سکا ہے..... گزشتہ کی طرح یہ کام تم ہی کرو..... وہ ایلوٹ گیا۔

اور درپن ایسے ظالم خود غرض بھائی کے زہن قدم کو گھورتا رہا۔ جس کی نظر میں خونی غل کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

فیک ہے..... میں اس جہنم میں رتی کو نہیں رہنے دوں گا۔

ایک مستحکم ارادے کے تحت وہ واپس لا اور دوسرے دن پھر ٹینا کے ہاں پہنچ گیا..... چلا کر آواز سن کر سیدھا رتن کے کمرے کی طرف چل دیا۔ دروازے کی اوٹ میں وہ

ملنا خود بخود میسر کی طرح اندر داخل ہوئی.....

تم نے..... تم نے میرے بیٹے کو مارا..... جہاز سے دھکا دے دیا..... وہ چلا کر بولی۔

بہن نہیں آئی میں نے نہیں مارا گو تم کو..... نہیں مارا..... رتی گڑگڑا کر کہنے لگی۔

کے چہرے پر ہوائیاں لڑی ہوئی تھیں.....

لہیں مارا..... تمہیں کیوں نہیں کچھ ہوا..... آگ لگ گئی تھی نا..... وہ رتن کے الی۔

لی آئی..... جہاز کو آگ لگ گئی..... آگ کی وجہ..... بس بس..... بکواس کرتی..... تم کیوں نہیں جلی..... تمہارا حسن تمہارے یہ دواز گیسو..... سلامت ہیں تم راہ نہیں ہو میں..... اس کے ساتھ ہی وہ بھوک شیرانی کی طرح چھٹی اور ایک سے رتن کے بال نوچ کر پکڑے اور کھینچے۔

پلونا درپن چلیں..... آئی پھر آجائیں گی..... رتن نے باہر والے دروازے کی لہ دیکھا۔

چلتے ہیں..... میں ہوں نا تمہارے پاس..... خوفزدہ ہو چکی ہے..... درپن نے سونیا کہا۔

دراصل..... مئی سے بہت دہشت زدہ ہے..... خیر آئی کا خود ساختہ فعل نہیں ۹..... درپن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

رتنی تمہاری چیزیں جلدی تمہارے ہاں پہنچ جائیں گی..... گھبراہٹ نہیں..... سونیا نے نہیں صاف کیں۔

سونیا..... کسی وقت کسی لمحہ میری ضرورت ہو تو بلا جھجک فون کیجئے میں حاضر ہو جاؤں اورپن کو ان لوگوں پر رحم آنے لگا۔

Thank you..... ڈیڈی آجائیں تو آپ سے رابطہ کریں گے۔ بالکل بے تکلف آپ مجھے اپنا بھائی سمجھیں..... OK سونیا نے صرف مسکراہٹ کے ساتھ اقرار کیا۔

اور وہ اپنی کائنات سمیٹ کر محل واپس لوٹ آیا۔ سونیا باؤس مجبور واپس اپنے کمرے میں لہ گئی۔

درپن اچھا انسان ہے..... کیا ہوا اگر اس نے ایک مسلم عورت کی کھوکھ سے جنم لیا ہے مئی کو خواہ مخواہ نفرت ہے..... سونیا نے پھر کر دلی.....

نہا کی بیماری طویل ہوتی جا رہی تھی..... نہ جانے وہ کب سکون حاصل کر سکیں گی۔ رتنی کی آرزوؤں 'آشناؤں کے ساتھ حاصل کیا تھا۔ چارون مئی نے گزروے کہ بھلا ملک عدم لہ..... اس میں رتنی کا کیا قصور..... یہ ہمارا معاشرہ کیا ہے..... ایسی عورتوں کو یہ

شوہر کیساتھ متی کر دیتے تھے..... چاہے وہ جلتا نہ بھی چاہے..... اس کو زندہ شوہر ساتھ جلا دیا تھا..... نہ کسی کو بچوں پر رحم آتا اور نہ اس کی جوانی پر..... ہندوستانی

لڑے میں عورت کو شوہر کے بعد جینے کا کوئی حق نہیں ہے..... یہ حق کس نے چھینا ہے اسی معاشرے نے..... میں..... میں ہر گز شادی نہیں کروں گی، میں اس رسم و

نہا کی قائل نہیں ہو سکتی..... نہیں..... ہرگز نہیں..... اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ لہائی..... بیگم صاحبہ جارا رہی ہیں..... ملازمہ نے کہا۔

ہاں ہیں اس وقت۔ سونیا بکسر بھول گئی کہ وہ کہاں چھوڑ آئی ہے۔

آئی مجھے چھوڑ دو..... سونیا..... سونیا..... وہ منت سماجت کرنے لگی۔ ٹیڈا آئی..... پوری طاقت سے ہاتھ کھول کر درپن نے رتن کو آزاد کر لیا۔

درپن تم آگئے..... مجھے لے جاؤ..... اب چھوڑ کے مت جانا..... وہ معصوم نہا طرح درپن سے پلٹ گئی۔

تم..... کیا کرنے آئے ہو..... تم نے اس سے کہہ کر میرا گوتم قتل کر لیا ہے..... جہنم نے..... جہنم..... وہ درپن پر بری طرح جھپٹی.....

مئی..... کیا ہو گیا ہے آپ کو..... پشت سے ایک دم سونیا نے ٹیڈا کو پوری طاقت چلا لیا.....

درپن رتن کو اپنے بازؤں کے حصار میں لے دو قدم پیچھے کی جانب بڑھا..... سونیا..... مجھے افسوس ہے کہ آئی..... ٹیڈا نے لمبے سانس لے کر ہاپ رہی تھی مئی..... ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں..... تم بے شک رتنی کو لے جاؤ..... مئی

گوتم کی موت کا مذہ دار مظہر ا رہی ہیں۔ سونیا نے ابھی تک پوری طاقت سے ٹیڈا کو تھا..... تھا۔ درپن سبھی ہوئی رتن کو لے دو دروازے کی طرف بڑھا۔

چندوں میں مئی کو باہر لے جا رہے ہیں..... ڈیڈی نے سارے کام مکمل کر لئے ہیں۔ سونیا نے اپنی ہوئی ٹیڈا کو صوفے پر بٹھا دیا..... لیٹ جائیں..... چائے لاؤں

کے لئے..... میرا گوتم لا دو..... میں نے کیا لگاڑا تھا بھگوان کا جو میری گود سے میرا ہا چھین کر لئے گیا۔ وہ منہ چھپا کر سسک سسک کر رونے لگیں.....

تم مئی کے پاس گھبرو..... میں چائے بھجواتی ہوں..... پلا دینا..... سونیا درپن ساتھ ساتھ چلتی ملازمہ اوحا سے بولی۔

تیڈا ڈرائیگ روم میں چلے گئے۔ مجھے افسوس ہے..... آئی امیویری سو رہی رتی..... تمہارے ساتھ یہاں اچھا سلوک نہیں ہوا۔ سونیا کے لہجے میں معذرت اور ندامت تھی۔

حراساں رتنی نے درپن کی طرف دیکھا جو اس وقت بھی اس کے ساتھ دک..... کوئی تھی۔ ایسی کوئی بات نہیں..... سب کچھ بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... درپن

معمولی مسکرایا۔

بہو بیگم کے کمرے میں سرکار۔ ملازمہ نے جیسے یاد کر لیا۔

اچھا..... وہ ملازمہ کے ساتھ رتی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

مئی..... کیسی طبیعت ہے۔۔۔۔۔ نہ ٹینا کو پرسکون بستر پر لیٹے تصویر دیکھتے ہیں۔

دیکھا۔

ٹھیک ہوں..... دیکھو..... میرے بیٹے اور بہو کی تصویر..... ٹینا نے سونیا کو تسہ

دکھائی۔

سونیا نے پچھلی پکیوں سے تصویر کو بغور دیکھا۔ اچھی ہے نا..... ٹینا ٹھک کر بیٹھ گئی۔

بہت اچھی..... سونیا نے ٹینا کو بغور دیکھا۔

کب آئیں گے دونوں باہر سے..... ٹینا نے سونیا سے تصویر پکڑ کر پینے سے لگائی۔

آجائیں گے..... وہ بولی۔

پھر بھی کتنے دن لگیں گے..... ان کے آنے پر بہت بڑا فکشن کروں گی.....

اور شہنائیاں بجیں گی..... رتی کو دیکھا تم نے..... دیکھو..... غور سے دیکھو.....

پیاری ہے نا میری بہو..... وہ زبردستی اصرار کے ساتھ تصویر دکھانے لگی۔

مئی دیکھ لی ہے..... وہ پیرازیرا سی لگنے لگی۔

سونیا..... ایک دم چونک کر وہ بولی۔

جی مئی..... سونیا نے کہا۔

گو تم اپنی دلہن کے ساتھ آئے گا..... آئے گا نا..... ٹینا نے سونیا کا شانہ ہلایا۔

آپ اٹھیے..... اپنے کمرے میں..... سونیا نے جھلا کر کہا۔

ایسے ہی..... گو تم آئے تو چلی جاؤں گی..... وہ جھریٹ گئی۔

نہیں نامی..... وہ اپنے کمرے میں کسی کو نہیں آنے دیتا..... سونیا نے سمجھا نا.....

کوشش کی۔

ہاں..... یہ بات تو ہے..... ٹینا نے مسکرا کر سر ہلایا۔

بڑے دھکی انداز میں سونیا نے ٹینا کے کھڑے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے درست کیا۔

بازو پکڑ کر باہر لے گئی۔

☆ ○ ☆

راجہ جی..... سنبل نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھے برش سے بال درست کئے۔

ابھکار نے فاکوں سے اٹھتے ہوئے سر اٹھایا۔

وہ آگئی ہے۔۔۔۔۔ وہ ریک سے انداز میں بولی۔

کون؟..... راجہ جی نے چونک کر کہا

جناب کی ذی..... رتی جی..... وہ نظر اڑائی۔

رتی آگئی..... اچھا ہوا..... کس کے ساتھ..... راجہ جی نے خوشی کا اظہار کیا۔

اسی کے ساتھ..... جس کی پناہ میں دیوی جی چھوڑ گئی تھیں..... وہ شانے اچکا کر

طرائی۔

اچھا ہوا..... ورنہ میں ٹینا آئی کا سا مسئلہ گر پاتا۔ راجہ جی نے ٹیک لگائی۔

ابھی چھوڑیے..... درپن ہی خیر خواہ ہے رتی نا..... لے آیا نا..... وہ راجہ جی کے

لہ بیٹھ گئی۔

اچھا ہوا لے آیا..... راجہ جی نے کہا۔

آپ جانتے تو ہرگز نہ آتی۔۔۔۔۔ وہ بات کو ہوا دینے لگی۔

تمہارا مطلب کہ میرے جانے سے رتی نہ آتی..... راجہ جی نے سنبل کی طرف اشارہ کیا۔

اور کیا..... وہ بھی نہ آتی آپ کی رتی دیدی..... سنبل نے پھر نفرت کا اظہار کیا۔

تمہاری بھی کچھ ہے..... آپ کی آپ کی کیا رت رکھی ہے۔ راجہ جی نے غصہ اٹھایا۔

اولی رام..... میری وہ کچھ نہیں..... اپنے بچے کو کھائی۔ چار روز بھی نہ ہنس کے

دارے اس نے..... وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولی۔

دیکھو سنبل..... تمہاری ایسی باتوں سے نفرت بہ بیٹھے..... تمہیں تو..... وہ

بوش ہو گیا۔

راجہ جی..... ابھی کہن سے ملاقات بھی نہیں ہوئی..... محبت بیدار ہو گئی۔ وہ راجہ جی

تم کون ہو تے ہو منع کرنے والے۔ وہ باغیانہ انداز میں بولی۔

میں کون ہوں..... آپ کو علم ہے۔ درپن واپس لوٹ گیا۔

درپن..... غلام گردش سے گزرتے وہ چونکا۔ رتی اس کے پاس آ رہی تھی.....

موڈ آف ہے تمہارا..... وہ ہنس دی..... چند لمبے وہ اسے غمور تارہ۔

گنگے پاؤں۔ سفید ساڑھی..... نکھرے بال اداس چہرا..... جس پر ویرانی ہی ویرانی۔ وہ

اں کے سر پاؤں کو دیکھتا رہا۔

کیا اپنے کمرے سے گنگے پاؤں آئی ہو۔ وہ یوں بولا جیسے اس کے اندر کوئی عمارت دھڑام

سے گر گئی ہو۔

ہاں..... بھائی منع کرتی ہے نا۔ وہ سادگی سے بولی۔ کہ جو تا نہیں پہننا۔

وہ قریب آ گیا۔

ہاں..... درپن..... گو تم جو مر گیا ہے..... جب عورت بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کو بناؤ

گھمار اور بننے سونے کا حق نہیں ہے..... اور نہ ہی جو تا پہننے کا..... بس یہ سفید

ماڑھی ہی..... وہ معصوم سی ادا کے ساتھ درپن کو دیکھ کر بولی۔

تم ایسا نہیں کرو گی..... یہ ساری کائنات تمہاری ہے..... ابھی تمہارے حصے کی بہت

لوشیاں باقی ہیں..... اگر گو تم مر گیا ہے تو تمہیں باندھ نہیں کر گیا..... جو تا پہننا..... وہ

کمرے کی جانب تیز رفتاری سے بڑھا۔ پگ بھینٹنے لگا اور رتن کا جو تا اسے پہنایا..... پہن لوں

وہ جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔

کیوں جو تا پہننا ہے ہو درپن..... تمہیں معلوم ہے یہ اب سہاگن نہیں ہے۔ سنبل

نے سخت الفاظ میں کہا۔

خود ساختہ رسومات نے اسے بے گناہوں کا جینادو بھر کر دیا ہے۔ درپن کو برا لگا۔

خود ساختہ رسومات نہیں..... ہندوستانی معاشرے کی عکاسی ہے۔ سنبل نے تن کر کہا۔

کیا ہندوستانی معاشرے میں غیر مردوں کا دل بھانا بھی ہے۔ غیر مردوں کی بانہوں میں

پائیں ڈال کر آؤ اگھو مابندوستانی معاشرے کی عکاسی ہے۔ درپن نے نشتر زدہ الفاظ سنبل

کو تپا کر گئے..... وہ چیخ مچی..... تم حیرتی تو ہیں کر رہے ہو۔ وہ بولی۔

آپ کی تو ہیں نہیں بھائی صاحبہ..... آپ کی بات کا جواب دے رہا ہوں۔ رتن کو

اوساں دیکھ کر وہ مسکرایا۔

کے گلے میں باغیں حاصل کرتے بولی۔

ہو..... راجکارا جھپک کر اس کے بازوؤں سے اپنے آپ کو الگ کیا۔

راجہ جی..... ناراض ہو گئے..... بری بات کہہ دی کیا..... وہ نرم لہجے میں بولی

دیکھو سنبل..... وہ میری بہن ہے..... میں اس قسم کی گفتگو اپنی بہن کے لئے

نہیں کرتا۔ وہ اسے سمجھانے کے لہجے میں بولا۔

دروازے پر دستک ہو گئی۔

کون..... آ جاؤ..... سنبل نے کہا۔

استاد جیونت سنگھ آئے ہیں۔ خاص ملازم نے کہا۔

ہائے رام..... جیونت جی..... آ رہی ہوں..... آ رہی ہوں..... بھاؤ ڈراؤ

روم میں۔ وہ بڑے بے قرار انداز میں بولی۔

ملازم واپس لوٹ گیا۔

تم نے چنداں باقی کو بتایا نہیں تھا کہ یہاں کوئی نہ آئے..... یہ گھر ہے کوٹھاکر

راجکارا خشکین انداز میں بولا۔

تو ملے ملانے پر بھی پابندی ہے..... یہ کیا ہوا۔ وہ حیرت سے بولی۔

خبردار تمہارا کوئی چاہے والا تمہیں یہاں ملنے نہ آئے..... جیونت جی تو بہت

گائیک ہیں..... سنبل نے بالوں کو جھٹکا۔

جو بھی ہے..... اسے منع کر دو..... آئندہ یہاں مت آئے..... وہ غصیلے انداز

کمرے سے باہر نکل گیا۔

سنبل اضلاع کی ہوئی ڈرائیگ روم میں داخل ہوئی..... اور ایک دم ٹھسکی

عزت افزائی ہے ہماری..... سنبل بائی..... دھکے دے کر نکالا جا رہا ہے۔ جیونت سنگھ

خفا سا بولا۔

میں یہاں کبھی نہ آنے کا کہا گیا ہے سنبل جی..... جیونت سنگھ نے ایک طرف ہلے

دیکھا۔

کس نے منع کیا ہے آپ کو۔ سنبل نے کہا۔

میں نے کیا ہے..... شریف لوگوں کا گھر ہے..... تہو امانہ نہیں..... ہر کوئی

اٹھائے چلا آئے۔ درپن کی آواز میں ناپسندیدگی اور نفرت اسے کاٹ کھائی۔

سے بولا۔

تم چارہ ہو..... مجھے چھوڑ کر..... مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ..... وہ بے چینی سے  
بولی۔

دیوانی..... وہ ہنس دیا۔

میں نے کیا کہا ہے۔ سمجھے نہیں ہو۔ وہ بولی۔

میں سمجھ گیا ہوں..... تمہاری ہر بات میں اچھی طرح سمجھ جاتا ہوں۔ تو پھر بولنے  
میں نہیں.....

میں تمہارے لئے کوئی بہتر حل تلاش کرنا چاہتا ہوں..... اس طرح میرے ساتھ  
ہانے میں جنہیں برادری میں مرکز نگاہ نہیں بنانا چاہتا۔ وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔  
مجھے بتاؤ..... واپسی پر کیا کرو گے۔ وہ اصرار کرنے لگی۔

سننا چاہتی ہو..... تو سنو.....

ہاں..... رتن نے کان درپن کے ہونٹوں کے قریب کر دیا۔ اس نے سرگوشی کی اور وہ  
بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس دی.....

جج..... ہائے رام..... کب ایسا ہو گا..... جبکہ کر اس نے درپن کے ہاتھوں کو چوم  
لا۔

اجازت..... درپن نے جانے کے لئے کہا۔

بیٹھو..... آج خوشی خوشی ہے..... نہ جاؤ درپن..... میرے جیون کی آخری خوشی بس  
اُسی تم ہو..... وہ ہلاؤ پکڑ کر بٹھاتے بولی.....

اچھا بابا..... کو بیٹھ گیا..... بیٹھے ہی آیا مٹھری میں چائے لے آئی۔

ارے لایا..... جنہیں کیسے علم تھا کہ مجھے اس وقت جانے کی طلب ہے۔ درپن نے خوش  
دکھ کر کہا۔

باو سرکار یہاں سے گزری تو رتی بی بی کی ہنسی ایک مدت کے بعد سنی..... خیال آیا  
اُسے ہی سے چلوں.....

واقعی تم بڑی ذہین ہو..... درپن نے کہا۔

بتاؤں گی..... لایا نے کہا۔

نہیں لایا..... تم کام کرو..... میں بیلاؤں گی۔

بچے نہیں دل

☆

120

بچے نہیں دل

☆

321

سے بولا۔

تم چارہ ہو..... مجھے چھوڑ کر..... مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ..... وہ بے چینی سے  
بولی۔

دیوانی..... وہ ہنس دیا۔

میں نے کیا کہا ہے۔ سمجھے نہیں ہو۔ وہ بولی۔

میں سمجھ گیا ہوں..... تمہاری ہر بات میں اچھی طرح سمجھ جاتا ہوں۔ تو پھر بولنے  
میں نہیں.....

میں تمہارے لئے کوئی بہتر حل تلاش کرنا چاہتا ہوں..... اس طرح میرے ساتھ  
ہانے میں جنہیں برادری میں مرکز نگاہ نہیں بنانا چاہتا۔ وہ گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔  
مجھے بتاؤ..... واپسی پر کیا کرو گے۔ وہ اصرار کرنے لگی۔

سننا چاہتی ہو..... تو سنو.....

ہاں..... رتن نے کان درپن کے ہونٹوں کے قریب کر دیا۔ اس نے سرگوشی کی اور وہ  
بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس دی.....

جج..... ہائے رام..... کب ایسا ہو گا..... جبکہ کر اس نے درپن کے ہاتھوں کو چوم  
لا۔

اجازت..... درپن نے جانے کے لئے کہا۔

بیٹھو..... آج خوشی خوشی ہے..... نہ جاؤ درپن..... میرے جیون کی آخری خوشی بس  
اُسی تم ہو..... وہ ہلاؤ پکڑ کر بٹھاتے بولی.....

اچھا بابا..... کو بیٹھ گیا..... بیٹھے ہی آیا مٹھری میں چائے لے آئی۔

ارے لایا..... جنہیں کیسے علم تھا کہ مجھے اس وقت جانے کی طلب ہے۔ درپن نے خوش  
دکھ کر کہا۔

باو سرکار یہاں سے گزری تو رتی بی بی کی ہنسی ایک مدت کے بعد سنی..... خیال آیا  
اُسے ہی سے چلوں.....

واقعی تم بڑی ذہین ہو..... درپن نے کہا۔

بتاؤں گی..... لایا نے کہا۔

نہیں لایا..... تم کام کرو..... میں بیلاؤں گی۔

تم چلو کرے میں..... رتی..... کھانا کھالیا..... وہ ایک دم بولا۔ جیسے کوئی  
ہوئی ہو۔

نہیں..... لایا لے کر نہیں آئی۔ وہ پلٹ کر بولی۔

ڈانگ روٹ میں کیوں نہیں جاتی..... سب مل کے کھایا کرو..... درپن نے سنبھل  
دکھتی رنگ پر ہاتھ رکھا۔

رتی وہاں نہیں جا سکتی۔ سنبھل نے کہا۔

کیوں..... اس لئے کہ وہ ہانگن نہیں ہے.....

ہنہ..... وہ تہہ آلود نظروں سے دیکھتی ہوئی..... لوٹ گئی.....

چلو کرے میں..... درپن..... کیا کروں..... یہاں تو اور بھی اداسی ہے.....

بات کرنے والا نہیں..... وہ درپن کو جیسے دکھ سنانے لگی۔

پوچھاں کے پاس چلی جایا کرو..... وہ بولا۔

بھائی سے ڈر لگتا ہے۔ وہ ہشت گدہ سی بولی۔

رتی..... مت ایسا سوچو..... ڈرو گی تو تمہارا جینا دو بھر ہو جائے گا۔ درپن نے:

انجائیت سے کہا۔

درپن..... وہ معنی خیز انداز میں گویا ہوئی۔

کہو..... وہ پرسکون انداز میں مسکرا کر بولا۔

میری خوشیاں میرے جیون سے روٹھ گئی ہیں..... کیا ساری عمر یوں ہی بیت جا۔  
گی۔ وہ بڑے کرب سے بولی۔

میرے اختیار میں نہیں ہے..... ورنہ سارے سنسار کی خوشیاں تیرے قدموں پر  
ڈھیر کر دیتا..... تیرے چروٹوں میں چاند تارے بکھیر دیتا..... رتی..... وہ خود بے قرار

مانی ہے آپ کی طرح چل گیا۔

تم مجھے اپنے پاس لے جاؤ..... تمہاری داسی بن کر جیون گزار دوں گی۔ وہ محبت سے  
مغلوب ہوئی۔

تم دیوی ہو..... محبت کی دیوی..... جس سے ٹوٹ کر پیار کرنا میرا فرض اولین ہے  
آئندہ کیا ہو گا..... وہ آئندہ کے لئے فکر مند نظر آنے لگی۔

کچھ ماہ کے لئے مجھے باہر جانا ہے..... واپسی پر بھگوان بہتر کر دیں گے۔ وہ اس کو دیکھ



سنتوش ماموں کے ہاں تمہیں چھوڑ آؤں گا..... چند دن رہ لینا..... جی بھل جائے گا۔  
وہ بدور تن کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔

وہ خاموش رہی۔ کیا ہوا..... وہ جب کہ اس کی نگاہوں میں جھانکتا ہوا بولا۔ وہاں بھی  
ہانے کو من نہیں چاہا۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی دروازے تک آگئی۔

ارے بھئی اب تو شیشل اور اے بھی آئے ہوتے ہیں۔ وہ بولا۔  
ان کو آئے ہوتے تو بہت عرصہ گزر گیا ہے..... لیکن شیشل ایک مرتبہ بھی میرے  
نہیں آئی..... اے مجھے اپنی بہن کہتا ہے..... اس نے آج تک میرا دکھ نہیں سنا

..... اور وہ سکتا ہے اُٹا آئی..... پھر میں.....  
بس بس اور دیکھو نے کی ضرورت نہیں..... جوجی میں آئے دے کر تا..... ڈرنے کی  
ضرورت نہیں۔ وہ اسے چھکی دیتا ہر نکل گیا۔

وہ مسکرا کر صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ ارے بعد میں کچھ نہیں ہو گا..... وہ واپس پلٹ  
آئی۔

اتنی مایوس مجبور وہ تو کبھی نہ تھی..... کیا مانے اس دن کے لئے مجھے کو تم سے بچا تھا  
..... کہ میرے چاروں جانب اندھیرے ہی اندھیرے پھیل جائیں..... روشنی کی کوئی

گرن نظر نہیں آتی..... اندھیروں کے بعد سحر نمودار ہوتی ہے..... کیا میرے نصیب  
میں سحر ہے..... میرے چہرے میں اجالے ہیں..... کہاں ہیں..... بھگوان کہاں ہیں وہ

ہلک کی پشت سے سر کٹائے روتی رہی..... کوئی پریشان حال نہ تھا۔ کوئی اسکا دکھ بٹاتا۔ وہ  
سستی کر رہی۔ چند یوم کا حسین ماضی چشمِ دون میں گزر گیا..... اور نئیخیاں باقی رہ گئیں

ہیں۔ کوئی پر سان حال نہیں تھا..... ایک درپن تھا..... جو اس کے راستوں میں کانٹے  
ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا..... اف بھگوان میں کیا کروں۔ وہ سسک اٹھی..... یہ کیا ہو

گیا..... حالات کے گرداب میں ڈوبے ابھرتے اسے کن دی گزر گئے..... درپن کے  
ہانے دن کے قریب آ رہے تھے..... بلکہ آگے تھے..... وہ اسی یاد دہانی کے لئے ڈرائیونگ

روم میں بیٹھا..... وہ سٹبل کے ساتھ بیٹھا گپ شپ میں مصروف تھا..... پراستا ہوا تھا۔  
اس نے اس نے دستک دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ پر داٹھا ہوا تھا اس لئے یوں ہی اٹھ گیا

ہوں۔ وہ اندر جاتے ہوئے بولا۔  
کچھ کہنا چاہتے ہو۔ راجنکار نے پہلو بدل کر لا پرواہی سے کہا۔

بہتر جی..... وہ باہر چل دی۔ اور تن نے زبانی اپنے قریب کر لی۔

تمہیں سننے سے گلج جائیں گے۔ ورتن نے کپ درپن کے سامنے میز پر رکھا۔

میں تمام گارڈ راجی جرمی میں سیٹ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک مستحکم ارادے کے قوی  
بولا۔

اور میں..... وہ لرز مچی گئی۔

باگل لڑکی صرف چندہ کی بات ہے..... یہ سب کچھ تمہاری خاطر ہی تو کر رہا ہوں۔  
سرشارنگا ہوں سے دیکھ کر بولا۔

نہ جانے یہ وقت کیسے گزرے گا..... درپن..... وہ آہستہ سے اداس انداز میں بولی۔  
دیکھنا..... میرا جیون پہلے ہی بڑا بے معنی اور کسمت ہو گیا۔ میں سراب کے پیچھے نہیں

بھاگنا چاہتی۔ وہ اندھیشوں و موسوں کے انگشت ناگ اپنی آنکھوں کے سامنے رقص کناں ادا  
رہی تھی۔

کسی باتیں کرتی ہو..... تم..... تم تو اصول موتی ہو..... جس کی قدر جوہری ہی جا  
ہے..... دنیا والے کیا جائیں..... خواہ خواہ اپنے من کو میلانہ کرو۔ وہ اسے نصیحت کرنا

لگا۔  
وہ مسکرا دی..... ایک دلکش سی جان بڑا مسکراہٹ.....

بہت اچھی لگتی ہو..... اس طرح مسکراتی ہوئی۔ وہ کھڑا ہو گیا۔  
دنیا والے ہنسنے نہیں دیتے درپن..... تمہیں تو معلوم ہے میں کیا ہوں۔ وہ بڑے کر

سے بولی۔  
جو ہو گیا سو ہو گیا..... بیٹے لئے کو ایک پٹا جان کر بھول جاؤ..... تم وہی ہو جاؤ

برس پہلے تھی..... میرا میرا ہے..... تمہاری چمک میں تو فرق نہیں آیا۔ وہ رتن نے  
شانے پر چٹکیاں دیتے بولا۔

یہ تم کہتے ہو..... ورنہ یہ جگ والے تو میری پر جھائیں سے خوف کھاتے ہیں۔  
وہ پاگل ہیں..... انہیں بھگوان کے وجود کا احساس نہیں..... بس تم ریلیکس

کرو..... وہ آخر میں دھما پڑ گیا۔  
درپن کو کھڑا دیکھ کر وہ کبھی کھڑی ہو گئی۔ صبح پو جاہاں کے پاس چلی جانا..... وہ بولا۔

بعد میں..... جب تم نہیں ہو گے..... وہ پڑھ رہی تھی۔

طبع ناک پر گراں نہ گزرے گا۔ سنبل نے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔

نہیں..... تم بات کرو..... وہ ایک لگا کر بیٹھ گیا۔

اگر کوئی اچھا رشتہ مل جائے تو..... وہ خوفزدہ سی رک گئی۔

ہاں ہاں بات کرو..... میں تیار ہوں تمہاری ہر بات سننے کو۔ راجکار کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

میرا خیال ہے رتی کی تک بیٹھی رہے گی..... کیوں تاس کی دوسری جگہ شادی کر دی جائے۔ وہ آخر میں بات جلد مکمل کر گئی۔

ہوں..... میں بھی کئی دنوں سے یہی سوچ رہا ہوں..... ماما کے ہوتے ہوئے مجھے کبھی ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ راجکار افسردہ لگ رہا تھا۔

ایک بھائی ہونے کے ناطے آپ کا فرض بنتا ہے..... لاکھ درپن اس کا خیر خواہ ہے۔ درپن سیوک ٹیلی کا خیر خواہ تو ہے..... اس کی وفا پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ راجکار نے کہا۔

اب کیا کرنا چاہئے..... پھر..... سنبل..... خاموش ہو گئی..... وہ خود کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ جو اس کے اندر پھجوری پک رہی تھی..... وہ اس کا اطلاق راجکار کی ذات سے لہنا چاہتی تھی۔

پہلے میں ماموں سنسٹوش سے بات کروں گا..... کہ رتی کی دوسری شادی ممکن ہے۔ وہ بولا۔

ممکن کیوں نہیں..... کیا تمام عروپوں ہی بیٹھی رہے گی..... کون جانے کیسا وقت آئے۔ مجھے اس کا کوئی اچھا نمونہ دیکھ کر زیادہ بتانا چاہئے..... تاکہ میں مطمئن ہو سکوں۔ وہ بولا۔

آپ آفس بھی جاتے ہیں..... دیکھ لیجئے کوئی برل جائے تو..... وہ بولی۔

پہلے تو ماموں سنسٹوش سے بات کروں گا۔

آج رتن کے بارے میں راجکار پریشان نظر آ رہا تھا۔ راجہ جی آپ تو خواہ خواہی بات کو بھاری ہے ہیں..... ان لوگوں نے کبھی آپ کے معاملات میں دخل دیا..... رتی کی شادی کے بعد تو وہ بالکل چھوڑ گئے ہیں..... ویسے بھی ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا..... اپنے

اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ذہن سے بارے خیالات جھٹک کر بولا۔ جو کچھ بھی گرتا ہے درپن کی عدم موجودگی میں بیٹھے گا۔ سنبل نے سوچے سے ابھر کر کہا۔ ہال کی کھال

اتارنے کی اس کو عادت ہے۔ جو پٹی وہ رتن کو پڑھا دے گا وہی ہوگا..... رتن آپ کی

بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں..... اگر تم سنو تو..... وہ صوفے پر بیٹھا ہوا بولا۔

سنبل کے کان کھڑے ہو گئے اور ہر تن گوش ہو گئی۔

بہت کچھ..... کہو..... راجکار نے بڑا فراخ لہجہ اختیار کیا۔

جنہیں مظلوم ہے کہ ماما آخری مرتبہ رتی کی نگہبانی میرے سپرد کر گئی تھیں۔ وہ درپن ہاتھوں کو ایک دوسرے میں جوڑ کر بولا۔ جب تم ہی قریب تھے تو رتی کو تمہاری نگہبانی میں چھوڑنا ان کا فرض بنتا تھا۔ راجکار نے چھپا ہوا نظریہ انداز اپنا لیا۔ سنبل نے معنی خیز انداز میں

دیکھا۔

لیکن چند مہینے تمہیں رتی کا خیال رکھنا پڑے گا۔ وہ ہنور راجکار کو دیکھ کر بولا۔

کیا مطلب؟..... وہ چونکا اور سبل نے پہلو بدلا۔

میں چھ سات ماہ کے لئے جرم جا رہا ہوں..... کاروبار کے سلسلے میں۔ وہ بولا۔

اڑنی ہوئی خبر میں نے بھی سنی ہے کہ تم اپنا کاروبار جرم میں ہی سیٹ کرنا چاہتے ہو۔

بلکہ سیٹ کر لیا ہے..... راجکار نے درپن کے چہرے کی طرف دیکھا۔

تم نے ٹھیک سنا ہے..... میں تمہارے پاس جو کہنے آیا ہوں وہ سنو۔ درپن نے راجکار کی توجہ اپنی طرف دلائی۔

سنو..... کیا کوئی خاص بات..... سنبل کا ماتھا ٹٹکا..... (کہیں رتی سے شادی تو نہیں کرنا چاہتا)

شادی رتی سے..... (ایسا یاد ان نہیں) راجکار اور سنبل نے ایک ہی وقت میں ایک ہی جواب سوچ لیا

تم خود دار اک رکھتے ہو..... میرے بعد رتی کو کوئی تکلیف نہ ہو..... پلیز..... بھالی صاحبہ..... اس معصوم کا خیال رکھنے کا..... اسے اچھوت جان کر بھینک نہ دیجئے گا.....

اس کا خیال رکھنے کا..... وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔

وہ میری بہن ہے..... میں تم سے بہتر جانتا ہوں..... تمہیں رتی کے بارے میں ایسا سوچنے کی ضرورت نہیں.....

Thank you..... مجھے تم سے یہی امید تھی۔ وہ باہر نکل گیا.....

راجہ جی..... سنبل ہی طرح چو گی..... جیسے کوئی بھولی ہنسی یاد آگئی ہو۔

کیا؟..... راجکار نے کہا۔

لوہی معمولی بندہ نہیں ہے..... مجھ جیسی باری کو تو بھگوان نے موتی دے دیا ہے..... سب کچھ ہے..... دولت سے کھیل رہی ہوں..... وہ سینہ پھلا کر بولی۔

چاچھوڑ..... تجھے تو غلامی شروع سے ہی پسند تھی..... مسلمانوں کی طرح تو غلام ذہن لیپہ دروارہ تھی..... جو راجہ جی سے جی لگا بیٹھی..... جنداس بائی ہاتھ بچا کر سنبل کو گناہ گار تصور کرنے لگی۔

اچھانتا..... تو کیسے آئی ہے..... خبر کی خبر ہے نا..... سنبل اپنی ماں کے پاس بیٹھ گئی۔ خبر کی ہے اور تمہارے بھٹے کی بھی..... پہلے قبوے کا حکم دے کر آؤ کر کو..... جنداس بائی نے ایک ہاتھ سے سنبل کو دھکیلا۔

ابھی لائی..... سنبل نے باہر جا کر قبوے کا آرڈر دیا اور واپس پلٹ آئی۔

ہاں اب بتا..... سنبل قالین پر دوڑانو بیٹھنے بولی۔

پہلے تو میری بات سن..... تمیرے جانے سے چندہ ماند پڑتا جا رہا ہے..... باقی لڑکیاں اچھا ناکارہ بار کھول کر بیٹھ گئی ہیں۔ راجے مہاراجے تو آتے ہی نہیں..... مجھ بوڑھی پچھان کے پاس..... کیا خاک آئیں گے..... نہ جو بن نہ در بائی..... جنداس بچتاوے کے انداز میں بولی۔

تو کہنا کیا چاہتی ہے..... سنبل چونکی۔

راجہ جی سے کہہ کے میرے نام کچھ لگوادے..... یا میرا روزانہ مقرر کرادے..... وہ بڑے رعب سے بولی۔

تو چھوڑ سب کچھ..... میرے پاس آ جا..... اتنا بڑا محل ہے..... جہاں مرضی رہ لے نا..... ہمیش ہوں..... روپے پیسے سے کھیلے گی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑے تفاخر سے بولی۔

اچھا..... یہ بعد کی بات ہے..... میں تو ایک کام سے آئی تھی..... جنداس بائی نے سرگو ش کی۔

کیا..... جلدی بول..... سنبل نے دروازے سے ٹرائی گھنٹ کرماں کے سامنے کی۔

تمہیں یاد ہے..... کبھی کبھی پیالہ کے شیوہ ہی آیا کرتے تھے..... بڑے رئیس ہیں..... جنداس بائی نے آنکھیں پھاڑیں۔

ہاں..... بچپن میں ایک مرتبہ دیکھا تھا..... پھر تو کبھی نہیں آئے تھے..... سنبل

بات ہرگز نہیں مانے گی۔ سنبل اپنی چال میں تھوڑی سی کامیاب ہو گئی..... اس کی آزاری بات پر راجہ کی رنگ جیت پھڑک اٹھی۔

کیا کہتا ہے..... وہ سیدھا ہو گیا

میرا مطلب کہ بات تو درپن کی مانے کی نا..... جو وہ کہے گا..... وہ راجہ کے لیے ہے تھوڑا سا کاپی۔

میں اس کا کچھ نہیں لگتا..... بھائی ہوں اس کا..... اس کے بارے میں جو بات ہو گی..... لوگ مجھ سے پوچھیں گے..... درپن کو کون پوچھتا ہے..... وہ بھڑک اٹھا۔

بس پھر جو کرنا ہے درپن کی خدمت ہو جو درپن میں کیجئے گا..... رتی اپنے گھر کی ہو جائے..... اور کیا پائے۔

ہوں..... وہ جانے کیلئے کھڑا ہو گیا۔

دفتر جا رہے ہیں..... وہ بولی۔

ہاں..... وہ بریف کیس لئے باہر نکل گیا..... اور صوفے پر نیم دراز ہو گئی۔

سنبل جانی..... دروازے پر مای کی آواز پر وہ پڑا کر اٹھی۔

بچی سنبل کیسی ہو..... جنداس بائی اندر داخل ہوئی۔ اور تو کوئی نہیں سنبل نے دور

طویل غلام گردوش کو دیکھا۔

نہیں..... کوئی نہیں..... جب سے ستار نواز شگن میاں اور جسونت جی کو دھکے دے کر درپن نے نکالا ہے..... کوئی نہیں آتا تمہارے ہاں..... جنداس بائی نے اندر آکر بیٹھ گئی۔

اماں..... جنہیں معلوم ہے سیوک رام کا کتنا نام ہے..... اتنی ہی عزت ہے..... پھر اماں وہ درپن نے نکالا تھا۔ سنبل شکایت بولی۔

درپن نے جسونت سگھ کو برا بھلا کہا تھا..... شگن میاں کا ستار تو نوکروں سے باہر پھینکا دیا تھا تمہارے پتی نے..... راجہ جی نے ہاں..... وہ دراصل سنبل کو آگ لگانا چاہتی تھی۔

راجہ جی نے..... مجھے پتہ بھی نہیں..... وہ حیران ہو کر بولی۔

ہاں..... خبر چھوڑ اس قہقہے کو..... میں تیرے پاس ضروری کام سے آئی ہوں..... جنداس بائی نے سرگو ش کی۔

اماں چھوڑ کھوٹے کو..... عزت کی روٹی کھالے..... میرے پاس آکر..... راجہ جی

نے ذہن پر زور دیا۔  
 وہ آنا چھوڑ گئے تھے..... اچھا شریف تھا..... بس گانے کا رسیا تھا..... وہ آئے تھے  
 میرے پاس..... بڑے کام کی بات کرنے..... جنہاں نے کہا۔  
 کام کی..... دولت ان کے گھر کی لوغری ہے..... بھگون کا دیاب کچھ ہے ان کے  
 پاس..... دھن دولت کی ریل چلے ہے..... اب کا نہیں معلوم..... سنبل کے ذہن میں  
 شیوہ جی جو تصویر بنی تھی..... اس کے مطابق اس نے بات کی۔  
 سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آدمی کو مانگا پڑتا ہے..... اپنے دل کی بات تو مانتی پڑتی ہے  
 تا..... دنیا داری جو ہوئی..... سنسار سے جی لگ جائے تو کہاں چھوٹا ہے۔ جنہاں بالی نے  
 بڑی لمبی عمدہ باندھی۔  
 بات تو کر..... تیرا مطلب کیا ہے۔ سنبل پوریت محسوس کرنے لگی۔  
 وہ تمہاری ننہا کار شیشہ ناگ رہے تھے..... رتن کا..... شادی کرنا چاہتے ہیں رتی سے۔  
 جنہاں نے آگے منہ بڑھا کر بڑی راز داری سے کہا۔  
 اسے فوج..... بڑھا کھوسٹ..... نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت..... سنبل ایک  
 دم اچھلی.....  
 ایسا نہیں ہے..... تمہارے راجہ جی سے جو ان نظر آوے..... ساٹھا پٹھا..... مرد  
 بوڑھا نہیں ہو تا..... اس عمر میں تو جوانی ہے مرد پر..... جنہاں بولی۔  
 اس کی تو جوان اولاد بھی ہو گی۔  
 اولاد کو زیادہ نہیں..... صرف ایک بیٹا ہے..... ولایت گیا ہوا ہے اور گھر میں بہن  
 ہے جو اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ رہ رہی ہے..... جنہاں نے کہا۔ اور اس کا بچہ۔  
 سنبل نے کہا۔  
 بچہ کو چھوڑ بیٹھی ہے۔ بھائی کے عیش نہ بھولیں..... لاڈوں کی پٹی تھی..... بچی کے  
 پاس دولت نہ تھی..... اس لئے شیوہ جی کا گھر سنہال لیا..... دیے تو آوے جاوے وہ  
 ..... جنہاں نے کہا۔  
 بات تو تمہاری ٹھیک ہے..... رتن کی جوان لڑکے سے شادی بھی نہیں ہو سکتی.....  
 راجہ کو تو کوئی بیواہ لگا..... شیوہ کو کوئی نہیں لیتا..... سنبل نے اپنے معاشرے کے مطابق  
 بات کہی۔

بڑھ عورت..... رام رام..... کون شادی کرے گا..... لوگ گھر میں کھنسنے نہیں  
 بچے اچھا گھن کو..... کنوارے جوان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... جنہاں نے کہا۔  
 ہوں..... سنبل سوچنے لگی۔  
 راجہ جی سے کہہ کر شادی کروا دے رتن کی..... ہم پہلے ہے..... دولت کی کی نہیں  
 ..... برہمن ہیں..... بہت اونچا خاندان ہے..... جنہاں نے اصرار کیا۔  
 میں جانتی ہوں..... کروں گی بات راجہ جی سے..... ایسا ہو جائے تو اچھا ہے.....  
 حاضر و کرنا..... ذرا جلدی.....  
 لال..... پہلے یہ بتاؤں کہ ضرور کچھ دیا ہو گا..... لاکھ دو لاکھ تو اس کی نظر میں کچھ  
 مہی..... اس نے بھی کوٹھا..... میرے نام کر نہ گا وعدہ کیا ہے..... اور ہاؤز خرچ بھی  
 دل سرت بھرے لہجے میں بولی۔  
 اچھا..... بھرا چھی بات ہے..... ویسے یہ "دل والا ہوتا..... سنبل کو حیرت ہوئی۔  
 ساری عمر ایسا کی چاکری کی ہے..... جوانی مہی اس نے میرے پاس گزاری..... جب  
 مکی شادی ہوئی پھر آنا جاتا کم ہو گیا..... جنہاں نے بڑی حسرت سے اپنے پرانے دنوں  
 لایات میں دیکھا۔  
 اب کیا ہوا..... میرا مطلب کہ اس کی بوی..... سنبل نے کہا۔  
 عرصہ ہوا مرگئی..... بیٹا باہر چلا گیا..... تنہائی سے گھبرا رہا ہے..... نوجوان لڑکی  
 شادی کرنا چاہتا ہے۔ جنہاں نے کہا۔  
 اچھا..... میں راجہ جی سے بات کروں گی..... اگر یہ کام ہو جائے تو اچھا ہے..... ہوتا  
 دہن کے بعد ہی چاہے..... وہ ایک دم بولی..... ویسے بات اس کے دل کو لگ چکی تھی۔  
 درہن کو کیا تکلیف ہے..... راجہ جی کی بہن ہے وہ..... یہ خواہ خواہ میں ناگہ اڑائے  
 .. جنہاں کو برا لگا۔  
 درہن کا سیوک خاندان میں بڑا عمل دخل ہے..... اس سے تو راجہ جی بھی انحراف  
 کر سکتے..... سنبل نے کہا۔  
 راجہ جی کا سب حصہ مل گیا۔ جنہاں کو یاد آیا۔  
 ہاں..... وہ قودو جی جھگڑنے کے خوف سے خود ہی کروا گئی تھیں..... اب تو کوئی  
 نہ نہیں ہے۔ اور وہ کوٹھی جس میں وہ رہا ہے۔ جنہاں کا اشارہ درہن کے گھر کی طرف

تمہاری ماں کا لایا ہوا رشتہ کیسا ہوگا..... جنہاں بائی کو سوکھ رام کے مرتے کا پڑھ نہیں ہے..... کیسا پر ہوار ہے ہمارا..... راجنکار کو اپنے خاندانی وقار پر فخر تھا۔  
 رام جی کو کون نہیں جانتا..... ویسے اماں کبھی تمہیں وہ بھی خاندان برہمن ہے.....  
 ان میں پڈت گیانی بھی ہیں۔ سنیل نے ایک ہی سانس میں تفریوں کے پل ہاندھ دیے۔  
 میں چاہتا ہوں اگر اچھے لوگ ہوں تو اسی چھ ماہ میں رتی کی شادی کر دی جائے.....  
 راجنکار بہت جلد رتی سے سرخرو ہونا چاہتا تھا۔  
 آپ رتی سے بات کریں..... وہ کیا کہتی ہے۔ سنیل نے چلتے چلتے کہا۔  
 رتی سے میں کیسے بات کر سکتا ہوں..... راجنکار کو اچھا نہ لگا۔  
 تو پھر کون کرے..... میری بات تو وہ کبھی نہ مانے..... سنیل کو علم تھا کہ رتی اس کی بات ہرگز نہیں مانے گی۔

پھر کون کرے گا..... راجنکار نے پلٹ کر کہا۔

میرا خیال..... بابا اس کے قریب رہتی ہے..... پہلے وہ بات کرے بعد میں دیکھ لیں گے..... پھر میں کر لوں گی۔ سنیل نے کہا۔  
 چنانچہ دوسرے دن بابا کو پوری طرح سمجھانے کے بعد سنیل نے رتی کے پاس بیجا وہ الماری کے پاس کھڑی اپنے زربق برقی کپڑوں کو نکال رہی تھی..... جب کبھی وہ ہانگن تھی۔

رتی بی بی..... مایانے پر داغھا کر ڈرتے ڈرتے کہا۔

آؤ بابا..... کیا بات ہے۔

وہ لباس کو چنگ پر کر کے پلٹ کر بولی۔

یہ کیا کر رہی ہیں آپ..... مجھے کہا ہوتا..... میں درست کر دوں الماری کو.....

ضرورت نہیں..... دیکھ رہی تھی ان کو تقسیم کر دوں.....

اسے..... رتی بی بی..... اس قدر قیمتی کشیدہ کاری..... تلے کا مدار کا کام

..... میں تو خاص سونے کی تار ہے..... کس قدر پیارا ہے وہ ایک ساڑھی کو لپک کر

تے بولی۔

تم لے لو..... بابا..... یہ ساڑھی تمہیں خوب عجبے گی۔ رتی دیران دیران نظروں سے

مٹی کو مایا کے شانے پر گراتے بولی۔

تھا۔  
 اماں وہ بھی معمولی آدمی نہیں ہے..... وہ تو اسی کی اجی ہے..... اور یہ محل بھی رات کا ہے..... اب تو ہمارے سوا اور کوئی ہے نہیں..... سنیل نے کہا۔  
 ہاں..... وہ محل جو راجہ جی کا ہے کتنا پیارا ہے..... وہاں رہو چل کر..... جنہاں نے چٹکی آنکھوں سے سنیل کو کہا۔  
 ارے نہیں اماں..... اب یہی ٹھیک ہے..... رتی چلی گئی تو سب کچھ ہمارا ہے۔  
 تو رتی کی شادی کر دے..... پھر میں شگن میاں اور جسوت سنگھ بالو اور موسیٰ کا نرہ اٹھائوں گی..... دھندہ کروانے کی مجھے ضرورت نہیں..... جنہاں مطمئن ہو کر بولی۔  
 اچھا ہاں..... کوشش کروں گی۔  
 ضرور کوشش کرنا..... یہ بات راجہ جی تیرے اور میرے سب کے بھٹکے کی ہے..... رتی بھی عیش کرے گی۔

جنہاں نے پیالہ رکھی اور اپان کی گھوڑی قلعی میں سے نکال کر منہ میں رکھ لی۔

اچھا تم بات کرنا..... میں جاری ہوں..... نصف گھنٹے بیٹھنے کے بعد جنہاں نے بابا

چادر اوڑھی اور چل دی.....

رات کو کھانا کھاتے ہی دونوں کمرے میں آگئے۔ بہت تھک گئے ہیں راجہ جی۔ سنیل نے

دیکھا کہ وہ لینے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔

کھانا کھایا ہے..... طبیعت بوجھل ہو رہی ہے..... میرا خیال ہے..... لان میں پلٹ

ہیں۔ وہ دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

چلتے..... چند ضروری باتیں ہیں..... وہیں کرتے ہیں سنیل نے کہا۔

چلو..... دونوں اپنے کمرے کے مغربی جانب خوبصورت لان میں چلے گئے۔

راجہ جی..... ایک خوش خبری ہے۔ سنیل نے راجنکار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے

کہا۔

کوئی..... کسی خوشخبری..... وہ چلا ہوا بولا۔

اماں..... رتن کے لئے بڑا ہی امیر کبیر رشتہ لے کر آئی ہے۔

راجہ جی..... تمہاری ماں..... جنہاں بائی..... وہ رات کو بولا۔

ہاں جی..... وہ رشتہ لائی ہے..... لاکھ بہت دولت مند ہے۔ سنیل نے تجسس پیدا کیا۔

انہوں نے اپنے بکھرے بالوں کو درست کیا۔

یہ زلفیں سنورنے کا وقت ہے بی بی..... ابھی غری کیا ہے..... جگ والوں کی طرف مت جائیے..... یہ تو نہ کسی کو ہنسا دیکھے اور نہ روتا..... مایا خود افسردہ ہو گئی۔  
یہ نکھری زلفیں اب کون سنوارے گا..... رتی ہندوستانی سماج کے گڑھے میں اتر چکی ہے..... اب کون ہے جو اس تاریکی سے نکالے..... یہ ممکن نہیں ہے..... وہ باپوس بچی گئی۔

تائیے نا بی بی..... میں کیا جواب دوں..... مایا نے کہا۔

تم کہہ دو..... میں شادی ہرگز نہیں کروں گی..... اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ رکھتی..... وہیٹ گئی۔

اور مایا نے جو ستاسن من گوش گزار کر دیا یہ تو بھائی اس کا منوائے گا..... سارے جیون کا بوجھ کیا تمہیں بگھٹنا پڑے گا..... سنبل کو غصہ آ گیا۔

ٹھک سے دروازہ کھلا..... اور رتی داخل ہوئی۔

رتی..... تم..... سنبل آج پہلی مرتبہ رتی کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور مایا بھی سہم گئی۔

میں بوجھ ہوں آپ پر..... مجھے اٹھانے لے پھر رہی ہیں آپ..... رتی کو غصہ آ گیا۔

میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ سنبل نے نرم لہجہ اختیار کیا..... اس کے خیال میں فوراً گری اٹھنا چاہتیں۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔

دیکھو رتی..... ہم جنہیں تنہائوں کے ڈٹے والے ناگ جو جگر چاٹ لیتے ہیں انسان کا..... تمہیں بچانا چاہتے ہیں..... انسان بے اندر کی تنہائی کون دور کرے گا..... رتی نے

یہ سوال کیا۔

جب باہر کی تنہائی دور ہو جائے..... تو اندر کی تنہائی خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ سنبل نے کہا۔

اندر کی تنہائی دور کرنا انسان کے بس کی بات نہیں..... اور آپ مجھے تنہا ہی رہنے دیں

..... میرے لئے شادی کا سوچنا چھوڑ دیجئے..... وہ چلی

غھبرو..... مجھے کوئی مثبت جواب چاہئے۔ سنبل نے کہا۔

ضروری ہے۔ وہ بولی۔

بی بی..... میں ایک کام آئی تھی۔ مایا نے آہستہ سے کہا۔  
کون سا کام۔ رتی بیٹھ گئی۔

مجھے دلہن بننے کے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ مایا نے کہا۔

کوئی خاص بات ہے..... جو تمہیں بھیج دیا۔ رتی کو حیرت ہوئی۔

ہاں جی خاص ہی ہے۔ مایا سہم گئی۔

جس..... خاص..... جلدی بول..... کیا کہا میری بھالی جان نے..... رتی نے اس کر کہا۔

بھگوان آپ کو ہنسا رکھے..... آپ کو خوش رکھنے کا ہی سوچا جا رہا ہے۔ مایا بولی۔

جی..... مایاجی..... کیا مطلب ہے تمہارا..... کوئی بات جس سے میری خوشی

ہے۔ رتی نے سب کام چھوڑ کر مایا کی طرف پلٹ کر کہا۔

وہ آپ کی شادی کروانا چاہتی ہیں۔ مایا نے ایک دم کہہ دیا۔

شادی..... میری..... کیا رشتوں کی ارزانی ہو گئی ہے..... یاد رشتوں پر گئے ہیں

..... جو مجھ بیاہ کے لئے ایسا سوچا جا رہا ہے۔ رتی کے انداز میں حد درجہ مایوسیت اور ادا

پوشیدہ تھی۔

آپ مجھے کامی کے لئے رشتوں کی کمی نہیں ہے رتی بی بی..... مایا نے خوشامندانہ لہجہ

اپنایا۔

میں کامی نہیں ہوں..... ایک اچھا گن ہوں..... بیوا..... جس کے سر کی چادر مگر

چکی ہے..... اب کون شادی کرے گا مجھ سے..... رتی نے تم آلود گناہیں مایا کے چہرے

پر ڈالیں۔

بہت کرنے والے ہیں بی بی..... آپ بس اقرار میں گردن ہلا دیں۔ مایا نے کہا۔

گردن ہلائی تو تھی۔ رتی نے کہا۔ اور مسکرا دی۔

ہلائی تھی..... کب۔ مایا چو گئی

جب گوتم کے ساتھ میرا سفید ہوا تھا۔

ادنی رام..... شریر ہو گئی ہیں آپ بھی..... میں تو اب کی بات کر رہی ہوں.....

پس دی۔

اپنی ماگن کو کہہ دو..... اس مصیبت میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رتی نے دونوں

نہیں..... راجکار نے سنبل کو نبھو دیکھا۔  
 اب نوجوان ملے گا نہیں..... بڑھے سے ہو نہیں سکتی..... پھر..... سنبل نے  
 راجکار کو مائل کرنا چاہا۔  
 ہو تو سکتی ہے..... لیکن ایسا بھی کھوسٹ نہ ہو کہ لاٹھی پکڑ کے چلا ہو..... راجکار کا  
 ذہن شیوہ جی کی طرف گھوم گیا  
 شیوہ جی تو بڑے صحت مند انسان ہیں..... ایک وقت میں دو آدمیوں کو پچھڑا سکتے  
 ہیں..... سنبل نے راجکار کو منوانے کے لئے تعریف کی۔  
 میں اپنے آدمیوں کے ذریعے پوچھ گچھ کر رہا ہوں..... تمہاری ماں پر مجھے یقین نہیں  
 .... وہ سکرادیا  
 اب تو ماں کوئی بات نہیں کرتی..... دل صاف کر لیں اس کی طرف سے۔ سنبل  
 اے دلربا ہائی سے راجکار کی باتوں میں بائیں ڈال کر بولی۔  
 شیوہ جی آدمی تو ٹھیک ہیں..... البتہ عرکی بات ہے۔ راجکار نے سنبل کے ہاتھ کو تھام  
 اپنے سامنے بٹھایا۔  
 عمر..... کیا ہوئی..... یہی ساٹھ سال..... دیکھئے میں تو اتنا نہیں لگتا..... سنبل نے  
 کہا۔  
 ساری فحلی کو کھانے پر بلا لو..... یہ مسئلہ بعد میں حل کریں گے۔ راجکار نے سنبل پر  
 کان کھڑے کیے۔  
 اندر لے آؤ بایا۔  
 بہتر جی..... مایا زانیہ رکھ کر واپس چل دی۔  
 مایا..... جی بابو سرکار۔ وہ بٹنی.....  
 رتی اپنے کمرے میں ہے..... راجکار نے کہا۔  
 رتی بی بی بڑی خوش ہیں بابو سرکار..... ان کی سنبلی سریتا آئی ہوئی ہے..... مایا نے  
 مودب کہا۔  
 سریتا تو ڈواڈوا کشمیر میں رہتی ہے نا۔ راجکار نے یاد کیا۔  
 ہاں جی..... باتوں سے تو یہی پتہ چلا ہے..... سسرال ان کی یہاں ہے..... مایا نے  
 مجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں..... تمہارے بیا کو آج جواب چاہیے۔ سنبل نے کہا۔  
 سن لیجئے..... مجھے ہر گز ہرگز شادی نہیں کرنا..... وہ پاؤں پٹختی سکرے سے نکل گئی،  
 ساتھ ہی مایا بھی نکل گئی..... اور سنبل ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئی۔  
 یہ شادی نہیں کرے گی..... قلم عریا..... تمہارے ذہنوں پر سوار رہے گی.....  
 خود سے بڑبڑائی۔ خود کا ہی کی عادت پڑ گئی۔ راجکار نے اندر آتے کہا۔  
 آگئے آپ راج جی..... وہ فرما تیار دار بیوی کی طرح بڑھی اور اس کے ہاتھ سے براہ۔  
 کيسے لیا۔ میں نے رتی سے شادی کی بات کی تھی۔ وہ بریف کيس رکھ کر راجکار کی بات  
 کی جانب سے کوٹ اتار کر بیگر میں لٹکا تے بولی۔  
 پھر..... وہ عالم تشویش میں ناہی ڈھیلی کرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔  
 وہ نہیں باقی۔ بیٹھتے ہوئے سنبل نے منہ بسورا.....  
 خیر..... یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے..... میں خود بات کروں گا۔ وہ تھکا تھکا سا  
 رہا تھا۔  
 چائے لاؤں..... وہ بولی۔  
 ضرورت تو ہے۔ وہ بولا۔  
 اور سنبل باہر ملازمہ کو کہہ کر واپس لوٹ آئی۔  
 ان حالات میں رتی کی دوسری شادی بہت ضروری ہے..... لیکن اس سے کوئی شہ  
 کرنے کو تیار نہیں..... وہ مایوس و زناش لگ رہا تھا۔  
 کیسے علم ہوا..... وہ بولا۔  
 سیوک رام کی بیٹی بیوہ ہو جائے اور کسی کو علم نہ ہو..... یہ بات تو جنگل کی آگ کی طر  
 ساری دہلی میں پھیل چکی ہے..... وہ سیدھا ہو کر بولا۔  
 دولت و جائیداد کا کسی کو خیال نہیں۔ سنبل بولی۔  
 اپنی زندگی کے عزیز نہیں..... بیوہ سے شادی گویا موت کو آواز دیتا ہے۔ دوسرا  
 خود بھی یہی خیال کر کہ اس کے لئے بھی چتا تیار ہو رہی ہے۔ راجکار نے ہندو معاشرہ  
 کمروری ظاہر کر دی۔  
 یہ بات تو ہے..... سنبل نے کہا۔  
 ایسی صورت حال میں نوجوان لڑکے کا ملنا ممکن نہیں..... اور رتی کی عمر بھی نا۔

جہیں معلوم ہے سرتا..... درپن کو پلپائے اس قدر محبت دی..... اور درپن نے بھی  
لانا کو اپنا باپ ہی سمجھا..... پھر بھی ملٹری درپن کو بلند خان کا ہی چٹا بھتیجی تھی..... حالانکہ  
لہ خان کا کوئی عمل دخل ہی نہ تھا۔ رتن نے کہا۔

ملٹری پاگل ہو گئی ہے..... درپن بھیا لانا بڑا حاند ستانی ماحول میں..... اس پر ہندو  
ورث کی آغوش میں پرورش پائی..... پھر بھی..... سرتا کو غصہ آگیا۔

بس اسی وجہ سے پیادہ درپن کو بھانے کے لئے یہاں شفٹ ہو گئے..... اور ہم لوگ کشمیر  
پورڑ آئے..... کتنی تھی اگلے رام کو درپن بھیا سے..... وہ غمگین سی لگتے تھے۔

درپن نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے..... آج جو کچھ نفا میں سانس لے رہی ہوں تا.....  
صرف درپن کی وجہ سے ہے۔ رتن نے خیالات ہی خیالات میں درپن کے تصور کو محبت کی  
فہر سے دیکھا۔

درپن بھیا تو ہیں ہی محبت کے قابل..... ان کا بھتا بھی احترام کیا جائے کم ہے۔ سرتا  
نے کہا۔

کیا بتاؤں سرتا..... درپن نے ہمارے راستوں کے تمام کانٹوں کو آنکھوں سے چنے  
بنا..... رام کو خبر ہے..... لانا کی جس طرح خدمت اور ریتار داری کی ہے..... بھلا  
اب بھیا کیا کرے..... رتن نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔

کتنے دن ہوئے درپن بھیا کو گئے ہوئے۔

ابھی تو چند دن ہوئے ہیں..... کوئی بات کرنے والا ہی نہیں۔ رتن نے کہا۔

میرے ہاں آجنا کسی دن..... سرتا کو ایک دم خیال آگیا۔

تمہاری سانس لئے دی گئی تھی..... تمام اداسیاں رتن کے چہرے پر پھیل گئیں۔

او..... ہاں..... رتی..... مجھے افسوس ہے۔ سرتا کو دکھ ہو۔ وہ نظریں چرا کر بولی۔

مجھے کسی سے گلہ نہیں ہے سرتا..... میں نفرت کے قابل ہوں..... سوائے درپن

روپو جان کے میرا بھائی اور میری بھائی میرے سامنے سے دوڑ بھاگتے ہیں..... تمہاری

اس بھی ایک ہندوستانی عورت ہے..... رتن کی کوئی موٹی موٹی آنکھوں میں دو آنسو لٹک کر

ماکے سفید رخساروں پر بہہ نکلے۔

رتی..... یہاں تو یہ وہ نا ایک بہت بڑا پاپ ہے۔ سرتا نے کہا۔

اب کیا کروں..... یہی چند کس طرح گزاروں..... اندر باہر ہر جگہ سے خوف آتا

ادنی رام..... وہ کیسے آگئی..... اس کی سانس کو علم نہیں ہوگا..... سنبل ایک  
بھڑک اٹھی۔

میں جاؤں گی.....

جان..... راجکار نے کہا۔

اور مایا..... بڑے اہتمام سے معد لوازمات کے خرابی بھر کے رتی کے کمرے میں

گئی۔

او مایا..... تم کتنی چمکی ہو..... کتنی طلب تھی جانے کی..... مایا کو دکھ کر رتی ل

بھی ہنس دی۔

رتی بی بی..... بھگوان اسی طرح ہنسا رکھے آپ کو..... مایا جاتے جاتے بولی۔

میں آگئی ہوں تا..... دیکھوں گی کیسے روتی ہے یہ۔ سرتا نے ہنس کر رتن کو نا

ماری۔

اب ہنسنے کے دن تو گئے۔ رتی نے خرابی اپنی طرف سمیٹی۔

لاؤ اصر میں بناتی ہوں۔ سرتا نے خرابی گھسیٹ کر اپنے سامنے کر لی۔

رتی ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔

کیا ہوا..... صورت کیوں بگڑ..... سرتا نے چینی ڈالنے ہوئے رتی کی طرف دیکھا۔

وہ بھی کیادان سے رتی..... درپن بھیا سے کتنی مپ شب ہو کر تھی۔ اگلے رام

آئی..... اف..... وہ زمانہ نہیں بھولا..... سرتا نے آنکھیں صاف کیں..... اسے

بہت افسوس ہو رہا تھا۔

ہوں..... رتی نے اس کے ہاتھ سے پیالی پکڑ لی۔

تم لوگ چھوڑ آئے تا کشمیر..... اسی وجہ سے دوری ہو گئی..... حالانکہ اچھا بھلا کام مل

رہا تھا..... رتی..... کشمیر کیوں چھوڑا..... سرتا نے ایک سانس میں سوال کر دیا۔

جہیں تو معلوم تھا کہ ملٹری درپن کے در پر ہو گئی تھی..... ایک میجر بھون سنگھ

درپن کی جان کے در پر ہو گیا تھا۔ اسے مارنا چاہتا تھا۔ رتی بڑی پریشان اور دل گرفتہ انداز

میں بولی۔

کیوں..... اس گھوڑے بھون سنگھ کو درپن بھیا سے کیا دشمنی تھی۔ سرتا نے ٹھک۔

کپ میز پر رکھا۔



پہیں لے آؤ..... آنسوؤں کے درمیان رتن نے چہرہ اٹھا کر کہا۔

اب جانے دو رتن..... کب سے آئی ہوئی ہوں۔ سرتانے اجازت چاہی

ہرگز نہیں..... اب کے بعد نہ جانے کب ملو گی..... رتن اٹھ کر ہاتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

چند لمحوں میں رتن کی عدم موجودگی سرتانے خیالات کے دروازے کھول گئی۔ وہ درپن کو کھٹکاتا چاہتی ہے لیکن دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ وہ تو لے سے منہ پوچھتی باہر آگئی۔

سرتا.....

وہ چو گئی۔

منہ دھو..... تازہ دم ہو جاؤ گی۔ رتن نے بالوں کو درست کیا۔

ٹھیک ہے۔ سرتانے کہا اور تھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

بڑے ہی خوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا..... شام ڈھلتے ہی سرتا اپنے گھر روانہ ہو گئی..... اور رتن ہمیشہ سے لٹی ہوئی واپس اپنے کمرے میں لوٹ آئی.....

☆ ○ ☆

ہے..... یوں لگتا ہے سنار کے سارے پاپ میری جھولی میں ڈال دیئے گئے ہیں..... کسی کو منہ دکھانے کے بھی لائق نہیں..... رتنی نے آنکھیں صاف کیں۔

اس روز روز کے جلنے مرنے سے اچھا تھا کہ عورت شوہر کے ساتھ ہی ستی ہو تھی۔ سرتانے کہا۔

اچھا تھا..... ایک مرتبہ بچی کے ساتھ محل کرمن کو آشتی تو مل جاتی ہے نا..... نے پھر اصراف کیا۔

تو اب من کو اس نہ کر..... ہاں..... ایک بات ہے..... سرتا کو کچھ یاد آیا۔ کیا؟ رتن نے کہا۔

برانہ مانو..... تمہارے بھلے کی بات ہے۔

سرتانے رتن کی دلکش آنکھوں میں جھانک..... حسن میں اب بھی یکتا تھی۔ کہو۔ رتنی نے اصرار کیا۔

رتنی..... شادی کر لے..... کب تک سانج کی صلیب پر لٹکے گی۔

شادی..... تو بالکل تو نہیں ہو گئی..... مجھ سے کون شادی کرے گا۔ میں اچھا کن..... سہاگ کو کھا گئی ہوں..... میں منوس مندر نہیں جاسکتی..... رتنی نے غمزہ ہو ہوئے کہا۔

ہاں..... اچھا شہ نہ بھی محال ہے۔ سرتانے کہا۔

رتنی نے دیکھا۔ چند لمحوں خاموش رہیں..... لیا برتن اٹھا کر لے گئی تھی۔ اور اس ضرور تھا کہین پر سکون تھا۔

میرا خیال درپن کی طرف جاتا ہے۔ سرتانے پیسے رتن کا عندیہ لیا۔

اس سے شادی کا..... رتنی نے چونک کر کہا۔

سرتانے رتن کی آنکھوں میں ایسی چمک دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

ایسا ہو نہیں سکتا..... درپن سے شادی کر کے میں اسے موت کے منہ میں دھکیل لے سکتی..... اسے تو راجہ گولی مار دے گا..... اور میں اپنا آخری خیر خواہ بھی کھودوں گی۔

درپن..... رتن گھٹنوں میں سر دیئے تڑپ تڑپ کر رو دی.....

میں تمہارا دکھ سمجھ چکی ہوں..... رتنی..... اب میرے کام لیتا بڑے گا..... ملا داخل ہوئی..... بلانی..... کھانا تیار ہے۔

راکھی..... پوپ پلٹ کر بولا۔

کیا ہے..... وہ جگ آکر بولی۔

کچھ کھانے کو دے..... بھوک بہت لگی ہوئی ہے۔

پوپ نے اپنے برہے ہوئے توند نما پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

کبھی بھوک کے بغیر بھی رہا ہے تو..... یہ توند خالی ہی رہتی ہے..... راکھی شانے

اچکاٹی بھاری بھاری قدم قالین پر مارتی نظر گھبرا گئی۔

جیناجی..... پوپ..... نے بیٹھے شیواجی کی ناگ دبانے کے انداز میں تھام لی۔

پیسے چاہئے۔ شیواجی کو علم تھا کہ اس طرح کی اداکاری میں وہ اپنی ضرورت کا مطالبہ کرتا

ہے۔

ہاں جی..... پوپ شرمندہ سا بولا۔

راکھی سے لے لو..... جتنے درکار ہیں..... شیواجی کبھی کبھی کھلے دل کا مظاہرہ بھی

کرتے تھے۔

وہ نہیں دے گی۔ پوپ کو راکھی کی عادت کا علم تھا۔

راکھی..... بہنا..... شیواجی نے بلند آواز سے راکھی کو کارا۔

آ رہی ہوں..... اس کی بھوک نے ستایا ہوا ہے۔ راکھی نے ہاتھ ہوئے ساگ اور

چاول کی دوش پوپ کے سامنے رکھی۔ پوپ ایک دم جھپٹا..... اور جلدی جلدی کھانے لگا۔

تو اسے روٹی نہیں دیتی..... دیکھ کتنا بھوکا ہے..... شیواجی نے پوپ کی حالت سے یہی

اندازہ لگایا۔

دیتی کیوں نہیں..... شراب جو پیتا ہے..... اسی لئے زیادہ کھاتا ہے۔ راکھی نے پوپ

کی طرف دیکھا

شراب تو سب ہی پیتے ہیں..... جیناجی بھی پیتے ہیں..... پوپ نے آخری لقمہ نگل کر

شیواجی کی طرف دیکھا۔

اچھا..... اچھا..... زیادہ بحث نہ کر..... پیسے لے لے راکھی سے..... شیواجی نے

کہا۔

جلدی دے پیسے..... پوپ نے راکھی کے بھاری بھر کم شانے کو شہو کا دیا۔

اوئی رام..... خرسوں پانچ سو روپیہ دیا ہے..... کیا کہے اس نے اتنے پیسے..... راکھی

رام قسم..... اگر رتی سے شادی ہو جائے تو تھیں کدو دھناگ دیوتا کو چلاؤں.....

شیواجی کی بہن نے کہا۔

بس..... میں نے تو وہ ہندو مرد ہتوں کو کہہ دیا ہے کہ کالی دیوی کے مندر میں سیاہ بندر

کے دل میں ایک سو گیارہ سوئیاں پیوست کر دیں..... شیواجی بڑے قفاخر سے قہقہہ لگا کر

بولے۔

ضرور یہ کام ہوگا..... دیوداسیوں نے بھی ناگ دیوتا کے سامنے رقص کیا تھا۔ راکھی

نے سفید ساڑھی کے پلو کو بلو دیا۔

ہو جائے گا..... گھبراہٹ کی ہے..... کاہن کہہ رہے تھے..... وہ لڑکی میرے

چروں میں پڑے گی..... اور یہ سچ ہے..... شیواجی نے باجھیں کھلا کر کہا۔

ہائے رام ایسا ہی ہو..... کتنی مندر ہے رتی..... راکھی نے خوشی سے دونوں ہاتھوں کو

ایک دوسرے میں پیوست کیا۔

شیواجی..... ایک بات کہوں..... راکھی چونک گئی۔

لڑکی کی بالی عمر ہے۔ راکھی نے کہا۔

تو کیا ہوا..... میں کو نسا پوڑھا ہوں..... دیکھ میرے بازو..... چٹان کی طرح سخت

ہیں۔ شیواجی نے دونوں بازوؤں کو پہلو بن کر سیدھا کیا۔

بس ٹھیک ہی ہے۔ باہر سے آتے راکھی کے گلکشو شوہر پوپ نے کہا۔

کتنی مرتبہ کہا ہے..... بھائی بہن کی باتوں میں دخل نہ دیا کر..... بس چپ رہا کر.....

راکھی ایک کر غرائی۔

میر کروالا یا کتوں کو..... شیواجی نے کہا۔

کب کی شیواجی..... اب تو وہ غرغزوہ ہڑاپ رہے ہیں..... بڑی تیاپ نسل ہے

..... ان کی خوراک اور صحت کا خیال رکھا کر..... شیواجی نے ڈانٹ بھرے انداز میں کہا۔

اے خود رتی سے بات کرنے کی شان لی..... آفس سے وہ جلد ہی لوٹ آیا۔

آپ..... اتنی جلدی مہ سنبھل لی تھی ایک دم اٹھ بیٹھی.....

آفس میں دل پریشان تھا..... خیال آیا کہ کوئی معاملہ تو ثبت جائے۔ وہ بریف کس ایک طرف رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

معاملہ..... کوئی معاملہ..... سنبھل کر حیرت ہوئی۔

ارے بھی..... رتی کی شادی کا..... وہ اپنے گھر کی ہو جائے..... وہ آرام اور نرمی سے بولا۔

اچھا..... سنبھل کو جیسے سمجھ آگئی ہو۔ تمہیں کوئی مثبت جواب دیا اس نے راجبکار نے کہا۔

نہیں..... میری تو وہ بات نہیں مانتی..... آپ بات کر کے دیکھ لیں..... سنبھل نے بے لگائی کا ثبوت دیا۔

شادی کیلئے وہ رضامند نہیں ہوگی..... لیکن ایسی حالت میں اس کو رکھا بھی نہیں جا سکتا لوگوں کی باتیں نہیں سنی جاتیں..... راجبکار بھی مجبور نظر آیا۔

ماننے کی نہیں..... سنبھل نے کہا۔

کیسے نہیں مانے گی..... ابھی اس کی عمر کیا ہے..... کب تک اکیلی رہے گی۔ راجبکار نے جیسے خود سے کہا..... اور کھڑا ہو گیا۔

میں چلوں۔ سنبھل نے کہا۔

نہیں..... تم یہیں ٹھہرو..... میں خوب بات کر لوں گا..... وہ سنبھل کو کھڑے چھوڑ کر اٹھ نکل گیا۔

دردازے پر دستک ہوئی۔

کون..... رتی نے حیرت زدہ ساہو کر جواب دیا۔

راجبکار ہوں..... تمہارا بھائی..... وہ باہر سے بولا۔

بھیا..... آپ..... آجیے نا..... ذہے نصیب..... وہ ناول واپس رکھتے ہوئی اور راجبکار کے لئے پرواسر کا یا۔ بیٹھے..... آج کیسے میری کنیا کے بھاگ جاگ اٹھے۔ وہ حیرت زدہ می سرکادی۔

کیسی ہو..... راجبکار نے لبوراس کو دیکھا۔

نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

بک بک نہ کر..... ان چیوس سے گھر کا سوا انہیں لایا..... حیرے بدن کی طرح تیرا بیجا بھی موٹا ہو گیا ہے۔ پوپ نے ہنسنے ہوئے کہا۔

دیکھا..... دیکھ لیا تبھی..... اس کی بکواس نہ سنوں گی میں..... راکھی نے کھڑے ہو کر صاف انگار میں ہاتھ بلائے۔

نہ سن..... پیسے دے..... میں نے لڑکیوں کو لینے جانا ہے۔ پوپ نے سامنے آدیزاں انگلیں ہلک کر طرف دیکھا۔

راکھی نے شیوائی کو دیکھتے ہوئے ذرا زے کچھ پیسے نکالے اور پوپ کو تھما دیے۔ پوپ نے بے دلی سے پیسے پکڑے اور باہر چل دیا۔ چند یوم اور بیت گئے۔

سیوک محل سے کوئی اطلاع آئی۔ شیوائی نے بالوں کو خضاب لگاتے کہا۔ وہاں سے تو کوئی اطلاع نہیں آئی..... البتہ جداس ہائی کا پیغام ملا تھا۔ راکھی نے کہا۔

کیا پیغام؟ شیوائی نے دونوں ہاتھ روک کر راکھی کی طرف دیکھا۔ ابھی ان لوگوں نے لڑکی سے پوچھا نہیں..... ہو سکتا ہے جلد بات کریں گے۔ راکھی نے جداس ہائی کا پیغام گوش گزار کر دیا۔

کب بات ہوگی..... مجھے بہت جلدی ہے..... میں اٹھنا گھر آباد کرنا چاہتا ہوں۔ شیوائی نے چاہا کہ پلک چپکتے ہی رتی ان کے پاس آجائے۔

اب آباد ہو جائے گا نا..... حوصلہ کر دنا بھیا..... راکھی نے اطمینان دلایا۔ سنبھل کے آنے سے بہتر ہے کہ وہ میرے گھر میں آجائے..... تاکہ میں امن و آشتی کے ساتھ اس کی شادی کر سکوں۔ شیوائی نے کہا۔

سنبھل کے آنے میں بڑی دیر ہے..... گھر ایسے نہیں..... شیوائی خاموش اٹھ کر باہر روم کی طرف بڑھ گئے۔

شیوائی کسی بھی قیمت پر رتی کے رشتے کو کھوتا نہیں چاہتے تھے..... ان کا خیال تھا کہ راجبکار لاٹھی آوی ہے..... اس قدر دولت ہونے کے باوجود بھی رتی کے بدلے ایک آدھ فیٹری راجبکار کے نام لگنا چاہتے تھے۔ اب اس کی خبر جب راجبکار کو پہنچی تو اس کی

جاچیں کل اٹھیں..... وہ ویسے بھی اپنے کاروبار کو دست سے سبک ترک کرنا چاہتا تھا..... وہ کسی بھی قیمت پر درد پڑنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا..... آج تمام تر تکلفات برطرف کرتے

بڑے اعتماد سے بولی۔

میں مانتا ہوں..... درپن تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا..... لیکن تم اس کے ساتھ لفظ بھی نہیں ہو۔ راجکار نے کہا۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔ وہ ایک دم تڑپ اٹھی۔

وہ بلند خان کا بیٹا ہے..... بابا کا نہیں۔ راجکار نے رتن کو بڑے غور سے دیکھا جو درپن سے کس قدر مانوس تھی۔ درپن نے ہمیشہ اپنے آپ کو بابا کی بیٹا سمجھا ہے۔ رتن نے کہا۔  
مجھے معلوم ہے..... جگ کو کون سمجھا..... یہ جگ والے نہیں جینے نہیں دیں گے۔ راجکار جڈ باتی ہو گیا۔

اگر بیوگی کا طوق میری گردن میں آن پڑا۔ تو کیا..... اس میں میرا قصور ہے۔ وہ اپنی ہی ہو گئی۔

کون کہتا ہے تمہارا قصور ہے..... قصور تمہارے ہاتھ کی رکھا کا ہے..... راجکار والا۔

پھر یہ سلوک..... جو ہو رہا ہے..... لوگ نفرت کرتے ہیں مجھ سے۔ چند ایک ازہین کے کوئی سیدھے منہ بات نہیں کرتا..... خاندان برادری والے میری وجہ سے ہوک کل میں آنا چھوڑ گئے ہیں۔ وہ پیش میں آئی.....  
میں مانتا ہوں..... لیکن اب اس کا کوئی سدباب تو ہونا ہے نا..... راجکار نے کہا۔

سدباب..... کیا سدباب؟

میں تمہیں نرمل بنانا چاہتا ہوں..... ماضی کی طرح لوگ تم سے محبت کریں۔ خاندان اگلے تمہیں اچھوت نہ سمجھیں..... راجکار جیسے اپنی بات نونوا چاہتا ہو۔  
میں پاپن نرمل نہیں بن سکتی۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ شاید وہ راجکار کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک دم سے بولا۔  
شادی..... میری شادی..... یہ ممکن نہیں ہے..... کون مجھ اچھا گن سے شادی کے گا..... زندگی کس کو پیاری نہیں..... وہ طنزاً مسکرائی۔

میں تمہیں پھر آباد کرنا چاہتا ہوں..... کسی اچھے گھر کے میں تمہاری شادی ہو جائے۔  
بھگوان قسم..... آبادی اب میرا مقدر نہیں ہے..... آپ اس خیالات کو

بھگوان کا شکر ہے۔ آپ کے سامنے ہوں..... وہ سامنے بیٹھ گئی۔

راجکار نے غور دیکھا..... وہ خاصی کمزور لگ رہی تھی..... اس کی شوخی اور شرارت جیسے کوئی جھین کر لے گیا تھا..... اس کی زندگی سے زندگی کی رعنائی خزاں رسیدہ پھول کی طرح ختم ہوئی نظر آ رہی تھی۔ وہ کسی دشت میں برگ آوارہ نظر آ رہی تھی۔

وہ کسی طرح بات شروع کرنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پارہا تھا کیونکہ وہ کبھی رتن سے زیادہ دیر تک نہ ہوا تھا..... بلکہ اس نے اپنی مصروفیات میں اپنی ماما کا بھی خیال نہیں رکھا تھا اور اب دورتی سے بات کرتے ہوئے بچپن کا ہاتھ.....  
وہ نگاہیں جھکا کر صرف انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

تم کتنا کھانا..... میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں..... کھانا کھانا ہے..... آپ بات کریں۔ وہ سیدھی ہو گئی..... اس کو اتنا تو احساس ہو چکا تھا کہ بات کیا ہے۔

مسئل کی باتوں سے تمہیں معلوم تو ہو گیا ہو گا کہ میں آج کس موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

بھیا..... کیا یہ موضوع ترک نہیں ہو سکتا۔ وہ عاجزی سے بولی۔

نہیں..... یہ موضوع ترک نہیں ہو سکتا..... اس میں تمہاری زندگی..... تمہارے مستقبل کا سوال ہے اور میری عزت کا بھی..... راجکار نے کہا۔

کیسا مستقبل بھیا..... جواب تاریک ہو چکا ہے..... وہ دکھ سے بولی۔

ہر تاریکی کے بعد اجالا تو ہوتا ہے نا..... تمہیں بھی ایسے ہی اجالے کی امید رکھنی چاہئے۔ ہر شب کی سویر ہے۔ راجکار نے کہا۔

اب اجالے راس نہیں آئیں گے بھیا..... آپ کس اجالوں کی بات کر رہے ہیں۔ وہ چونک کر بولی۔

وہ ہی اجالے..... جو میں تمہارے جیون میں واپس لانا چاہتا ہوں..... راجکار نے اصل موضوع کی طرف آ رہا تھا۔

کیوں..... وہ بر جستہ بڑبڑائی۔

اس لئے کہ ابھی تم تیار ہونے کے قابل نہیں ہو..... وہ بولا۔  
میں تنہا ہوں..... آپ ہیں اور پھر درپن مجھے تنہا کبھی نہیں چھوڑے گا..... وہ

کیوں ضروری نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ سے سیوک خاندان کا بھلا سوچا ہے۔۔۔۔۔ اب وہ اپنی شمولیت پر رقرار رکھے گا۔ رتن بڑے مستحکم ارادے کے ساتھ بولی۔  
 سب جانتا ہوں کہ درپن نے سیوک خاندان کا بہت خیال رکھا ہے۔۔۔۔۔ ویسے میرا اس کوئی خاص ماطہ بھی نہیں رہا۔۔۔۔۔ جب جائیداد کا ہنوار ہو گیا تو ماطہ کیسا۔۔۔۔۔ وہ بولا۔  
 اس پر بھی آپ۔۔۔۔۔ میں اس کو برا نہیں جانتا۔۔۔۔۔ وہ بے شک بے ضرر انسان ہے۔۔۔۔۔ پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جلد شادی ہو جائے۔۔۔۔۔ اس کی عدم موجودگی میں۔۔۔۔۔ راہنکار دیکھتے ہیں رتن کو ہزاروں فٹ بلندی سے پتھر پٹی چٹان پر گر گیا ہو۔  
 بھیا۔۔۔۔۔ میں درپن کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ وہ چلائی۔۔۔۔۔ اور وہ باہر جا تھا۔۔۔۔۔

وہ لپک کر دیتے پیچ کے پت کھولے کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ صحرایہ کی بو جھل سانس ماحول کا ن درہم برہم کرتی رہی۔۔۔۔۔ سورج کی ٹیکہ تاریکی میں ڈوب چکی تھی۔۔۔۔۔ چاروں طرف لنگھتی سی شام پھیل چکی تھی۔۔۔۔۔ تمام دن کے تھکے ہارے پتھریں اپنے اپنے آشیانوں پر ہاتھ طاق پر دازتے۔۔۔۔۔ اس کا آشیانہ کو نسا ہے۔۔۔۔۔ نہ شوہر کا اور نہ بچا کا۔۔۔۔۔ کیا بات کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ وہ پت کو مضبوطی سے پکڑے سسک سسک کر رودی رہتی۔۔۔۔۔ رتن بیٹھی۔۔۔۔۔ کہاں ہو سبھی۔۔۔۔۔ کمرے کی تاریکی سے پریشان ہو جانے لڑے پری سے آواز دی۔

پو جاں۔۔۔۔۔ آجانیے۔۔۔۔۔ وہ لپکی اور سوچ آن کر دیا۔  
 اندھیرا کیوں کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ شام کو روشنی کر لیا کرو۔۔۔۔۔ رو میں لوٹ جاتی ہیں۔ وہ کھڑے کر رتن کو ساتھ لگاتے بولی۔  
 کیا فائدہ باہر کی روشنی کا پو جاں۔۔۔۔۔ جب من اندھیروں سے بھر پڑا ہے۔  
 وہ پو جاں سے لپٹ کر غم روئی۔۔۔۔۔ اور سسکتی رہی۔۔۔۔۔  
 میری بیٹی۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا تمہیں۔۔۔۔۔ پو جانے ساتھ لپٹا لیا۔  
 نازک جسم کے خفیف جھکوں سے پو جا کو احساس تھا کہ وہ بہت رورہی ہے۔۔۔۔۔ پو جا سہارہ دیتے صوفے کے پاس لے آئی۔  
 چپ میری بیٹی۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔ آسو صاف کرو۔۔۔۔۔ پو جاں نے اپنے پاس

دل سے محو کر دیں۔۔۔۔۔ میں آباد نہیں ہو سکتی۔ وہ لا پر دہی بولی۔  
 کیسے محو کروں۔۔۔۔۔ میں جہیں اس ہنسنے سے خوشی بھیر یوں سے کہاں کہاں سے بنادوں گا۔۔۔۔۔ تم ابھی بہت چھوٹی ہو۔ راہنکار بولا۔  
 کوئی بیٹھرا میری طرف نہیں بڑھ سکتا۔۔۔۔۔ مجھے اپنی حفاظت کرنا آتا ہے۔ وہ رتن بولی۔  
 میں مانتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن رتی۔۔۔۔۔ تمہاری شادی کر کے میں فارغ ہو جاتا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ مجھے ماما بابا کی رگوں سے خطرہ لاحق ہے۔ وہ طاہر داری پر آگیا۔  
 اچھا بھگوان کا لاکھ شکر کہ آج آپ کو ماما بابا کی رگوں کا بھی خیال آگیا۔ وہ نشتر پر نشتر چھو رہی تھی۔

ظنم نہ کرو۔۔۔۔۔ بیٹیاں بوجھ ہوتی ہیں۔ راہنکار نے کہا۔  
 اور آپ اس بوجھ کو اتارنا چاہتے ہیں۔ رتن نے فوراً راہنکار کی بات کاٹ دی۔  
 یہی خیال ہے میرا۔۔۔۔۔ وہ بولا۔  
 میں بوجھ ہوں۔۔۔۔۔ کیسا بوجھ۔۔۔۔۔ کتنا کچھ ہے میرے پاس۔۔۔۔۔ ایسے محل دولت اور میرے نام فیکریاں اور کیا گونا گوں۔۔۔۔۔ اس پر تمام کام ہمیشہ کی طرح درپن نے سنبھال لئے ہیں۔۔۔۔۔ کیا پھر بھی بوجھ ہوں۔۔۔۔۔ وہ اداس ہو کر بولی۔ اس کے ہر لفظ میں کرب ہی کرب تھا۔  
 یہ بوجھ نہیں۔۔۔۔۔ والدین دو لکھوں کی خاطر بیٹی کو بوجھ نہیں سمجھتے۔ راہنکار بڑے بزرگوں کی طرح بولا۔

اور کس وجہ سے۔ رتن جیسے سسک اٹھی۔  
 دیکھو رتی۔۔۔۔۔ تمہاری کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے۔۔۔۔۔ تمہارا لانا ہوا سہاگ لوٹ آئے گا۔۔۔۔۔ اگر تم خوش ہو گی تو میں بھی اس سے رہ سکوں گا۔۔۔۔۔ راہنکار نے فوراً کہا۔  
 تو کیا آپ اپنے امن کی خاطر مجھے اپنے سر سے اتارنا چاہتے ہیں۔ رتن نے کہا۔ یہی سمجھ لو۔۔۔۔۔ میں بہت جلد تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ صاف گوئی پر اتر آیا۔  
 درپن کو آنے دیجئے۔۔۔۔۔ اس کے بغیر ہی۔۔۔۔۔ وہ دھک سے گرئی۔  
 شادی کا جب وقت آگے دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ بحر حال درپن کی شمولیت لازمی نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ لا پر دہ سا بولا۔

خوش تو رہتا جانتی ہوں..... دنیا والے نہیں جانتے..... وہ جیسے بے بس ہو گئی۔  
تو نے دنیا کا کیا بگاڑا ہے میری بیٹی..... بھڑ میں جائیں یہ دنیا والے..... پو جانے  
لہن بکٹ منہ میں رکھتے لا رہاوی اور حشرات بھری نظر سے کہا۔  
یہ تم کہہ رہی ہو نا پوجا جان..... یہاں تو ایک اور معاملہ پھڑا ہوا ہے۔ رتن نے سر کو شی  
..... شاید کوئی باہر ہے۔

پو جانے نے قدموں کی چاپ سے اپنے اندر اڑا لگایا۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔  
..... وہ ایک دم اٹھی..... اور غلام گردش میں ایک بیوے کو دوسری طرف لپکتے دیکھا۔  
..... کون تھا..... پو جانے واپس آتی رتن سے کہا۔  
اور تو کوئی میری ٹوہ رکھنے والا نہیں..... البتہ سنبل بھائی پر شک کیا جاسکتا ہے۔ وہ  
..... نے برائی باتیں مار کے بٹھ گئی..... بھیجے بے تکلف درپن سے بھگڑتے ہوئے اسی طرح  
..... بھاگتی تھی۔

وہ عورت تمہاری ٹوہ میں کیوں رہے گی..... کیا کی ہے اسے..... رانی مین گئی  
..... پو جانے کہا۔

جب خود غرضی کے اڑدھے انسان کی محبت کو نگل لینے ہیں تو محبت کی جگہ نفرت  
..... مارے برساتی ہے۔ رتن نے ایک دم کہا۔  
..... بیٹی..... تو نے بہت بڑی بات کہہ دی..... میں مطلب نہیں سمجھی..... پو جا حیرت و  
..... قیام کے عالم میں بولی۔

بھائی میری شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بولی۔  
..... کیوں؟..... پو جانے چونک کر کہا۔  
..... کوئی مفاد ہو گا..... میں نے تو بغیر مفاد کے بھائی کو آج تک نہیں جانا..... رتن نے  
..... بھگدار کے اندر بولی ہوئی نفرت کو آشکار کیا۔

وہ تمہارا بھائی ہے..... اس نے تمہاری اما کی کوکھ سے جنم لیا ہے..... اس کو تم سے کیا  
..... نا..... پو جانے جیسے کسی اذیت سے بچنے لگی۔

یہ نہیں معلوم پو جان..... ویسے یہ سودا ہوا ہے..... میری شادی کی بات یونہی نہیں  
..... ل رہی۔ رتن افسردہ سی ہو گئی۔  
..... گھر پر نہیں..... وہ بہتر کریں گے..... رام قسم میں ہمیشہ تیری خیر خواہی کی دعا کرتی

محبت سے بٹھا کر اپنی سزا مٹی کے پلو سے رتن کے آنسو صاف کرے میری بیٹی..... برا کہ  
..... علاج آنسو تو نہیں..... ہر زخم کی مرہم کہاں ملتی ہے..... حوصلہ کر..... میری جا  
..... پو جانے رتن کے آنسو صاف کئے اور اپنے ساتھ کھینچ لیا۔  
..... جب اتنی محبت ملی تو آسمان کھل کر برسنا۔ وہ پو جا کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر  
..... دی۔

پو جاسکا اپنے سینے سے لگائے اس کے پرسکون ہونے کا انتظار کرتی رہی۔ کچھ لمبا  
..... بعد غبار چٹا.....

..... جاؤ..... منہ دھو لو..... دیکھو تمہارے لئے سوسے اور چائے لائی ہوں..... مٹی کی  
..... نہیں رہا تھا..... خیال آیا..... رتی کے پاس چلتی ہوں..... وہیں مل کے پی لیں گے  
..... درپن نے تو سونا سونا کر دیا گھر کو..... پو جانے رتن کے اچھے بالوں کو سنوارا.....  
..... جاؤ..... اتنی پیاری آنکھوں کو کیوں آنسوؤں کے حوالے کر دیا تم نے..... پو جانے  
..... اپنے آنسوؤں میں رتن کا پیرا تھا اور اس کی دودلوں آنکھوں پر شفقت بھرے ہوئے دیئے۔

..... پو جانے..... وہ محبت کے لازوال جذبے کے تحت دوبارہ پو جا سے لپٹ گئی۔  
..... میری بیٹی..... بہرنے دھوئے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا..... تمہیں کیا بتاؤں  
..... مجھ پر کتنی آفتاؤں پڑیں..... میں نے ہر قسم کو برداشت کیا..... تم بھی حوصلہ کر  
..... میری جان..... ساحل قریب ہے..... مت گھبراؤ..... جاؤ..... تازہ دم ہو جا  
..... پو جانے محبت سے کہا..... اور اس کا پیرا محبت سے صاف کیا..... پو جاکے باتوں سے  
..... ڈھارس ہوئی تو درجہ سے معصوم مسکراہٹ ہوٹوں پر بکھیر گئی۔

..... میں چائے بناتی ہوں..... منہ دھو کر جلدی آ جاؤ..... وہ ہاتھ روم میں چلی گئی.....  
..... چند لمحوں کے بعد لوٹی تو تازہ دم تھی۔

..... لو..... پہلے چائے پیو..... اور ساتھ ساتھ سوسے بھی کھاؤ..... پو جانے نے کہ  
..... اس کے سامنے رکھا اور دوسرا خود لے لیا۔

..... اچھے ہیں..... پو جانے دیکھا وہ بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔  
..... بہت مزے کے ہیں..... درپن بھی بڑے شوق سے کھایا کرتا تھا۔ وہ اس کو مٹی۔  
..... بس اب اس ہونے کی ضرورت نہیں..... میں تمہیں خوش دیکھنا جانتی ہوں.....  
..... اور درپن بھی اسی امید پر وہاں گیا ہے کہ تم خوش رہو..... پو جانے کہا۔

آپ چلیں..... میں برتن لے کر آتی ہوں۔ مایانے کہا اور پوچھا کہ ساتھ ہی فطری میں برتن لئے چل دی۔

تمام شب کانٹوں پر بسر کر دی۔ سگتے ساحل پر پلٹ کر دیکھتی ہوں تو چاروں جانب گھپ اندھروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا..... کڑکٹی بجلیوں اور تیز و تند ہواؤں کا شور ہے..... کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی..... اس کا کیا مستقبل ہے..... ایک خوشخوار کرب میں ڈوبا ہوا..... حالات کی ستم خیزی اسے کہاں لے آئی تھی..... وہ کیا تھی اور کیا بن چکی تھی..... یوں لگتا دنیا کے سارے ہنگامے سارے شعور اس کی ہستی کا حصہ بن چکے ہوں۔

آفس میں ایک پارٹی سے بات کرنا وہ ایک دم چمک گیا۔

فرن لزن..... راجہا نے ساری کرتے ریور منڈ کو لگا لیا۔

ہیلو..... او..... درپن..... کیسے ہو.....

ٹھیک ہوں..... تم سناؤ..... محل میں سب خیریت ہے نا..... درپن نے کہا۔

سب خیریت ہے۔

رتن ٹھیک ہے..... پریشان تو نہیں رہتی..... وہ ایک ہی سانس میں بولا۔

نہیں..... وہ پریشان نہیں ہے..... بالکل ٹھیک ہے۔ راجہا نے کہا۔

راجہا کہہ..... مجھے دل غراش خبر ملی ہے..... دیکھنا کوئی ایسا فیصلہ ہرگز نہ کرنا جس سے رتن کو تکلیف پہنچے..... وہ کسی سخت فیصلے کی تحمل نہیں ہو سکتی..... درپن نے کہا۔

کچھ نہیں ہو گا..... تمہارے آنے پر سب علم ہو جائے گا تمہیں..... میں مصروف ہوں..... پھر کسی بات نہ کرنا..... ٹھیک ہے راجہا نے ریور رکھ دیا۔

یہ سب پوچھا جاں کا کیا ہوا ہے..... اس نے خبر کی ہے..... آفس سے فارغ ہو کر وہ سیدھا پوچھا کہ پاس پہنچا.....

راجہا بنا..... تم..... خیریت تو ہے..... پوچھا آج پہلی مرتبہ اپنے گھر میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔ وہ کھڑے کھڑے بولا۔

آ جاؤ..... ڈرائیگ روم میں آ جاؤ۔ پوچھا بڑی خوش دل کے ساتھ اسے ڈرائیگ روم میں لے گئی۔ آج درپن کا فون آیا تھا۔ وہ بیٹھے ہی بولا۔

ٹھیک تھا۔ پوچھا ایک دم بولی۔

ہوں۔ وہ سامنے بھگووان کی مورتی کو بڑی امید سے دیکھ کر بولی۔

پوچھا جاں یہاں دو چروں والے لوگ رہتے ہیں۔ رتن نے مل کر کہا۔

یہ مسئلہ مہا بی ہے نا..... اس کے دو چرے ہیں..... کبھی اس کی باتیں مجھے اچھی لگی ہیں..... کبھی اس کی حرکتوں سے چڑھتی ہے..... رتن نے ہاتھ ایک دوسرے میں پھوست گئے۔

ٹھیک ہو جائے گا..... درپن آجائے..... میں تمہیں لے جاؤں گی یہاں سے..... پوچھا جاں نے کہا۔

درپن کا کوئی فون آیا۔ رتن نے کہا۔

مجھے کہاں سے فون آئے گا۔ چند من ہوئے خراب پڑا ہے۔ وہ ہاوس ہو گئی۔

تمہارے کمرے میں فون تھا..... اب کہاں ہے..... میز..... پوچھا جانے ٹیلی فون خالی میز کو دیکھ کر کہا۔

درپن کے چاتے ہی مہائی نے اٹھالیا تھا..... وہ آہستہ سے بولی۔

اس کا مطلب کہ یہ کچھو کی کب سے پک رہی ہے..... اور اس میں دو فون میاں بھاٹ لوٹ ہیں۔ پوچھا جانے دانت پیسے۔

لگتا تو یوں ہی ہے۔ رتن نے کہا۔

خیر..... ایسی کوئی بات نہیں..... درپن کی عدم موجودگی میں یہ معاملہ ٹھایا رہے بہتر ہے۔ پوچھا کہ دل کو ٹھک دگمان اور دوسرے پریشان کر رہے تھے۔

درپن آئے گا تو دیکھا جائے گا..... اور میں شادی کرنے والی کہاں..... وہ فحش اور درپن کا خوبصورت پیکر اس کے سامنے گھوم گیا۔ پوچھا رتن اٹھا کر لے گئی۔

لی لی..... کھانے آؤں..... اندر آئے مایانے کہا۔

نہیں..... پوچھا جاں اتنا کچھ لے آئیں تمہیں کہ آپ اور کھانے کی گنجائش ہی نہیں۔ رتن نے مسکراتے ہوئے نایا کی طرف دیکھا۔

اب میرے لئے کیا حکم ہے لی لی۔ مایانے مودب کہا۔

تم برتن اٹھا کر پوچھا جاں کے ساتھ ان کے ہاں چھوڑ آؤ..... اندھرا ہو چکا ہے..... دھیان سے لے جانا..... پوچھا کہہ رتی نے کہا۔

میں چلی جاؤں گی بیٹی..... برتن بھی اٹھا لوں گی..... کوئی بات نہیں پوچھا جاں۔

اگر ضد کس نے پوری کی ہے..... اس کی بیماری..... راتوں کی نیندیں کس نے خراب کی.....  
..... جانتے ہو تم..... یولو..... کیا اس کی کوئی ذمہ داری نہیں..... جس نے.....  
ہا حد درجہ جذباتی انداز میں راجکار کا شانہ ہلا کر بولی۔

میں کب انکار کرتا ہوں..... لیکن یہ سب میری عدم موجودگی میں ہوا ہے..... وہ  
پنے آپ کو ہرپاپ سے مبرا سمجھ رہا تھا۔

تم نے خود اپنے آپ کو ان الجھنوں سے دور رکھا..... لیکن رتی کے بارے میں تمہیں  
بقدر سفاک نہیں ہونے دوں گی..... وہ بے ساختہ کہہ گئیں۔

میں سفاکی کر رہا ہوں..... آپ میری ذات پر اس قسم کے رکیک حملے نہ کریں۔  
بھکار کو ناگوار گزرا.....

دیکھو بیٹا..... درپن تمہارا بھائی ہے..... دیوی جی رتی کو اس کی تمبھانی میں چھوڑ گئی  
ہا..... تمہیں اس کے بغیر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہئے جو رتی کے لئے اچھا ثابت نہ ہو  
.....

پوچھا..... میں بھٹ میں پڑنا نہیں چاہتا..... جو کچھ ہو رہا ہے خاموش تماشا بنی کر  
بیٹھتی ہیں.....

میں خاموش تماشا بنی نہیں بن سکتی..... تمہیں بتانا ہو گا کہ رتی کی شادی کس سے کر  
ہے ہو..... کون ہے وہ..... وہ بلند آواز میں بولیں۔

جس سے بھی ہو بہتر ہو گا..... آپ خاموش رہیں..... اور نہ ہی درپن کا فون آنے پر  
کو خیر ہو۔ وہ رازداری سے بولا۔

ضرور کوئی گڑبڑ ہے..... اس میں تمہارا مفاد ہے یا تمہاری یوی کا..... وہ صاف گوئی پر  
زاتی۔

جو کچھ بھی ہے آپ خاموش رہیں..... اتنے دن محل میں مت آئیں..... وہ واپس لوٹ  
یا۔

پوچھا تو سنے کی طرح ٹوٹ کر گری..... وہ رتی کو کس طرح بھاسکتی تھی..... وہ ہزاروں  
ہل دور بیٹھا تھا..... یہ بات اتنی خفیہ رکھی گئی تھی کہ مایا کو بھی علم نہ تھا کہ رتی کی شادی  
س سے ہو گی۔

بہت دن گزر گئے.....

ٹھیک تھا..... رتی کے بارے میں بات کر رہا تھا..... غالباً اس کی بات سے اندازہ کا  
مشکل نہیں تھا کہ اسے رتی کی شادی کو علم ہو چکا ہے۔ راجکار نے پوچھا کے باوجود چہرہ ا  
بنور دیکھا۔

میں نے اسے بتایا تھا..... میرا فون خراب ہے..... پھر بھی اسے اطلاع کرنا بہتر سمجھی  
تھی۔ وہ نڈر انداز میں بولی۔

آپ نے کیوں بتایا..... ابھی تو بات چل رہی ہے..... وہ صاف واضح الفاظ میں بولا۔  
اس میں چھپانے کی کوئی بات تھی..... سیوک خاندان کی کوئی بات اس سے پوشیدہ  
نہیں رکھی جاسکتی..... یہ رتی کا معاملہ تھا۔ پوچھنا معافی سے کہا۔

آجکے مجھ سے مشورہ کے بغیر یہ بات درپن تک نہیں پہنچانی چاہئے تھی..... وہ پھر بولا۔  
اس کی وجہ؟..... پوچھا کہ ماتھے پر ہل پڑ گئے۔

اس کی وجہ ہے نا..... وہ درپن کی بات کو اہم سمجھتی ہے..... اور دوسرے کسی شخص کا  
فیصلہ حتیٰ خیال نہیں کرتی..... وہ دیکھتا رہ گیا۔

نہ جانے راجکار کیوں درپن سے اب بھی خوفزدہ تھا۔  
وہ جانتی ہے..... درپن سیوک خاندان کا ہمدرد ہے..... اس نے آج تک اس خاندان  
کا بھلائی سوچا ہے۔ پوچھنا نہ کہا۔

میں جانتا ہوں پوچھا..... لیکن اب..... وہ رک گیا.....  
اب کیا..... محل کی بات کرو..... پوچھا جو کج حیرت ہوئی۔

میں مغربیہ اس کی رخصتی کرنے والا ہوں..... کہتے ہوئے راجکار نے بغور پوچھا کہ دیکھا  
.....

ہرگز نہیں..... تم درپن کی عدم موجودگی میں رتی کو رخصت نہیں کر سکتے بلکہ اس کو  
شادی کے لئے مجبور نہیں کر سکتے..... پوچھا کارنگ سنیر ہو گیا۔

کیوں نہیں کر سکتا..... وہ میری ذمہ داری ہے..... مہن ہے میری..... راجکار نے  
تن کر اپنے وجود کا احساس دلایا۔

ہنہ..... بیس سال کے بعد تمہیں اس ذمہ داری کا احساس آگیا..... وہ تمہاری بہن  
ہے..... تمہاری ماما کی کوکھ سے جنم لیا ہے اس نے..... اس لئے..... لیکن اس کے

ساتھ بچپن کس کا گزرا ہے..... اس کو باز اس کے حوصلے میں کس نے سلا یا ہے..... اس



وہ بہت بڑی تھیں..... عزت دار..... مایانے کہا۔

مایا..... سنبل کے آتے ہی وہ ہنسنے لگی۔

جی دلہن بیگم..... مایانے ایک دم چونک کر کہا۔

باتیں کر رہی ہو..... مہمانوں کے کمرے درست کر لئے تم نے..... سنبل نے سوالیہ انداز میں کہا۔

نہیں..... ابھی کرتی ہوں جی..... مایا بھاگ گئی۔

بھائی..... رتن نے آواز دی۔

کیا ہے..... سنبل نے کہا

کتنے کا سودا کیا ہے..... رتن نے بھائی اور بھادجی کی سرشت جانتے ہوئے کہا۔

کیا؟..... سنبل نے پلٹ کر منہ کھولا۔

میں کہتی ہوں کتنے کا سودا کیا ہے..... رتن چلائی.....

بکواس بند کرو..... لہجہ دھیمار کھو..... سنبل نے پلٹ کر انتہائی بد تمیزی کا مظاہرہ کیا۔

وہ..... جیسے لوگ میرا بھائی کہتے ہیں..... دولت پر ساپ بن کر بیٹھنے والا..... اس کے ساتھ مل کر بہن کی کیا قیمت لگائی ہے..... رتن طیش میں پاگل ہو گئی۔

یہ سوال اس نے بھائی سے کرنا..... سنبل نے اونچی آواز میں کہا۔

تمہاری ملی بھگت ہے..... وہ بھائی نہیں ہے..... سودا کر ہے..... اس نے فروخت کیا ہے

مجھے..... رتن نے بڑے دکھ سے کہا۔

تم جھوٹ بولتی ہو..... تمہارا گھر آباد کیا ہے.....

سنبل کا ہاتھ خشکا..... شاید کوئی خیر تر تن تک پہنچ چکی ہے۔ اب کسی آباد..... بریاد آباد

نہیں ہوتے..... نہیں کروں گی میں یہ شادی..... وہ چلا اٹھی.....

کہاں کہاں..... جنہیں سنبھالنے پھر کرے..... ایک بھائی ہے تمہارا..... اس دور

میں تمہاری نگہبانی کون کرے..... معذہ زور جوانی ہے تیری..... سنبل نے آنکھیں

پھاڑیں۔

میری نگہبانی کر لینا لا ہے..... وہی اب تک کرتے آیا ہے میری نگہبانی..... سنبل

اشارہ سمجھ چکی تھی۔

رتن دیکھتی رہی..... مہمانوں کی آمد تھی..... خوب آؤ بھگت ہو رہی تھی..... خاندان

کے خاندان دعوتوں پر آرہے تھے..... لیکن ابھی تک رتن یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ کون جنس

ہے جس کے لیے اس کو باندھا جا رہا ہے..... رورو رو کر وہ پٹکان ہو رہی..... پوچھا کہ آنا ہند

چکا تھا..... اس کی جوبلی کے باہر مسلح پہرے دار بٹھا دیے گئے تھے کہ وہ محل کی طرف نہ

سکے..... اور محل سے کوئی ادھر نہ جائے.....

مایا..... وہ اندر آتے مایا سے بولی۔

جی بی بی..... مایا داس کی لگ رہی تھی۔

جنہیں بھی علم نہیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں..... وہ بڑے دکھ سے بولی۔

رام قسم بی بی..... ہماری جان قربان آپ پر..... ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔

لا علم سی بولی۔

یہ لوگ کون ہیں جو روز دعوتیں اڑاتے ہیں۔ رتن نے کہا۔

یہ ان کے رشتہ دار ہیں بی بی..... اتنا سنا ہے..... وہ خاندان بہت بڑا ہے۔ مایانے کہا۔

اچھا..... سیوک خاندان سے بھی..... رتن نے کہا۔

سیوک خاندان سے کہاں بی بی..... مایانے باہر دیکھ کر کہا۔

ماموں ستوتوں کو بلایا۔ رتن نے کہا۔

نہیں تو..... کیا معلوم پوچھا ہو..... مایانے ہاں اور ناں کے اعراف میں الجھتے ہوئے

کہا۔

وہ بھی بدل گئے ہیں..... بھول کر بھی خبر نہیں لی..... رتن بڑے کرب سے

بولی..... اس کو ستوتوں اور اے..... شیتل کے اس طرح بدل جانے پر شدید غم کا احساس ہوا

کڑے وقت میں کون کام آتا ہے بی بی..... رونا تو اکیسویں پڑتا ہے۔ مایانے لاکھ کی بات کہ

تھی۔

ہاں تم نے بڑے بے چہ کی بات کی ہے۔ سب ساتھ چلتے ہیں لیکن ساتھ کوئی روتا نہیں

رتن نے آنکھیں صاف کیں۔

آپ دل کو مضبوط رکھیں..... اس طرح رونے دھونے سے کیا فائدہ۔ مایانے کہا۔

رونا تو ہمارے مقدر میں لکھا گیا ہے..... کاش ماہاندرہ رتیں..... حسرت دیاں

تصویر بنی وہ کلشی دیوی کی قد آدم تصویر کو دیکھتی رہی۔ پر ماتمان کی آتما کو شائق دے...

آپ کو علم تو ہے کہ بات کیا ہے؟..... آپ نے میری شادی..... وہ گنگ سی ہو گئی..... اگلے الفاظ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے..... تمہاری دوسری شادی میری مجبوری ہے..... میں تمام عمر تمہیں بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا..... تمہارا گھر آباد کرنا میرے فرض میں شامل ہے۔ وہ فوراً بات مکمل کر گیا۔

یہ دوسری شادی میرا سہارا بن جائے گی۔ رتی نے کہا۔

مضروب نے گی..... پتی کی رفاقت میں عورت محفوظ ہو جاتی ہے۔ راجبھار نے کہا۔  
پتی کی رفاقت ان کا حق ہے جن کو سونے کے لئے بستر اور ایک وقت کی روٹی میسر نہیں ہوتی..... میرے پاس تو سب کچھ ہے۔ وہ سمجھانے کے انداز میں بولی۔

میں جانتا ہوں..... لیکن ایک یہ سمجھ کر لوگ نفرت کرتے ہیں تم سے اچھا جان کر جنہیں اپنے پاس پھٹکے نہیں کوئی دتا۔

مجھے کیا فرق پڑا ہے..... میں کو نالوگوں سے ملتی جلتی ہوں..... رتی نے احساس دلایا کہ مجھے شادی کی ضرورت نہیں۔

رتی..... میں تمہارا مطلب اچھی طرح جانتا ہوں..... میں تمہیں دینا سے اس طرح کٹ نہیں کر سکتا.....

دیکھو بھائی تمہیں سمجھان کا واسطہ..... میری شادی کا خیال ترک کر دے..... یا پھر درپن کو اپنے دے..... وہ بڑی عاجزی سے راجبھار کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

رتی..... تو خوش رہے گی۔ راجبھار نے اپنے آپ کو ہمدردی کا رنگ دے کر کہا۔  
میرے لئے یہ خیال کیسے اچھا آپ کو..... جبکہ ماما اپنی بیماری کے باعث سب سے کٹ

گئی..... آپ نے محبت سے بیٹھ کر کبھی ماما کو تسلی نہ دی تھی..... رتی کی آواز بھرا

تم کہنے کیا آئی ہو..... مجھے ماضی میں الجھانے کی کوشش مت کرو۔ راجبھار کی تیوریاں

ماضی حال کے ساتھ ساتھ چلتا ہے..... اور میں بھی ماضی کے حوالے خیال نہیں آیا۔  
اے بہن کا خیال کیسے اچھا۔ اس سے بات کرنے آئی ہوں۔ جس بیٹے کو ایڑھیاں رگڑتی ہیں

بہن کا خیال کیسے اچھا کہ جس بیٹے کو ایڑیاں رگڑتی ہیں اس کا خیال نہیں آیا..... اسے وہاں بٹور ہو چکی تھی۔

درپن کی بات کر رہی ہوتا..... وہ مسلمان ہے..... اور مسلمان بھی کبھی ہندو کا مہتر ہوا ہے.....

ایسا تم کہو..... اگر درپن یہاں ہوتا تو تم کبھی ایسا نہ کرتے..... وہ صوفی کی پشت پر سر رکھے سسک سسک کر رو دی۔ درپن بری طرح یاد آنے لگا۔ اس کے وجود کا احساس قلب و جان میں نشتر چھوئے لگا۔ لیکن اس تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے بلکہ پوچھا جان سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

بھائی کیوں نہیں میرا سامنا کرتا..... اسی سوچ کے تحت وہ بھی.....

شام دھندلا چکی تھی..... خاص خاص مہمان اپنے اپنے کمروں میں پر لطف کھانوں کا مزہ لے رہے تھے..... سنبل سیوک محل کی دلہن بیگم نے تمام اختیارات کی ضمانت اور صاف مزہ ملا زمین پر حکومت کر رہی تھی..... ایسا عروج تو اسے کبھی بھی نہ ملا تھا۔ وہ سیاہ چادر میں لپٹی چھپتی چھپائی راجبھار کے کمرے تک گئی..... لیکن وہ ڈرائیونگ روم میں گپ شپ میں مصروف تھا۔

وہ بے قدموں واپس لوٹ آئی.....

لے ہوئے سیاہ بختی کو اپنا مقدر جان کر اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ درپن آج تم ہوتے..... میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی..... تم میرے سامنے دھال بن جاتے.....

کون مجھے فروخت کرتا..... وہ بے بس مجبور ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ اپنے آپ کو آنسوؤں کے سمندر میں ڈبوئی رہی..... نہ جانے کب تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ ایک دم بری طرح تڑپتی..... کلاک نے شب کے بارہ بجادینے..... ماما کھانا رکھ گئی تھی..... اس کو

احساس بھی نہ ہوا..... کھانا پڑے پڑے ٹھنڈا ہو چکا تھا..... وہ آگے بھگی اور ہاتھ سے اس نے کھانا پرے کر دیا..... اور چادر پیلے باہر نکل آئی..... محل کی تمام روشنیاں جل اٹھیں

تھیں..... روتی بھی عروج پر تھی..... لیکن مہمانوں کی آمد برخاست ختم ہو رہی تھی..... وہ چھپتی چھپاتی سیدھی راجبھار کے کمرے میں داخل ہوئی.....

رتی..... تم..... کیوں آئی ہو..... ہاتھ میں پکڑی بوتل اس نے واپس رکھ دی۔  
ہاں..... کیا میں اپنے بھائی کو کسی وقت مل بھی نہیں سکتی..... رتی نے چہرے سے

چادر ہٹا کر کہا۔  
آؤ..... بیٹھو..... کیا بات ہے..... جلدی بولو۔ وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

ور نہ کیا..... وہ چھٹی چھٹی آنکھوں سے دیکھ کر بولا۔

ور نہ سیوک محل کے کسی کو نے میں پڑا رہے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رتن نے جیسے راجیکار کے قلب و جگر کو مٹنے کے تیروں سے چھٹی کر دیا ہو۔ وہ اس وقت میں سالہ لڑکی نہیں پچاس سالہ بڑھیا نظر آنے لگی تھی۔

یہ تم نہیں..... تمہارے اندر درپن بول رہا ہے..... تم تو ایسی زیرک نہ تھی..... وہ حیران رہ گیا۔

اس لئے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ جب خود غرضی کے ناگ انسان کو چاٹ جاتے ہیں تو محبت والفت ختم ہو جاتی ہے..... صرف مفاد رہ جاتا ہے..... وہ دروازے کی طرف پٹلی

رتی..... تم تو ہیں کر رہی ہو..... وہ چلا یا۔

نہیں..... بتا رہی ہوں کہ آپ نے ضرور سودا کیا ہے..... مجھے فروخت کیا ہے..... میری قیمت لگائی ہے آپ نے..... وہ سسک اٹھی..... بے شک اس کے لیے میں نری تھی۔

یہ تو ہیں امیر گفتگو میں نہ جانے کی برداشت کر رہا ہوں۔ وہ سچ پا ہو گیا۔

آپ نے تو ہیں کہ ہے سیوک رام کی نرل بیٹی کی..... آپ کو دولت چاہئے..... یہ کیجئے..... مجھے کچھ نہیں چاہئے..... اپنے کا دوبارہ کو وسیع کیجئے..... وہ دیوانہ وار ضخیم فائل جھپٹ کر رہا ہر طرف بھاگی..... وہ سستہ کے عام میں دیکھا رہ گیا۔

یہ لیجئے..... سنبھلنے سے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا..... اور ایک سفید فائل راجیکار کے سامنے رکھ دی۔

راجہ جی..... وہ ایک شہو کا گے کر بولی۔

کیا ہے..... وہ چونک گیا..... اور اس کی نظریں قائلین پر بکھرے کاغذات پر مرکوز ہو گئیں۔

شیواجی نے کاغذات بھجوا دیئے ہیں۔

ہوں..... ٹیکسٹری کے کاغذات ہیں۔ راجیکار نے فائل کو سرسری نظر سے دیکھ کر کہا۔

جی..... سنبھلنے بڑے تقاضے دیکھا

اور یہ..... سنبھلنے جبکہ کر قائلین پر بکھرے کاغذات کو دیکھا..... سب اٹھا ہو.....

جو ہو گیا سو ہو گیا..... پرانی بات مت کرو۔ راجیکار کا تھا ٹھکانا.....

میں شادی نہیں کروں گی۔ وہ کھڑے ہو کر تیزی سے بولی۔

میں نے اس بات کو سنبھل اور دیکر لوگوں..... بے ہار بارنا ہے کہ تم شادی سے خوش نہیں ہو..... پھر بھی..... وہ بات کٹ کر چلائی۔

ہاں..... پھر بھی میں نے تمہارے بھلے کی سوچی..... راجیکار نرم لہجے میں بولا۔

اس میں میرا بھلا نہیں ہے..... دوسری شادی میرا بھلا نہیں ہے۔ وہ بھی تیزی سے بولی۔

رتی خند نہ کرو..... تمہاری بے جا خند سے میں اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا..... راجیکار مستحکم فیصلے کے ساتھ بولا۔

اس ارادے کے پیچھے ضرور کوئی آپ کا فائدہ شامل ہے۔ دور راجیکار کی اندر چھپی ہوئی فطرت سے واقف تھی۔

کچھ سمجھ لو..... میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ وہ بولا۔

کس تنہائی کی بات کرتے ہیں آپ..... اندر کی یا باہر کی..... رتی نے سرخ آنکھیں پھیلا کر کہا۔

میں تمہاری باہر کی تنہائی کی بات کر رہا ہوں..... جب باہر کی تنہائی دور ہو جائے گی تو اندر کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔ وہ پلٹ کر بولا۔

ایک عرصہ گزر گیا مجھے تمہارے ہوئے..... اما کے بعد کس نے میری تنہائی کا خیال رکھا..... اگر..... دور کد گئی۔

میں جانتا ہوں..... تم کس کی بات کرنے جا رہی ہو..... اب تو میں چاہتا ہوں کہ تم کب دوسرے کے سہارے زندگی کے دن گزارو گی..... تمہیں اس جان لیوا تنہائی سے نکال دوں۔ وہ بے ساختہ بولا۔

یہ خیال نہیں راجہ بھیا..... آپ وہ دولت نہیں چھوڑنا چاہتے جو میری بدولت آپ کو ملنے والی ہے۔ رتی نے پاؤں پٹا۔

کیا..... کیا مطلب ہے تمہارا..... وہ چونکا..... (کسی طرح رتی کے کان میں ہنک تو نہیں پڑ گئی) وہ سنے لگا۔

مطلب واضح ہے کہ میری دوسری شادی میں آپ دونوں کا مفاد شامل ہے۔ ورنہ.....

ہم رتی کو خوش نہیں رکھ سکے۔ وہ مایوسی سے بولا۔

ہم اسے کسی طور بھی خوش نہیں رکھ سکتے تھے۔ سنس کی نظروں میں درپن کا دلکش سراپا لہو مگیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ راجکار نے سوالیہ نگاہیں سنسل کے چہرے پر ڈالیں۔

وہ درپن سے خوش رہ سکتی ہے..... سنسل نے جیسے راجکار کی دگھی رنگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ لیکن درپن اور دتین کی شادی نہیں ہو سکتی..... ناگھن..... ہندو مسلم کبھی ایک ہوں

..... راجکار نے اس لیے میں کہا۔

کیا سیوک خاندان کے لئے یہ بات تشویشناک نہیں ہے۔ سنسل نے کہا۔

نہیں..... وہ بولا۔

کیوں..... لوگ تو جی طرح جانتے ہیں کہ درپن سیوک خاندان میں با اختیار ہے۔

سنسل بولی۔

سب درست ہے لیکن اس کا کوئی اقدام سیوک خاندان کے لئے دھچکا ثابت نہیں ہوا

..... وہ سچ بات کہنے سے کبھی گریز نہ کرتا۔ سیوک خاندان میں ہمیشہ اسی کو اہمیت ملی ہے۔

اس نے جو بھی کہا چھایا کیا۔ راجکار بولا۔

سنسل شاید درپن کے لئے کوئی بہتر خیالات نہ رکھتی تھی۔

ایسی بات نہیں ہے..... وہ تیس سال سے سیوک خاندان سے منسلک ہے..... بابا

اس کی بات ماننے تھے..... اس میں میری ہی لا تعلقی کا اثر تھا۔ وہ جیسے اپنا قصور مانتا ہوا اور

سنسل کو یقین دلانا چاہتا تھا۔

سنسل خاموش تھی..... درپن کی اخلاقی عظمت کو بھی اچھی طرح جانتی تھی اس کی

ملاقات کو آج تک اس نے افغان نہیں کیا تھا..... شاید بھولی ہی گیا ہو..... وہ ایک دم

اٹھی.....

راجار جی..... سب کچھ چھوڑیے..... رات بیت رہی ہے..... آرام کیجئے.....

پنگ پر لیٹتے ہوئے بولی۔

وہ بھی آہستہ سے لیٹنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

رتی کے لئے پریشان نہ ہوں..... شیوا جی کے گھر میں وہ کچھ ہے جس سے وہ بہت خوش

ہو گی..... وہاں بھی اس کے ناز خمرے اٹھانے والے بہت ہیں۔ کرودت کے کر سنسل نے

رتی پیٹک کر گئی ہے..... بڑی غصے میں تھی..... راجکار آہستہ سے ہنس دیا۔

فصل جائے گا غصہ بھی جب سکون و آسائش ملے گا۔ سنسل نے کاغذات فائل سمیت

راجکار کو پکڑا تے ہوئے کہا۔

سکون کی بات کرو..... آسائش اسے ہمیشہ رہی ہے۔ راجکار نے سنسل کے کاغذات

پکڑ کر کہا۔

راجکار کی آنکھوں کے دیپ روشن ہو گئے

یہ کیا ہے۔ بھگوان بہت مہربان ہیں ہم پر..... راجکار نے کہا۔

شیوا جی نے تو کروڑوں کی فیکٹری میرے نام لکھی دی تھی..... اور رتی نے اپنی ساری

جائیداد میرے نام کر دی ہے۔ وہ سرت وائسٹاڈ کے جھولے میں جھول گیا۔

کیا..... سنسل کی باپچیں کھل اٹھیں۔

یہ دیکھو..... تمام جائیداد جو اس کے حصے کی تھی میرے نام کر دی ہے۔ وہ سنسل کو

دکھاتے بولا۔

یہ کیا کیا اس نے..... سنسل کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی.....

معلوم نہیں..... یہ اس نے کیوں کیا..... خیر..... پھر بات کر لیں.....

میں چاہتا ہوں وہلی میں دھاک بیٹھ جائے میری..... لوگ پہچان جائیں مجھے..... وہ

سنسل کو دیکھ کر بولا۔

سیوک رام جی کے حوالے سے تو لوگ جانتے ہیں آپ کو۔ سنسل نے کہا۔

نہیں..... بابا کے حوالے سے درپن کو جانتے ہیں..... مجھے نہیں..... وہ دکھ سے

بولا۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ اپنے کاروبار کو چمکائیں..... لوگ راجار جی کے

نام سے یاد کریں گے۔ سنسل نے تسلی بخشی سے کام لیا اور اپنے پتی کی خوشامد پر اتر آئی۔ اس

بارے میں ہم جنداں بابی کے احسان مند ہیں۔

راجار جی..... ہم تو آپ کے احسان مند ہیں..... باعزت زندگی کے لئے اور دنیاوی

آسائش کے لئے۔ سنسل نے نہایت محبت سے راجکار کے شانے پر چھرا کھا

لیکن ایک بات مسلسل دکھ دیئے جا رہی ہے۔ راجکار نے سنسل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

وہ کیا راجار جی۔ وہ ایک دم اٹھ کر بولی۔

شیواجی کی دستِ معرِض حویلی بھٹہ نور بنی ہوئی تھی وہ شیواجی کی حویلی میں اپنے حسن کا جادو جگانے بڑی خاموشی کے ساتھ منتقل ہو گئی اور ساتھ خوشیوں کی برات لے آئی..... سیوک محل میں سر اسٹکی اور سنانا چھوڑ آئی تھی ایسا حسن کبھی دیکھنا نہ سنا..... شیواجی تو اس قدر حسین و گلشنِ خدو خال رکھنے والی ہفتی دیکھ کر حیرت کے مارے ہو چکے تھے۔ ان کا دل بلیوں اچھلنے لگا..... ابھی انہوں نے ایک جھٹک ہی دیکھی تھی..... ایک ایک جھٹک نے ان کو دبوچا دیا بنادیا تھا۔ ابھی تو عجیب عجیب باتیں عورتیں کر رہی تھیں..... کہاں شیواجی ستر سالہ بڑا حور کہاں یہ لڑکی رتی کی عمر یا تیس سال۔

ہائے رام..... کا مٹی ہے کا مٹی..... ایک بھاری بھر کم عورت نے اپنی کاہل ساڑھی کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

سیوک رام کی بیٹی ہے۔ دوسری عورت نے کہا۔

ہاں..... رتی..... حسن و جمال میں کوئی غالی نہیں اس کا۔ تیسری عورت قریب آکر بولی۔

میں تو حیران ہوں کہ حسن کا اٹھول خزانہ شیواجی کو دینے کی کیا ضرورت تھی..... سیوک رام کو اچھا برکیوں نہ ملا۔

پہلی عورت نے کہا..... اس کے انداز میں افسوس جھٹک رہا تھا۔

ریکھا ہی ایسی تھی تو کیا کرتی پیاری۔ وہ عورت بولی۔

کیا؟..... تمہیں نہیں معلوم۔ ایک لڑکی پاس آئی۔

نہیں..... کوئی خاص بات ہے۔ اس نے عورت نے چیخ نکال کر کہا۔

اچھا گن ہے..... جوانی میں چنی مر گیا..... اب اچھا بر کہاں سے ملا۔ لڑکی نے کہا۔

بس پھر ایسا ہوتا ہی تھا..... اچھا گن کو ایسا ہی بر ملنا تھا۔ عورت نے نفرت کا اظہار کیا۔

لیکن پھر بھی رتن کے حسن کے قصیدے لوگ پڑھتے رہے..... کھانا ختم ہوا.....

لجاف اوڑھ لیا۔ وہ کر دت لیتے ہی نیند کی واہیوں میں اتر گئی..... اور وہ ماضی حال اور مستقبل کے اندھیروں اجالوں میں بھٹکتا رہا۔ کبھی کبھی جب اس بات کا احساس ہو تاکہ شیواجی کی عمر رتی سے دگنی ہے تو یہ احساس اس کو اور پریشان کر دیتا..... اور جب اس کی یوگی کا احساس ہو تا تو پر سکون ہو جاتا.....

☆ ○ ☆

گھونگھٹ اٹھا دو..... کوئل نے زیورات اور ریشمی پوٹ بنی رتن کے بھاری کاہداری  
لم گھٹ کو سر کا دیا..... وہ دیکھتی رہ گئی..... حسن کا جاوہر جمیل چمکا تھا..... اس کے  
ماہرانہ پیکر سے سارے ماحول میں جلتے رنگ سے بچنے لگے تھے۔ ثن سے آویزاں ہلاک نے  
لب کے گیارہ بچنے کا اعلان کر دیا.....

اوی رام..... دیدی میں تو جلی..... نیند آرہی ہے..... ممانی کو اکیلا چھوڑ دیں  
مے..... کوئل نے بڑی چاہت سے رتن کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا۔  
مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا..... صبح جلدی اٹھنا ہے..... سارے شہر کی دعوت ہے.....  
زل نے جہاں لیتے ہوئے کہا۔

تم جاؤ..... میں آتی ہوں  
ارے لڑکیوں..... تم سوئی نہیں دکھانے ہوئے شیواجی داخل ہوئے۔ چلو اچھا ہوا  
ماموں آگئے۔ دونوں ہنسی ہو کر کھڑی ہو گئیں.....  
تمہیں نیند نہیں آتی..... بھئی شب کے بارہ بج گئے..... شیواجی نے اپنی قیمتی شیر وانی  
کو دیکھ کر کوئل کی طرف دیکھا.....  
نیند آرہی ہے ماموں..... ہم جا رہے ہیں۔ وہ ہنس دیں۔

جاؤ..... وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کو بھگانے کے انداز میں مسکرا دیا..... اور تھیلی  
سے پان کی گولری منہ میں رکھی۔ گھونگھٹ کی اوٹ سے رتن نے دیکھا اور انکھیں بند کر  
لیں۔ یہی حرکت اس کے اعصاب کو شکستہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ شیواجی مسحری پر نیم  
دراز سے ہو گئے..... چند پارے سے سیاہ نئی اتار دی درمیان میں تھوڑا سا بیچ تھانیں ارد گرد  
کے بال خاصہ سیاہ رنگے ہوئے تھے۔ ورزش جو مگگ ان کا معمول تھا..... اپنے آپ کو فٹ  
دیکھنے میں وہ کبھی سے کم نہ تھے۔ اسی طرح بوڑھا کھلونا نہیں نہیں چاہتے تھے۔ گوداؤن کی  
نئی باری سے دہن خالی تھانیں مکمل ہنسی چمکتے ہاتھوں سے مزین تھی۔ وہ نیم دراز سے لپٹے  
رہے..... رتن بے سدھ ہی بیٹھی رہی..... بالکل ساکن..... منجمد..... برف کے  
دوسے کی طرح..... رتی بڑی چاہت سے شیواجی نے رتی کے شانے پر ہاتھ رکھا.....  
اور وہ اندھ سی آگے کو گری۔

ارے..... رتی..... بے ہوش ہو گئی..... شیواجی ہر برا کر بری طرح بوکھلا گئے  
..... اور باہر کی طرف بھاگے..... راکھی..... راکھی..... دیکھو تو..... وہ برآمدہ میں

لوگ رخصت ہو گئے۔

ماتاجی..... راکھی کی بڑی بیٹی کوئل نے ماں سے کہا۔

کیا بات ہے۔ راکھی جاتے جاتے بولی۔

ممانی کوئلے جائیں۔ وہ بولی۔

کہاں؟..... راکھی چلی.....

کمرے میں..... شام ہو چکی ہے۔ کوئل ہنس دی.....

لے جاؤ..... راکھی چل دی۔ کوئل سیدھی رتی کے پاس پہنچ گئی۔

آئیے ممانی..... آپ کو آپ کے کمرے میں لے جائیں۔ کوئل نے دلچسپی سے دیکھا

کہا۔

رتی نے غمخوار نگاہیں اٹھائیں اور کوئل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

آئیے۔ کوئل اور رتل کے ساتھ وہ اپنے کشادہ محلہ عروسی میں آگئی۔ کمرہ کیا تھا کی  
شادی خاندان کی خاص نشست گاہ کا احساس دلا رہا تھا۔ پھولوں پتیوں اور عروسی رنگ برنگ  
جھنڈیوں سے آراستہ مسحری کا پردہ اٹھا کر رتن کو بٹھا دیا گیا۔

پانی..... وہ گھبرا کر بولی۔

رتل..... پانی لاؤ..... کوئل کی آواز پر رتل بھاگ کر پانی لے آئی..... دو گھونٹ پینا

کے بعد اس نے اپنا سر ریشمی سنہری گاؤ تکتے سے نکالا۔

دیدی..... لوگوں کو باہر نکال دو..... دیکھو ممانی گھبرا رہی ہیں۔ رتل نے کوئل سے

کہا۔

ٹھیک ہے۔ پلیز کمرہ خالی کر دیں..... دلہن کا دل گھبرا رہا ہے۔

کوئل نے ہاتھ جوڑ کر لوگوں کو باہر جانے کا راستہ دکھایا لیکن رتی کے حسن میں کشش کی

اس قدر تھی کہ عروسی آتی گئی اور اندر والی جاتی گئیں۔ لیکن جوم کم نہ ہوا..... رات ڈھن

لوگوں کی آمد و رفت کم ہوئی تو کچھ سکون ہوا.....

رتل مسحری کے پردے اٹھا دو..... فضا ٹھیک ہو جائے گی۔ کوئل نے رتن کو پانی

گلاس پکڑا دے تو کئے رتل سے کہا۔

رتل نے چاروں جانب سے مسحری کے مہین نرم و گداز پر پردے اٹھا دیے۔ چاروں

جانب کے در پہنچے بھی کھول دیے.....

سنو..... راگھی..... وہ جاتی راگھی کو پکارتے رہے اور وہ ہنستے ہنستے جا چکی تھی..... دیکھو رتن..... اگر ہم تمہیں ٹوپی کے ساتھ آجھے لگتے ہیں تو چون بھرنو ٹی نہیں اتاریں گے..... یہ دیکھو..... جہاں کی..... وہ حسب عادت رتن کے قریب نیم دراز سے ہو گئے.....

وہ آنسو صاف کرتے سمت گی گئی (بھیا تو نے کیا ستم کیا) اس خیال کے آتے ہی دل خون ہو گیا.....

تمہیں حاصل کرنے کے لئے ہم نے جان کی بازی لگادی..... ہم تو ساری دولت ہارنے کو تیار تھے..... لیکن سودا صرف ایک ٹیکسری پر ختم ہو گیا..... وہ بھی کروڑوں کی ہے..... مجھے کوئی فرق نہیں پڑا..... شیوا جی اپنی دھن میں کہتے رہے.....

(اس کا مطلب کہ بھیا نے مجھے فروخت کر دیا) اس کا ذہن گھوم گیا..... آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے..... بڑی مشکل سے رتن نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا.....

راجہمار کی حتمی میں دفن دولت کی ہوس نے اس کی روح کو بھینچوڑ کر رکھ دیا..... تم اس کا کوئی مطلب نہ لینا..... اچھی چیز حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو دینا پڑتا ہے نا..... ہم نے تمہیں حاصل کرنے کے لئے ایسا سودا کیا ہے..... وہ خاموش سنتی رہی.....

یہ سب کچھ جندناں بائی نے کر دیا ہے..... ویسے بھی ایک میلے میں میں نے تمہیں دیکھا تھا..... شاید ہو لی کا تہوار تھا..... سبز اور سرخ میں تمہارا حسن چمک رہا تھا..... اس بات کو تو بہت عرصہ ہو گیا ہے..... ہم جندناں بائی کے احسان مند ہیں.....

وہ ایک دم سے ٹھکھی..... نفرت و خمار کا ایک طوفان رانی لا اس کی دنیا تباہ کر گیا..... اس بات کو تو تین چار برس گزر گئے ہیں..... گو تم سے بھی پہلے کی بات ہے جب وہ درپن کے ساتھ ہوئی کے میلے میں گئی تھی..... درپن نے پچکاری کے ساتھ اس کو سرخ اور پیلے سبز رنگ میں رنگ دیا تھا..... کتنی خوش تھی..... درپن..... اس خیال کے تحت رتن نے ایک آہ بھری اور طویل شہنشاہ سانس لیا.....

تم بولو نہ کچھ..... کس بات کا جواب دو..... میں ہی بولے جا رہا ہوں..... تمہیں یہ گھر پسند آیا..... شیوا جی نے رتن کے سرخ آنچل کو سر کا یا..... وہ آنکھیں جھکائے بیٹھی

رہی..... آنکھیں خشک تھیں..... دل کے آنسو کو نہ دیکھتا تھا.....

زور سے چلائے.....  
ہائے رام..... کیا مصیبت آن پڑی..... راگھی ہانپتی ہوئی زینہ اترتے ہو بولی.....

وہ..... وہ..... بے ہوش ہو گئی..... دیکھو اسے کیا ہو گیا..... وہ تیز رفتاری راگھی کے ساتھ کمرے میں آئے.....

رتی..... رتی..... ہوش کرو..... دیکھو..... راگھی نے عرق گلاب کے چند قطر چہرے پر پچکائے..... پوتر چل پلایا..... ہائے رام..... میں..... رتی نے آہستہ..... آنکھوں کو زبردستی کھولا.....

تم اپنے گھر میں ہو..... یہ اب تہنہارا گھر ہے..... اٹھو..... راگھی نے اپنے سہار..... سے رتن کو بٹھایا.....

یہ میرا گھر..... یہ میرا گھر نہیں ہے..... رتن سسک سسک کر ٹھکنوں میں سر دیہ رو دی..... شیوا جی نے گھبرا کر راگھی کی طرف دیکھا.....

راگھی کا پورا منہ کھل گیا وہ شیوا جی کی متھکے خیز صورت دیکھ کر کہنے بھینہ رہ سکی..... تمہیں کس نے کہا تھا ٹوپی اتارنے کو..... راگھی نے ایک دو ہتھو شیوا جی کے شانے پر مارا.....

یہ جرم ہے کیا..... آخر ٹوپی اتار کر ہی بیٹھوں گا..... گھبراہٹ ہو رہی ہے..... شیوا جی نے معذوری کا ظاہر کر.....

ٹھیک ہے..... درمیان میں ٹنڈ اور چاروں جانب سیاہ بالوں کا کھیت..... اس سے متھکے خیز نظر آتے ہو بھیا..... وہ ہنستے ہوئے بولی.....

چل چل..... بڑی آئی دیوی روپ تھی..... شکل دیکھی ہے آئینے میں..... شیوا جی نے برجستہ جواب دیا..... بہن بھائی کی مخصوص لڑائی ہو رہی تھی..... وہ ابھی تک دوری تھی.....

میں جاؤں..... راگھی نے کہا.....  
اسے چپ تو کرو جاؤ..... کیا دیکھ لیا..... ایسا بھی برا نہیں ہوں..... شیوا جی.....

منت بھرے لہجے میں کہا اور رتن کی طرف دیکھا.....  
یہ تمہارا کام ہے..... اور ہاں یہ جہاں لو..... راگھی نے ٹوپی ٹھپ سے شیوا جی کے

پر رکھ دی.....

دیک کر اٹھی..... تمام شب یوں ہی روتے تھے گزر گئی..... ایک دم دور اور دکھا۔  
 راگھی اپنی جینوں کے ساتھ داخل ہوئی۔  
 تم یہاں..... مندر نہیں گئی تم..... رتن..... اٹھو..... راگھی نے کول اور رمل کی  
 رف دیکھا۔ رتن نے نگاہیں جھکا لیں۔  
 کیسے جا میں ممانی..... میرا خیال ہے ان کو نیند ہی نہیں آئی..... کول نے کہا۔  
 ماموں کے ساتھ چلی جاتیں۔ رمل نے کہا۔  
 ماموں لے جاتے نا..... لیکن ممانی وہاں سے یہاں..... یہ بات سمجھ نہیں آئی.....  
 رمل نے پوری طرح سوچ کر ذہن پر دبا ڈالا۔  
 ہمیں خراٹوں کے شور میں نیند نہیں آتی..... مجبوراً رتن نے بجوری ظاہر کر دی۔  
 او ہو..... اس کے ساتھ ہی راگھی کے ساتھ کول رمل بھی بیس دیں۔  
 ہاں..... خراٹوں کی پیلاڑی نیند کہاں..... راگھی بیس دی۔  
 ہم منع کر دیں گے..... کول رتن کے لباس کا انتخاب کر کے مندر لے جاؤ.....  
 راگھی نے محبت سے رتن کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ کول اور رمل رتن کو اس کے کمرے میں  
 لے گئیں.....  
 بوے ہی خوشگوار ماحول میں ناشتر ختم ہوا لیکن رتن کی خاموشی میں فرق نہیں آیا.....  
 یہی طرح کئی دن اور گزر گئے..... راگھی نے محسوس کیا کہ شاید رتن اور اس نہ ہو گئی تھی  
 ..... سیوک محل سے بھی کسی نے نہ فون کیا اور نہ کوئی آیا.....  
 بسیا..... میری بات سنو۔ راگھی نے شیواجی کے آگے سے کاغذات کا پلندہ اٹھا کر  
 دوسری طرف رکھ دیا  
 ارے ارے کیا کر رہی ہو..... بھی کام کرنے دو..... جہیں معلوم ہے نا کئی روز  
 ہاں ہی گزر گئے۔ شیواجی سمجھتا گئے۔  
 پہلے تم میری بات غور سے سنو۔ راگھی نے سرگوشتی کی۔  
 کوئی خاص بات ہے..... شیواجی نے ادھر ادھر دیکھا۔  
 خاص نہیں..... ویسے یہ بھی خاص..... راگھی نے پراسرار سا چہرہ بنایا۔  
 کب تو سمجھی..... شیواجی نے کہا۔  
 آج کئی روز ہو گئے..... سیوک محل سے کسی نے نہیں پوچھا..... راگھی نے کہا۔

جہیں نیند آرہی ہے..... سو جاؤ..... میں بھی تھک چکا ہوں..... وہ ایک طویل  
 بھائی لے کر اٹھے اور پلنگ کے دوسری جانب مکمل چھپٹ کر لیٹ گئے.....  
 رتن نے چند لمحوں کے بعد کھوسٹ کو دیکھا..... جس کی صورت سے اسے گھن سی آ  
 رہی تھی..... آج سیوک رام کی بیٹی نہ ہوتی تو گھر سے بھاگ کھڑی ہوتی یا درہن کی غلامی  
 اختیار کر لیتی..... منہل اور بیہانے اچھا نہیں کیا..... کیا میری ساری دولت لینے کے بعد  
 بھی پیٹ نہیں بھر اٹھتا..... رات کا چھٹا بھر شروع ہو چکا تھا..... شیواجی کے خوفناک  
 خراٹوں سے اس کو ڈر سا لگنے لگا تھا..... سرگھوم گیا..... وہ خاموش ہراساں اٹھی اور  
 کمرے سے باہر نکل گئی..... وہ ایسی جگہ جانا چاہتی تھی..... جہاں خراٹوں کی آواز اس کی  
 سماعت سے نہ ٹکرائے..... چنانچہ ڈرائنگ روم میں آواز کا آئینہ ہو گیا..... اور وہ نیم  
 دراز کی ایک صوفے پر لیٹ گئی..... ایسے لوگوں کو نیند کہاں..... جن کے شب و روز میرا نیوں  
 اور سناٹوں کی نذر ہو جائیں..... زندگی مسلسل ایک جبر کی طرح کٹ رہی ہو..... وہی چار روز  
 سکون آتی ہے کٹ گئے جو بچپن و درہن کے ساتھ گزر آ جاؤں ہوتے ہی زندگی کی کڑی سزا  
 پائی تھی..... اگر اتنی ہی خوش بخت ہوتی تو بااں قدر جلدی ملک عدم نہ جاتے..... پھر ماما  
 جن کو ایسی بیماری نے آلیا..... اور وہ بھی بے یار و مددگار چھوڑ کر چلی گئیں..... ایک بھائی  
 ..... جو اپنی عیاش بیوی کے ہاتھوں کھلونا بن چکا ہے..... وہ اپنی پاریسائی کا بھرم رکھنے کے  
 لئے ہمیشہ وہ دب کچھ کر داری ہے..... جو نہیں ہونا چاہیے..... ماما کی بی بی نام زمانہ عورت کو  
 محل میں آنے کی اجازت کب دیتی تھیں..... ان کے جاتے ہی بسیا کو من مانی کرنے کا موقع  
 مل گیا..... بسیا تم اتنے شفاک بے رحم کیوں ہو گئے..... میرے لئے درہن کا لحاظ بند کر  
 دیا اس کا فون اور میرا رابطہ پوچھا..... اتنے ظالم تھے..... اپنے مطلب اور  
 غرض کی وجہ سے انسانی رشتوں کو پال کر کیا گیا مگر قریب نہ تھے اور بسیا تمہارا کم رہا ہے  
 ..... کیا تم سیوک رام کے سپوت نہیں تھے..... کیا درہن سے کم تھے تم..... اس نے  
 اپنی تمام ذمہ داریوں کو اسن طریقے سے نبھایا ہے..... تم نے ایسا کیوں نہ کیا..... وہ ان  
 ہی پر آئندہ خیالات کے ساتھ بری طرح رودی..... اس شخص کو..... جس کی صورت  
 دیکھنے کو دل نہیں چاہتا..... میرا بیٹی بنادیا..... ایک بیوہ کو اتنی بڑی سزا..... وہ بری طرح  
 رودی..... روئے روئے اس کی ہچک بھگ گئی..... وہ بے چین لگا جتنا کہ لہروں کی طرح  
 تڑپتی رہی..... سحر چھوٹ کر چھیل چکی تھی..... درو پیچے کے پردے اٹھے ہوئے تھے.....



تو خوش نہیں ہے..... شیواجی کی عمر سے خائف ہے تا تو..... تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے..... ہندوستانی معاشرے میں بیوہ کو کتنی لڑائیوں سے گزرنا پڑتا ہے..... لوگ سائے سے بھی نفرت کرتے ہیں..... اچھوت سمجھتے ہیں لوگ..... تو سب سہلے خوش رہ..... راکھی نے ہندو معاشرے کی کمزوری بیان کر دی۔

ہاں..... میرے جیسی نہ جانے کتنی بیوائیں ان رواجوں کی بھیشت چڑھ جاتی ہوں گی..... دیدی..... سنی ہونا اچھا تھا..... وہ آہ بھر کر پلنگ پر بیٹھ گئی۔

میں تو آئی تھی کہ محل جانا چاہو تو چل جاؤ..... راکھی نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

نہیں..... مجھے کہیں نہیں جانا..... وہ بے سادہ سی پلنگ پر نیم دراز ہو گئی..... راکھی مسکراتی ہوئی مطمئن باہر نکل گئی۔

☆ ○ ☆

نہیں پوچھا تو اچھا ہوا..... راجنکار تو ویسے بھی پسند نہیں کرتا۔ شیواجی کو مشعل اور راجنکار کی خود غرضی یاد آگئی۔

کیا پسند نہیں کرتا..... بھلا یوں بھی کوئی کرتا ہے کہ بیٹی دے اور اس کو یاد نہ کیا جائے۔ راکھی کو رحم سآئے لگا۔

تو چاہتی کیا ہے..... میکے والے ڈر ڈالے رہیں..... اور سب مل کر جھجھ میں کیڑے نکالے رہیں..... میں تاہی چاہتی ہے تو..... شیواجی اچھل کر جیسے راکھی کے گانے گئے۔

بس بس..... تو دلہن کو لے جا..... اداس ہو رہی ہے..... راکھی جاتے جاتے ہوئی۔

تو پوچھ لے..... جانا بھی ہے کہ نہیں۔ وہ ہانک لگا کر بولی۔

رتی..... راکھی چلی۔

جی..... دیدی..... رتن در پیچے سے پلٹ کر بولی۔

میں نے شیواجی سے پوچھ لیا ہے..... میکے جانا چاہو تو چل جاؤ..... راکھی رتن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

میکے..... وہاں کون ہے میرا..... وہ چونکی۔

ہاں ہاں..... میکے چل جاؤ چند دن رہ آؤ..... جی بھل جائے گا۔ راکھی نے کہا۔

کون ہے میرا..... کس کے پاس جاؤں..... رتن کے الفاظ میں سارے جہاں کا درد سمٹ آیا۔ بھائی ہے تمہارا..... راکھی نے جیسے رتن کو یاد کروایا۔

بھائی..... نہیں..... وہ سو تو دوا کر ہے..... بھائی تو تب کا..... وہ ہینگلی پلکیں اٹھا کر راکھی کو دیکھنے لگی۔

بس بس..... وہ وہ ہونے کی ضرورت نہیں..... میں سمجھتی ہوں..... حیرے من میں کیا بات ہے..... سب کچھ مانتا ہے ساتھ ہے..... دل میلانہ کرو..... راکھی نے کہا اور محبت سے رتن کے چہرے کو صاف کیا۔

رتن نے ویران کھنڈر زدہ اداس نگاہیں راکھی کے چہرے پر ڈالیں..... میں حیرادہ جانتی ہوں..... لیکن تمہیں خوش رہنا پڑے گا..... راکھی نے عاجزی سے رتن کے ہاتھ اکپڑا لیا۔

میں خوش تو ہوں..... وہ صرف مسکرا دی۔

رتی کی شادی کر دی..... او مائی گاؤ..... رتی..... وہ بری طرح صوفے پر گر ا.....  
 جیسے آسمان ٹوٹ کر اوپر آن گرا ہو..... اس کا بدن ریڑھ پر بڑھ چکا تھا..... اس کے جسم  
 کے پچھلے دور دور تک پکار پکار کر کہہ رہے ہوں کہ تم رتی کو چھوڑ کر گئے..... اور اس کے  
 ساتھ تم سہ ہوا..... وہ لٹ گئی..... اس کی قیمت چکانی گئی.....  
 اماں..... وہ ہاتھوں پر چہرہ رکھے بری طرح رو دیا..... وہ پوری کائنات کو بہا دینا چاہتا  
 تھا.....

میرے جینا..... میں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے..... لیکن میں رتی کو نہیں بچا سکی  
 اس کا روٹلا ملتا..... اس کی آوازیں اب بھی میرے کانوں میں گونجتی ہیں اس کا مجھ  
 سے لپٹ لپٹ کر دنا..... مجھے نہیں بھولتا..... وہ درختی رسیء اور اس کی زخم خوردہ لاش  
 شیوا کی پالیگی میں ڈال کر رخصت کر دی گئی..... لپٹ کر دیوانہ وار درپن نے ٹکاک کو  
 دیکھا.....  
 ابھی کہیں جانے کی کوشش نہ کرنا..... پوچھا جاتی تھی کہ وہ ضرور رتن سے ملنے کی کوشش  
 کرے گا.....

میں راہجکار سے طوں گا..... وہ کھڑا ہو گیا.....  
 حوصلہ کرو..... جینا..... آج کے دن کو سوچ سمجھ کر گزار لو..... جلدی میں کے  
 گئے فیصلے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں..... وہ بے سدھ سا بیٹھا گیا.....  
 نہ جانے یہ لمبے لمبے بھی میں نے کس طرح گزارے ہیں..... اگر مجھے علم ہو جاتا کہ  
 راہجکار میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ایسا کرے گا تو میں ہرگز یہاں سے نہ جاتا.....  
 اف خدا..... مانا کو کیا جواب دوں گا..... اس کا سر جھک گیا..... وہ بک کر رو دیا.....  
 دوسرے دن وہ سیدھا راہجکار کے آفس پہنچا..... آگے تم..... اطلاع بھی نہ دی.....  
 راہجکار دیکھتے ہی سخت سے مسکرایا..... ندامت راہجکار کے چہرے سے عیاں تھی..... جہیں  
 اطلاع دیتا..... جبکہ تمہارے رابطے تم نے خود بند کئے..... درپن طنزاً مسکرایا.....  
 کسی مصلحت کے تحت یہ سب کچھ کیا کیا تھا..... وہ انتہائی ڈھنائی سے بولا.....  
 اگر ایسا نہ کرتے تو میں تمہارے رستے کی دیوار ثابت ہوتا..... درپن وہیں کھڑے کھڑے  
 بولا.....

ہاں..... معاملہ گزربو میں پڑ سکتا تھا..... بیٹھو کہتے ہو..... راہجکار نے سامنے بیٹھنے کو

صحن میں بریف کیس رکھے وہ بری طرح ٹھٹھکا..... اس کے اندر کی طرح باہر والا  
 موسم بھی اواس تھا..... ویرانی ہی ویرانی..... پوچھا..... درپن نے اور ادھر دیکھا.....  
 اماں..... چند لمحوں کے بعد تحیف و کز درپوچھا اپنے کمرے سے باہر نکلی.....  
 میرا بچہ..... آگئے تم..... وہ والہانہ انداز میں تقریباً تیزی کے ساتھ درپن سے لپٹ  
 گئی..... اور اس کے ساتھ جیسے بند ٹوٹ گیا ہو..... وہ چھوٹ چھوٹ کر رو دی.....  
 اماں..... کچھ ہو گیا کیا..... ضرور کوئی طوفان اٹھا ہے..... اور مجھے پتہ بھی نہیں وہ  
 دل گرفتہ پوجا چہرہ تمام کر بولا..... اس کا اندر پھٹنے لگا.....  
 اندر آؤ..... سکون سے بیٹھو..... پوچھا اسے اندر لے جاتے ہو.....  
 اماں خیریت تو ہے نا..... رتی کیسی ہے..... وہ پوچھا کے پاس بیٹھتی ہی بولا..... اس کے  
 ذہن میں آگ ہی بھری تھی..... لیکن وہ جا کورونے سے ہی فرصت کہاں تھی..... وہ چھوٹ  
 پھوٹ کر روتی رہی.....  
 اماں..... آخر بات کیا ہے..... میرا خیال ہے کوئی بڑی بات ہو گئی ہے..... وہ قیاس  
 کرتے بولا.....  
 جہیں کچھ علم نہیں..... پوچھا آکھیں صاف کہیں.....  
 مجھے کچھ علم نہیں..... چند ماہ سے رتی کا فون ہی بند کر دیا گیا تھا..... نہ اس کا رابطہ  
 میرے ساتھ تھا اور نہ میرا اس کے ساتھ..... وہ افسردگی سے بولا.....  
 ظالموں نے میرا بھی رابطہ تم سے بند کر دیا تھا..... اور سختی سے منع کر دیا تھا مجھے جہیں  
 فون کرنے اور کچھ بتانے کی پابندی تھی.....  
 رتی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی..... جلدی بتائیں..... وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا.....  
 راہجکار نے فیکسری کے عوض رتی کو بوڑھے شیوا جی کے ہاتھوں فروخت کر دیا.....  
 پوچھا فوراً کہا.....

اشارہ کیا۔

نہیں..... میں بیٹھے نہیں آیا..... صرف پوچھنے آیا ہوں کہ تم نے رتی کے ساتھ یہ ستم کیوں کیا..... وہ تمہیں کیا تکلیف دیتی تھی..... درپن کی آواز لرز گئی۔  
اس کی بیوی ایک بہت بڑی تکلیف تھی..... میں کب تک اس لذت کو برداشت کرتا..... سنسار میں بہت رسوائی ہو چکی تھی..... راجکار خوش کو بے گناہ ثابت کرنے لگا۔  
وہ اپنے کمرے میں بڑی رات ہی تھی..... اس کا ملنا چنانہ ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اس کو بڑھے سے بچا ہوا ضرور تھا۔ درپن جو شے بولا۔

ایک ہندوستانی ناری کو جو بیوہ ہو چکی ہو اس کو دوسری شادی کے لئے بڑھا ہی مل سکتا ہے۔ راجکار ڈھٹائی سے بولا۔  
تمہیں اس کی شادی کی دلچسپی سے زیادہ کسی بڑے فائدے کی امید ہوگی۔ درپن نے طنزاً کہا۔

جب پوچھاں نے بتا دیا ہے تو کھل کر بات کرو..... وہ بیٹھے ہوئے بولا۔  
تمہیں ایک فیکٹری کے عوض رتی کا سودا کرتے اتنا تو خیال ہونا چاہئے تھا کہ رتی ایک اصول گیر ہے..... جس کی قیمت یہ نہیں ہے..... تم نے دو جہاں فروخت کر دیئے..... رتی کا سودا کر دیا تم نے..... آخر میں درپن کی آواز طلق میں ایک گئی..... ایک پھانسی سی جھینے لگی..... وہ بے سادہ سا بیٹھ گیا..... اس کا جی چاہا ساری دنیا کو آگ لگا دے۔ مگر تمرا تو انتظار کرتے.....

آہستہ بات کرو..... راجکار نے دروازے کی طرف دیکھا..... کوئی ملازم اندر آتے آتے واپس لوٹ گیا۔

کیا کرتا..... میں اس کی بیوی کا جو کچھ تک برداشت کرتا..... اچھے انسان پر نظر پڑی اور بیاہ دیا۔ وہ لاہر والی سے بولا۔ جیسے کوئی بات نہ ہوئی ہو۔

شیوا جی..... اچھا انسان ہے..... میں اس کا ماضی نہیں اچھاؤں گا..... صرف یہ یاد رکھو..... وہ انتہائی شرابی..... اور عیاش انسان ہے..... جتنا جھوٹ بول لیا جائے اس سے پہلے وہ دو بیویوں کو طلاق دے چکا ہے اور شاید ایک سے اولاد بھی ہے..... وہ چلا کر بولا۔

میں کہتا ہوں آہستہ بول۔ راجکار نے زچ ہو کر کہا۔  
وہ رتی کی عمر سے دو گنا بڑا ہے..... بوڑھا ہے..... رتی اس کی بیٹی کی طرح ہے.....

پن بھر بلند آواز میں بولا۔

میں کہتا ہوں آہستہ بولو..... میں اس موضوع کی تشہیر آفس کے لوگوں میں نہیں کرنا ہوتا۔

جہیں اپنی رسوائی کا احساس ہے..... لوگ تھو تھوٹ کر یں تم پر۔ افسوس..... میں اس نہیں تھاوار اس بے زبان کو جہنم میں دھکیل دیا۔ درپن لکھ دست ملتا رہ گیا بچتا وہ اس کو ن جانہ کرنے لگا۔

میں جانتا تھا کہ تم رخ نہ پیداکر دو گے..... اسی لئے جو کچھ ہوا تمہاری عدم موجودگی میں۔ راجکار نے بے غیرتی کی حد کر دی۔

لیکن اب میں رتی کو وہاں نہیں رہنے دوں گا..... وہ ایک طوفانی جذبے کے تحت بولا۔  
درپن..... خبردار..... معاملہ طے ہے..... میرے اور شیواجی کے درمیان غلنے کی کوشش مت کرنا..... ورنہ..... راجکار طیش میں کھڑا ہو گیا۔

میں تمہاری گید ڈھمکتیوں سے خوفزدہ نہیں ہوں..... درپن تن گیا۔  
بیٹھے جاؤ..... رتی کی زندگی میں زہر گھولنے کی بجائے چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ..... تمہیں معلوم ہے تمہاری وجہ سے ایک اور رسوائی پیدا ہو جائے گی۔ راجکار نے اس کو بزدل کر دیا۔

ہرگز نہیں..... رتی کی زندگی میں زہر تم نے گھولا ہے..... حالانکہ اپنی تمام تر جانیدار وہاں سے چلے تمہارے نام لگا چکی تھی..... درپن نے بغور راجکار کو دیکھا۔

جہیں کیسے خبر ہوئی۔ رتی کا ہر کیا ہوا فیصلہ مجھ سے ہی گزرتا ہے..... وہ کئی مرتبہ کہہ ملی تھی۔ درپن انداز نقار سے بولا۔

تم نے روکا کیوں نہیں..... اتنی دولت و جانیدار تو وہ تمہیں بھی دے سکتی تھی۔ راجکار وحیرت ہوئی۔

مجھے ہوس اقتدار نہیں ہے..... بھگوان کا دیا بہت کچھ ہے میرے پاس..... رتن نے راز دہلی سے کہا۔

کیا کرتی اس قدر جانیدار کا..... تمہیں تو ضرورت ہے نا..... یہ مشورہ تمہارا تھا..... راجکار نے کہا۔

ہاں..... جہیں ضرورت تھی نا..... ہا ہا کی جانیدار سے تمہارا پیٹ نہیں بھرا.....

تمہیں ضرورت تھی نا..... پھر..... ویسے بھی میری تمام تر اندرون بیرون ملک جائیداد تمام رتنی کی تو ہے..... میں سب کاروبار اس کے حوالے کر رہا ہوں..... درپن نس دیا۔ میرا اپنا تو کچھ نہیں..... دونوں ہاتھوں پھینکا کر بولا۔

اچھا..... ماما سے کیا ہوا وعدہ نبھار ہے ہو..... راجکار کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔

میں سمجھ لو..... افسوس مجھ سے کوتاہی ہو گئی..... وہ جانے کے لئے پلٹا..... پچھتاوا اس کے ذہن کو پارہ پارہ کر گیا۔

سنو..... راجکار ٹھٹھکا۔  
کہو..... رتنی سے رابطہ رکھنے کی کوشش مت کرنا..... وہ اپنے گھر میں خوش ہے۔

راجکار نے کہا۔  
ہند..... یہ تم ہی کہہ رہے ہو..... جو جذبات کے پر کھٹے کا شعور نہیں رکھتا..... وہ خوش نہیں ہے۔

یہ ٹھیک ہے..... میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کی بجائے صرف یہی کہوں گا جبکہ اب مزید اور کسی مسئلے میں الجھنے کی کوشش مت کرنا..... میں سیدھی سادھی بغیر کسی رکاوٹ کے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں..... راجکار نے نرم لہجہ اختیار کر لیا۔

تمہارے راستے کی رکاوٹ ایک رتنی ہی تو تھی..... جسے تم دور کر چکے ہو..... وہ باہر نکل گیا۔

درپن..... وہ پکارا تا رہا..... لیکن وہ چاچا تھا۔ راجکار کے لئے یہ بات بڑی فکر انگیز تھی کہ درپن کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دے۔ وہ اسی سوچ کے ساتھ اٹھا اور محل لوٹ گیا۔

سنبل..... کمرے میں داخل ہوئے ہی اس نے پکارا.....  
کیا بات ہے..... وہ آجکل سنبھلتی بڑی مصروف اندر داخل ہوئی۔ کوئی مہمان آگئے ہیں کیا۔

سنبھتی سے میری خالہ زاد آئی ہوئی ہیں..... وہ پرست انداز میں بولی۔  
تم نے فون کر کے بلایا ہو گا۔ راجکار کی پیشانی پر مل پڑ گئے۔

وہ ایسی ویسی نہیں ہیں..... میری طرح باعزت زندگی گزار رہی ہیں۔ سنبل بڑے وقوف سے بولی۔

وہ ہنس دیا۔

تم اب کافی سمجھ دار ہو گئی ہو..... خوب خاطر رہ رت کرو۔ وہ ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

آپ نہیں ملیں گے۔ سنبل نے کہا۔

ذرا تازہ دم ہوں..... درپن نے خاصا پریشان کر دیا ہے۔ وہ پلٹ کر بالوں کو چھپے کی طرف کر کے بولا۔

درپن باہر سے آگیا۔ سنبل چونک گئی۔

آگیا ہے..... میرا خیال ہے سیدھا میرے آفس ہی آیا ہے۔ راجکار نے سنبل کو آنکھوں میں جھماک کر کہا۔

کچھ کہا ہو گا اس نے۔ مل نہیں سکتا۔ سنبھ جان چکی تھی کہ وہ رتنی کی دوسری شادی کے مخالف تھا۔

کافی سچا ہو رہا تھا..... میں ہی نرم رہا..... ورنہ بات بڑھ جاتی..... راجکار نے کہا۔  
کیوں؟..... سنبل بولی۔

میری گرمی کچھ بھی رد عمل کا اظہار نہ سکتی تھی..... تمہیں معلوم ہے کہ رتنی پر اس کا بہت اختیار ہے..... رتنی ہمیشہ اسی کی بات اے گی۔ راجکار جیسے یہاں بے بس سا ہو چکا ہو۔

ہم نے رتنی کی شادی کر دی..... سارے جگ کی گندی نظروں سے بچایا..... کوئی برا نہیں کیا..... اسے خواہ مخواہ میں تکلیف ہو رہی ہے۔ سنبل نے شوہر کو تسلی دلائی۔

اسے سب کچھ علم ہے..... کہ کن حالات میں رتنی کی شادی ہوئی ہے۔ راجکار کا لہجہ تشویش ناک تھا۔

وہ ضرور رتنی کے پاس جائے گا۔ سنبل نے کہا۔

فون لاؤ..... میں رتنی سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

رتنی ایسی کھٹور نکلی..... ایک دم بھی اس نے ہمیں فون نہیں کیا۔ سنبل راجکار کو ریور پکڑتے ہوئی۔

رتنی کیسے فون کرتی..... شدید غصے میں ہے وہ اب تک..... راجکار ڈاکل گھاٹے ہوئے بولا۔  
شام یاد کا محل ہے..... موسمِ قہر سے اند آلو ہے۔ دو درکھیں ساہ گھٹا جھوم کر اٹھا اے

معلوم نہیں..... اسے گھن سی آ رہی تھی۔  
 تمہیں کیوں نہیں معلوم..... شادی کی تاریخ طرنا کھنا اچھی بات ہے۔ شیواجی نے کہا۔  
 آپ یاد رکھ لیں..... مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ وہ لا پرواہی سے بولی۔  
 مجھے تو یاد ہے..... تین ماہ ہو چکے ہیں..... لیکن ایک دن بھی بیکے جانے کی فرمائش  
 نہ کی۔ وہ جاہت سے بولے۔  
 جب میکہ ہی نہیں تو فرمائش کیسی۔ اس کا موڈ آف سا ہو گیا۔  
 اتنا پتا نہ سہمی..... بھائی تو ہے۔ وہ بولے  
 وہ بھائی..... جس نے آپ کے ہاتھوں مجھے فروخت کر دیا..... رام لگائے میرے  
 اس کے پاس جاؤں..... وہ طیش، غصہ اور بے بسی کے عالم میں رودی۔  
 یہ کیا بات ہوئی..... شانتی..... شانتی..... رتی..... اچھا..... یہ لو..... سکون  
 ..... وہ شراب کا بلوریں پیانہ اس کی طرف بڑھا کر بولے  
 لعنت ہے اس پر۔ رتن نے بھر پور ہاتھ مارا..... اور پیانہ بلوریں کی کرچوں میں تقسیم  
 لیا۔ گھاس کے ٹکلی فرش پر دو دروہر تک بکھر گیا۔  
 رتی..... جوش میں وہ چلائے۔  
 لیکن وہ پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔  
 تم ہوش میں تو ہو..... راکھی نے آکر ان سے کہا۔  
 وہ گستاخ ہو چکی ہے..... پیانہ کرا دیا اس نے۔ وہ جھنجھلا کر بولا۔  
 کچھ نہیں ہوتا..... اور بھر لو..... جام جم نہیں ہے مل نہیں سکتا..... بازار سے اور  
 اے گا کر ٹوٹ گیا ہے تو..... راکھی نے بوسل کی طرف اشارہ کیا۔  
 آج اس نے پیانہ توڑا ہے..... کل کو نہ جانے..... وہ خاموش سے ہو گئے.....  
 کل کچھ نہیں ہو گا..... تمہارا دل نہیں ٹوٹا..... وہ خود شکستہ ہے۔ راکھی ایک عورت  
 ..... وہ رتی کے جذبات کو اچھی طرح جانتی تھی۔  
 اب اس کو متحد ہو جانا چاہیے..... میرے پاس آجی ہے وہ شیواجی نے بوسل اپنے  
 یب سر کاٹی۔  
 وہ نکھری ہوئی ہے..... اس کو متحد ہونے میں عرصہ لگے گا..... راکھی پاس بیٹھ گئی۔  
 عرصہ..... کیوں..... اس طرح تو میرا جیون عذاب سے گزر جائے گا۔ شیواجی نے

..... کیا معلوم ابھی برے کہ نہ برے..... وہ پھولوں کے کج کے پاس موسم کے ہم رنگ  
 لباس میں بیٹھی اپنے بچی کو حیرت سے نک رہی تھی..... جو شراب کا پیانہ ہاتھ میں کپڑے  
 اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔  
 آپ کا فون ہے جی۔ ملازمہ نے آتی ہی کہا۔  
 پوچھو..... کہاں سے آیا ہے۔ شیواجی کرج دار آواز سے بولے۔  
 لی لی کے بھائی را بھمار۔ ملازمہ سہمی گئی۔  
 ریور لے آؤ۔ شیواجی نے ایک گھونٹ حلق سے اتارا۔  
 رتی خاموش بیٹھی نکلتی رہی۔ وہ ایسے بھائی کا فون سننا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ جسے رشتوں  
 کے تقدس کا ہی احساس تک نہ تھا..... ملازمہ نے ریور لے کر پکڑا نا چاہا۔  
 سونگی نہیں..... تمہارے بھائی کا فون ہے۔ شیواجی نے رتی کو انجان بن کر دیکھتے  
 ہوئے کہا۔  
 ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ رتی نے ملازمہ کا ہاتھ پرے کر دیا۔  
 بیلو..... بیلو..... سنو..... رتی کو فون دو..... کہو بھائی ہے اس کا۔ دوسری طرف  
 سے را بھمار نے پھر اپنا حوالہ دیا۔  
 وہ فون سننا نہیں چاہتی سرکار جی..... کہتی ہیں اس کا کوئی بھائی نہیں..... ملازمہ نے  
 یسین کہہ دیا۔  
 کوئی بھائی نہیں..... فوراً را بھمار نے ریور مٹا دیا۔  
 اٹھا نہیں رتن نے۔ سنبیل نے کہا۔  
 نہیں..... وہ فون سننا پسند ہی نہیں کرتی۔  
 را بھمار اس سا ہو گیا..... چہرے پر ناگواری اور فحش کے تاثرات نقش ہو گئے۔  
 ابھی تک ناراض ہے..... سنبیل نے مسکرا کر کہا۔  
 وہ ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔  
 سنبیل نے چند لمبے سوچا اور باہر کی طرف چل دی۔  
 لمبے لمبے اکٹھے کئے تو چند دن اور گزر گئے.....  
 رتی..... شیواجی نے بڑی محبت سے پکارا..... رتی نے صرف نگاہیں اٹھائیں۔  
 ہماری شادی کو کتنے ماہ ہو گئے۔ وہ بڑے چاؤ سے اپنی بیٹی نکال کر بولے۔

تیریاں پڑھالیں۔

یہی دن اس کے بیش و عشرت اور کھیلنے کودنے کے تھے۔ اور اسی عمر میں اس کا سہاگ لوتا گیا۔۔۔۔۔ اب تمہارے دامن سے بندھ چکا ہے۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔۔ کچھ وقت تو گئے گا۔۔۔۔۔ ذرا دھیرجے۔۔۔۔۔ راکھی کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ وہ رتن کی چچی بھرد تھی۔ اور وہ خاموش ہو گئے۔

اسے دیکھو۔۔۔۔۔ شاید دور رہی ہے۔۔۔۔۔ شیواجی نے کہا۔

دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔ راکھی آہستہ آہستہ چلتی رتی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بچنے پر سر رکے زاہد قطار دور رہی تھی۔

رتی۔۔۔۔۔ میری بنیا۔۔۔۔۔ راکھی نے بڑے پیار اس کے بالوں پر ہاتھ بھیرا۔

وہ سسکی رہی۔۔۔۔۔ راکھی جانتی تھی کہ رتی نے بڑی کاری ضرب کھائی ہے۔۔۔۔۔ زخم مندمل ہونے میں بھی عرصہ لگے گا۔۔۔۔۔ اس ہالی عمر میں وہ اپنے ہم عمر کو تم کی دہن تھی۔ شوخی نقدیر آسمان کو اس کی خوشیاں راس نہیں آئیں اور گوتم کو بھگوان نے اٹھالیا۔۔۔۔۔ اور وہ ایک دو گنی عمر کے شوہر سے وابستہ ہو گئی۔۔۔۔۔ راکھی یہ بھی جانتی تھی کہ یہ شادی بھی سو دے بازی پر طے پائی تھی اور اس کا بیساکہ کی طور بھی رتی کے ہم پلہ نہیں ہے۔ رتی حسن کی دیوی۔۔۔۔۔ کامنی۔۔۔۔۔ اور شیواجی بوڑھا کھوسٹ۔۔۔۔۔ آٹھ دن کے بعد اگر بال سیاہ نہ کرے تو صورت اور بھی بگڑی ہوئی نظر آتی ہے۔۔۔۔۔ چھوٹی چھوٹی رازرتی آنکھیں جو اکثر عینک کے پیچھے دوسروں کے اعمال تلاش کرنے میں لگی رہتی ہیں۔۔۔۔۔ شراب کارسیا۔۔۔۔۔ کیا رتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوا۔ وہ تڑپ اٹھی اور بڑی محبت سے چکارتے ہوئے اپنی ساڑھی کے پلوے آنکھیں صاف کیں۔

دیکھو رتی۔۔۔۔۔ ہم تمہیں اس طرح اداس نہیں دیکھ سکتے۔ راکھی نے دیکھا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ رتی خاموش رہی۔

دیکھ میری بچی۔۔۔۔۔ چاہے یہ تقدیر کا فیصلہ سمجھ لے۔۔۔۔۔ یا کچھ اور۔۔۔۔۔ حیرا دامن شیواجی سے بندھا تھا۔۔۔۔۔ اب گزارہ تو کرنا پڑے گا۔ راکھی نے رتی کے شانے پر جھکی دے کر کہا۔

گزارہ تو ہو گا۔۔۔۔۔ رتی نے زخموں پر انگلیاں بھیر کر آنسو صاف کئے۔

چٹا پٹ۔۔۔۔۔ اب بھی نہ بچیں گی۔ اور باہر نکل گئی۔

کئی دن یو نہی گزر گئے۔۔۔۔۔ وہ درہن کے لئے اضر وہ تھی۔۔۔۔۔ اسے تو یہ بھی علم نہ تھا۔ درہن ہندوستان آچکا ہے یا کہ نہیں۔۔۔۔۔ اداس اداس سی اپنے کمرے میں لیٹی تھی۔۔۔۔۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بولی کا تبوار قریب تھا۔ راکھی لڑکیوں کو اتھ لے خرید و فروخت کے لئے گئی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ شیواجی ابھی اپنے کام سے نہیں لے تھے۔۔۔۔۔ وہ کسی رسالے کی روتی گردانی کرتی ایک دم ہڑبڑائی گئی۔

بی بی۔۔۔۔۔ آپ کا فون۔۔۔۔۔ ملازمہ نے کہا۔

کون ہے۔۔۔۔۔ وہ بولی۔

معلوم نہیں جی۔۔۔۔۔ ملازمہ نے کہا۔

نام پوچھو۔۔۔۔۔ وہ پھر لیٹ گئی۔

میں نے پوچھا تھا جی۔۔۔۔۔ بولے پہلے بلاؤ۔۔۔۔۔ میں خود رتی بی بی کو بتا دوں گا۔۔۔۔۔ ملازمہ کہتی ہوئی باہر چل دی۔

درہن۔۔۔۔۔ دل میں جلتی جگ سی بچنے لگی۔۔۔۔۔ وہی ہو گا۔۔۔۔۔ آگیا ہو گا باہر سے وہ بے پروا بھرتی فون کے پاس پہنچی۔۔۔۔۔ اور جلدی سے ریسور ہو نوں کو لگایا۔

درہن۔۔۔۔۔ تم کیسے ہو۔۔۔۔۔ کب آئے۔۔۔۔۔ خوشی و مسرت کے جھولے میں جمو لے چکی۔

چند دن ہو گئے ہیں آئے ہوئے۔۔۔۔۔ تم سے رابطہ نہیں ہو سکا۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ہن نے کہا۔

میرے سب رابطے بند ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔۔۔ وہ جیسے سسکا مٹھی۔۔۔۔۔ گھبرا گیا۔۔۔۔۔ جو ہو گیا سو گیا۔۔۔۔۔ خود کو۔۔۔۔۔ رتی۔۔۔۔۔ رتی۔۔۔۔۔ لیکن پشت جانب سے شیواجی نے ریسور اس کے ہاتھ سے چھین کر واپس رکھ دیا۔

کون ہے یہ۔۔۔۔۔ شیواجی اسے بازو سے پکڑ کر کمرے میں لے گئے۔

درہن تھا۔۔۔۔۔ آپ کو نہیں معلوم۔۔۔۔۔ وہ جرات سے ہنٹھکے ہوئے بولی۔

جانتا ہوں۔۔۔۔۔ درہن کا سیوک عمل کے کینوں پر بڑا اختیار ہے۔۔۔۔۔ شیواجی تلخ لہجے میں لے۔

اختیار کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ ہمارے تمام بگڑے کام وہی تو سنوارتا ہے۔ وہ بڑے بیباک لہجے

ابولی۔

لیکن یہاں اس کا اختیار نہیں ہے..... خبردار وہ تمہیں آئندہ فون ہرگز نہ کرے!،  
 بڑا کام سنوارنے کی کوشش کرے۔ شیواجی کی ارزنی آنکھوں میں خون اتر آیا۔  
 کیوں؟ وہ ہر جتہ بولی۔  
 بس جو کہہ دیا۔ اس پر عمل ہو نا چاہئے۔ شیواجی نے آنکھیں دکھائیں۔  
 یہ گھر ہے باقیہ خانہ۔ یہاں میں اپنے کسی کافون بھی نہیں سن سکتی..... اس کی آ  
 طاق میں ہی ایک گئی۔

را بیکار کافون سننے سے کیوں انکار کیا۔ شیواجی چلائے۔

وہ میرا کچھ نہیں لگتا..... وہ بھی اسی لکچے میں بولی۔

اور بے دین کہتی ہو..... کیا ہے تمہارا..... شیواجی طفرے ہوئے۔

وہ سب ہی کچھ ہے..... خلوص، محبت، چاہت کا رشتہ ہے اس سے..... سید  
 خاندان کے راستوں کے تمام کانٹے آنکھوں سے پچے ہیں اس نے..... وہ ہمارا جان نثار  
 ..... ہمارے دکھ درد کرنے والا ہے..... آہ..... آپ لوگ..... وہ ہاتھوں پر چہرہ  
 بری طرح رو دوی..... شیواجی پاؤں پٹختے باہر نکل گئے۔

وہ بہت دیر سکتی رہی..... وہ وہ کر دین کی محبت پر خلوص چاہت اور بے ل  
 ہرودی اس کا قلب و جگر بارہ پارہ کرنے لگی..... اس بھری دنیا میں ایک وہ ہی تھا جو  
 کے اندر بھڑکنے والی آگ کو خنڈا کر تا تھا۔ درپن..... اس کے جگر سے ایک ہوک سی

.....  
 کیا جانو..... میں قفس میں ہوں..... درپن بے سونے کا بچہ ہے..... میرے  
 کاٹ کر میرے اپنے بھائی نے ڈال دیا ہے..... میرا صیاد ظالم ہے..... کیسے تم تک پہنچ  
 ..... کاش تم نہ جاتے۔ درپن..... آ جاؤ..... مجھے باندی بنالو..... دنیا سے فرار حاصل  
 کر لوں گی..... درپن مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو..... درپن اپنے چرنوں میں جگہ دے  
 ..... میں تیری داسی ہوں..... بری طرح شہتائے رتن نے اپنا ہاتھ پتک کی پشت پر  
 دیا..... اور بلک بلک کر رو دی..... مجبور روئے کس.....

ممائی..... کیا ہوا..... حراساں ہی کوئل داخل ہوئی..... کوئل..... ہم بہت  
 ہیں..... مرنا چاہتے ہیں۔ رتن نے آجیل سے چہرہ صاف کیا۔

پانی چبچے..... میں چائے لاتی ہوں..... کوئل نے بڑی محبت سے صحرائی نماریک

بلوریں گلاس میں پانی اٹھایا..... جسے رتن غصاغت پی گئی۔

میں چائے لاؤں آپ کیلئے..... وہ اٹھی.....

نہیں تم بیٹھو..... رتن نے بازو پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا۔ ابھی آئی۔

کوئل تیز رفتاری سے باہر کی طرف بھاگی..... اور چند منٹوں میں ٹرائی میں چائے لے  
 آئی۔

اتنی جلدی بنائی۔ رتن نے کہا۔

میں بھاگے آئی تھی آپ کے پاس..... کوئل نے دو کپ بنا کر ایک خود اور دوسرا رتن کو  
 دیتے ہوئے کہا۔

بیٹھے..... تمہیں بسکٹ ہیں..... میرا خیال ہے آپ نے ناشتہ بھی ڈھیک سے نہیں  
 کیا۔

کوئل نے بسکٹ کی پلیٹ رتن کے پاس رکھی۔

رتن کوئل کی محبت کو رد نہ کر سکی..... اس لئے ایک بسکٹ اٹھایا۔

ممائی..... ہم آپ کی پریشانی کا دوا تو نہیں کر سکتے..... کوئل نے چائے کا گھونٹ  
 حلق سے اتار کر کہا۔

میرے دکھوں کا دوا وہ ہی نہیں سکا کوئل..... کیونکہ میرے جیون کے ساتھ بندھے  
 ہوئے ہیں۔

وہ بڑی زراش نظر آرہی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... ماموں سب سے بڑی پریشانی ہے آپ کی۔ کوئل نے اصل بات  
 کو چھپڑا کر..... لیکن رتن نے اس بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا.....

ٹھیک ہے نا..... کہاں آپ..... اور کہاں ماموں شیوا..... یقین کیجئے..... آپ  
 کے بھائی کو اس بات کا خیال ہو نا چاہئے تھا۔

کوئل بھی رابیکار کی خود غرضی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔

رتن نے خالی نگاہی اس زبردست ادراک رکھنے والی لڑکی پر ڈالی۔

کیا..... سیوک محل میں کسی کو خیال نہ آیا..... وہ پھر بولی۔

کس کو خیال آتا..... جو راستے کی رکاوٹ بن سکتا تھا..... یہ سب اس کی عدم  
 موجودگی میں ہوا..... تبھی تو بھائی نے ایسا کیا۔ رتن بے دھڑک کہہ گئی۔

کون تھا وہ..... کوئل ایک دم بولی۔

جس کا فون آنے پر تمہارے ماموں نے میرے ہاتھ سے ریور چھینا..... بس وہ ہی ایک ہمدردہ گیا ہے میرا..... رتن نے بیٹکی پٹکیں اپنی انگلیوں سے پونچھ کر کہا۔

اچھا چھا..... اسی پر ماموں خفا ہو رہے تھے۔ کوئل کو ایک دم یاد آگیا۔

یہ گھر نہیں..... قید خانہ ہے..... باہر آنا جانا تو درکنار..... میں اپنی مرضی سے فون بھی نہیں کر سکتی..... ہر حرکات و سکنات پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے..... تباہ مجھے..... یہ پیرے کس لئے۔ رتن نے روئے روئے کوئل کے شانے کو جھنجھوڑ دیا۔

میرے خیال میں ہر بوڑھا عمر رسیدہ آدمی نو جوان بچی حاصل کر کے شگی ہو جاتا ہے۔ ماموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے۔ کوئل نے کہا۔

تمہارے ماموں نے ایسا کیوں کیا..... چلو..... میری تو زبان بندی تھی..... بھائی اور ساج کی قید تھی..... شیواجی تو کسی کے پابند نہیں تھے۔ رتن نے دل کے پھپھو لے پھوڑ دیئے۔

آپ بھی کمال کرتی ہیں..... یہ جو موہنی صورت ہے..... اس پر شیواجی کیا..... دیوتا بھی قربان ہو سکتے ہیں..... کوئل نے رتن کے رخسار کو ہاتھ لگا کر قہقہہ لگایا۔ اور رتن نے صرف مسکراہٹ پر اکتفا کیا۔

☆ ○ ☆

ملازم نے بے شمار پیکٹ رتن کے سامنے صوفے پر ڈھیر کر دیئے..... یہ کیا ہے بھی۔ رتن نے اپنے دراز بالوں کو چوٹی کی صورت میں باندھ کر ایک طرف کیا۔ شیواجی لائے ہیں بی بی سرکار۔ ملازم نے واپس جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

پر داسر کا..... اور شیواجی داخل ہوئے۔

ان کو دیکھ کر ملازم ایک دم خاموشی سے باہر نکل گیا۔

رتنی..... وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے۔

جی..... یہ سب تمہارے لئے ہیں..... دیکھتے نہیں..... شیواجی نے بڑی اپنائیت سے ایک پیکٹ رتن کی گود میں رکھ کر کہا۔

نہیں..... وہ صرف اتنا ہی بولی۔

ا سب کھولو..... اس میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے..... ساڑھیاں، زیور اور دوسری گلی چیزیں۔ وہ ہاتھوں کو پھیلا کر بولے۔

سب کچھ تو تھا..... کیا ضرورت تھی سب کی..... وہ بے دلی سے بولی۔

مجھے معلوم ہے..... تمہارے پاس سب کچھ ہے..... لیکن یہ ان سے بھی اچھی چیزیں ہیں..... تم دیکھو گی تو تمہیں پسند آئیں گی۔ شیواجی نے ایک پیکٹ جو اس کی گود میں تھا..... کھولا۔ دیکھو..... اچھی ہے۔ شیواجی نے ساڑھی اس پر پھیلا دی..... یوں جیسے

فالی گھٹائی آفتاب ابھر آیا ہو..... رتن نے آہستہ سے مسکرا کر ساڑھی کو ہٹا دیا۔ تمہارے س لازوال حسن نے اس قدر مجبور کیا کہ میں اس عمر میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکا..... رتنی

میں چاہتا ہوں تمہیں میں ہی دیکھوں..... وہ اپنی کمزوری بیان کرنے لگے۔ وہ خاموش سنی رہی۔

راجکار دولت کا بھوکا تھا..... میں نے داؤ پر لگاتے ہی تمہیں حاصل کرنے کا موقع تھا سے جانے نہیں دیا..... مجھے معلوم تھا کہ وہ ٹیکسری کے عوض تمہیں دے دے گا۔ وہ



اتنا تاریک ہے..... میں کس قدر بد نصیب ہوں..... گو تم اس قدر جلد دنیا سے چلا گیا..... اور مجھے سہاگ کے گھٹائے اندھیروں میں گھسنے کے لئے چھوڑ گیا..... اگر کو تم نہ تھا تو درپن ہی میرا ابن سکتا..... جو میرے دکھ درد کا ساتھی ہے۔ روحوں کا ساتھ ہے اس سے میرا۔ جنم جنم کا میرا اور پرن سے ناطہ ہے..... اس نے ایک خٹخٹا سانس لیا اور اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا۔

کیا سوچ رہی ہو.....

کچھ بھی نہیں..... وہ اتنا ہی بولی۔

کچھ تو ہے..... سوچ رہی تھی..... گھریا د آرہا ہے۔ وہ محبت سے بولے۔

نہیں..... آپ گھر کی بات نہ کیا کریں۔ وہ بیزار سی لگنے لگی تھی۔

کیوں..... کوئی بھی انسان گھر کو نہیں بھولتا۔ وہ حیرت سے مسکرائے۔

جب گھر ہی نہیں تو یاد کیسی..... وہ پلٹ کر بولی۔

سیوک محل تمہارا ہی تو ہے..... تمہاری جائیداد میں شامل ہے۔ شیواجی کی کسی خیال سے آنکھیں روشن ہو گئیں۔

وہ اب میرا نہیں ہے۔ وہ بے ساختہ شیواجی کو یقین دلاتے بولی۔

کیا مطلب؟..... وہ ایک دم چونکے۔

وہ محل اب بھیہا ہے..... اس کی خالی خولی دیواروں سے مجھے وہ وحشت ہوتی تھی۔ رتن نے بیزار سی سے کہا۔

تم نے راجا بھار کے نام کر دیا۔ وہ اچھلے..... شیواجی کو جیسے کسی زہر لیے کیڑے نے دنگ مار دیا ہو.....

اپنے حصے کی تمام جائیداد میں بھیہا کے نام کر چکی ہوں۔ وہ بغور شیواجی کا چہرہ کچھ کر حیران رہ گئی۔

یہ وہ شخص ہے جس کی اپنی کروڑوں کی جائیداد ہے..... دولت اس کے گھر کی لٹری ہے..... سانب بنا بیٹھا ہے سونے چاندی پر..... سیوک محل کے جانے پر اس قدر ماتمف..... اور بیچتا ہے۔ وہ بیکھتی رہ گئی۔

یہ تم نے اچھا نہیں کیا..... کم از کم کسی سے مشورہ ہی کر لیتی۔ شیواجی نے اس قدر جائیداد کے کھوجانے پر شدید صدمہ پہنچا۔

مد ہوش ہو کر سہائی پر آمادہ ہو گئے۔

میں نے تمہیں یوں ہی حاصل نہیں کیا..... بڑی جدوجہد کی ہے۔ وہ رتن کی آنکھوں میں ڈوب کر ابھرے.....

آخر بیویاری جو تھے۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

دو کروڑ کی فیکٹری راجا بھار کے نام کی ہے..... لیکن تمہاری وجہ سے یہ سودا بیگانہیں لگ رہا۔ تم جو مل گئیں..... تمہاری کو ایک ادا و دو کروڑ کی ہے..... اور یہ آنکھیں.....

کائنات نظر آوے..... وہ نہال سے ہو گئے۔

رتن نے شیواجی کے چہرے کو بغور دیکھا..... وہ اب کلین شیوک کہنے لگے۔ گو چندا۔

بال غائب تھے..... لیکن رنگے ہوئے تھے..... اس وقت خاصے تو منہ نظر آرہے تھے۔

بڑھا عاشق مزاج ہے۔ اس نے سوچا.....

رتی..... وہ پکارے۔

جی..... وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

تم یہاں خوش نہیں ہو۔

خوش کیوں نہیں..... کس نے کہا آپ کو..... میں تو بہت خوش ہوں وہ صرف دل

کڑا کر کے بولی۔ اور قرب پر بڑے ذہن کو چھو.....

بھئی ناراض جو تھی..... وہ پھٹکی بات یاد آتے بولے۔

نہیں..... میں کیوں ناراض ہونے لگی..... میری اوقات کیا..... وہ دکھے دل سے بولی۔

یہ نہ کہہ..... دراصل..... میں تمہارا واسطہ کسی سے رکھنا نہیں چاہتا..... حسد کوئی دیکھے..... مجھے پسند نہیں..... شیواجی نے اپنے دل کا چور ظاہر کر دیا۔

کون دیکھے گا مجھے..... وہ افسردہ سی ہو گئی۔

تمہارا احسن اب بھی قاتل ہے..... تمہاری آنکھوں میں وہ ساحری ہے کہ بڑے بڑوں کے پیانے لرز جاتے ہیں..... تم ہو ہی اس قدر حسین..... بڑی بے گلی کے ساتھ شیواجی نے اپنے ہاتھوں میں رتن کے سر میں گداز ہاتھوں کو تمام لیا۔

وہ بری طرح کسمپاشی..... اپنے ہاتھوں کو شیواجی کے ہاتھوں سے بھرنا ہاتھوں میں دیکھ کر وہ سر پالرز گئی (کیا میں اس شخص کے قابل تھی)..... میرے نصیب کا ستارہ

شیواجی..... کیا کرتی میں اس دولت کا..... مجھے نہیں ضرورت..... وہ جھلا کر بولی۔  
تم پاگل ہو..... دولت کی کسے ضرورت نہیں ہوتی..... افسوس! مجھے اگر معلوم ہو  
جاتا کہ تمہاری ساری جائیداد اور اجکار کے پاس ہے تو میں دو کروڑ کی ٹیکسری اس کے نام لکھی  
نہ کرتا۔ وہ کتب دست ملے لگا۔

آپ کو افسوس ہو رہا ہے۔ رتن کو شیواجی کی حریصانہ طبیعت پر حیرت ہوئی۔  
افسوس تو ہو گا..... میں نے اسی وجہ سے ایسا کیا تھا کہ تمہاری وجہ سے میری کمی پوری  
ہو جائے گی۔ وہ اچانک بغیر سوچے اصل بات کہہ گئے۔  
اچھا..... وہ درط حیرت میں اتر گئی۔

لیکن..... میں اپنی اس غلطی پر پچھتانی کی بجائے غور کروں گا..... شاید کوئی مثبت  
حل نکل آئے۔

شیواجی نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر کہا۔ جب وہ کسی سنجیدہ مسئلے پر  
غور و محض کرتے تو یہی انداز اپناتے تھے۔

اب کیا ہو سکتا ہے۔ رتن مسکرا دی.....  
بہت کچھ ہو سکتا ہے..... اپنے دکیل سے مشورہ کروں گا۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے.....

رتنی دیکھتی رہی..... اور وہ باہر کی طرف چل دیئے۔  
رتن بی بی..... شیواجی کہاں ہیں..... ملازم نے ہاتھ پتے ہوئے اندر آتے کہا۔

ڈرائنگ روم میں ہوں گے..... وہ دیکھ کر بولی۔  
بہتر سرکار..... ملازم نے ساختہ بیٹھی۔

پارٹھ..... ایک دم رتن نے روکا۔  
جی..... پارٹھ جاتے ہی رکی۔

کیا بات ہے..... بڑی غلط میں ہو۔ رتن نے کہا۔  
بی بی سرکار آپ کو نہیں معلوم..... وہ بولی۔

نہیں تو..... کوئی خاص بات ہے۔ رتن حیرت سے بولی۔  
سینل باؤلفون ہے..... وہ امریکہ سے آرہے ہیں..... پارٹھ نے کہا۔

رتن کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔  
وہ..... وہ شیواجی کے بیٹے ہیں..... ایک ہی تو بیٹے ہیں..... میں بتاؤں جی..... وہ

باہر کی طرف بھاگی.....  
اور رتن نے جو خیال کیا تھا..... وہی سچ نکلا..... آج تک ان لوگوں نے اس بات کو  
چھپائے رکھا کہ اتنے نوجوان بیٹے کا باپ ہے شیواجی.....  
سینل کا فون کیا آیا..... سارے گھر میں جیسے چراغاں ہو گیا..... کوئل کھلی کھلی سی گتے

گئی..... بچپن کا سنگیتر جو تھا.....  
وہ تھکی تھکی سی صوفے کی پشت سے ٹپک لگا بیٹھ گئی..... کہیں دل نہ لگتا تھا.....

زندگی پر ایک ہمدردی ہو چکا تھا۔ آج کتنے ماہ ہو گئے تھے پوجا جاں اور درپن سے ملے  
ہوئے..... وہ درپن کو فون بھی نہیں کر سکتی..... درپن کا نام زبان پر آتے

ہی وہ سبک اٹھی..... رتن نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے لئے کس قدر افسردہ تھا.....  
آفس سے واپسی پر یہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا جاتا..... آج تو پوچھ جانے ٹھان لی کہ درپن

سے کوئی فیصلہ کر کے رہے گی..... وہ کب سے اپنے کمرے میں بند تھا۔  
بیٹا..... وہ داخل ہوئی۔

جی اماں..... درپن نے پوچھا جی جانب کروٹ لی۔  
بیٹا..... کھانالے آؤں۔ وہ بولی۔

نہیں..... بھوک نہیں ہے۔ وہ حسب عادت بولا۔  
بیٹا..... سارے دن میں صرف ایک چپاتی..... کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پوجا بہت فکر مند

نظر آنے لگی تھی۔  
اماں..... میرا کچھ کھانے پینے کو بی نہیں چاہتا..... ٹھک آ گیا ہوں..... وہ بڑی

بیزاری اور ناگواری سے بالوں کو ایک ہاتھ سے پیچھے کی طرف کرتے بولا۔  
مجھے احساس ہے..... تمہارے جذبات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں..... لیکن بیٹا.....

اب اس الجھن کا بھٹکا شکل ہے۔ پوچھ جائے کہا۔  
پھر کیا کروں..... سمجھ نہیں آ رہا..... جب یہ خیال آتا ہے کہ رتنی کے ساتھ ظلم ہوا

ہے تو خود کو مجرم خیال کرتا ہوں۔ وہ حد درجہ لول و پریشان لگ رہا تھا۔  
تم خود کو سنبھال لو بیٹا..... میں تمہیں پرسکون دیکھنا چاہتی ہوں۔ پوچھ جائے کہا۔

میرے پاس سکون نہیں ہے..... رتنی کی غم و اضطراب میں ڈوبی آواز نے میرے اندر  
کی دنیا تھمہ بالا کر دی ہے۔ وہ نہ جانے کتنی دیکھی ہے..... وہ خود مضطرب لگ رہا تھا۔

اں..... میں مانتا ہوں..... ہر اں ایسا ہی سوچتی ہے..... وہ خاموش ہو گیا۔  
 پھر تمہیں انکار کس بات کا ہے..... پوچھا تو بچی نظروں سے دیکھنے لگی۔  
 میں اس بات سے انکار نہیں کرتا..... آپ کے جذبات درست ہیں پر..... میں اس  
 دل کا کیا کروں..... جو کہیں بہکتا ہی نہیں..... وہ بھرائی ہوئی آنکھوں سے رتن کی بہت  
 ہی خوبصورت تصویر پورٹریٹ نما جو حال میں ہی بنا کر لایا تھا..... دیکھنے لگے.....  
 میں اس تصویر کو اتار دوں گی..... پوچھا اں کو غصہ آ گیا۔  
 پوچھا اں..... ہرگز ایسا نہ کیجئے گا..... آپ کو معلوم ہے نایہ رتن کی تصویر ہے۔ وہ بے  
 چین سا ہو گیا۔  
 رتن کی تصویر ہے..... رتنی نہیں بیٹا..... وہ تمہاری نہیں ہے۔ پوچھا نہ کہا۔ آواز میں  
 بغاوت تھی۔  
 اں..... پلیز..... آپ مجھے چند دنوں کے لئے آزاد چھوڑ دیجئے میں کوئی مثبت  
 جواب دوں گا آپ کو..... ہاں ماں..... وہ پوچھا کا شانہ ہلا کر بولا۔  
 اچھا..... جیسے تمہاری مرضی..... پوچھا باہر کی طرف چل دی۔  
 اں..... ناراض ہو گئیں..... وہ مسکرا کر بولا۔  
 نہیں بیٹا..... تم نے ناراض ہو کر کون انکا شکنا ہے..... میرے جیون کا مرکز تو تم ہی  
 ہو..... میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں..... رہائی کا سوال..... ہم اور رتنی..... دو  
 الگ الگ قوس میں ہیں..... ہماری معاشرت رہن بہن اور طور طریقے ان لوگوں سے مختلف  
 ہیں..... بلکہ ہمارا تو دب بھی مختلف ہے..... ہم ایک خدا اور ایک رسول کو مانتے ہیں  
 ..... ان ٹیوڈوں کے تو کھر کھر خدا ہیں..... میل کیسے ہو سکتا ہے..... پوچھا کے الفاظ میں  
 نفرت کا شائبہ شامل تھا۔  
 اس کے باوجود زندگی سیوک محل میں گزار دی..... اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ درپن  
 مسکرا کر بولا۔

میں بظاہر مندر بھی جاتی تھی..... لیکن اپنے خدا رسول اور قرآن کو فراموش نہیں کیا  
 میں نے..... پوچھا بے نقاد خرنے بولی۔  
 پوچھا اں..... میں نے رتن کی بیوگی کے بعد بہت کامیاب ترکیب بنائی تھی لیکن میری  
 عدم موجودگی میں راجبھار نے جو حرکت کی ہے..... اس سے سب کچھ تہہ و بالا ہو گیا.....

تم خود اپنی دنیا کی طرف لوٹ آؤ..... پوچھا مجھ پر لگ رہی تھی۔  
 میری دنیا..... میرے پاس ہے کیا..... سب کچھ رتن کے ساتھ چلا گیا۔ وہ مایوس سا  
 بولا۔  
 تو..... دیوانہ ہو گیا ہے..... کون کسی کی رتنی چڑھا ہے..... پر اپنی چٹائیں کسی کو چلنے  
 دیکھا تو نے آج تک..... وہ ایک دم بولی۔  
 اں..... کیا کہنا چاہتی ہیں آپ..... کھل کر کہیں۔ اسے پوچھا جاکتوں میں خود غرضی  
 کی بو آ رہی تھی۔  
 بیٹا..... میں تمہیں سسکی دیکھنا چاہتی ہوں..... تم شادی کر لو..... میرا آنگن بھی  
 پھولوں سے بھر جائے..... پوچھا نے اپنے جذبات کا واضح طور پر اظہار کر دیا۔  
 اں..... کیا کہہ رہی ہیں آپ..... کہیں دل بکتے ہیں..... وہ اٹھ کر بیٹھ گیا.....  
 پوچھا کی بات پر اسے زبردست جھرت ہوئی۔  
 مجھے معلوم ہے..... دل نہیں بکتے..... لیکن تمہیں اب رتن کا خیال دل سے محو کرنا  
 ہو گا۔ وہ اپنے کھر چاہتی ہے۔ پوچھا بولی  
 ایسا نہیں ہو سکتا..... رتن کا خیال میری روح میں سرایت ہو چکا ہے..... وہ ہمیشہ سے  
 میری تھی اور ہے..... وہ بولا۔  
 اب کیا فائدہ..... اس کی شادی ہو چکی ہے..... وہ بوڑھا اس کو باہر کی ہوا نہیں لگنے  
 دیتا..... اس لئے بھول جاؤ..... پوچھا نے جوش ہے کہا۔  
 نہیں بھول سکتا..... تمام عمر اس کی یاد میں بتا دوں گا..... وہ افسردہ سا بولا۔  
 تو شادی نہیں کرو گے۔ پوچھا ڈانٹ بھرے لہجے میں بولی  
 نہیں..... وہ دو ٹوک انداز میں بولا۔  
 ٹھیک ہے۔ نہ کرو..... پوچھا نے اسے اٹھی اور دروازے کی طرف چل دی۔  
 پوچھا اں..... بڑے پیار سے درپن نے پکارا.....  
 وہ خفا خفا سا چل کر بولی۔

حوصلہ نہ دیا آپ نے..... درپن اٹھ کر پوچھا کے پاس چلا گیا۔  
 میں ماں ہوں تمہاری..... میری بھی کوئی آتما نہیں ہیں..... میرا دل نہیں چاہتا کہ  
 تمہارا گھر آباد ہو سکوں..... تمہارے بچے کیلاؤں..... وہ ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

غضبی سرشار ہوائیں چل رہی تھیں..... آسمان پر سرمنی بادل ایک دوسرے کے تقاب میں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بھاگ رہے تھے..... موسم بہار کی آمد آمد تھی..... شام پانچ بج کا عمل ہو گا..... ملازم نے چائے کے ساتھ فروٹ کی ڈشیں سنگ مرمر کی بڑی سی میز پر رکھ دی تھیں..... آکاش کے ہم رنگ سماجی میں ملبوس سیاہ جڑاؤ زیورات سے لدھی رتن حلیے اپنے دلکش حسن کے ساتھ دراز بالوں کو کولہوں پر نکھرائے خاموش حسب عادت بیٹھی تھی۔

شیوا..... ایک نیچرا آپ سے ملنا چاہتا ہے..... ہے بڑا خوبصورت..... سندھو ہندو ملازم نے اپنی ٹنڈ کے اوپر والی بودی کو زکر حیرت کا اظہار کیا۔

نیچرا..... رتن نے چونک کر کہا۔

اور شیوا اپنی حیرت سے بولے۔

ہاں جی..... سرکار..... نیچرا ہی ہے..... کہہ رہا ہے کہ نہ ملوں گا تو چوکھٹ پر جان دے دوں گا..... ملازم نے کہا۔

لے آؤ دیکھتے ہیں کیا کہتا ہے..... شیوا جی نے مسکرا کر ملازم کو دیکھا.....

یہاں سرکار..... ملازم نے حیرت سے شیوا جی پھر رتن کی طرف دیکھا..... یہ تو رتن بی بی کی سورج کی ٹو سے بھی بچا ہے..... وہ سوچنے لگی۔

لے آؤ..... فرق نہیں پڑتا..... نیچرا ہے..... کوئی بات نہیں وشواش نہ کر۔ شیوا جی مطمئن ہو گئے۔

بہتر جی اور ملازم تیز رفتاری سے لوٹ گیا۔

ابھی چند لمحوں گزرے تھے کہ گلابی چوہداری سماجی میں ملبوس لمبی لمبی چوٹیاں پہنے پر لٹکا..... ماتھے پر شگنکریالے بال ڈالے میک آپ سے اٹا چہرا..... غرض کے وہ خاصا فیشن ایبل نیچرا تھا۔

وہ بری طرح پچھتا رہا تھا۔

اور بوائے کو یہی منظور تھا..... اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ بولی۔

اب کیا ہوتا ہے..... وہ بڑھا ایک جاہل ہندو ہے..... وہ رتی کو ٹیلی فون نہیں سننے دیتا..... باہر نکلنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ درپن کے لہجہ میں ناامیدی کے سائے لہرائے گئے۔

اسی وجہ سے تو میں کہتی ہوں..... تم بھول جاؤ سب کچھ..... اگر کہو تو میں رتن سے کسی طرح اجازت لے لوں..... پوچھ جائے منظم ارادے سے کہا۔

نہیں پوچھاں..... میں اب اور اس کے دل کو زخمی نہیں کرنا چاہتا..... نہ جانے اس کے منہ سے دل پر کتنے زخم ہوں گے..... حالات کی سنگینی کے کتنے نشتر اس نے کھائے ہیں..... نہیں..... میں اس کو اور زخم نہیں دینا چاہتا..... وہ چٹان کی طرح اٹل نظر آ رہا تھا۔

تمہارا فیصلہ ہے..... پوچھ جائے کہا۔

ہاں اماں..... یہی سمجھئے..... آپ مجھے دیکھ کر ہی اپنے خوابوں کی تعمیر مکمل کر لیجئے..... رتی میرے آسمان کا ستارہ ہے..... اگر یہ غروب ہو گیا تو میں تجی دست ہو جاؤں گا..... میری کائنات ہمیشہ کے لئے تاریک ہو جائے گی..... وہ ہی ایک چراغ ہے..... میری روشنی ہے۔ وہ رکا.....

رتی کی تو شادی ہو چکی ہے۔ جیسے پوچھ جائے اسے احساس دلایا کہ رتی کی شادی ہو چکی ہے..... شاید وہ بھول چکا تھا۔ اماں..... اور بھی دکھ ہیں زمانے میں..... یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے محبت ہو..... اس سے شادی ضرور ہو..... محبت تو خدا ہے..... اندر سے اٹھنے والے سچے جذبے کو محبت کہتے ہیں..... اس میں کسی نفسانی خواہش کا عمل دخل نہیں ہے۔ درپن نے اپنے مضبوط دلائل سے پوچا کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

اچھا بیٹا..... جیسے تمہاری مرضی..... میں تمہارے ساتھ ہوں..... پوچھ جائے درپن کے گلے ہالوں پر ماستا بھر ابرو سایا..... اور مسکرا دی۔

اماں..... Thank you..... درپن کو ایسی ماں کی ہی ضرورت تھی۔ پوچھاں زندہ باؤ..... درپن نے محبت کے شدید جذبے کے تحت پوچا کو لپٹا لیا۔

نہتے..... نہتے..... سرکار..... تھکے نے آتے ہی شیواجی اور رتن کو بڑے ادب سے جھک کر نہتے کیا۔  
 پنچو..... شیواجی نے سامنے کر سی کی طرف بیٹھے کا اشارہ کیا..... اور ہونٹوں میں مسکرا دیے۔  
 جے ہو سرکار آپ کی..... رتن اپنے خوبصورت ہونٹوں کو دبا کر بھی دبا رہی تھی.....  
 کیسے آئے ہو..... مطلب کہ کیسے آئی ہو..... شیواجی نے رتن کو دلچسپی سے دیکھا..... وہ مسکراتی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ہم ناچ گانا چھوڑ دیا ہے سرکار..... محنت روزی کیا میں گے۔ وہ اٹھلا کر ہاتھ بچا کر بولا۔  
 نام کیا ہے تمہارا..... شیواجی نے کہا۔  
 ہمارا نام گلابو ہے سرکار..... آپ کی بہت تعریف سنی..... تو نوکری کے لئے حاضر ہو گئے۔  
 کیا نوکری کر سکتی ہو..... گلابو..... شیواجی نے رتن کی طرف دیکھا۔  
 ہم کھانا پکانا بھی جانتے ہیں..... گاڑی چلا لیتے ہیں..... برے آدمی کی آنکھ بچان لیتے ہیں..... چوکیدار بن سکتے ہیں..... لڑنا بھی جانتے ہیں..... گلابو نے ایک ہی سانس میں ساری نوکریاں انگلی پر گنوا دیں۔  
 ہوں..... ہے تو کام کی چیز..... کل کہاں کو سنیل آ رہا ہے..... وہ نوجوان ہے..... گلابو اگر رتن کے پاس رہے گی تو کسی خرابی کا امکان نہیں..... رتن کو وہ جانتے تھے..... البتہ سنیل نوجوان ہے..... گلابو رتن کا خیال رکھے گی..... ان کی عدم موجودگی میں سنیل گلابو کی موجودگی میں کوئی حرکت نہیں کر سکتا..... میں اپنے بیٹے کی حالت اور عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔  
 رتن نے بغور شیواجی کو دیکھا۔  
 کیا سوچنے لگے شیواجی سرکار..... ہمیں کام سونپ دیجئے..... ہم دیکھی لوگوں کو خوش بھی کرتے ہیں سرکار..... نینم خود دھوکوں کے مارے ہیں..... گلابو نے رتن کو دیکھا..... شیواجی ہنس دیے۔  
 ہمیں سوچنے کا وقت چاہئے..... تم ہماری فحشی کو اپنا نام اور ایڈریس لکھوا دو..... شیواجی

جی نے کہا۔  
 ہمارا نام تو گلابو ہے شیواجی سرکار..... لیکن ایڈریس کوئی نہیں ہے سرکار..... جب گھر ہی نہ ہو تو ایڈریس کیسا۔  
 وہ اپنی دونوں چٹیا انگلیوں پر لپیٹے بولی۔  
 کہیں تو رہتے ہو گے..... رتن کو حیرت ہوئی.....  
 کسی کے دل میں رہتے تھے..... اینٹ پتھر کا گھر دغا تو ہے نہیں..... گلابو کی بات سے شیواجی جی کھل کھلا کر ہنس دیے..... رتن بھی مسکرا دی۔  
 باتیں اچھی کرتی ہو..... باتیں نہ کریں تو کھائیں کہاں سے..... گانا تو چھوڑ دیا ہم نے..... گلابو افسردہ سی ہو گئی۔  
 ممانی..... جلدی آئے..... ماتا جی بلار ہی ہیں..... برآمدے میں کھڑے رمل نے پکارا..... رتن نے پلٹ کر دیکھا۔  
 جاؤ..... شاید راکھی آ گئی ہے۔ شیواجی نے رتن کو جانے کے لئے کہا۔  
 رتن اٹھی..... گھیرا دار غراہ سنبھالنے آہستہ آہستہ رمل کی طرف جانے والی راہ داری پر چل دی۔  
 ہمارا کیا بنے گا جی..... ہے سہارا ہیں جناب..... گلابو کیوں محسوس ہوا جیسے رتن اپنے قدموں میں اس کا دل مصل کر چل دی ہے۔  
 تمہارا اچھا ہی بنے گا..... تمہاری باتیں اچھی ہیں..... تم کام کے آدمی بھی ہو..... اس میں معلوم ہوتا ہے۔  
 شیواجی سوچنے لگے..... ان کو رتی کی مگرانی کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔  
 بولے نا شیواجی سرکار..... ہم مرے جارہے ہیں..... گلابو نے ناک پر انگلی رکھی۔  
 دیکھو..... جو کچھ کہوں راز ہی رکھنا..... کوئی بات ذرا عام نہ ہو۔ شیواجی نے اپنا منہ اٹھ کر دیکھا۔  
 اور ام..... آپ کی بات راز نہ رہے تو ہم جانے سے جائیں۔ وہ اٹھلائی۔  
 سنو..... تم دیکھ رہے ہو نا..... ہماری جتنی کس قدر حسین ہے۔ رام قسم کا منی ہے امنی۔  
 گلابو نے تعریفانہ انداز میں انگلی اٹھا کر گونگے کو جو زبردست تعریف کا اظہار کیا۔

جی نے کہا۔  
 سنیل بیٹے کی طرف سے پریشانی ہے..... وہ حسن پرست ہے..... ہو گا..... گلابو  
 نے قیاس لگایا۔  
 ہاں..... وہ حسین چیزوں کا دلدادہ ہے..... اور رتن کے حسن کو دیکھ کر کہیں پڑی  
 سے نافرمان ہو جائے..... شیواجی خاں سے اڑے اڑے سے لگتے لگتے تھے۔  
 واہ شیواجی..... آپ بھی بھولے راہے ہیں..... بھلا میرے ہوتے ہوئے..... کچھ  
 ہو سکتا ہے..... اور پھر پناہی جتنی تو مانتا ہوتا ہے..... نہ..... نہ..... سنیل بابا ایسے نہیں  
 ہو سکتے..... ماما پر بری تجزیا کوں ڈالے گا..... رام..... رام..... گلابو نے کمال اداکاری  
 سے دونوں ہاتھوں کو کانوں سے لگایا۔  
 پھر بھی تم خیال رکھنا..... میرا زیادہ وقت باہر گزر رہا ہے..... کاروبار بہت پھیل چکا  
 ہے..... دقت نہیں ہو تا کہ گھر پر ہوں.....  
 من ہولا رکھتے شیوا سرکار..... کچھ نہیں ہو گا..... ہم آپ کی جتنی کو گرم ہوا نہ  
 چھوئے دیں گے..... اگر ایسا ہو اتو آنچل میں چھپا لیں گے۔ گلابو نے اپنی ساڑھی کے بڑے  
 سے آنچل کو پھیلا کر اپنی وفاداری کا احساس دلایا۔  
 کل سے تمہاری نوکری پکی..... شیواجی نے کہا۔  
 ابھی سے کیوں نہیں سرکار..... گلابو ہنستے ہوئے حویلی کے دوسری سمت بڑھ گئی۔  
 گلابو کو رتی کی گھرانی کے لئے شیواجی نے سامور کیا کہ رتی کے لئے مصیبت کھڑی ہو گئی۔  
 دور رتی کو سوائے راگھی کھول اور رمل کے علاوہ فون تک نہ کرنے دیتی۔ اس وقت شام چھ کا  
 عمل ہو گا..... گلابو کو کئی دن ہو چکے تھے..... رتی کرے میں ہوتی تو گلابو کمرے کے باہر  
 لرسی بچھا کر بیٹھ جاتی..... وہ پوری طرح رتی کو اپنی گھرانی میں رکھتی تھی.....  
 گلابو..... رمل نے آتے آتے کہا۔  
 کیا ہے رمل لیلی..... گلابو نے بال ستواڑے۔  
 ممانی اندر ہے۔ رمل بولی۔  
 سوری ہیں..... مت جگے گا..... گلابو نے پھیل کر کہا۔  
 تو جھوٹ بول رہی ہے..... اس وقت کیا سونا..... دقت ہی نہیں ہے سونے کا۔ رمل  
 کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔

جنہیں گھرانی کرنا ہوگی..... شیواجی نے آہستہ سے کہا۔  
 جی..... گھرانی..... گلابو نے حیرت سے ناک کھینچی۔  
 ہاں گھرانی..... یعنی کہ اس کے ساتھ ساتھ ہی رہتا ہے..... کوئی باہر سے فون نہ  
 کرے..... یا گھر میں کوئی بات نہ کرے..... یہ تو بیچاری ایسی نہیں ہے شیواجی کل کر  
 بولے۔  
 ہاں میں سمجھ گئی شیواجی..... اس عمر میں جوان جتنی بھی عذاب ہے جی..... اور پھر  
 آپ کی جتنی..... رام..... رام قسم..... گلابو نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔  
 کیا مطلب ہے تمہارا..... میں زیادہ عمر رسیدہ ہوں..... شیواجی کا کلیجہ دھک سے رو  
 گیا۔  
 عمر رسیدہ تو نہیں آپ..... ٹھیک ہی ہیں..... گلابو نے بغور دیکھ کر شیواجی کو تسلی  
 دلائی۔  
 شیواجی نے تسلی کی سنہری ڈوری کھولی..... اور ورق میں لپٹی پان کی گھوری منہ میں  
 بائیں داڑھ میں دلائی۔  
 شیوا سرکار..... ہم آپ سے معیار پر پورے اتریں گے..... گلابو نے شیواجی کو اچھی  
 طرح سمجھ لیا تھا..... وہ اپنی نو جوان بیوی اور اس کے کافر حسن سے خائف تھا کہ کوئی اس پر  
 چاہت کی نظر ڈال کر اس کی جتنی کو اس سے جدا نہ کر دے۔ دراصل وہ سنیل سے بھی پریشان  
 تھا۔  
 ٹھیک ہے..... جنہیں رہنے کو گھر دیں گے..... شیواجی نے کہا۔  
 ہمیں ایک کمرہ چاہیے..... گھر کیا کریں گے ہم..... گلابو نے دور سامنے دیکھتے ہوئے  
 کہا۔  
 چند لمبے شیواجی خاموش رہے..... اچانک وہ چونکے.....  
 گلابو..... جی شیوا سرکار..... بندی حاضر ہے..... گلابو نے جھک کر ادب سے کہا۔  
 کچھ دنوں بعد..... میرا نوجوان بیٹا سنیل امریکہ سے آ رہا ہے۔ شیواجی خاں سے پریشان  
 لگ رہے تھے۔  
 اوئی رام..... شیوا سرکار..... بڑی مشکل ہو جائے گی۔  
 اسی وجہ سے میں پریشان ہوں..... رتی کی طرف سے مجھے کوئی پریشانی نہیں..... شیوا

کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی تھی.....

چائے ملاؤں آپ کے لئے..... گلابو کو جیسے ترس آگیا۔

شمارو..... میں نے کچھ نہیں کھانا اور نہ پینا..... تو دغ ہو جا..... وہ پلٹ کر لیت گئی..... گلابو مسکرا کر باہر نکل گئی۔

کئی دن ایسی طرح گزار گئے..... گلابو تو رتی کی جان کو آگئی..... شیواجی بوے خوش تھے کہ گلابو ان کی عدم موجودگی میں بڑی اچھی ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہے..... اس وقت ڈرائیگ روم میں سب ہی براہمن تھے..... ڈرائیگ روم کے ایک کونے میں گلابو بھی ٹانگ پر ٹانگ رکھے گلابی ساڑھی زیب تن کئے بیٹھی تھی..... دوسری طرف شیواجی..... راکھی اور ان کی بڑی کول بیٹھی تھیں..... کول کے ساتھ رتن بھی بیٹھی تھی۔

گلابو..... راکھی نے آواز دی۔

فرمائیے..... بیگم صاحبہ..... گلابو کھڑی ہو گئی۔

خانساں سے چائے ہو..... اور تم ذرا باہر ہی رہنا..... بہتر دیدی بیگم..... گلابو لٹک لٹک کر چلتی باہر نکل گئی۔

بالکل صحیح نام ہے اس کا گلابو..... کول نے قہقہہ لگایا۔

ساڑھی چوگھائی پہنتی ہے..... رتل نے ہنس کر کہا..... لیکن رتن خاموش رہی۔

شیواجی..... یہ کیا روگ لگا دیا ہم سب کو..... راکھی اوجھی آواز میں بولی۔

کونسا روگ..... شیواجی چونک گئے۔

یہ گلابو کا..... کہ اب وہ رتن کو ہم سے بھی نہیں ملے دیتی..... راکھی نے کہا۔

کیا..... جھوٹ ہے..... جنہیں ملنے سے کون روکتا ہے..... شیواجی بولے۔

جھوٹ ہے تو..... پوچھ لیجئے بالکر..... باتوں میں پوری اترا جائیگا..... راکھی بولی۔

پرسوں بیتا کی ہندی پر مہائی کو اس نے نہیں جانے دیا..... رتل نے دکھائی کہا۔

اچھا کیا..... میری اجازت نہیں تھی..... شیواجی نے رتن کو خاموش دیکھ کر کہا۔

کس چیز کی اجازت ہے..... یہ آج بتا دیجئے..... رتی کا بیان لبریز ہو گیا۔

کھانے پینے کی..... جو مرضی لباس زیب تن کرو..... صبح میر کرو..... ہنسو کھیلو..... شیواجی کے اندر خالیت ٹپک رہی تھی۔

تم..... پاگل کر دو گے رتی کو..... اتنی پابندی میں تو وہ حواس کھو دے گی..... راکھی

اور گلابو فوراً ٹپک کر اندر داخل ہوئی۔

رتل بی بی..... آپ رتی بی بی سے میری اجازت کے بغیر نہیں مل سکتی ہاں..... گلابو روٹھنے کے انداز میں بولی۔

چال چل بڑی آئی..... چوکیدار..... ہمیں ملنے کے لئے تیری اجازت لینا پڑے گی..... رتل غصیلے انداز میں رتی کے پاس بیٹھ گئی۔

کیا کروں..... یہ ایک نئی مصیبت میرے لئے پیدا کر دی ہے..... میں تو اب آزادی سے سانس بھی نہیں لے سکتی..... رتن نے خشک لٹکانیں گلابو پر ڈالیں..... جو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی آج صباں سے میں بات کروں گی..... رتل نے دونوں ہاتھوں کو پٹنگ پر زور سے مارا۔

کہہ دیجئے گا..... یہ سب کچھ میری نوکری میں شامل ہے..... گلابو نے اپنی دراز چوٹیاں ہلاتے زور سے سر کو جھٹکا۔

آج..... شام کو ہندی کی رسم ہے..... بھائی کی بھانجی ہے نا..... وہ رک گئی۔

کون..... ارے وہی..... چند دن ہوئے بیٹا آئی تھی نا..... اس کی شادی ہے نا چلو..... باتانی نہ کہا ہے..... رتن بھی چلے..... برا مزہ آئے گا..... رتل نے کہا۔

نہ..... نہ..... رتل بی بی..... شیواجی کی اجازت کے بغیر رتی بی بی نہیں جاسکتیں..... آپ خود چلی جائیں۔

رتل..... تم چلی جاؤ..... اور دیدی سے معذرت کر لینا..... کہ یہ گلابو نہیں جانے دے گی..... ویسے بھی شیواجی برا سنا تے ہیں..... رتن دکھے دل کے ساتھ لیت گئی۔

رتل ست روی سے باہر نکل گئی۔

رتی بی بی..... آپ آرام کیجئے..... گلابو نے کھڑے ہو کر کہا۔

تو یہاں سے چلی جا..... ورنہ تیرا سر پھاڑوں گی میں..... قریب کے چھوٹے سے میز سے گل دان اٹھا کر رتن نے مارنے کے لئے اٹھایا۔

غصہ نہ کرو رتی بی بی..... خون میں انتشار بڑھ جاتا ہے..... گلابو نے قریب جا کر رتن کے ہاتھ سے گل دان پکڑ کر میز پر رکھ دیا۔

وہی انداز..... وہی الفاظ.....

گلابو..... وہ سوچتے ہوئے گلابو کی طرف دیکھنے لگی..... لیکن وہاں صرف میک اپ

تمہیں اچھے نہیں لگتے..... کبھی وہ بھی یہی کہتا تھا..... جس نے پوچھا نہیں مجھے۔ وہ خیالی میں کہہ گئی۔

کون؟..... کون تھا جیسی..... بتائیے مجھ کو..... گلابو..... آنکھیں پھیلا کر بولی۔

وہ ہی وہ جس کو ہر دور میں ہم سے محبت رہی ہے..... وہ بولی۔

اور اب..... گلابو نے چہرا اپنے آئینے سے صاف کیا۔

اب بھی وہ محبت کرتا ہے..... زمانے سے شاید مجبور ہو گیا ہے..... رتن نے گلابو کے لہجہ چہرے کو بھرا دیکھا۔

محبت کرنے والے زمانے سے مجبور نہیں ہوتے..... گلابو نے کہا..... وہ خاموش رہی۔

رتنی..... رتنی..... یہ کس نے پکارا..... وہ ہی آواز..... وہ ہی انداز..... رتن نے اپ کر کر کے چاروں جانب بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر تلاش کرنے کی کوشش کی..... اس کی متلاشی نگاہوں کی پیاس بڑھتی جا رہی تھی۔ اس آواز..... اس پکار نے اس کی دل کو جھنجھاکر رکھ دیا تھا۔ پریشان ہو گئی ہو..... گلابو نے رتن کو اپنے ساتھ لپٹا لینا چاہا۔ کیا کرتی ہو..... اپنے حواسوں میں رہو۔ رتن نے گلابو کو پرے ہٹاتے ہوئے حیرت سے دیکھا۔

پھر اور اس کس لئے ہیں..... گلابو نے تجس بڑھایا۔

یہ آواز..... یہ پکار..... میری روح میں اتر گئی ہے..... اب کون مجھے اس قدر محبت و یار سے پکارے..... رتن کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

ہم جو ہیں..... آؤ لگ جاؤ ہمارے سینے سے..... بڑے رمانی انداز میں گلابو بولی۔

بکواس مت کرو..... وہ ہی ہے..... جو میری ساری کائنات کا.....

کون ہے وہ..... گلابو بڑے دلچسپ انداز میں سامنے قالین پر بیٹھ گئی۔

تمہیں کیا بتاؤں..... تم تو میری سانسیں گن گن کر بیٹھو امی کو بتا دیتی ہو۔ رتن کو افسوس ہوا۔

دعہ کیا ہوا ہے رتنی بی بی..... نوکری ہے..... گلابو نے اٹھا کر بال سنوارے۔

تو جاؤ چلی جاؤ..... میرا کہ سننے کیوں بیٹھ گئی ہو جاؤ..... چلی جاؤ..... رتن نے ہاتھ کے اشارے سے گلابو کو جانے کے لئے کہا اور خود اس کی جانب سے رخ پھیر لیا۔

کھڑے ہو کر غصے سے بولی۔

نہیں..... یہ دم ہے تمہارا..... اس گھر میں ہر چیز کی سہولت ہے۔ میں صرف کسی

ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا..... جو اس کو مجھ سے بچھن لے..... رتن کو میں اپنے لئے

رکھنا چاہتا ہوں..... یہ میری ہی رہے..... وہ تیزی سے بولے

کوئی بچھن کے نہیں لے جا رہا ہے..... تمہاری ہی ہے..... رکھی بالکل ان کے ہم

وزن انداز میں بولی۔

کوئل اور رمل محفل کو بوجھل دیکھ کر باہر نکل گئیں۔

کچھ دنوں کے بعد سنیل آجائے گا..... پھر کیا کر دے گا..... راکھی نے کہا۔

آج ہی تو کوئل اور سنیل کی شادی کر دوں گا..... زیادہ انتظار نہیں ہونے دوں گا.....

مجھے ویسے بھی بے تکلفی پسند نہیں ہے۔ کچھ دن تو لگیں گے۔

گلابو نے تا..... اچھی نگرانی کرتی ہے.....

ہند..... زہر لگتی ہے گلابو..... رتن کے تن بدن میں جیسے چنگاری پھونکنے لگی.....

وہ اٹھ کر باہر چل دی۔

دوسرے دن راکھی اور لڑکیاں شادی میں شرکت کے لئے گئی ہوئی تھیں..... شیواجی

مجبوراً بہت سی گئے تھے..... گلابو..... میری طرح رتن کی نگرانی میں چھوڑ دیا تھا۔ جب

حوالی کو خالی پایا تو رتن نے درپن کو کون کرنا چاہا..... لیکن گلابو کی موجودگی میں ایسا ہونا

ناممکن تھا۔

گلابو..... رتن آہستہ سے بولی۔

گلابو قربان رتنی بی بی..... کیا بات ہے۔ گلابو محبت سے بولی۔

ایک فون کر لینے دو..... تمہیں بیگوان کا واسطہ..... رتن سرگوشی کے عالم میں

بولی..... لیکن انداز میں اتنا تھی۔

کس کو فون کرنا ہے رتنی بی بی..... ضرور ہے بہت۔ گلابو پاس آگئی۔

میں نے کیا اپنے کو فون کرنا ہے۔ اس کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ رتن کی آنکھوں

میں آنسو آگئے۔

گلابو کے دل پر گھونٹ لگا..... رتن کی آنکھوں میں آنسو..... وہ بے چین ہی ہو گئی۔

دیکھو رتنی بی بی..... آپ کی آنکھوں میں آنسو..... اچھے نہیں لگتے۔ گلابو نے کہا۔



میری ڈیوٹی میں شامل ہے بیگم صاحبہ۔ گلابو ڈھانٹائی سے بولی۔  
عورتیں بھی رتن کو نہیں مل سکتیں۔ راکھی چیخ کر بولی۔

مرد مرلیں..... اس کی اجازت تو ہے شیوا جی سے۔ گلابو نے ساڑھی کا آٹھل انگلیوں پر پلٹا۔

میں دیکھ لوں گی شیوا کو بھی..... تمہیں بہت سر پر چڑھا لیا ہے اس نے..... رام قسم جی چاہتا ہے..... ایک منٹ میں تمہیں چٹا کر دوں..... پر اختیار نہیں ہے..... راکھی نے فٹس میں آکر گلابو کو باہر جانے کا راستہ دکھایا۔

رتن ہو نٹوں کے اندر مسکرا دی لیکن بظاہر سنجیدہ رہی۔ ہم اپنی نوکری میں ڈنڈی ہر گز نہ ماریں بڑی بیگم صاحبہ..... جو ڈیوٹی میں ہمارے سپرد کی..... وہی کرتے ہیں۔ گلابو شریہ نگاہوں سے دیکھ کر دوسری طرف کھڑی ہو گئی۔

اب دفعتاً بھی ہو جا..... کہ ایک ایک سانس کا حساب دے گی شیوا کو..... راکھی کو نہ جانے گلابو سے اس قدر چڑکیوں تھی..... اس وقت راکھی تخت غصے میں تھی

دیدی..... غصہ نہ کریں..... اب میں برا نہیں مناتی..... رتن نے محبت سے راکھی کے شانوں پر ہاتھ رکھے۔ پھر یہ جاتی کیوں نہیں..... زہر لگتی ہے اس کی ڈیوٹی..... راکھی منہ ہکا بکا کر بولی۔

جاری ہوں..... جاری ہوں..... ناراض کا بے کو ہوئی تو بیگم جی..... وہ دروازے کی طرف ہلکی پھر چلی..... اور ہاں..... ڈرائنگ روم میں عورتیں ہیں نا..... تمہیں شرم نہیں آتی..... عورتوں کے بھیس میں مرد ہوں گے..... راکھی اس کی طرف بڑھی..... اور گلابو چھلانگ لگا کر باہر نکل گئی۔ رتن کھل کھلا کر ہنس دی۔

آجائے آج شیوا..... تمہاری چپٹی نہ کروائی تو نام نہیں..... راکھی نے منہ پر انتقام ہاتھ پھیرا۔ نہ..... نہ دیدی..... ایسا مت کرنا..... شیوا جی ناراض ہوں گے۔ رتن کا دل اچھل کر قلع میں اٹک گیا۔ اور رتن کی جدائی کو کسی حال میں منظور نہ تھی۔ وہ اداس سی ہو گئی۔ غم نہ کرو..... یہ نہ سہی اور سہی..... بڑے بھڑکے ہیں دہلی میں..... راکھی نے ہنسنے ہوئے رتن کا بازو تھاما اور باہر نکل گئی۔

ہائے رام میں مری..... صدمے جاؤں..... یہ بے رخی..... گلابو بے چین سی ہو گئی..... رتن کی بڑھتی ہوئی اضطراب اس کے قلب و جگر کو پار پارہ کرنے لگی۔

رتنی..... میری جان..... دیکھو ادھر..... گلابو نے سر سے وگ اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی..... بے اختیار رتن نے پلٹ کر دیکھا۔

درپن..... تم..... یہ روپ..... کیا بھیس بدل لیا..... میری خاطر..... رتن کی چیخ نکلتے نکلتے بچی۔

عشق میں سب جائز ہے..... پھر اس ماحول میں تمہیں تنہا چھوڑنا میرے اختیار میں تھا..... میں مجبور ہو کر اس بھیس میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

درپن..... رتنی کی جان..... درپن..... ایک ہو کر سی انھی..... سارے بندھن تو ذکر وہ درپن سے لپٹ گئی..... محبت کے لازوال جذبے کے تحت اس کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا..... وہ سبک انھی..... رونا نہیں ہے..... تمہیں مظلوم ہے نا..... تمہاری آنکھوں میں آنسو ابھی نہیں نکلے..... کسی آہٹ کا گمان ہوتے درپن نے دوبارہ وگ پہن لی۔ روتے روتے رتن کی ہنسی نکل گئی۔

ہنسو..... ہنسنے ہوئے انھی لگتی ہو..... تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بال سنوار کر قالین پر بیٹھ گیا۔

درپن..... تم بالکل بھڑکے لگ رہے ہو..... وہ ہونٹوں میں پھوٹنے والی ہنسی کو دبا کر بولی۔

میری بے بسی پر ہنسو..... ہنس لو..... درپن نے دوسرے لمحے انگلی ہونٹوں پر رکھ کر رتن کو خبردار کیا..... رتن سنجیدہ ہو گئی۔

قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ راکھی اندر داخل ہوئی..... دیدی..... رتن کھڑی ہو گئی۔

ڈرائنگ روم میں کچھ عورتیں تمہیں ملنا چاہتی ہیں۔ راکھی اس کے قریب آگئی۔ گلابو ایک دم کھڑی ہو گئی..... کوئی عورتیں..... کہاں سے آئی ہیں..... راکھی نے

قہر آلود نگاہوں سے گلابو کی طرف دیکھا..... تمہیں جنم پتری دینے سے تو رہی میں اب جو بھی ہوں..... تمہیں کیا..... راکھی نے

خشمکین نگاہوں سے سر تاپا گلابو کو دیکھا۔

بس جو کچھ بھی ہے رتن تمہاری ماتا ہے..... کیوں جی..... وہ اپنے ساتھ کھڑے ایک شخص سے مخاطب ہوئے۔

کیوں نہیں..... کیوں نہیں ماما تو ہے..... وہ شخص طنزاً ہنس دیا۔

ماتا جی..... جو عمر میں مجھ سے بھی چھوٹی ہے..... ہا..... ہا..... اس نے پھر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا..... وہ اپنا..... ہمیشہ آپ نے اپنے لئے اچھی بڑھیا ہے کالانتاب کیا ہے..... انتاب بڑا اعلیٰ ہے آپ کا..... وہ رتن کو گھورتا ہوا شیواجی کے شانے پر جھکی مار کر دوستوں کی محفل میں چل دی۔ رتن کی موہنی صورت اس کا سکون تباہ کر چکی تھی۔

اس کا یہ رویہ شیواجی کو مسلسل ذہنی اذیت میں گرفتار کر چکا تھا..... اس کے بعد جتنا بھی وقت گزرا شیواجی نے تلوار کی دھار پر گزارا۔

رات گئے تک جو بلی بارونق رہی..... کھانے پینے اور سے نوشی کا سلسلہ چلتا رہا..... آہستہ آہستہ مہمان جانے لگے۔ وہ بھی بہت تھک چکا تھا..... کلاک کی چڑیا زک شب کے دو بجنے کا اعلان کر چکی تھی۔ لیکن اس قدر تھکاک کے باوجود نیند اس کی آنکھوں سے دور تھی۔ ہر کوٹ رتن کا سراپا اس کے تعاقب میں تھا..... رتن کی پچھائیں اس کو پوری طرح اپنے حصار میں لے ہوئے تھی.....

اتنی سندر ہے رتن..... اس عورت سے شادی..... جس کو دیکھ کر دل سینے کی دیواریں توڑ کر باہر آجاتا ہے..... دھڑکن کی آواز کے سوا اور آواز نہیں سنائی دیتی۔ وہ ایک دم سے کلی اضطرابیت میں اٹھ کر بیٹھ گیا..... میں نے بہت ملک گھومیں ہیں..... حیرس، ڈنمارک..... اور دیگر حسین ممالک..... ایسا حسن کہیں نہیں ملا..... ہندوستانی عورت بہت حسین ہے..... ایسا سمور کن حسن..... ایسی ساری..... کہیں دیکھنے میں نہیں آیا..... وہ تڑپ اٹھا..... ٹن ٹن..... مندر کا گھنجدیج تھا۔ ایک بھائی لیتے وہ گہری نیند میں اتر گیا۔ تمام شب بیدار رہنے کے بعد نیند نے آیا۔ کوٹ کی اور کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

حکم چھوٹی سرکار

ملازم مراٹھی داخل ہوا۔

چائے..... سنیل نے لحاف اتارا۔ چائے..... اس وقت سرکار..... مراٹھی نے کلاک کو دیکھا۔

اس وقت کیا ہے..... بیڈنی کارواج ختم ہو گیا ہے۔ سنیل نے مراٹھی کو تاڑا۔

گنازیلا پورج میں رکیں جو بلی باغی لان جو کشادگی میں سب سے بڑا تھا۔ مہمانوں کے لئے آراستہ کیا گیا تھا..... شہر کے بڑے بڑے رئیس راجمار تھا کہ مدعو کئے گئے تھے۔ اس عظیم الشان دعوت میں سنیل اور راجمار کو بھی مدعو کیا تھا۔ راجمار اور سنیل کو تو آنا ہی تھا لیکن سنوٹس، آٹما اور اسے شیشیل نے معذوری خاطر کر دی..... وہ تو عرصہ بیوگی رتن کو اچھوت جان کر چھوڑ چکے تھے..... اس کو رتن نے محسوس بھی نہ کیا تھا۔ اب سہاگن بن کر رتن نے کوشش ہی نہ کی کہ ان لوگوں سے میل ملاقات بڑھائی جائے۔ وہ لکشی دیوی کی بیٹی تھی جس نے اپنی انا اور غیرت کے راستے میں بڑی سے بڑی دیوار کو ریت بنا دیا تھا۔ وہ دوستوں میں کھڑا کپ شپ لڑا ہوا تھا..... چونکہ کر نظر جو اٹھی تو ادھر ہی آگیا۔

سنیل بیٹے..... یہ رتن ہے۔ تمہاری..... شیواجی ایک دم رک گئے۔ رتن..... دیوی ہے..... روپ منی..... کا منی..... کا منی ہے کا منی..... کس قدر سندر پاپا، معلوم ہے جتنی ہے آپ کی..... سنیل نے شیواجی کی بات کاٹ کر بڑی دلچسپی سے رتن کو دیکھا..... وہ اس وقت سیاہ ساڑھی میں ملبوس موسم کی مناسبت سے منگھڑے پہنیں..... اور اپنی دراز چوٹی کو سینے پر پھیلائے شیواجی کے پاس کھڑی تھی.....

کاش..... یہ عورت میرے ساتھ..... یہ شیواجی کی جتنی رتن ہے سنیل..... ایک اوجیز عمر شخص نے تعاری جملہ ادا کیا۔

جانتا ہوں..... اس کی اطلاع مجھے لندن میں ہی مل چکی تھی..... لیکن very sad..... چیخ آواز نکال کر بولا۔

ارد گرد کے کھڑے لوگ ہنوں ہی ہنوں میں متجم ہو گئے۔

شیواجی نے جو حمل نگاہ سنیل کے چہرے پر ڈالی۔

میرا خیال تھا کہ پاپا اور اک رکھتے ہیں..... اپنی ہم عمر عورت سے شادی کریں گے وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

ایسی سرکار..... دھوپ حلی کی دیواروں سے اتر رہی ہے..... لوگ کام کاج پر جا چکے ہیں..... اور آپ بیڈنی کی بات..... مراغھی حسبِ عادت کبھی کبھی کر کے نہں دیا۔

چائے لاؤ..... وہ چلا آیا.....

بہتر سرکار..... مراغھی فوراً پلٹا..... اور باہر نکل گیا۔

سنیل نے ایک زوردار جھانپی..... کلاک کی طرف دیکھا..... ایک کاغذ بچ چکا تھا اور مراغھی چائے لے کر حاضر ہو گیا۔

تم کتنے بچے اٹھتے ہو۔ سنیل نے ایک گھونٹ حلق سے اترتے مراغھی سے کہا۔

مجھ کو سرکار..... دیر سے اٹھنے کی تو اپنی عادات ہی نہ تھیں..... مراغھی نے کہا۔

بس بس..... خاموش رہ..... سنیل کو مراغھی کی تقریر سے الجھن ہونے لگتی تھی۔

جاؤ سرکار..... وہ پلٹا۔

شہر و..... سنیل نے کہا۔

جی..... مراغھی نے کہا۔

گھر میں کون کون ہے۔ سنیل کا دل زور سے دھڑکا۔

گھر میں تو اس وقت کوئی نہیں سرکار.....

کہاں ہیں سب..... سو اسلف لینے..... وہ بولا۔

سو اسلف..... کیا بکتا ہے..... سنیل سینہ ہا ہو گیا۔

اجی سرکار..... دیوالی کا میلہ جو ہے..... چاندنی کے چراغ جلیں گے۔ مراغھی نے ہاتھوں کو گول کیا۔

مٹی کے اچھے نہیں لگتے۔ سنیل بولا۔

اچھے لگتے ہیں سرکار..... یہ تو رتن بی بی کی آمد پر شیوا سرکار نے بولا ہے۔ مراغھی بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

اچھا..... پاپا کو اس قدر خوشی ہے اپنی شادی کی۔

سنیل کے من میں آگ سی لگ گئی..... جیسے شعلہ سا جھڑکا ہو۔

خوشی کیوں نہ ہو سرکار..... اتنی عمر میں ایسی بالی عمری باری سے شادی..... ایسی سندور سندور دلہن تو نصیبوں والوں کو ملتی ہے..... شیوا جی نصیبوں والے ہیں..... مراغھی کو جیسے رشک آنے لگا۔

تم ٹھیک کہتے ہو..... سنیل نے چائے کا آخری گھونٹ یوں حلق سے اتارا جیسے زہر کا پیالہ ہو تنوں سے لگایا ہو۔ مجھے اجازت سرکار۔ مراغھی نے کہا۔

جاؤ..... ناشتہ لگاؤ..... ہم آرہے ہیں۔

مراغھی نے اقرار میں گردن ہلائی اور لوٹ گیا۔

ڈرائیونگ روم میں داخل ہوتے سنیل ایک دم ٹھٹھکا شہر کے بہت بڑے ریس، پنڈت بیارام شیوا جی سے جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔

خستے..... سنیل نے اندر جاتی ہی خالص ہندوستانی رواج کے مطابق کہا۔

خستے..... بیٹے..... کیسے ہو..... پنڈت بیارام نے بڑی محبت سے جواب دیا۔

یہ سنیل ہے..... حال ہی میں امریکہ سے لوٹا ہے..... میرا بیٹا ہے۔ شیوا جی نے تعارف کروایا۔

yes / yes..... معلوم ہے..... معلوم ہے..... پنڈت بیارام نے سنیل کو ساتھ لگایا۔

بہت اچھا..... بہت اچھا..... اس کی بھی شادی کر دو..... وہ اپنے مخصوص انداز سے وہ کھل کر نہں دیے..... اور دروازے کی طرف بڑھے۔

بیٹھے نکل.....

Thank you بچہ۔ سہی۔ وہ ہستے ہوئے باہر نکل گئے۔

پیلے اپنی خوشی سے فارغ ہو لیں..... سنیل نے سوچا۔

آج کل آپ آفس نہیں جارہے۔ وہ بولا۔

چلا جاتا ہوں..... ویسے مسٹر پوریا سنیلال لیتے ہیں سب کچھ۔ شیوا جی مطمئن نظر آ رہے تھے۔

آپ کا تو یہ بھی میں تیار ہو گا باہر کے کام سے..... گھر میں آسائش جو ہے۔ سنیل نے مل کر کہا۔

تم بناؤ..... کیسے ہو..... دیر سے اٹھنے لگے ہو۔ شیوا جی کو سنیل کی باتوں سے وحشت ہونے لگتی تھی..... وہ جواب دینا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ بات کو ٹال گئے۔

سنیل نے جواب میں ایک طویل ٹھنڈا سانس لیا اور دونوں بازو پھیلا کر صوفے پر رکھے۔ جلدی اٹھنا اور جلد سوانحیت کے لئے اچھا ہے۔ شیوا جی نے سگارس لگایا۔

نظر آ رہا ہے..... آپ کی صحت میں اچھا خاصا فرق پڑا ہے۔ سنیل نے طنز کیا۔  
میں..... میں تو ہمیشہ سے اسی عادت کو اپنائے ہوئے ہوں..... دیر سے اٹھنا پسند  
نہیں کرتا..... اسی لئے..... میرا خیال ہے فٹ ہوں..... شیواجی نے بغور بیٹے کو  
دیکھا..... جس کے چہرے پر ناگواری کے انکنت نقوش ابھر رہے تھے (وہ جانتے تھے کہ  
رتن سے شادی سنیل کو شائق گزور رہی ہے)  
اب تو آپ فٹ رہیں گے..... بالکل آپ کو فٹ رہنا بھی چاہئے..... ایک سندر  
چھوٹی عمر کی چھو کر سے شادی جو رہ چلا.....  
سنیل..... اپنے لیے کو درست کرو..... میں ایسی پلر گفتگو سننے کا عادی نہیں ہوں  
..... شیواجی ایک دم چلا کر کھڑے ہو گئے۔  
ریلیکس پاپا..... ریلیکس..... نہیں..... وہ ہاتھ کے اشارے سے شیواجی کو بیٹھنے کا  
اشارہ کرتے بولا۔

Thank you..... شیوا کو بیٹھنے دیکھ کر سنیل نے کہا۔

ناگوار انداز میں شیواجی کی پیشانی ٹھکن آلود تھی۔

ایک بات پوچھوں..... وہ بولا۔

کہو..... شیواجی ایک دم بولے

کیا ضرورت تھی اس عمر میں شادی کرنے کی..... میری باتا..... یا اس کے بعد والد یاد  
نہیں آتی..... شادی کی کوئی عمر مقرر نہیں ہوتی..... جس عمر میں جی چاہے کر لو..... شیواجی  
بیباک ہو چکے تھے اور دوسری بات کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا.....  
لوگ مذاق اڑاتے ہیں..... جوق ہے جوق..... سنیل نے کہا۔

لوگوں کا کیا ہے..... وہ تو اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب اس عمر میں جی چاہے کر لو..... شیواجی نے  
تیل ڈالا جاتا ہے..... لوگ تو اس وقت بھی جوق کرتے ہیں..... جب آجوس کی بجائے  
کیکر کی کٹوری رکھ دی جائے..... لوگوں کو چھوڑو..... کوئی اور بات کرو..... شیواجی نے  
بڑی لاپرواہی سے سگار کا لہسا لیا..... اور صوفے سے ٹپک لگایا۔

میں کچھ کہنے آیا تھا۔ بات کو ختم ہوتے دیکھ کر سنیل نے بھرتیا شروع کی۔

تو کہنا..... میں تمہاری ہر بات سننے کو تیار ہوں..... شیواجی بولے

آپ کو بیٹے کی شادی کی فکر کرنی چاہئے تھی..... نہ کہ اپنی..... سنیل نے تنبیہ

باندھی.....

تم بھی شادی کر لو..... کون روکتا ہے..... کون سے تمہاری نسبت بھڑبھکی ہے۔  
شیواجی سنیل کی ہر بات کا جواب دینے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

اکی واہ..... کون میرے من کو نہ بھائے..... مجھے شادی اس وقت ملے گی جب رتن  
جیسی سندر کا مٹی عورت مجھے ملے گی..... تب کو میری شادی..... وہ رتن کے تصور  
میں کھو گیا۔ شیواجی کا ہاتھ ٹھکا.....

کون سندر نہیں..... اور سندر کا مٹی رتن جیسی کہاں ملے گی۔ شیواجی کھوے گئے۔

سندر ہے..... لیکن کا مٹی نہیں..... روپ مٹی نہیں..... وہ رام کی بیٹا نہیں ہے۔  
وہ بلند آواز میں ایک سانس میں کہہ گیا..... اس کا انداز باغیانہ تھا۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو.....  
شیواجی نے انگلی سے اٹھلکی ٹیک کے فریم کو اڑھ کر کہا۔

میں ایک قبول صورت کون جیسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔ وہ پاؤں پچھتا ہوا بار  
نکل گیا۔ اپنے ساتھ سنیل کو نکرانے سے جاتے ہوئے راکھی نے خود کو بچایا لیکن وہ جا چکا  
تھا۔

دیکھا تم نے..... اس کی سرکشی دیکھ لی..... میں اسی وقت کے لئے تمہیں منع کرتی  
تھی۔ راکھی نے اندر سے کسی دوسرے..... بیٹے سے خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔  
تم..... شیواجی حراساں سے لگے گئے۔

میں نے سب کچھ سن لیا ہے..... رتن کے انوکھے حسن نے اسے ہلکا بنا دیا ہے.....  
اسے دیکھ کر اس کا من لچلار ہا ہے۔ وہ زور لگا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔  
من لچلار ہا ہے..... اپنی بات کو دیکھ کر..... رتن اس کی ماتا ہے۔ شیوا نے اپنے آپ کو  
اطمینان دلایا۔

یہ تمہاری اپنی باتیں ہیں..... وہ اس تنوگ کو نہیں مانتا..... رتن کہتا ہے راکھی نے  
شیواجی کو خیر دیا کیا۔ شیواجی نے بڑی اضطراب سے صوفے پر پہلو بدلا۔

اندیشے دونوں بہن بھائیوں کو ڈسنے لگے..... کافی دیر خاموشی رہی..... ماحول افسردہ  
ساہو گیا تھا۔ شادی سے جتنی مسرت ہوئی تھی..... اتنی پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔

تمہیں تو رتن کی جوانی اور کم عمری کا نشہ چڑھا ہوا ہے..... تمہیں کتنا منع کیا تھا کہ سی  
ایسی عورت سے شادی کرو..... جو تمہارے ساتھ بیٹھی اشتی ہے..... تم نے ایک نوجو

لا پرواہی ہوئی۔  
اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو میں اسے گولی بارودوں کا..... وہ قیض اٹھا کر کمر پہ  
بندھی بارہ بور کی پستول پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

بس بس..... عورت کی وجہ سے خون خرابہ مت کرنا..... آدم کے دونوں بیٹوں نے  
ایک عورت کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کیا اور آج تک تم سب بھگت رہے ہو.....  
راکھی نے آنکھیں پچھلایا کر کہا۔

وہ بھائی تھے..... لیکن میں تو ہاں سنیل کا..... چھوڑوں گا نہیں..... شیواجی نے  
راکھی کو اپنی منہمک مزاحیہ کالیقین دلایا۔

چل بس کرو..... بھگوان بھلی کرے..... رام رام..... بری گھڑی سے بھگوان  
پچائیں۔

اب یہی حل ہے کہ رتن کی عمرانی سخت کر دی جائے۔ شیواجی نے کہا۔  
گھر تو نہ ہوا..... جیل ہوئی جہاں اس کی عمرانی سخت کر دو گے تم۔ راکھی نے شپٹا کر کہا۔  
تو پھر کیا کروں..... اس نے اچھا نہیں کہ میری عزت پر ہاتھ صاف کرے.....  
شیواجی نہایت پریشان اور کچھ کچھ گھٹے لگ رہے تھے۔

اے ہے..... بھگوان سے بھلی ناگو..... وہ تمہاری گلابی ہمر وقت رتن کے پاس ہوتی  
ہے لڑکیاں ہوتی ہیں..... تم بھی الٹی سوچیں سوچنے لگے..... راکھی کو شیواجی نادانی پر ہنسی  
آگئی۔

وہ میرا بیٹا ہے..... میں اس کی سرشت سے واقف ہوں..... سنیل نے مسلسل ان کو  
اندیشے اور دوسو سوں کے سپرد کر دیا تھا۔

میرا خیال ہے رتن کو کچھ دنوں کے لئے اس کے بھائی کے ہاں بھیج دو..... راکھی نے  
کہا۔

نہیں..... وہ عیاش عورت سنیل..... وہاں تو ممکن ہی نہیں..... شیواجی.....  
راکھی بیگم..... ہم لوگ آگئے..... گلابی نے اندر آتے ہوئے کہا۔

گلابو..... خاساں سے کہہ کے گرم گرم چائے لاؤ..... بڑی ضرورت محسوس ہو رہی  
ہے۔ شیواجی نے در پچے سے باہر دیکھا۔

سب آگئی ہیں..... رتن بی بی..... کوئل بی بی کے پاس گئی ہیں۔

چھو کر سی ہے پیار کے سب کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ راکھی اپنی کومل کے لئے پریشان  
تھی۔

وہ اب کیا چاہتا ہے۔ وہ آہستہ لیپے میں بولے  
وہ چاہتا ہے تم رتن کو چھوڑاؤ وہ اس سے شادی کرے..... راکھی نے ایک دم کہا۔  
کیا..... ناباکار..... عیبت..... ایسی بچ سوچ ہے اس کی..... شیواجی شدید طیش  
میں چلا کر بولے

اچھا اب آگے کی سوچو..... راکھی نے نیک لگائی..... جیسے تھک چکی ہو..... رتن  
تمہارے ساتھ گئی تھی..... شیواجی یاد آگیا۔

ہاں..... میں تو آگئی ہوں..... کومل رتن کو اپنی سنبھلی کے ہاں لے گئی ہیں۔ فکر  
نہ کرو..... آجائیں گی۔

راکھی نے بھائی کی پریشانی بھانپ لی۔  
گلابو ساتھ ہے نا..... وہ ایک دم یاد کرتے ہوئے بولے۔

وہ ساتھ ہی ہے..... پوری ڈیوٹی بھاری ہے گھوڑی..... لڑکیوں کا پیچھا ہی نہیں  
چھوڑتی..... ہر بات میں دخل..... بلکہ دخل در معقولات۔ راکھی نے جھلا کر کہا۔

اچھی بات ہے..... اس سے خطرہ کوئی نہیں..... کارڈ کا کام دیتی ہے۔ شیواجی  
مسکرائے۔

ٹھیک ہے..... مجھے زہر لگتی ہے..... جب گلابی ساڑھی لہرا کر رتن کو کسی سے ملے  
نہیں دیتی..... راکھی ہنس دی۔

اب گلابو کی اور بھی ضرورت ہے..... میں سنیل کے بارے میں بہت محتاط ہو گیا  
ہوں۔ شیواجی کے جھرویں زدہ چہرے پر دوسرے کھنڈ آئے تھے۔

او..... اب زیادہ بھی دل نہ چھوڑ..... رتن تمہاری ہے..... راکھی کو اپنے بھائی پر  
رحم آنے لگا..... جو اپنی دولت سے اسے عیش و عشرت کی زندگی سے ہسٹنا کر رہا تھا۔ اس

کا سارا خاندان شیواجی کی دولت پر چل رہا تھا۔  
راکھی..... میں سوچتا ہوں..... سنیل رتن کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ وہ راکھی کو

گہری نظر سے دیکھ کر بولے۔  
باپ کی بیوی ہے..... اغواء کرنے سے تو رہا..... اور کیا نقصان پہنچائے گا۔ راکھی

نے گلابو کے چہرے کی طرف دیکھا..... کتنی چلا کی دکھا رہی تھی۔ بڑے ہی پرسکون ماحول میں جانے کا دور ختم ہوا.....

چند دن سکون اطمینان سے گزر گئے۔ سنیل کئی روز سے دوستوں کے ساتھ شملہ گیا ہوا تھا۔ حویلی میں قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹھکا..... کلاک نے دن کے گیارہ بجائے تھے..... ایک گھر کھینچ کر بیٹھ گیا وہ باہر نکل آیا..... غلام گردش سے ہوتا ہوا رتن کے کمرے کی طرف بڑھ گیا لیکن جونہی کمرے کے باہر گلابو کو آرام کرسی پر جمولے دیکھا تو جل کر راکھ ہو گیا۔ جھنجھلا کر ایک ہاتھ دو دیوار پر مارا..... اور آگے بڑھ گیا۔

سنیل باؤ آئے آئے..... آگے شملہ سے..... میرا خیال ہے ابھی ابھی لوٹے ہیں..... گلابو اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔

رتن اندر ہے..... وہ بے تکلف بولا۔

اندر ہی ہے بابو جی..... وہ پرداسر کا در داخل ہو گیا۔ گلابو اس کے ساتھ ہی داخل ہو گئی۔

تم باہر ٹھہرو..... کس لئے آگئی ہو۔ سنیل کو اچھا نہ لگا۔

میں ڈیوٹی پر ہوں سنیل بابو..... اگر آپ مجھ سے اجازت لینے تو اندر داخل بھی نہ ہوتے..... گلابو سنیل کے ساتھ داخل ہوتے بے باکی سے بولی۔

انہیں دیکھ کر رتن بڑا کھڑکی ہو گئی۔ اس نے رسالہ ایک طرف پھینک دیا۔ سکون سے رتن بی بی..... گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے..... گلابو نے سنیل کی پشت سے آنکھ کا اشارہ کیا۔

اچھا..... ان سے ملاقات کے لئے وقت لینا پڑے گا..... سنیل نے طنز کیا۔

رتن خاموش کھینچ رہی۔ آپ سے ملنے کے لئے منع کیا گیا۔ گلابو بے تکلف بولی۔

ہم کاٹ کھا نہیں گئے..... اپنے چٹائی اس سندرسی دہن کو وہ بڑی پسندیدگی سے مدت کے سر لاکو دیکھ کر بولا..... جو اس وقت ارغوانی رنگ میں ملبوس ساڑھی میں تھی۔

کاشے کو نہ دے گا بابو جی..... ہم محافظ جو بیٹھے ہیں..... گلابو بڑھو رہی جارہی تھی۔

رتن نے پرسکون انداز میں گلابو کو دیکھا..... خود بخود ہی سنیل کی ہر بات کا جواب دے رہی تھی۔

آپ بھی ہواستی ہیں کہ سارے اختیار آپ کے ہتی نے گلابو کو دے دیئے ہیں۔ سنیل

ہوں..... شیواجی کو اطمینان ہو گیا۔

اچھا جاؤ تم۔ راکھی گلابو کو رکتی دیکھ کر بولی۔

شیواجی خاموش کچھ سوچے جارہے تھے..... وہ اس وقت کئی سو سال پرانے بڑے نظر آرہے تھے۔ جیسے کسی پرانے ٹھنڈے لائی ہوئی لاش یا جارتہ۔

میں کہتی ہوں..... اپنے آپ کو اس قدر بڑی پریشانی میں مت الجھاؤ..... اس طرح تو جلد ملک عدم پہنچ جاؤ گے۔ راکھی کو اپنے بوڑھے بھائی پر ترس آنے لگا۔

گلابو کے ساتھ ساتھ تم بھی خیال رکھو کہ سنیل رتن کے کمرے میں ہرگز نہ جائے۔ ایسی بھی کچھ جگہ باتیں مت کرو..... آخر وہ گھر کا اہم فرد ہے..... اس کو رتن یا کسی اور کمرے میں جانے سے کس طرح روکا جاسکتا ہے۔ راکھی نے کہا۔

اور کی بات نہیں کرتا..... میں نے گلابو کو سختی سے منع کر دیا ہے کہ اگر اپنے کمرے میں یا کہیں اور اکیلی ہو..... کسی قیمت پر بھی سنیل کو نہ جانے دو۔ شیواجی نے کھڑے ہو کر پاؤں تائین پر مارا۔

ٹھیک ہے..... کام بھی بڑھ گیا ہے..... دفتر بھی جانا ہے..... اگر یہی پریشانی رہی تو کاروباری امور کس طرح سنبھالوں گے۔ شیواجی فکر مند ہو گئے۔

خانماں جانے کے ساتھ داخل ہوا۔ بعد میں رتن گلابو اور کوئل بھی ہنسی ہوئی داخل ہوئیں۔

اوئی رام..... ہم سیوک محل بھی گئے تھے۔ کوئل نے کہا۔

سیوک رام..... کون تھا وہاں..... سنیل یار! بھمارے شیواجی ایک دم بولے

کوئی بھی نہیں..... بس محل دیکھ کر لوٹ آئے..... اوئی رام! مائی کا مکروہ..... چیتے عجب خانہ..... اتنا خوبصورت..... آراستگی..... کوئل کو تعریف کے لئے الفاظ نہ مل رہے تھے۔

کوئل دیدی..... وہ پوجاں..... کمال کی عورت ہیں..... گر لیں فل..... اتار پروقتار مل نہ بہت چچے تلے الفاظ میں تعریف کی۔

وہاں اس کا ایک بیٹا..... درپن بھی ہو گا۔ شیواجی ایک دم بولے

وہ کہاں جی..... اس وقت تو وہ آفس جاتا ہے..... اسے فرصت کہاں گھر میں بیٹھے کہ..... گھر تو اسے چھوڑ چھای نہیں لگتا..... گلابو نے ناگوار سی سے ناک سیڑی..... رتن

میں یہاں سے جگ آگئی ہوں..... مجھے تم کہیں لے جاؤ..... رتن نے گلاب سے کہا۔  
 شیش..... گلاب نے اپنے ہاتھوں پر انگلی رکھ کر کسی کے آنے کا احساس دلایا  
 میں دیکھتی ہوں..... گلابوں کو سنوارتی ہوئی باہر نکل گئی..... ایک دو منٹ کے  
 بعد واپس لوٹی..... کوئی نہیں..... ویسے گاڑی آئی ہے..... ہو سکتا ہے شیوا جی ہوں  
 ..... گلاب نے مکمل ڈیوٹی پر کھڑے ہو کر در پہنچے سے دیکھا۔ شیوا کے ہوتے آزادوی ممکن  
 نہیں ہے۔ رتن آہستہ سے بولی۔

اوصلہ رکھو رتی..... میری جان..... بھگوان کوئی امید پیدا کر دیں گے..... امید کی  
 کوئی کرن نظر نہیں آتی..... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی..... میرے مہر کا پیمانہ لبریز  
 ہو چکا ہے..... وہ سسک سسک کر رودی۔

جی چاہتا ہے تیرے وجود کو اپنے سینے میں بھر لوں..... لیکن میں باہر کی خبر بھی رکھنا  
 چاہتا ہوں.....

تو کیا کروں..... میں شیوا کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی..... بس تیرے ساتھ..... وہ  
 جیسے مستقل فیصلہ کرتے ہوئی..... درپن مجھے کسی رسوائی کا خوف نہیں..... بابا تمہیں کتنا  
 چاہتے تھے..... اگر تم اپنی باندی کے تودہ خوش ہوں گے ان کی روح کو شادی ملے گی۔  
 میں نے کہا..... کھبراؤ نہیں..... میں بہت جلد تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا.....  
 بہت دیکھوں گے ساتھ میں نے مشورہ کئے ہیں..... تم کھیر اؤ مت..... اور شیوا.....  
 رتن نے چونک کر کہا۔

شیوا سے چیز والوں کا..... قانون ہے..... شیوا تمہیں چھوڑ دے گا۔ درپن کے  
 الفاظ میں بڑی مستقل مزاجی اور مضبوطی تھی۔

ہائے رام..... کاش ایسا ہو جائے..... درپن میں تیری باندی بن جاؤ گی.....  
 تیری دای..... تیری پوجا کروں..... تمہیں دیوتا مان کر..... وہ میرے من کا راجا  
 ..... جوش محبت میں وہ جھلجھل اور درپن کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا۔

تو دیوی ہے..... دیوی کی پرستش کرنا میرا کام ہے..... اور میں بچپن سے اب تک کر  
 رہا ہوں..... تیری پوجا جانے تو مجبور کیا اس جھیس میں..... وہ اپنا تخلص اور حاجت سے  
 رتن کو دیکھ کر بولا..... اس وقت درپن کی آنکھوں میں سارے جہان کی محبت بھر آئی تھی۔  
 تیرے جیسا چاہنے والا کہاں ملے گا..... وہ ساری جان سے غار ہو گئی۔

سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور رتن نے گلاب کی طرف دیکھا۔

یہ جواب نہیں دیں گی..... آپ ہم سے ہی بھگوان ہوں۔ گلابو ساڑھی سنہال کر  
 بڑی ادائے دلبرانی سے دوسری طرف صوفے پر بیٹھ گئی۔

تم جاؤ یہاں سے..... میں رتن بی بی سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سینل نے جھڑک  
 کر گلاب کو کہا۔

اندر باہر جو ہیں کھنے کی ڈیوٹی ہے سینل بابو..... ڈنڈی نہیں مارتے خالص ڈیوٹی پر  
 رہتے ہیں وہ جیسے گئی..... تم چلی جاؤ..... مجھے چند ضروری باتیں کرنی  
 دو۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

ہرگز نہیں سرکار..... میرے سامنے بات کیجئے کیا بات ہے۔ گلاب نے کہا۔  
 رتن نے مسکراتی آنکھوں سے گلاب کی طرف دیکھا..... جو اچھا خاصا مقابلہ کر رہی  
 تھی.....

تم ایک ملازمہ ہو..... تمہارے سامنے کیا بات کروں..... تم باہر نکلو..... Get  
 out وہ ہاتھ سے اشارہ کرتے بولا۔

میں سہیل رہوں گی۔ وہ ساڑھی کے پلو کو انگلی پر مروڑتے مسکرا کر بولی۔  
 ٹھیک ہے..... وہ سچو تاب کھاتا..... پر دلا چھالنا ہو باہر نکل گیا۔  
 اب کیا ہو گا..... رتن نے تھی گلاب کو دیکھا۔  
 کچھ بھی نہیں..... گلاب پھر ہنسی دی۔

اب یہاں سے جانا نہیں..... اس شخص سے مجھے خوف آنے لگا ہے۔ رتن نے لگا ہیں  
 گلاب کے چہرے پر سر کوڑ کر دیں۔

جو حکم سرکار..... کسی کی مجال ہے جو یہاں سے بٹے..... گلاب نے بغور رتن کو دیکھا۔  
 گلابو..... رتن نے کہا۔

اکیلے میں تو گلاب نہ کہا کرو..... درپن مسکرا کر بولا۔  
 تمہارا لباس تمہارا ایک اپ مجھے مجبور کرتا ہے گلاب کہنے کے لئے..... دوسری بات

کوئی سن نہ لے۔ رتن آہستہ سے بولی۔  
 ہاں..... یہ بات تو ہے..... پردہ اپنا اچھا ہے۔ وہ قالین پر دوڑا نو بیٹھ گیا۔

ہاں..... کہو..... کیا کہنا چاہتی تھی..... درپن کو رتن افسردہ نظر آئی۔

گاڑی کی آواز آئی..... شاید شیواجی آگئے..... درپن نے اچک کر در پیچے سے دیکھا۔  
مجھے کھن آتی ہے اس شخص سے..... نفرت ہے..... وہ برا سامنہ بنا کر دو قدم باہر آ  
گئی اور گلابو کرے سے باہر آ کر کسی پر دراز ہو گئی۔

اوجھر شدید غصے کے عالم میں سکیل گاڑی میں سوار اپنے دوست دلپ کے پاس پہنچا  
..... وہ اوجھر شور دینے میں خاصا تیز تھا۔

گاڑی پورچ میں روک کر وہ سیدھا دلپ کے ڈرائیونگ روم میں چلا گیا۔  
زبے نصیب..... کیسے یاد آگئی ماری..... دلپ نے اٹھ کر سکیل کو اپنے پاس بٹھالیا۔  
تمہیں کیا..... کس مصیبت میں پھنس چکا ہوں..... سکیل نے بے اطمینانی سے میٹھے  
ہونے کہا۔

خیرت ہے..... دولت مند تہاکے سپوت اور مصیبت میں گرفتار..... دلپ کی چھٹی حس  
بیدار ہو گئی۔

خیریت ہی نہیں ہے..... اس عورت نے میرا سکون برباد کر دیا ہے۔ سکیل نے ٹیک  
لگائی۔

رتن نے..... یاد نام ہی رہا ہے کہ جب پکارو تو منہ میں شرینی بھر جاتی ہے۔ دلپ  
دلچسپی سے ہنس دیا۔

اچھا..... تو تم بھی..... سکیل نے قہقہہ لگایا۔  
ارے نہیں..... پر ہوا رہے ہمارا..... میرا ایسا عندیہ نہیں ہے۔ میں نے تو یوں ہی

کہہ دیا ہے۔ سب تعریف کرتے ہیں میں نے بھی کہہ دیا۔ دلپ صاف گوسا گتے لگا۔  
اب کیا کروں..... رتن کے ہاتھوں اور احوال نظر آوے۔ وہ تھنہ تھنہ سالگ رہا تھا۔

وہ دل نہیں اور لگاؤ۔ دلپ نے سکیل کے دائیں جانب جھٹکی ماری۔  
یہ بکن نہیں..... ورنہ کچھ کرتا..... کوئل بھی اب اچھی نہیں لگتی۔ سکیل بھی ہنس دیا۔

دیکھو یار..... وہ لڑکی تمہارے تہاکی بیوی ہے..... تمہیں اس بارے میں سوچنا چاہیے  
اور کوئل سے شادی کر لو.....

کچھ نہیں سوچنا مجھے..... اور نہ کوئل سے شادی۔ سکیل لاپرواہا سا بولا۔  
تو پھر کیا کر دے۔ دلپ چو لگا۔

تم کرو..... بلکہ تہاکی کو مجبور کرو کہ اسے چھوڑ دیں۔ سکیل کمال ڈھٹائی سے بولا۔

کیا..... حیرت کے مارے دلپ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

سب چاہئے..... ویسے بھی وہ نوخیز لڑکی..... اس قدر بڑے کو پسند بھی نہیں کر  
سکتی۔ سکیل نے کہا۔

نہیں یار..... میں اس پھندے میں نہیں پڑنا چاہتا..... دلپ نے صاف انکار کر دیا۔  
پھندا..... کیا پھندا..... سکیل نے کہا۔

ہیہی..... تمہارے عشق کا..... دلپ ہنس دیا۔  
تم لپا کو کہو کہ رتن کو چھوڑو۔ سکیل اپنی ہت دھری پر قائم تھا۔

پہلے اس لڑکی سے بات کرو..... کہ تمہیں پسند بھی کرتی ہے کہ نہیں۔ دلپ بولا۔  
مجھے اس کی پسند یا پسند سے کوئی سروکار نہیں..... میں رتن کے بغیر نہیں رہ سکتا.....

اور پھر اسے پسند کا شعور ہوتا تو بڑے کے لئے ہاں نہ کرتی..... سکیل نے اپنا بھاری ہاتھ  
درمیان میز پر مارا۔

یہ تو ہے..... OK..... میں کروں گا شیواجی سے بات..... کہ وہ کہاں تک بیٹے کی  
بات مانتے ہیں..... دلپ نے سنجیدگی سے کہا۔

تم ان کو مجبور کرو..... کہ اب اس کی جان چھوڑ دیں..... وہ دوبارہ اچھا گن بننا پسند  
نہیں کرے گی..... نہ جانے تہاکی اور کتنے دن جیٹیں سکیل مکمل کھلا کر ہنس دیا۔

سکیل..... ایک بات تو بتاؤ..... دلپ کو یاد آیا۔  
پوچھو..... سکیل ہمدرد گوش ہو گیا۔

ہو ارا کھی کے ہاں کوئل نامی لڑکی کے ساتھ تمہاری نسبت طے ہوئی ہے نا۔ دلپ نے  
پوری طرح بیان کیا۔

ہاں..... ہوئی ہے..... بلکہ بچپن سے ہے..... سکیل نے کوئی خاص تاثرات ظاہر نہ  
کئے۔

اس کے دل پر کیا بیٹھتی گی۔ دلپ نے بغیر سکیل کو دیکھا۔  
جو مرضی بیت جائے..... تم اس بات کا خیال نہ کرو..... میرا مسئلہ حل کرو..... وہ

پوری طرح شیواجی کو ٹھکست دینے پر تیار ہوا تھا۔  
☆ ○ ☆



ادھر وقت دیکھ دیکھ کر رتن کی آنکھیں پتھر اگئیں..... وہ بار بار دیوار پر آویزاں کلاک کو مستلاشی نگاہوں سے دیکھتی..... لیکن درپن نہ نظر آیا..... اور نہ اپنے کمرے میں جاتی۔  
 ممانی..... گلاب کا انتظار ہے۔ رتل نے وی سی آر پر دوسری فلم لگاتے ہوئے کہا۔  
 اسی کا انتظار ہے..... اس کی موجودگی میں مجھے خوف نہیں آتا۔ ورنہ سنیل نے اس دن کے بعد مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ وہ سچ بولے پر مجبور ہو گئی۔  
 کوئل ایک دم چونکی۔

میں سنیل کی وجہ سے پریشان ہوں..... اس کی آنکھوں میں دہشت ہے تو میرے ہوش اڑے رہتے ہیں۔ رتن نے کہا۔  
 واہ ممانی اتنی بزدل ہیں آپ۔ رتل ہنستے ہوئے بولی۔  
 ممانی ٹھیک کہتی ہیں رتل..... سنیل کی آنکھوں میں عریانی اور برہنگی میں نے بھی دیکھی ہے..... یوں لگتا ہے جیسے..... کھاجانے کا گولہ سنجیدگی سے بولی۔  
 ہمارا تو بیجا ہے۔ رتل ہنس دی۔  
 اب نہیں ہے..... کوئل اطمینان سے بولی۔  
 کیا؟..... رتل ایک دم اچھلی۔  
 اس نے انکار کر دیا ہے..... لیکن سنیل کے کرتوت دیکھ کر پہلے میں نے انکار کیا تھا۔  
 کوئل بولی۔

اچھا..... بھئی بڑی بہادر نکلی تم تو..... رتل نے کہا۔  
 اچھا کیا..... ایسے مرد کوئی مار دو جو گلی گلی بھائی بنا تا پھرے..... رتن نے کہا۔  
 او رتن صاحبہ..... آج باڈی گاڑ کے بنا ہی براہمن ہیں۔ سنیل کے آنے پر تینوں خاموش ہو گئیں۔  
 گلاب بولیں کام سے ملے۔ رتن سنیل کو پاس بیٹھنے دیکھ کر رتل کے پاس بیٹھ گئی۔  
 کوئل خاموش رہی..... تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے۔ سنیل نے کوئل سے کہا۔  
 کیا سنا چاہتے ہیں آپ..... کوئل برہنہ بولی۔  
 میرا مطلب کہ کوئی بات کرو..... میں جب سے آیا ہوں..... کوئی ہنگام ہونا پسند نہیں کرتا..... سب دور دور ہو گئے ہیں۔ سنیل نے کوئل کو دیکھ کر کہا۔  
 آپ اپنے دل سے پوچھئے اس کی وجہ کیا ہے۔ کوئل نے کہا۔

اماں..... سفید ساڑھی دے دیں..... گلابی بھر کر ساڑھی سے توجہ آگیا ہوں۔  
 درپن نے ساڑھی کو چنگ پر چننا.....  
 کب نکلو گے تم ان منشیہنوں سے..... اب باقی ماندہ زندگی بیکڑہ بن کر گزار دو گے۔  
 پو جانے سفید ساڑھی اس کو پکڑا دے ہوئے کہا۔  
 پو جاہاں..... سمجھنے کی کوشش کیجئے..... میں وہاں رتن کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا وہ کانٹوں کے درمیان رہ رہی ہے۔ وہ مجبور نظر آنے لگا۔  
 رتن کیوں تنہا ہے..... اس کے شوہر کا گھر ہے..... اپنے بچے کے گھر میں عورت محفوظ ہوتی ہے۔  
 رتن وہاں محفوظ نہیں ہے..... سنیل بھیڑیا بن کر رتن کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار پیشا ہے..... وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے..... درپن نے بتادیا۔  
 ادنی رام..... اتنے بے غیرت لوگ..... اپنی عزتوں کو اس طرح پامال کرتے ہیں پو جاہاں نے کان چھو لئے۔

اچھا..... یاد آیا..... انھونی قانون آیا تھا۔ پو جانے ایک دم سوچ کر کہا۔  
 کیا کہا اس نے..... درپن چونک گیا۔  
 وہ کہہ رہا تھا کہ تمام کام مکمل ہو چکے ہیں..... اب آپ فیملی کے ساتھ بے تکلف جرمین آسکتے ہیں۔ پو جانے یلین بتادیا۔  
 Good..... وہ مسرت بھرے انداز میں بولا۔  
 اب رتی کو کس کے پاس چھوڑ کر آئے ہو۔  
 کوئل اور رتل کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہ کھڑے ہوتے بولا۔

جار ہے ہو..... ہاں اماں..... اب جلد ہی جاؤں گا تو اچھا ہے..... ورنہ بڑی دیر ہو جائے گی۔ وہ بیک میں ضرورت کی چیزیں ڈالے رکھنے میں سوار حویلی کی طرف چل دیا۔

میں تمہارا خون کروں گی..... نکل جاؤ کمرے سے..... رتن نے کہا۔  
میں سیراب ہونا چاہتا ہوں..... تمہاری جوانی نے میرے اندر آگ لگادی ہے.....  
میرا سکون جھین لیا ہے تم نے..... وہ دودھ واداس کو دبوچنے کے لئے بڑھا..... لیکن کسی  
مضبوط ہاتھ نے اس کو پشت کی جانب جھکوا لیا..... کتے..... اپنے باپ کی جتنی پرجوشی نظر  
ڈالتا ہے.....

اونٹنی رام..... گلابو تم..... کہاں سے آئی ہو..... حیرت سے رتن سن سی ہو گئی.....  
لیکن گلابو بپہ درپہ کے رسید کر رہی تھی..... بھاگ کر رتن نے باہر والا دروازہ کھول دیا  
.....

شیواہی..... وی بی..... وہ ایک جج کے ساتھ راتھی ہے لبت کئی.....  
رتن..... رتن..... راتھی نے رتن کو تنہو جڑا..... لیکن وہ فرش پر دھڑام سے گر  
پڑی تھی۔

اسی دن کے لئے میں پریشان تھا..... تم لوگوں سے یہ کزدر لڑکی نہیں سنہالی گئی.....  
آج گلابو کو بھی سمجھ لوں گا..... شیواہی جھکے۔

غصہ رہے..... راتھی کو مل اور مل نے رتن کو اٹھا کر اس کے بستر پر لٹایا۔  
دیکھ لوں گا..... سنیل منہ پر ہاتھ پھیر کر اپنی دانست میں سب کو چکھتا باہر کی طرف  
بھاگا۔

سنیل..... خونخوار آواز میں شیواہی نے آواز دی..... لیکن وہ بریریت اور چٹکیر خانی  
انداز میں منہ اٹھا کر گاڑی پر سوار گیٹ سے نکل گیا۔  
تم کہاں دفع ہو چکے تھے..... تمہیں نہیں معلوم تھا کہ..... شیواہی نے رتن کی طرف  
دیکھا۔

گلابو نے اپنی ساڑھی درست کی۔  
شیواہی..... میری ماں بیمار تھی..... خبر لینے گئی تھی..... گلابو نے ہاتھ جوڑ کر  
معذرت خواہی انداز اپنایا۔

اگر کچھ ہو جاتا تو..... شیواہی راتھی کے پاس بیٹھ گئے.....  
رتن بی بی کو میں کو مل بی بی کے پاس چھوڑ گئی تھی..... وہ تو بھولکان نے بھلا کیا..... میں  
ہاتھ زد میں میک اپ درست کرنے کی تو یہ بگاڑ ہو گیا۔ کو مل اور مل گلابو کا میک اپ

آپ غصہ ہر طرح سے فارغ..... ہمیں تو سو کام ہیں..... گھیں ہانکنے کی کس کو  
فرصت ہے۔ رتن نے اٹھ کر اشارہ کیا اور تینوں جمنی ہوئی ڈرائیونگ روم کی طرف بھاگ  
گئیں اور سنیل دانست پتارہ گیا۔

کیا بات ہے..... جمنی ہوئی آ رہی ہو..... گلابو نے کچھ کہا۔  
راتھی اور شیواہی ہاتھیں کرتے ایک دم چوٹے..... شاید کسی خاص موضوع پر تبادلہ  
خیال ہو رہا تھا۔

گلابو تو ابھی نہیں آئی۔ کو مل نے کہا۔  
گلابو نہیں آئی۔ نہ جاسے کہاں رہ گئی ہے۔ شیواہی چوٹے.....  
نہیں ماموں..... آج تو بڑی دیر لگادی اس نے..... رتن بولی۔

تمہیں کچھ تا کر نہیں گئی رتن۔ شیواہی نے کہا۔  
اس نے کسی شادی میں جانا تھا۔ رتن نے کہا۔  
پھر جلدی نہ آئی..... تم لوگوں نے ات جانے کیوں دیا۔ شیواہی غصے میں آگئے۔ رتن

اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔  
کہاں ممانی۔ کمرے میں جا رہی ہوں..... سر درو ہے..... لیٹوں گی ذرا..... رتن  
نے نرم لہجہ میں کہا۔

آپ چلیں..... میں چائے وہیں لے کر آتی ہوں۔  
Thank you رتن۔  
شیواہی بڑی رعبت سے جاتی رتن کو دیکھتے رہے۔

اندرا آتے رتن نے پردہ اور ست کیا اور اپنے بستر کی طرف بڑھی..... اس سے پہلے کہ  
وہ جمنی..... اس کی جچ نکلتے نکلتے جچی..... سنیل دروازے کو اندر سے بند کر رہا تھا۔  
کھول دو دروازہ..... وہ شدید غصے میں بولی۔

ہرگز نہیں..... ایک مدت ہو گئی ہے تمہاری قربت کو ترستے..... کہیں یہ تشنگی میری  
جان نہ لے لے..... میں تم سے دور نہیں رہ سکتا۔  
سنیل..... وہ چلا اسی کی رگیں ابھر کر بیٹھنے کو تیار تھیں..... آہستہ بولو.....

ڈرائیونگ روم اور تمہارے کمرے کا فاصلہ نہ زیادہ ہے..... کوئی تمہاری مدد کو نہیں  
آئے گا..... وہ بڑے مطمئن انداز میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں شیطانی تاج رہی تھی۔

..... باپ کے مقابل کھڑا ہو رہا ہے..... اس کی بیوی پر گرسن نظر رکھ رہا ہے..... وہ جوش سے بول رہے تھے۔

سب خاموش کھڑے تھے..... گلابو..... جی سرکار..... گلابو راکھی کی آواز پر چونکی۔  
تم اور مل کو مل رتن کے پاس ٹھہرو..... شیواجی نے راکھی کو دیکھا۔  
آئیے شیواجی..... میرے کمرے میں..... ابھی کوئی منظم فیصلہ کرتے ہیں۔  
راکھی شیواجی کو اپنے کمرے میں لے گئی۔

تم لوگوں نے کیوں آنے دیا..... شیواجی نے کوئل کو غصیلی نظر سے دیکھا۔  
ماسوں..... ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلا..... وہ چاہتا کیا ہے..... شیواجی صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

آپکو نہیں معلوم..... راکھی نے گہری نظر شیواجی پر ڈالی۔  
ہو سکتا ہے..... مجھے نہ معلوم ہو..... شیواجی نے جیسے اپنی غفلت کا اقرار کر لیا ہو۔  
وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ راکھی نے کہا۔  
کیا؟..... شیواجی کا منہ کھلے کھلا رہ گیا۔

جی ہاں..... یہ درست ہے!..... وہ رتن سے شادی کرنا چاہتا ہے..... راکھی..... شیواجی ایک دم بولے۔

جی..... راکھی نے کہا۔  
اور رتن..... شیواجی بولے۔

کیا مطلب..... راکھی نے کہا۔  
میرا مطلب کہ رتن بھی چاہتی ہے۔ شیواجی کے دل میں ہلکا سا مال آگیا۔  
اوہو..... کیوں اس معصوم پوتے پر الزام لگا رہے ہو..... اگر وہ ایسی ہوتی تو آج یہ ہنگامہ نہ ہوتا..... راکھی نے رتن کی پاک دامنی کا یقین دلایا۔

ہوں..... وہ واقعی پوتے..... شیواجی نے کہا۔  
اب سوچنا پڑے گا..... کوئی مثبت حل بھی تو نظر نہیں آ رہا۔ راکھی گہری سوچ سے ابھر کر بولی۔

اس کا کوئی حل نظر نہیں آتا..... میں خود سرخدی سرکش بیٹے کو گھر سے نہیں نکال سکتا..... اور نہ ہی رتن کو چدا کر سکتا ہوں..... شیواجی بولے..... شدید کرب و جرنے ان

دیکھ کر ہونٹوں کو پا کر ہنس دیں۔

اب درست کرو میک اپ..... کیا صورت بنی ہوئی ہے۔ راکھی نے گلابو کی توجہ اس کے چہرے کی طرف دلائی۔

اوئی رام..... گلابو اب تھوڑے دم میں لوٹ لے۔

رتن..... شیواجی جھک کر بولے۔

ٹھیک ہوں..... وہ آنکھیں کھول کر بولی۔

لو..... ممانی دو دھابی لو..... رمل دو دھکا گلاس رتن کے ہونٹوں کو لگاتے بولی۔

نہیں رمل..... جی نہیں چاہتا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

ہو..... اچانک خردس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے تمہارا..... شیواجی نے کہا۔

شیواجی کے کہنے پر رتن نے گلاس ہونٹوں کو لگایا..... اور تھوڑا سا ہاپی کرواپس کر دیا۔

اب کیا کیا جائے..... شیواجی راکھی سے بولے۔

دیدہ..... آج گلابو فرخستر بن کر نہ آئی تو نہ جانے کیا ہو جاتا..... رتن وحشت زدہ سی نظر آ رہی تھی۔

رام قسم..... آج نہ جانے کیا ہو جاتا..... سنیل میاں بچ گئے میرے ہاتھ سے۔

گلابو ابی ساڑھی کے پلو سے چہرے پر سے پانی پونچھتے ہوئے بولی۔

یہ کیسا بیٹا ہے..... جس کو اپنے باپ کی عزت کا خیال نہیں..... شیواجی انتہائی کرب سے پہلو بدل کر بولے۔

آپ فکر مند نہ ہوں شیواجی..... یہ دور ہی ایسا ہے..... ہر چیز کا سودا ہو رہا ہے.....

دل کہتے ہیں یہاں..... یہ سنسار و کھوں کا گھر ہے۔ گلابو ایک طرف صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

میں ایسے بیٹے پر لعنت بھیجتا ہوں..... میں اسے تمام جائیداد سے عاری کر دوں گا.....

نہیں ہے یہ میرا بیٹا..... میں اسے بیٹا نہیں مانتا۔ وہ شدید غصے میں لرز رہے تھے۔

شیوا..... تم تو ریٹیکس رہو..... اس طرح تو خود بیمار پڑ جاؤ گے۔ راکھی کو شیواجی کی

حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔

میں ریٹیکس نہیں رہ سکتا..... حساسیت میری طبیعت کا حصہ ہے..... چھوٹی سی بات

بھی مجھ پر بڑی اثر انداز ہو جاتی ہے..... اور یہ..... یہ تو بہت بڑی بات ہے..... ایک بیٹا

سنیل نے پھر گولی چلائی..... گلا بوا کا ہاتھ زخمی ہو گیا..... تمام لوگ اکٹھے ہو چکے تھے..... سنیل پر دھشت طاری تھی..... وہ سب کو قتل کر دینا چاہتا تھا..... خبردار کوئی آگے بڑھا..... میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا..... سنیل نے گلا بوی کی طرف گولی چلائی..... لیکن نشانہ خطا ہو گیا..... چنڑے نہ گزرے تھے کہ پولیس نے ساری حویلی کو گھیرے میں لے لیا۔

پینڈر اپ..... سنیل نے ہاتھ اوپر کر لئے۔  
گلا بوا نے زخمی ہاتھ کو دوسرے میں پکڑے تکیہ سے کراہ رہی تھی۔  
بھتہ لڑی لگاؤں اس کو..... پولیس افسر نے سپاہی کی طرف اشارہ کیا۔  
سپاہی نے سنیل کو بھتہ لڑی لگا کر باہر کی طرف دھکیلا۔  
لاش کو گاڑی میں رکھو..... پوسٹ مارٹم ہو گا..... اور شیواجی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا گیا۔

ایک سنانا..... دیوانی اور تباہی حویلی کا مندر تھا..... چٹم زون میں بات ساری دہلی میں پہنچ گئی..... راجکار اور سنیل بھی آئے تھے..... ادھر سنٹوش اٹما کے ساتھ آگیا تھا.....

کیسے نصیب ہیں تیرے بیٹی..... تو پھر بیوہ ہو گئی..... کیا سہاگ کی خوشی تیرے مقدر میں نہیں ہے..... ہندوستانی معاشرے کا یہ المیہ ہے..... ایک بوزھی عورت نے رتن کو سینے کے ساتھ لگا لیا۔

یہ سب بھگوان کی طرف سے ہوتا ہے..... اس میں رتن کا کوئی دوش نہیں ہے..... راکھی نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا۔

اسی بے چینی اضطراب اور کرب میں کئی روز گزر گئے..... شیواجی کی ارحتمی بڑے کدو فرے اٹھائی گئی..... اور ایک ماہ کا ظلم انگیز اور دردناک وقت سسک سسک کر گزر گیا..... حالات سنبھلے تو رتن نے محسوس کیا کہ گلا بوا نہیں ہے

دیدہ..... گلا بوا چلی گئی۔ رتن بولی۔

ہاں..... رتن..... وہ چلی گئی..... اس کا بیٹا شدید طبل تھا..... ویسے بھی ات رنے کی کیا ضرورت تھی..... شیوا نے تہباری نگرانی کے لئے تو رکھی تھی۔ راکھی نے رتن کو ساتھ لپٹا لیا۔ رودی.....

کے چہرے کو سیاہ کر دیا تھا..... چیشانی کی سلوٹس زیادہ نمایاں ہونے لگی تھیں..... آج وہ اپنے آپ کو صدموں پر اپنا بوجھ تصور کر رہے تھے..... سنیل نے ان کو بڑے دوسرے اور اندیشے میں ڈال دیا تھا..... بیٹا آستین کا سانپ نکل آیا تھا..... جب تک وہ ملک سے باہر تھا..... وہی دن شیواجی نے راحت سے گزارے ہوں گے۔ کاش پیدا ہوتے وہ اس کا گنا گھونٹ دیتا..... آج وہی انتشار نے ان کو پرہیزہ کر دیا ہے..... وہ اپنے گھر میں بھی پر سکون نہیں ہیں.....

شیوا..... راکھی نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔  
ہوں..... کیا..... وہ بری طرح اچھلے.....  
تم رتن کو لے کر ملک سے باہر چلے جاؤ..... راکھی نے کہا۔  
باہر..... لیکن یہاں سارا کاروبار..... ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ شیواجی نے قلب حیراں پر ہاتھ رکھا۔

یہ بھی ٹھیک ہے..... کون سنبھالے گا یہ سب کچھ..... وہ خاموش ہو گئی.....  
تم جانتی ہو..... کتنی محنت شاقہ سے میں نے کاروبار کو بڑھایا ہے۔ شیواجی نے کہا۔  
مجھے سب علم ہے..... میں تمہیں پر سکون دیکھنا چاہتی ہوں..... اگر رتن کی وجہ سے تمہارے جیون میں خوشی آئی ہے تو یہ مسائل کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ باتوں باتوں میں اتنا احساس ہی نہ رہا کہ شام کے جدت کے کھانے لگے ہیں..... حویلی کی روشنیوں جگمگا رہی تھیں..... ملازم نے کھانے کی اطلاع دے دی تھی..... آہستہ آہستہ تمام ڈرائیونگ روم میں پہنچ گئے.....

سنیل نہیں آیا..... راکھی نے قریب کھڑے ملازم مراٹھی سے پوچھا۔  
نہیں سرکار..... مراٹھی نے کہا۔

شیواجی نے سفید نظروں سے راکھی کی طرف دیکھا۔ آج مجھے بھیجے گئے۔ لگ رہے تھے۔  
کھانا کھاؤ..... آجائے گا..... راکھی نے تسلی دی۔

وہ چار تھے زہر مار کے اور شیواجی اپنے کمرے میں آ گئے..... کمرے کی جی روشن کی..... لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلے..... سنیل اپنا کام کر چکا تھا..... اس کے پستول سے نکلنے والی گولی شیواجی کا بھر چیر کر نکل چکی تھی..... اور وہیں ڈھیر ہو گئے..... قاتلین خون سے لت پت ہو گیا..... سنیل..... گلا بوا نے بھاگ کر پکڑا..... دونوں متحکم گتھا ہوئے

رتن آپ کے سامنے بیٹھی ہے..... اگر جانا چاہے تو ہم نہیں روکیں گے..... ہمارے ساتھ رہنا چاہے تو سب کچھ اسی کا ہے۔ راکھی نے بڑے دکھ سے رتن کو دیکھ کر کہا۔ چاہت کی ایک لہر اٹھی.....

کیوں رتن..... ہم تمہیں لینے آئے ہیں..... رہنا کرنے کہا۔

میں دکھاریں مورکھ ناری..... جس کے نصیب میں ہی ذات و رسوائی رتم ہے..... وہ اپنی پٹلیوں کو انگلیاں پھیر کر صاف کرتے ہوئی۔

رتن..... سیوک محل تمہارا منتظر ہے..... تمہاں چلو..... سنیل نے کہا۔ پھر کسی اور سودے کی بات چل رہی ہے..... رتن نے طنز کا ہجر پور نشتر سنیل کے جگر کو پار کر دیا۔

تم ایسا تم سوچو..... جو کچھ ہوا..... اس میں تمہارا بھلا تھا۔ راجنکار نے نرم لہجے میں کہا۔

میں جتن باتوں کو دہرائتا نہیں جانتی..... مجھے سے کی تکلیاں گویں فراموش نہیں کر سکتی..... پھر بھی..... اب یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں..... وہ ہوئی.....

آؤ ہمارے ساتھ..... یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے رہنا..... راجنکار نے کہا۔ اتنی تھوکریں کھا چکی ہوں..... اب بھی نہ سمجھوں تو میں نادان کھلوں گی..... رتن نے بڑے اور اک سے جواب دیا۔

کیا مطلب ہے تمہارا..... میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی..... وہ دھوکہ فیصلہ کرتے ہوئی۔

اور کس کے ساتھ۔ راجنکار چو نکا۔

درپن مجھے لینے آئے گا..... جس نے ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیا ہے۔ رتن نے بیباک لہجے میں کہا۔

درپن..... اس کا تمہارے ساتھ کیا واسطہ..... راجنکار کی پیشانی پر ہل پڑ گئے۔ اسی کا واسطہ تو ہمیشہ رہا ہے..... اسی کی گود میں پلی بڑھی ہوں..... میرے ہر دشوار گزار راستے کے کاٹنے اس نے اپنی آنکھوں سے پتے ہیں اسے کیا خبر کہ تم کس حال میں ہو۔

سنیل نے پلٹ کر جواب دیا۔

اسے میرے ہر حال کی خبر ہو جاتی ہے۔ معلوم ہے نا آپ کو..... رتن کا جملہ اختتام

ایک دم تینوں چونک گئیں..... ملازم داخل ہوا۔

تیکم صاحبہ..... لیٹی کے بھائی اور بھادو آئے ہیں۔ ملازم نے کہا۔

میرا خیال ہے راجنکار اور سنیل بھائی ہو کی۔ رتن چونک گئی۔

لانا چاہو گی

ہاں..... کیا خرچ ہے..... آپ بھی آجائیں..... تنہا نہیں ملوں گی..... رتن نے کہا۔

رٹل..... جی مانتی

اچھی سی چائے لے آؤ ڈرائیونگ روم میں اور ساتھ کچھ..... اچھا۔ رٹل بچن کی طرف چل دی۔

رتن راکھی دونوں ڈرائیونگ روم کی طرف چل دیں۔

تمہاں.....

نہتے رتن اور راکھی نے ایک ساتھ کہا اور سامنے بیٹھ گئیں۔

سنیل اور راجنکار نے بڑی محبت کا اظہار کرتے رتن کو ساتھ لگایا۔

کیسی ہو سنیل نے کہا۔

آپ کے سامنے ہوں۔ وہ راکھی کے پاس بیٹھ گئی۔

کچھ لمحے ماحول پر سکون رہا..... کسی نے بھی بولنے کی کوشش نہ کی..... سنیل نے راجنکار کو آٹھ سے اشارہ کیا۔

راجنکار نے ماحول کو مناسب جان کر قوت گویائی کی تقویت دے کر زبان کھولی۔

دیدنی..... گزارش ہے آپ سے۔ راجنکار نے کہا۔

گزارش..... آپ کھل کر بات کریں..... راکھی نے رتن کو دیکھا..... رتن کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی..... اس کا دل دھڑک کر پیٹنا دے چکا تھا کہ ضرور ملے جانے کا پتہ ہے۔ یوں بھائی نہیں آسکتا۔

بات یہ ہے کہ اب رتن کا یہاں رہنا درست نہیں۔ سنیل ہوئی۔

کیوں نہیں..... یہ اس کا اپنا گھر ہے..... رہنا درست کیوں نہیں۔ راکھی کو اچھا نہیں لگا۔

ہمارا مطلب کہ جس کی وجہ سے رہنا تھا..... وہ جتنی نہ رہا تو اب کیا فائدہ۔ راجنکار بولا۔

ہمیں ان کی بات ماننی پڑے گی۔ کیوں دینا۔۔۔ وہ بہن سے مسکراتے ہوئے پوچھا  
یہ تو بیجا تم سب کی فرمائش داری ہے۔۔۔۔۔ اُنہیں بڑا جہنم کرنا ہی باتوں کا احترام کرنا۔  
..... راکھی نے کہا۔

..... کیوں نہیں مانیں گے۔۔۔۔۔ آپ ہماری بڑی ہیں۔ راجہار نے کہا۔

راجہار بیٹا۔۔۔۔۔ اپنے دل سے تمام غم کو نکال دو۔۔۔۔۔ یہ جیون تو ذلتی چھاؤں ہے  
..... اپنے من کو صاف کرنا۔۔۔۔۔ وہ بہن راجہار بھائی ہے۔۔۔۔۔ اپنے گنگے لگاؤ۔۔۔۔۔ وہ بہن  
نے ابھی راجہار ابراہیم چاہا۔۔۔۔۔ پوجا کی آنکھیں بھر گئیں۔

میں مانتا ہوں ماں۔۔۔۔۔ وہ بہن۔۔۔۔۔ میرے بھائی۔۔۔۔۔ راجہار نے بازو پھیلا دیئے۔  
اور وہ بہن نے مسکراتے ہوئے راجہار کو ساتھ لگایا۔

یاد جو کچھ بھی ہوا۔۔۔۔۔ میری نادانی تھی۔۔۔۔۔ راجہار نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔  
کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ راکھی نے رتن کو محبت سے پیار کیا۔۔۔۔۔ رتن  
کو ساتھ لگانے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔۔۔۔۔ جو پریشانی ان کے مقدر میں لکھی جا چکی  
تھی۔۔۔۔۔ اس کو کون نال سکتا تھا۔۔۔۔۔ کوئل اور رمل بھی چھپ چھپ کر آنسو بہا رہی تھیں۔  
سنبھل اور راجہار اجازت لے کر محل روانہ ہو چکے تھے۔

کوئل رمل۔۔۔۔۔ وہ بہن نے پکارا۔

جی۔۔۔۔۔ دونوں احتراماً پاس آ گئیں۔

تم سب کا ہم سے رابطہ ٹوٹنا نہیں چاہئے۔۔۔۔۔ ویسے بھی تم میری بہنوں کی طرح ہو  
..... بلکہ میری بہنیں ہو۔۔۔۔۔ میں راکھی کے تہوار پر آؤں گا۔ وہ بہن نے کوئل اور رمل  
دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔

آنسوؤں کی ایک لڑی نہ ٹوٹنے والے نونے کا نام لے رہی تھی۔۔۔۔۔ تینوں ماں بیٹی بری  
طرح رو رہی تھیں۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں سنبھل کے کیمس کی پیروی کروں۔۔۔۔۔ وہ بہن نے راکھی کی  
افردہ صورت دیکھ کر کہا۔

تمہارے سوا کون کرے گا کیا۔۔۔۔۔ اُنہیں راکھی طرح سنبھل پھنسی سے بچ جائے۔ راکھی نے  
وہ بہن پر ہنس دیا۔ شاید امید کی واحد کرن: وہ بہن ہی تھا۔ اچھا میل کریں۔۔۔۔۔ آگے  
بھگوان بھلی کریں۔۔۔۔۔ وہ بہن نے چلتے چلتے کہا۔

پذیر ہوا تو اس کے ساتھ ہی پوجا اور وہ بہن داخل ہوئے۔ دونوں کو دیکھ کر سب بے ساختہ  
کھڑے ہو گئے۔

میری بچی۔۔۔۔۔ اندر آتے ہی پوجا جانے رتن کو پلٹا لیا۔

سنبھل اور راجہار نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ محبت کا وہ گراں سامنے آیا تو رتن  
اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکی۔ وہ بری طرح رو دی۔ وہ پوجا کی گود میں سسکیاں لیتی رہی۔  
وہ بہن نے عالم پریشانی میں رتن کی طرف دیکھا۔

بس بیٹی۔۔۔۔۔ رونا نہیں۔۔۔۔۔ میری بیٹی تو تو بڑی بہادر ہے۔ پوجا نے اپنے ساتھ  
لگا کر پیار کیا۔ وہ اپنے بیٹے کے جذبات سمجھتی تھی کہ وہ رتن کے آنسوؤں سے اوس ہو جاتا  
ہے۔ کوئل اور رمل بھی اندر آ چکی تھیں۔

وہ بہن۔۔۔۔۔ یہ کوئل ہے۔ اور یہ رمل۔۔۔۔۔ رتن نے وہ دونوں کا تعارف کر دیا۔

رمل نے بڑی گہری نظروں سے وہ بہن کو دیکھا۔۔۔۔۔ لیکن اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ  
اس آدمی کو کہاں دیکھا ہے۔۔۔۔۔ چہرہ جانا پہچانا تھا۔

میرا خیال ہے۔۔۔۔۔ میں نے کہیں آپ کو دیکھا۔۔۔۔۔ کوئل بولی۔

ایسا ہی ہے۔۔۔۔۔ میں نے بھی کہیں دیکھا ہے آپ کو۔۔۔۔۔ شاید ہو لی ہو۔۔۔۔۔ وہ بہن  
سب کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ سنبھل اور راجہار پہلے ہی بیٹھ چکے تھے۔ دونوں  
نظروں میں جان چکے تھے کہ اب رتن کان کے ساتھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں  
ہو تا ورنہ ہی رتن اب وہ بہن کو چھوڑ سکتی ہے۔

دید کی اجازت دیجئے۔۔۔۔۔ راجہار اور سنبھل نے ایک ساتھ کہا۔

بھیا۔۔۔۔۔ نہیں نا۔۔۔۔۔ چائے آرہی ہے۔ رتن نے کہا۔

نہیں۔۔۔۔۔ اب ہمیں بانا چاہئے۔ راجہار اور سنبھل جانے کے لئے تیار کھڑے ہو گئے۔  
نہیں یار۔۔۔۔۔ تم اس طرح نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔ ایک ساتھ بیٹھیں گے۔ وہ بہن نے بڑی  
اپنائیت سے کہا۔ وہ بہن نے اس طرح غلو سے روکا کہ سنبھل اور راجہار انکار نہ کر سکے۔  
ملازمہ لوازما کے چائے لے آیا۔

کوئل اور رمل نے مل کر چائے پیا۔۔۔۔۔ رتن نے سب کو پیش کی۔

راجہار۔۔۔۔۔ وہ بہن بولا۔

راجہار نے آنکھیں میچائیں۔۔۔۔۔ دیدی راکھی اور پوجا ماں ہم سب سے بڑی ہیں۔۔۔۔۔

پھر شام ڈھلتے ہی وہ اپنی کائنات سمیٹ کر پو جا کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آیا۔ چند دنوں کے بعد وہلی کی بڑی مسجد میں وہ رتن کے ساتھ عالم دین حافظ سلطان باسط کے سامنے حاضر ہوا..... جہاں رتن نے اپنی مرضی منشا کے ساتھ حافظ صاحب کے سامنے کلمہ طیب پڑھ کر قبول اسلام کر لیا۔ وہ مسلمان ہو گئی..... اور پھر چند گواہوں کی موجودگی میں دونوں کا نکاح شرعی قوانین کے مطابق طے پایا..... رتن ہمیشہ کے لئے ایک خدا، ایک نبیؐ ایک قرآن..... اور ایک ہی چاہنے والے کی ہو گئی۔

یہ بات چشم زدن میں پھیل چکی تھی کہ رتن نے اسلام قبول کر لیا ہے..... بہت لوگوں نے ان کو مسجد سے باہر نکلتے دیکھا..... لیکن کوئی ان کی گردن تک نہ پہنچ سکا..... درپن رتن اور پو جا کو لے کر ہمیشہ ہمیش کے لئے جرمن روانہ ہو چکا تھا..... جہاں ازل سے چاہنے والوں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔

(ختم شد)